



عمران سیریز جلد نمبر 16

سپز لھو

- تصویر کی اڑان 53

- گیارہ نو مبر 54

- مناروں والیاں 55

- سپر لھو 56

ابن صفائی

پیشہ

چھلا ناول ”خوفناک منصوبہ“ پڑھ کر کسی صاحبہ نے لکھا تھا
”بھائی میں جائے آپ کا نیا تجربہ! فریدی کے ناول میں ابواب کے
عنوانات ضرور چاہئیں۔“ لیکن انہوں نے اس پر روشی نہیں ڈالی کہ
ابواب کے عنوانات نہ ہونے سے انہیں کیا محسوس ہوتا ہے۔ کوئی
معقول وجہ بہر حال ہونی چاہئے! صرف یہی ایک خط اس کی مخالفت
میں موصول ہوا ہے!

زیادہ تر پڑھنے والوں کو کہانی پسند آتی اور انہوں نے فریدی کی
کہانیوں کے سلسلے میں اس تجربے کو سراہا بھی ہے۔
ایک صاحب کا خیال ہے کہ کہانی کو اتنی جلد ختم نہ ہونا چاہئے!
انجام تشنہ رہ گیا۔ میں ان سے متفق نہیں ہوں۔ غالباً وہ شفقت دی
جائیٹ کے بارے میں تفصیل چاہتے تھے۔ میرے خیال میں ضروری
نہیں تھا۔ مرکزی خیال ”منصوبہ“ تھا نہ کہ شفقت!

بہر حال مجموعی طور پر یہ کہانی پسند کی گئی۔

اب ملاحظہ ہو ”تصویر کی اڑان“ عمران کا خیال ہے کہ یہ اڑان
جوزف کی کھوپڑی سے طلوع ہو کر رحمان صاحب کے کمرے میں
غروب ہو گئی۔

عمران آپ کی توقعات پر اس بار ضرور پورا اترے گا۔ یعنی

فرناز ہال میں تصویروں کی بین الاقوامی نمائش ہو رہی تھی.... کنی مللوں کے بے شمار آرٹسٹوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔
 لیکن یہ نمائش اپنی نویعت کی انوکھی نمائش تھی..... یہاں صرف پرندوں نے انساں یہ بھی تنی تھیں.... دنیا بھر کے خوبصورت اور بد بیعت پرندے۔
 صرف پرندوں کی الاہمیت تھیں یہاں... ایسی کوئی ازان نہیں تھی کہ شاعر کو دل خاماں کر آہنا پڑتا۔
 اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن
 بھوتا ہی نہیں عالم تری انگریزی کا
 لہذا نمائش گاہ میں جہاں تسلی رکھنے کو بھی چاہے وہاں تکوں کی بوریاں بھی رکھ دیتے تو اسی کو کانوں کا نام خبر نہ ہو۔

تجربیدی آرٹ کی نمائش بھی نہیں تھی کہ لوگ آڑی ترچھی اور بے ہنگام لکیڈیوں
 زادویوں اور گلکل دائرہوں میں پچھے ہوئے "یہ" یا "وہ" تلاش کرنے کے لئے نوٹ پڑت۔
 بہر حال یہاں مقابلے میں حصہ لینے والے آرٹسٹوں کی تعداد شاکریں کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔
 اور شاکریں میں وہ کالا اور طویل القامت آدمی سب کی توجہ کا مرکز بنانا ہوا تھا جو بالکل پتوں کے سے انداز میں جیرت سے دانت نکال کر ایک ایک تصور کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا۔
 اس کے بعد نظر شہرتی تھی اس خوشما بے وقوف جوان پر جواہتے ہوئے پرندوں کی تصویریں دیکھتے وقت بے خیال میں اپنے بازوں کو کبھی ڈہنوں کی طرح پھیلانے اور کبھی سکونت لاتا تھا۔
 کبھی کبھی وہ دونوں آپس میں گھنگو بھی کرنے لگتے!

ایک ٹوکی حیثیت سے اس نے صرف حکم ہی نہیں چلایا ہے بلکہ خود بھی اپنی تمام تر حماقتوں سمیت کہانی کی رگ و پے میں جاری و ساری ہے۔

جوزف کے ہم وطن پرندے سے مل کر آپ یقیناً خوش ہوں گے۔ صدر کی ذہانت اس پار خود عمران کو تعریفی کلمات ادا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ایک بات اور نوٹ کیجئے۔

کچھ حضرات نے ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ "خوفناک منصوبہ" میں فریدی کی "لکن" کے تذکرے کے ساتھ ایک جگہ اچانک "کیڈی" پڑھتے ہیں اور تاؤ کھاتے ہیں۔ مجھ پر حالانکہ قصہ دراصل یہ ہے کہ کاتب صاحب مجھ سے کئی بار کہہ چکے ہیں کہ لکن بکو اک فریدی کے لئے دوبارہ کیڈی لیاں خریدوں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میرے کان پر جوں نہیں ریلگتی تو جھاہٹ میں خود ہی کیڈی کا سودا کر بیٹھے!

والسلام

ابن معفو

کریشن انہیں دیر سے دیکھ رہی تھی۔ دفتار نے سوچا کہ کیوں نہ ان کی گفتگو بھی سنی جائے۔ کریشن سوئین سے آئی تھی۔۔۔ ”پرندے“ اس کا خاص موضوع تھا۔ نہ زیادہ سے زیادہ پچس سال رہی ہو گی۔ خوش خیل اور اسلامت تھی۔

وہ ان کے پیچے جا کھڑی ہوئی۔۔۔ اس کا اندازہ تو پہلے ہی سے تھا کہ دونوں انگریزی میں گفتگو کر رہے ہیں۔

کالا آدمی کھلا ہوا نیگر و تھا۔۔۔ اور دوسرا جوان مقامی ہو سکتا تھا یا پھر ترک یا ایرانی۔

نیگر و اس سے کہہ رہا تھا۔ ”اب یہ تصویر دیکھو باس۔۔۔ اس کی چوخی دیکھ کر برائٹی کی بوتل یاد آگئی!“

”ہاں۔۔۔!“ جوان سر ہلا کر بولا۔ اور اس کی دم پر بھی نظر ڈالو بالکل لفافہ معلوم ہوتی ہے۔!

پھر وہ دوسری تصویر دیکھنے کے لئے یا میں جانب کھکے۔۔۔ کریشن بھی ان کے ساتھ ہی کھک گئی تھی۔!

دفتار نیگر نے ”غصب ہو گیا باس“ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

”یا ہوا؟“ جوان آدمی بوکھلا کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کالا آدمی نری طرح کانپ رہا تھا۔

”بب۔۔۔ باس جب تک سہرے پروں والی تلی سامنے نہ ہو۔۔۔ میں آنکھیں نہیں کھول سکوں گا۔۔۔ ہائے۔۔۔ جاہی۔۔۔ بر بادی۔۔۔!“

”کیا بکواس ہے۔۔۔؟“

”کھاؤ خجھ بیرا۔۔۔!“

”دماغ۔۔۔ تو نہیں چل گیا۔۔۔!“

”باس۔۔۔ یقین کرو۔۔۔ کھلی ہوئی جاہی۔۔۔!“

”یہ گھاؤ خجھ بیرا کیا بلا ہے۔۔۔!“

”انہائی درجہ منہوس پر نہ۔۔۔ تم بھی اپنی آنکھیں بند کر لو باس۔۔۔!“

”کتنی دیر کے لئے۔۔۔؟“ جوان آدمی نے بڑی مخصوصیت سے پوچھا۔

”جب تک کہ سہرے پروں والی تلی آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔۔۔!“

”یہاں۔۔۔ تلی۔۔۔!“ جوان آدمی نے مایوسانہ انداز میں۔۔۔ چاروں طرف دیکھا۔

کریشن اس بات پر چکرا کر رہ گئی تھی۔۔۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا بکواس ہے۔۔۔ وہ تو اس لئے ان کے ساتھ گئی تھی کہ اپنی بنائی ہوئی تصاویر کے بارے میں ان کی رائے بن سکے۔ اس کا خیال تھا کہ سیدھے سادھے لوگ فن کے بڑے اچھے نقاد ہوتے ہیں۔

لیکن یہ بکواس۔۔۔ بلاشبہ وہ افریقہ ہی کا ایک پرندہ تھا۔۔۔ خود اسی نے وہ تصویر بنائی تھی۔۔۔ لیکن اس کے لئے یہ نام ”گھاؤ خجھ بیرا“ بالکل نیا تھا۔

پھر اس نے سوچا یہ آدمی افریقی ہی ہے ممکن ہے وہاں کی مقامی یا قبائلی زبان میں وہ ”گھاؤ خجھ بیرا“ ہی کہلاتا ہو۔

لیکن آخر اس پر اتنی بد حواسی کیوں؟ وہ اپنے باس سے کہہ رہا تھا کہ وہ بھی اپنی آنکھیں بند کر لے۔ ”جوزف“ دفتار جوان آدمی نے نیگر کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ”گدھے۔۔۔ اگر میں آنکھیں بند کروں تو پھر ہم گھر کیسے پہنچیں گے؟“

”سہری تلی پاس۔۔۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔۔۔ تم نہیں جانتے کہ ”گھاؤ خجھ بیرا“ موت کا قاصد ہے۔۔۔ اپنے ساتھ آسمان سے بر سے نہ والے تیر لاتا ہے۔!“

”او۔۔۔ احمق۔۔۔ تو تصویر ہے۔۔۔!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا باس۔۔۔!“

”اچھا تو پھر میں تجھے یہیں چھوڑ کر واپس جا رہا ہوں۔۔۔ اندر ہیرے میں ہی تلاش کروں گا کوئی سہری تلی۔۔۔!“

”نہیں باس۔۔۔ مجھے یہاں اس طرح نہ چھوڑو۔۔۔ مجھے ساتھ لے چلو کل صح تلی تلاش کر لینا۔!“

”اچھا تو چل۔۔۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ تو اس طرح نکاہی کے دروازے تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔!“

”میرا بازو پکڑ لو باس۔۔۔!“

”ہر گز نہیں۔۔۔ گھاؤ خجھ بیرا میرے ملک کا پرندہ نہیں ہے۔۔۔ تمہارے ملک کا ہے تم یہ بھاتو؟“

”لیکن میں تو فادر ہوں باس۔۔۔!“ کالا آدمی کراہ۔

”اس فادر اری کے صلے میں صح کو سہری تلی تلاش کر دوں گا۔۔۔ اس وقت تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔!“

دفتار کریشن آگے بڑھ کر بولی۔ ”کیا میں آپ کی کوئی مدد کر سکتی ہوں۔!“

ورت سے بھی ذرتا ہے!“

”باس نہ جاؤ...!“

”آپ لوگ عجیب ہیں...!“ کریشن بدستور بہتی ہوئی بولی۔

”آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا...!“ جوان نے کالے آدمی کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

”مجھے معاف کر دو باس...!“

”میں کہتا ہوں.... تماشہ نہ بن.... ہاتھ ہٹا لے.... آنکھیں بند رکھ...!“

”میں جلد ہی جل سکوں گی...!“ کریشن بولی۔ ”میرا نام کریشن ہے.... آپ ادھر چل لاؤ جو میں بیٹھیں!“

”میں علی عمران ہوں.... اور یہ تالائی جزو ف.... اچھی بات ہے.... بہت بہت شگریا!“ اس نے جزو ف کا بازو دکڑا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں اسے گھیٹتا ہوا لاؤ جو کی طرف بڑھنے لگا۔ لاؤ جو خاصاً آپ تھا.... ہال کی مناسبت سے یہاں زیادہ ہی بھیڑ تھی۔ خال خال ہی کرسیاں لی نظر آرہی تھی۔

عمران نے دو کرسیاں منتسب کیں اور ایک پر جزو ف کو بٹھاتا ہوا بڑا بڑا۔

”ابے جب آنکھیں ہی نہیں ہیں تو کیا نمائش سو نگھنے آیا ہے!“

جوزف کچھ نہ بولا۔ آنکھیں بند کئے ہوئے کری کی کپٹ سے نک گیا۔

عورتوں بچوں اور مردوں کے ملے جلے شور سے لاؤ جو گونخ رہا تھا۔ کچھ لوگ تصاویر کے سن و قص پر بحث کر رہے تھے۔ ان کے قریب ہی ایک تین سالہ صاحب زادے والدہ محترمہ کی دمیٹھے ان کی ٹھوڑی کوہاٹھ لگا لگا کر گارہے تھے۔

جان میں اتنا بتا دو

محبت.... محبت.... محبت ہے کیا

”ٹیپو... چپ ٹیپو...!“ وہ اسے جھڑک کر بولیں.... اور پھر اپنے ساتھ والی ناتوں سے ٹوکرنے لگیں۔

”باس میں کیا کروں....?“ جوزف کر لے۔

”اب کیا بتاؤں.... تو آنکھیں نہیں کھول سکتا ورنہ میں مجھے آنے والی نسل کا پیو دکھاتا!“

”مم.... مد....!“ جوان ہکلایا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ بے وقوف لگنے لگا تھا۔

”کیا شہری تملی کی تصویر سے کام چل جائے گا!“ کریشن بولی۔

جوان نے کالے آدمی کے شانے پر ہاتھ مار کر کریشن کا سوال دہرا لیا۔

”چل جائے گا.... تصویر سے بھی کام چل جائے گا باس....!“ کالے آدمی نی آواز میں سرست کی لہریں تھیں۔

”کچھ دیر شہر ناپڑے گا.... پھر میں آپ لوگوں کو اپنی قیام کاہ پر لے چلوں گی!“

”یہاں کوئی تصویر نہیں ہے....؟“ جوان نے پوچھا۔

”یہاں صرف پرندوں کی تصاویر ہیں....!“ وہ دل آؤزی سی سکراہت کے ساتھ بولی۔

”کیا تملی چوپایہ ہے....!“ جوان نے متھرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”لیکن پھر بھی وہ پرندوں کی صفت میں نہیں آتی!“

”یہ آپ لوگوں کی زبردستی ہے.... وہ بھی بیچاری اڑتی ہی ہے!“

”باس.... جھگڑا نہ کرو.... ورنہ یہ اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گی....!“ کالے آدمی نے گھٹھیا کر کہا۔

”تو چپ رہ.... یہ ایک علمی مباحثہ ہے!“

کریشن نہ پڑی۔

”ہاں تو ثابت کیجئے کہ تملی پر نہ نہیں ہے!“ جوان ضدی بچوں کے سے انداز میں بوا۔

”بہت مشکل ہے یہ ثابت کرنا....!“ کریشن بات نالئے کی کوشش کرنے لگی۔

”تو پھر یہ نمائش ہی غلط ہے!“

کریشن بہتی رہی۔

”اوز میں کسی غلط جگہ شہر نے کا قابل نہیں.... میں جا رہا ہوں....!“

”باس رحم کرو مجھ پر.... تھا چھوڑ کر نہ جاؤ....!“

”یہ تمہیں اپنے گھر لے جائیں گی۔ وعدہ کر پچھی ہیں.... لہذا میری موجودگی غیر ضروری ہے!“

”باس خدا کے لئے....!“ کالا آدمی روہاںسا ہو گیا۔

نوجوان احتمانہ انداز میں نہ کر بولا۔ ”یہ جتنا گھاؤ جو برا قسم کی چیزوں سے ذرتا ہے اتنا ہی

بھی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ لیکن جب عمران نے اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھوالا تو خوش ہو کر بولی۔ ”یہ تو بہت اچھا ہوا۔۔۔ مجھے اکثر بھی حاصل کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے!“ اسے پچھلی سیٹ پر بٹھانے کے بعد عمران نے جوزف کو اگلی سیٹ پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”مردوں آنکھیں بند کئے کئے سونہ جاتا!“

کریشن سوچ رہی تھی۔۔۔ عجیب لوگ ہیں اسے تو قہقہی کہ کالے آدمی کو پچھلی سیٹ پر بٹھائے گا اور اگلی سیٹ کا دروازہ اس کے لئے کھولے گا۔

”کہاں چلتا ہے....!“ عمران نے مژے بغیر اس سے پوچھا۔
”گرانٹ ہوٹل!“

”کار حركت میں آگئی۔۔۔ پتہ نہیں کیوں کریشن کی خواہش تھی کہ وہ بولتی رہے!“
”کیا آپ لوگ خود بھی پیشتر ہیں....!“ اس نے اوپری آواز میں پوچھا۔
”نہیں مادام....!“ جوزف کر لیا۔

”کیا آپ مجھے اس پرندے کے بارے میں وضاحت سے بتائیں گے!“
”مادام آپ نے اس منحوس پرندے کو کہاں دیکھا تھا!“

”اپنے یہاں کے چڑیا گھر میں!“
”وہ چڑیا گھر اب تک یقیناً تباہ ہو چکا ہو گا!“

”ایسی کوئی بات نہیں ہوئی!“

”تواب ہو جائے گا.... مادام.... گھاؤخ برا۔۔۔ تباہی کا نتیب ہے!“

وہ نہ پڑی۔۔۔ اور جوزف بڑا لیا۔ ”ترقی یافتہ لوگ ان باتوں کو مددگار خیز سمجھتے ہیں۔ لیکن کبھی ان کی آنکھیں کھلی ہی جاتی ہیں!“

”اوہ معاف کرنا.... اگر تمہارے جذبات کو ٹھیس لگی ہو....!“

”کوئی بات نہیں مادام....!“ جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔
پھر کریشن خاموش ہو گئی۔

”پتہ نہیں کیوں اب وہ سوچ رہی تھی کہ اس سے حمact سرزد ہوئی ہے۔۔۔ نہ جانے یہ دونوں کون ہیں اور اس سے کس طرح پیش آئیں اس ملک میں قدم رکھے ابھی ایک بفتہ ہی ہوا ہے۔۔۔ پتہ

ان خاتون نے پلٹ کر اسے غصیل نظروں سے دیکھا اور بے چارے ٹپکو کو جھنجھوڑ کر گود سے اتار دیا۔
اس کے بعد وہ پھر ساتھی خاتون کی طرف مزگتی تھیں۔

پچھے کھڑا بسوار تارہا۔۔۔ عمران نے جیب سے چیو ٹائم کا پیکٹ نکال کر اسے دلھیا۔۔۔ سکڑے ہوئے ہوتوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ چند لمحے تر چھپی نظروں سے پیٹ ٹائم کے پیکٹ اور عمران کو دیکھتا پھر کھنچا چلا آیا۔

”شباش....!“ عمران اُسے پیکٹ دے کر پیٹھے ٹھپکتا ہوا بولا۔ ”بہت اچھے.... بچے ہو.... خدا عمر میں برکت دے!“

وہ خاتون اچاک خاموش ہو گئیں۔۔۔ لیکن مژکر عمران کی طرف دیکھا نہیں۔ ایسا علم ہوتا تھا جیسے وہ عمران پر ٹوٹ پڑنے کے لئے کسی مناسب سے موقع کی منتظر ہوں۔

لیکن عمران صرف ٹپکتا ہا اور وہ خود چیو ٹائم کا پیکٹ پھاڑتے رہے۔
پھر وہ محترمہ اپنی ساتھی سمیت اٹھ گئیں۔۔۔ اور عمران کی طرف دیکھے بغیر ٹپکا ہاتھ پکڑا اور

گھستیت ہوئی لاڈنخ سے چل گئیں!۔۔۔

عمران ٹھنڈی سانس لے کر جوزف کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

”باس!“ جوزف کچھ دیر بعد کر لیا۔ ”یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ تم یہاں آئے ہی کیوں تھے؟“

”ابے واہ... یہ بھی کوئی بات ہوئی.. فون لٹیفہ سے محفوظ ہو زیکا حق مجھے بھی حاصل ہے۔!“

”میں نے تمہیں کبھی اس طرح وقت برپا کرتے نہیں دیکھا بس....!“

”اُبھی تو نے دیکھا ہی کیا ہے...! جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیدائش.... ہو نہہ۔!“

”اگر مجھے کسی بات پر سزا ہی دینا مقصود ہوا کرے تو گھر پر دے دیا کرو۔۔۔ اب یہاں میں کیا کروں.... کہاں جاؤں....?“

”بس، خاموش رہ.... تو نے میرا موڑ چوپٹ کر دیا۔۔۔ اگر زیادہ بور کرے گا تو انھوں کر چل دوں گا.... ہاں....!“

اتنے میں کریشن واپس آگئی۔۔۔

”ہاں.... اب چلنے آپ لوگ....!“ اس نے کہا۔
وہ ہاں سے باہر آئے۔۔۔ ان دونوں عمران کے پاس فیکٹ الیون ہندریٹ تھی۔ کریشن غالباً

بڑی طرح کا تپ رہا تھا۔

”لگ.... کیا آپ.... کچھ پریشان ہیں....!“ عمران اٹھ کر بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔
لیکن وہ اسے جواب دینے کے بجائے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں
اور وہ.... اس طرح بانپ رہی تھی جیسے میلوں سے دوزتی چلی آئی ہو۔!

”لگ.... کیا آپ کی طبیعت خراب ہے۔!“ عمران نے پھر پوچھا۔

اس نے اس کی طرف آنکھیں پھلاڑ کر دیکھا.... اور وہ حرم سے کرسی کی پشت سے جائی۔
آنکھیں بند ہو گئیں.... عمران اسے غور سے دیکھتا رہا.... پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
”ہو گیا کچھ گھاؤج چیرا....!“

”کیا بات ہے.... ب..... باس....!“ جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”تو بس چپ رہ.... ورنہ گلا گھونٹ دوں گا....!“

”تو مجھے بھی بتاؤنا.... میں کب تک آنکھیں بند کئے بیٹھا رہوں گا۔!“

عمران اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کریشن کی طرف بڑھا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند
تھیں اور سانسیں اب معمول پر آتی جا رہی تھیں۔

”کیا ہم لوگ واپس جائیں!“ عمران نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔ لیکن جواب نہیں ملا۔
شانہ کپڑ کر ہالیا گر آنکھیں نہ کھلیں۔

”مجھے بتاؤ باس.... کیا بات ہے....!“

”یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔!“

”خداعاڑت کرے.... دیکھا تم نے باس.... اب میرا مصلکہ نہ اڑانا....!“

”لیکن تمہاری آنکھیں کیسے کھلیں گی.... اس کے ہاتھ میں الیم نہیں ہے۔!“

”یہ تو ہبہت برا ہوا.... خیراب تم مجھے واپس لے چلو.... صبح ہی آنکھیں کھواؤں گا۔!“

”خاموش بیٹھو....!“ عمران نے کہا اور اس دروازے سے دیکھنے لگا جس سے وہ آتی تھی۔

ایک بار پھر اسے ہلانے جلانے کے بعد وہ دروازے کی جانب بڑھا۔

یہ بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تھا.... بیٹھ روم کہنا چاہئے یہاں ایک بستر اور ایک چھوٹی میز کے
علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

نہیں یہاں کے لوگ حقیقتاً کیے ہوں۔!“

”کچھ دیر بعد کار گر انڈ ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

”اے لے جائے....!“ عمران نے کریشن کے لئے بھی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”اور آپ....!“ وہ نیچے اترتی ہوئی بولی۔

”میں گھاؤچہ بر اکی بیماری میں بدلنا نہیں ہوں۔!“

”لیکن.... یہ تو آنکھیں ہی نہیں کھولتے اور میں ان کا بازو پکڑ کر نہیں لے جا سکتی۔!“

عمران نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر جوزف کو نیچے کھینچ لیا اور دانت پیس کر بولا۔ ”جل ساری زندگی میرے لئے مصیبت بہار ہے گا.... تیرے والدین تو کہیں عیش کر رہے ہوں گے۔!“

”والدین کا نام نہ لو بس....!“ جوزف ہانپتا ہوا بولا۔ ”آنکھیں کھلی ہوتی تو روکر ہی جی کا بار ہلکا کر لیتا۔!“

”جل....!“ عمران نے اسے دھکا دیا اور اس کا بازو پکڑ کر چلتا رہا۔

اتفاق سے لفت میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ورنہ وہ بھی انہیں آنکھیں پھلاڑ کر دیکھتا۔
دوسری منزل کے گیارہویں کمرے کے سامنے رک کر کریشن نے دروازے کے قفل میں
کنجی گھمائی۔ دروازہ کھول کر اندر گئی تھی اور کمرے میں روشنی کرنے کے بعد ان سے اندر آنے کو کہا تھا۔
یہ تین چھوٹے چھوٹے کمروں کا سیٹ تھا۔

”آپ لوگ بیٹھئے.... میں اپنا الام لاتی ہوں.... اور اس وقت پینے کے لئے گرم گرم کافی ہی
مناسب رہے گی۔!“

عمران نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا لیکن وہ اس کی بات سننے کے لئے رکی نہیں تھی اور
عمران اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے حقیقتاً کچھ کہنے کا رادا نہ رہا ہو۔

کریشن کے چلے جانے کے بعد اس نے جوزف کو جھنجور کر کہا۔ ”دیکھا تو نے.... اب تیری
وجہ سے کافی بھی بیجنی پڑے گی.... صورت حرام....!“

”اب میں خود کشی کرلوں گا بابا۔!“

”یہاں نہیں....!“

اتنے میں کریشن واپس آگئی.... لیکن اس کے چہرے پر بد حواسی کے آثار تھے.... ج

کرڈالی جس پر خود بیٹھا تھا... جوزف اسے حیرت سے دیکھتا رہا لیکن کچھ بولا نہیں۔
پھر عمران نے اسے دروازے کی طرف دھکیلا۔

"باس... وہ بے چاری...!"
"خاموشی سے نکل چلو...!"

وہ رہداری میں آئے... عمران دروازے کے دونوں پینڈل صاف کرنا بھی نہیں ہوا تھا۔
کچھ دیر بعد ان کی گاڑی ایک پیلک ٹیلی فون بو تھے کے قریب رکی۔ عمران جوزف کو گاڑی ہی
میں چھوڑ کر اتر گیا۔

فون پر صدر کے نمبر ڈائل کئے۔ وہ دوسری طرف موجود تھا۔ عمران نے ایکس ٹو کی آواز میں
کہا۔ "صدر گرانڈ ہو ٹل کی دوسری منزل کے گیارہویں کمرے میں سوینٹن کی ایک آرٹسٹ
کریشن رہتی ہے۔ آج جب وہ فریاز ہاں سے اپنے کمرے میں واپس آئی تو اسے وہاں ایک لاش
ٹلی۔ لاش دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئی ہے۔ کمرے میں اس کے علاوہ اس وقت اور کوئی نہیں ہے۔
تمہیں سب سے پہلے پولیس کو مطلع کرتا ہے اور اس کیس پر پوری طرح نظر رکھنی ہے!"

"بہت بہتر جناب...!" دوسری طرف سے آواز آئی۔
"ہری اپ...!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر جب وہ کار اسٹارٹ کر رہا تھا... جوزف نے کہا۔ "شاید میرا دماغ چل گیا ہے۔"
"کیوں...؟ کیا انہیں ہیرے میں کچھ دیکھا ہے؟"
"نہیں باس... وہ بے چاری...!"

"ابے عورتوں کا بھروسہ کب سے ہو گیا ہے؟"

"ایک نیک عورت نے مجھ سے بھی تو بھروسہ کی تھی۔!"

"تو میں نے کب اس کا گلا گھوٹا ہے؟"

"وہ بے ہوش کیوں ہو گئی تھی باس...!"

"گھاؤخ بہرا... اور دیکھ اب کسی کے سامنے یہ نام تیری زبان سے نہ نکلے پائے۔!"

"میں کیوں نام لیتے لگا... تم بھی بار بار نہ دھراو...!"

"اور اس بھروسہ عورت کو بھی بھلا دو...!"

بائیں جانب بھی ایک دروازہ نظر آیا۔ وہ بھی کھلا ہوا تھا... روش بھی تھا۔

جیسے ہی عمران نے تیسرے کمرے میں قدم رکھا اسے دروازے کے قریب ہی رک بانا پڑا۔
وہاں ایک لاش تھی....! ایک آدمی فرش پر اونڈھا پڑا تھا اور اس کے پشت میں ایک نخبر
دست تک پیوست تھا.... کسی نے اسی جگہ تاک کروار کیا تھا کہ یقین طور پر دل کو چھید گیا ہو گا۔
دو سوٹ کیس کھلے پڑے تھے اور ان کی چیزیں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ کپڑے کاغذات
کتابیں، مجلد کاپیاں۔

عمران چدھنے ساکت کھراہا۔ پھر لاش کی طرف توجہ دینے کی بجائے مجلد کاپیاں اللہ پلٹنے لگا۔
اور پھر شاید وہ الیم اس کے ہاتھ آگیا جس کا تذکرہ کریشن نے کیا تھا۔ ہری تیزی سے اس کے
ورق التارہا... اور بالآخر سنہری تقلی کی تصویر بھی مل گئی!

وہ پھر اسی کمرے میں پلٹ آیا۔ جہاں کریشن اور جوزف کو چھوڑ آیا تھا۔

اسے جس طرح چھوڑا تھا ویسے ہی ٹلی۔ جوزف آنکھیں بند کئے کر کی پر تباہیا تھا۔
تقلی والا صفحہ اس کے چہرے کے قریب لا کر عمران آہتہ سے بولا۔ "کھول دے آنکھیں۔"
جوزف کے ہونٹوں پر کلپکاتی ہوئی مسکراہت نمودار ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔
تقلی پر نظر پڑتے ہی باخچیں کھل گئیں۔

"بس خاموش بیٹھا رہا... میں ابھی آیا!" عمران نے کہا اور پھر اس کمرے کی طرف بھینٹا چا
گیا جہاں لاش پڑی دیکھی تھی جیب سے رومال نکال کر الیم کے کور کی صفائی کی اور اسے پھر وہیں
ڈال کر واپس چلا آیا۔

جوزف حیرت سے آنکھیں چاڑے کریشن کو گھوڑے جا رہا تھا جس کی حالت میں اب بھی
کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

"اسے کیا ہوا ہے باس...!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"گھاؤخ بہرا...!"

"اب نام نہ لواس منہوس کا...!"

"انھوں...!"

جوزف نے کر کی چھوڑ دی۔ عمران نے کر کی کے ہتھے صاف کئے اور اس کی بھی صفائی

”کیا مرگی تھی بس....!“
”میں کہتا ہوں اب اس کا تذکرہ بند....!“

”اوکے بس....اب نام نہیں لوں گا۔ لیکن بس....میں کہنا بھول گیا تھا میر ان شاہ کھڑ رہا ہے!“
”گھر چل کر جاؤں گا!“

”اچھا بس....!“ اس نے بھاڑ سامنہ کھول کر جماں لی۔
کار تیزی سے....سر کیں طے کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد جوزف نے پھر جماں لی اور بولا۔ ”گھر کب آئے گا بس....!“
”الله مالک ہے!“

”میری رگیں ٹوٹ رہی ہیں بس....!“

”ان ٹوٹی ہوئی رگوں سے ایک رسی بٹا اور اس کا پچھندا اپنے گلے میں ڈال او....ناٹنیں میں
کھینچ دوں گا!“

جوزف ہونٹ پھینک کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔ عمران یونہی بلا مقصد گاڑی نہیں دوڑاتا پھر رہا۔
تھد اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کا تعاقب کیا جائے گا۔

گزانڈ ہوٹل سے روائی کے وقت اس نے ذہیان نہیں دیا تھا لیکن جب وہ پبلک میل فون بو تھے
سے نکل کر دوبارہ گاڑی پر بیٹھ رہا تھا اس نے قریب ہی گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔

اس نے تھرٹیٹھ اسٹریٹ میں اپنی گاڑی موڑ دی۔

”ابھی تک اس کی خوست سے چھکلا رہیں ہوا....!“ جوزف کر رہا۔

عمران عقب نما آئینے میں پچھلی گاڑی کی روشنیاں دیکھ رہا تھا۔

تھرٹیٹھ اسٹریٹ میں بھی اس کے محلے کی ایک عمارت تھی اور وہ وہیں رک کر تعاقب کرنے
والوں کے بارے میں اندازہ کرنا چاہتا تھا۔

اس نے گاڑی ایک جگہ روکی اور نیچے اتر کر اس کا بونٹ اٹھانے لگا۔ دوسری گاڑی قریب نے
گزر کر آگے بڑھتی چل گئی۔

”میا چکر ہے بس....!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

عمران پکھنے بولا۔ اس نے محسوس کیا کہ اگلے موڑ پر جا کر وہ گاڑی بھی رکی ہے۔

اس نے بونٹ گرا کر دوبارہ اسٹریٹ گ سنبھالا اور گاڑی کو آہستہ آہستہ بیک کرتا ہوا ایک گلی تک لا لیا۔
اس گلی سے اندر ہی اندر وہ اگلے موڑ تک پہنچ سکتا تھا جہاں اس کے اندازے کے مطابق
تعاقب کرنے والی گاڑی پارک کی گئی تھی۔

لیکن جب وہاں پہنچا تو دور دور تک کسی گاڑی کا پتہ نہیں تھا۔

”ہم کیا کرتے پھر رہے ہیں بس....?“ جوزف نے پھر جماں لے کر پوچھا۔

”کچھ نہیں....! شاید اب گھر ہی چلیں....!“ عمران بڑبڑا۔

اس نے تعاقب کرنے والی گاڑی کے نمبر زدن نہیں کر لئے تھے۔



دوسری صبح جوزف جگائے جانے ہی پر اٹھا تھا۔

”کیا ہے....؟“ وہ سلیمان کو چھاڑ کھانے دوڑا۔

”باوائیٹھے میں تمہارے ڈرائیور روم میں!“

”کیا باتا...!“

”چل کر دیکھ لو....!“

”میں نہیں جانتا....کون ہائے.... بولو...!“

”کیپن فیاض....!“

”باس کہاں ہے....?“

”باس کو تو وہ ڈکشنری میں تلاش کر رہا ہے!“

جوزف انگرائیاں اور جماںیاں لیتا ہوا انھوں بیٹھا۔

پھر ڈرائیور روم تک پہنچنے میں اسے دس منٹ لگے تھے اور اس وقتے میں اس نے صرف دو

کام کئے تھے۔ منہ پر چھینٹے دیئے تھے اور غالی پیٹھ ٹھرے کا پورا گلاس چڑھا گیا تھا۔

فیاض کو اس نے فوجی انداز میں سلام کیا۔

”بیٹھ جاؤ!“ فیاض نے اسے نرم لبھ میں مخاطب کر کے سامنے والی کری کی طرف اشارہ کیا۔

جوزف نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں قیل کی۔

”عمران کہاں ہے....?“

ٹھیک اسی وقت عمران کرے میں داخل ہوا۔ حالت بتاری تھی جیسے کوئی لباس فرد پیش رہا۔
”آہا!“ اس نے فیاض کو دیکھ کر دونوں ہاتھ پھیلائے۔ ”اس خوش گوار موقع پر کیا ہونا چاہئے!“
فیاض سے چیختی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا۔

”جوزف تو یہاں کیا کر رہا ہے.... جا کر ناشتے کے لئے کہہ دے۔!“ عمران بولا۔
”جی نہیں.... جوزف کی موجودگی بھی ضروری ہے۔!“

”سلیمان....!“ عمران نے ہاک لگائی اور سلیمان دوڑا آیا۔

”جی صاحب....!“

”تو بھی میٹھے....!“ عمران نے جوزف کے برابر والی کری کی طرف اشارہ کیا۔
”یہ کیا شروع کر دیا تم نے....؟“ فیاض غرایا۔

”میں سمجھا شام کے سلیمان کی موجودگی بھی ضروری ہو....!
”تم دونوں میرے ساتھ میرے آفس تک چلو گے۔!“

”مجھے میں تو اس وقت غسل خانے تک جانے کی بھی تاب نہیں ہے۔!
”عمران....?“

”لیں پلیز.... کیپشن فیاض....!“

”میں اس وقت ڈیوٹی پر ہوں!“

”حکومت کا شکر گوار ہوں کہ اس نے تمہاری ڈیوٹی غریب خانے پر لگادی ہے۔ کیوں
سلیمان وہ پچھے اب بھی تیرے پچھے تالیاں بھاتے ہیں۔!“

”بہت چھیرتے ہیں صاحب.... کہتے ہیں وہ دیکھو مسٹر عمران کا باور چان جا رہا ہے۔!“

”خیراب فکر کی بات نہیں.... حکومت نے ہماری فریاد سن لی۔!“

”کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کچھ لوگ کھینچ کر تمہیں زبردستی لے جائیں!“ فیاض نتنے پھلا کر بولا۔
”سلیمان اب تمہاری موجودگی ضروری نہیں!“ عمران نے سلیمان سے کہا اور وہ چپ
چاپ اٹھ کر چلا گیا۔

”ہاں.... تو جوزف کی موجودگی کیوں ضروری ہے جناب....!“ عمران نے اسے پوچھا۔

”یہ پچھلی رات تم دونوں پرندوں کی نماش میں تھے۔!“

”پتہ نہیں جناب.... وہ مجھے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتاتے۔!
”پچھلی رات میں نے تم دونوں کو پرندوں کی نماش میں دیکھا تھا۔!
”میں نے اپنی عمر میں اتنی اچھی نماش نہیں دیکھی جناب۔!
”لیکن تم نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں۔!
”اوہ....!“ اب جوزف کو ہوش آیا۔ پچھلی رات وہ اور عمران ایک بے ہوش عورت کو
اس کے حال پر چھوڑ آئے تھے۔ کہیں کوئی چکرناہ ہو۔

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!
”کیا بات تھی جناب....؟“

”تم نے اپنی آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں....؟“

”میں بہت زیادہ نشے میں تھا پچھلی رات.... باس نہ ہوتے تو میں پتہ نہیں کہاں ہوتا۔ آپ
باس ہی سے پوچھ لیں۔!
”تم کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو....!
”مجھے کچھ یاد ہی نہیں میں چھپاؤ گا کیا۔!
”لیکن تم پرندوں کی نماش میں گئے تھے۔
”مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔!
”یہ اتنا کیسے یاد رہا۔...!
”فرنزاہاں کے قریب ہی ایک بار بھی ہے۔... بار میں بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا تھا کہ مجھے
بھی یہ نماش دیکھنی چاہئے۔!
”عمران بھی تھا تمہارے ساتھ....!
”اور کیا.... وہی تو پلوار ہے تھے.... خدا ایسا مالک سب کو دے۔ میں تو انہیں اپنا باب سمجھتا
ہوں۔ کیپشن میں آپ کو کیا بتاؤ۔... جب وہ پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو میں اپنی
تیسی کا دکھ بھول جاتا ہوں۔!“ جوزف کی آواز گلوگیر ہو گئی اور آنکھیں بھرا آئیں۔
فیاض اسے قہر آؤند نظروں سے دیکھتا رہا۔

”آسمانی پاپ کے بعد اسی باپ کا سہارا ہے مجھے کیپشن....!“

”آہا.... تو وہاں بھی آپ ڈیوٹی پر تھے۔!

”میری بات کا جواب دو....!

”جی ہاں.... ہم دونوں وہاں تھے.... اور جوزف کو گھاؤنچ برا ہو گیا تھا۔!

”اوہ.... تو تم ہی دونوں تھے۔! فیاض کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

”یار وہی ہو گئی.... ایسی نامحکوم عورت آج تک میری نظر سے نہیں گزری... کیوں؟
کیا اس نے ہمارے خلاف کوئی بہتان تراشا ہے۔!

”کس عورت کا تذکرہ کر رہے ہو....؟

عمران نے کہانی شروع کر دی اور اس مقام پر پہنچ کر خاموش ہو گیا جہاں سے وہ گرائٹ ہو ٹل
کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

”خاموش کیوں ہو گئے۔!

”اس عورت کی بیہودگی یاد کر کے پھر غصہ آرہا ہے۔ وہ ہمیں سنبھری تتلی کی تصویر دکھانے
لے گئی تھی۔!

”پھر کیا ہوا....؟

”بیہدگی ایک کری پر اور خرانے لینے لگی۔!

”یہاں تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔!

”خدا کی پناہ کیا اس نے اس کے علاوہ کچھ بیان دیا ہے۔!

”عمران خواہ نخواہ اپنی گرون نہ پھنساؤ.... اس اعتراف کے بعد کہ تم کریمن کے ساتھ اس
کے کمرے میں گئے تھے۔ کسی طرح نہ پنج سکو گے۔!

”خدای قسم بالکل پنج کر نکل آیا تھا....!“ عمران نے بڑے بھولپن سے کہا۔

”تو گوئا تمہیں اعتراف ہے کہ وہ تمہاری موجودگی میں ہی بیہوش ہوئی تھی۔!

”کیپن فیاض....! کہیں تمہیں بھی تو گھاؤنچ برا نہیں ہو گیا۔!

”سبیدگی اختیار کرو.... کریمن کے بیان نے تمہیں بڑی طرح الجھاد یا ہے.... میرے
ملکے کے ایک پرست انساں یکون بیڈیا میں گھاؤنچ برا اتلاش کر رہے ہیں۔!

”ابے تو....!“ عمران جوزف کو گھونساد کھا کر بولا۔ ”تجھے سے تو خدا ہی سمجھے اگر فیاض کے

پورے ملکے کو گھاؤنچ برا ہو گیا تو میرے والد صاحب کا کیا ہو گا۔!

”ا بھی ان تک بات نہیں پہنچی....!“ فیاض عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

”میرے بھائی پہنچنے بھی مت دینا.... میں ان کے بڑھاپے میں گھاؤنچ برا کی شمویت ہرگز
پسند نہیں کروں گا۔!

”اب سید ہی طرح بتاؤ کہ تم نے اس کے ساتھ جانے کے لئے یہ ذرا مکیوں کیا تھا۔!

”کیپن فیاض! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ میرے لئے بالکل اجنبی تھی اور یہ پیش کش اس کی
تھی کہ ہم اس کے ساتھ جا کر سنہری تتلی دیکھ سکتے ہیں۔!

”میں یقین نہیں کر سکتا۔!

”تب پھر تم مجھے اس کے پاس لے چلو.... میں دیکھوں گا کہ وہ کیوں کر انکار کرتی ہے۔ اکیا تم
اس کا بیان سنانے کی زحمت گوارا کرو گے۔!

”میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔!“ فیاض گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

”مجھے بھی ناشتہ کرتا ہے۔!

”تو تم نے لاش نہیں دیکھی تھی۔!

”کہاں دیکھتا لاش....!

”وہ تم کروں کا سوت ہے۔ ایک کمرے میں لاش بھی تھی۔!

”میں اس کمرے سے آگے نہیں بڑھتا تھا جہاں اس نے ہمیں بھایا تھا۔!

”اور پھر اب تم لینے اندر چلی گئی تھی۔!“ فیاض نے سوال کیا۔

”مجھے یاد نہیں.... میں توجوزف میں الجھا ہوا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ کسی طرح اس تو ہم کے
جال سے نکل سکے۔ سنبھری تتلی کے بغیر ہی اس کی آنکھیں کھلوانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ پھر

جو ہڑ کر دیکھا تو وہ کرسی پر سوتی نظر آئی.... میں نے قریب جا کر اسے آوازیں دیں۔... جب وہ
ٹس سے مس نہ ہوئی تو میں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ اس وقت انہیں کا باز پکڑ کر خود انگرزا

ہوا وہاں سے بھاگ نکلو۔ سن رہا ہے نالائق....!

عمران خاموش ہو کر بھاڑ کھانے والے انداز میں جوزف کو گھورنے لگا۔ پھر اس نے دیے ہی
مودوں میں فیاض کو گھور کر پوچھا۔ ”کیا اس نے ہم پر کسی قسم کا الزام لگایا ہے۔!

فیاض نے نفی میں سر ہلاکر کہا۔ اس کے بیان کے مطابق وہ تمہیں سنگ روم میں چھوڑ کر الیم لینے اندر گئی تھی۔ تیرے کمرے میں جہاں اس کا سامان رکھا تھا اسے ایک لاش نظر آئی۔

”پھر کیا ہوا....؟“

”وہ سنگ روم میں واپس آکر بے ہوش ہو گئی تھی۔!“

”کس کی لاش تھی....؟“

”یہ تم مجھ سے زیادہ بہتر جان سکتے ہو....!“

”وہ کس فارمولے کے تحت سوپر فیاض....!“

”نماش گاہ سے روائی سے قبل ہی تمہیں علم تھا کہ اس کے کمرے میں ایک لاش پڑی ہے۔!“

”یہ فارمولہ نہیں ہے کیپن اسے مفروضہ کہتے ہیں۔!“

فیاض کچھ کہنے والاتھا کہ عمران نے ہاٹ لکائی۔ ”سلیمان... ناشتے....!“

”ضرور ناشتے کرو.... لیکن میں تمہیں ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔!“

”دوسپر کے لئے کیا کوئی ہے گھر پر.... آج کل جھینگاپلاؤ میری مرغوب ترین غذا ہے....!“

عمران نے بڑے خلوص سے کہا۔

”کے جاؤ کواس....!“ فیاض برا سامنہ بنا کر بولا اور جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔ جوزف نے

نظر سامنے والی دیوار پر جمی ہوئی تھی۔ کرنی پر تھا بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھ زانوؤں پر تھے۔!

”یہ گھاؤخ برا کیا ہوتا ہے جوزف....!“ فیاض نے اسے مخاطب کیا۔

”اگر میری زبان سے کچھ نکل گیا تو مزید تباہی پھیلے گی۔!“ جوزف نے اسی طرح سامنے دیکھتے

ہوئے کہا۔

”ناشتب سے پہلے اگر کسی قسم کی تباہی پھیلی تو میں تیر اسرازوں گا۔“ عمران اسے گھونساد کھا کر بولا۔

سلیمان میز پر ناشتے لگا رہا تھا۔

”او.... مردود.... اس قاب میں کیا ہے۔!“ عمران اس کی طرف مڑا۔

”مٹن کچڑی.... اور گھیاں کی تلی ہوئیں قاشیں۔!“

”ناشتب میں....؟“ عمران نے حرث سے آنکھیں چاہا دیں۔

”جی نہیں....! پہلے آپ پچھلی برات کا کھانا کھائیں گے۔ پھر ناشتے کریں گے۔!“

”اچھا.... اچھا.... ہاں شاید میں پچھلی برات کا کھانا گول کر گیا تھا۔! سلیمان تو میرا بڑا خیال رکھتا ہے۔!“

”خیال نہ رکھوں تو خود مجھے تھرنا پڑے۔!“

”اور تو خود نہیں کھاتا۔۔۔ مجھے کھلانا تھا۔۔۔ خدا مجھے اس کا ایک اجر دے گا۔!“

”اور اگر آج آپ نے روپے نہ دیئے تو رات کے کھانے پر نہ کل سلیمان نہیں کے لئے تیار رہئے گا۔!“

”آرٹیک....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”اور اپنی کرسی میز کے قریب گھسیت لایا۔ اس نے جوزف کو اشارہ کیا تھا کہ وہاں سے اٹھ جائے۔!“

جو زوف چلا گیا لیکن سلیمان میز کے قریب ہی کھڑا رہا۔۔۔ فیاض نے اسے ٹھوڑت ہوئے کہا۔ ”تم بھی جاؤ۔۔۔ جب ضرورت ہو گی بالایا جائے گا۔!“

”صاحب....! میرے لئے حکم ہے کہ انہیں کھاتے پتے دیکھ کر کھڑا خوش ہوں گوں۔!“

”جاو....!“ فیاض غریا۔

اور عمران سر ہلا کر بولا۔ ”جاو.... جاؤ.... آج یہ خوش ہونا چاہتے ہیں۔!“ سلیمان چاگیا۔

”تم بالکل جانوروں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہو....!“ فیاض برا سامنہ بنا کر بولا۔

”بسر کر رہا ہوں نا۔۔۔ کچھ لوگ تو کسی طرح بھی بسر نہیں کر سکتے۔ میں بھی تجھ آگیا ہوں.... سوچ رہا ہوں کہ پھر لندن جا کر کاست اکاؤنٹس کا کورس کروں.... واپس پر سر سوں پیلنے کی مشین لگاؤں گا۔!“

”کیوں کیا آج کل مجرموں کو بلیک میں نہیں کر سکتے۔!“

”کہاں بھائی.... اس پر لیکھ میں بھی اب کچھ نہیں رکھا۔ جسے دھکاؤ دتی کسی بڑے آدمی کا سالا یاد مادر نکلتا ہے۔ اب نہیں چلے گی۔!“

”کریمٹن کا خیال ہے کہ تم لوگوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے گھاؤخ برا کا چکر چلا یا تھا۔!“

عمران نے ایسا نہ بنا یا یعنی ہلق میں نوالہ انک گیا ہو۔

”یار ناشتہ کرنے دو چین سے!“ وہ کچھ دیر بعد بولا۔ ”کچھی رات سے تاک میں دم ہے اس وقت تو تم ہی مجھے گھاؤ جب معلوم ہو رہے ہو!“

”مقتول... ایک سفارت خانے کا فرست سکریٹری تھا!“

”کون سا مقتول...؟“

”جس کی لاش کریشن کے کمرے میں پائی گئی ہے!“

”کیا کریشن نے خود روپورٹ کی تھی!“

”نہیں... ہم نے اسے کمرے میں بے ہوش ہی پایا تھا!“

”تمہیں کس نے اطلاع دی تھی!“

”گرانڈ ہو ٹل کے ہاؤز ڈیلکٹو نے!“

”اے کیسے معلوم ہوا تھا...؟“

”کسی نے اس سے فون پر کہا تھا کہ دوسرا منزل کے گیارہوں کمرے میں قتل ہو گیا تھا!“

”اور تمہارے خیال کے مطابق... میں نے ہی اس سے کہا ہو گا!“

”نہیں... اس کے خیال کے مطابق وہ کوئی غیر ملکی تھا!“

” عمران نے طویل سانس لی اور کافی انٹیلنے لگا۔

”پھر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو...!“

”میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا نام آنے پائے لیکن اس نے تم دونوں کے نامیار نکھلتے!“

”اب بیاں تھوڑی سی عقل استعمال کرو... بات اگر گھپلے کی ہوتی تو ہم اپنے نام اس کیوں بتاتے!“

”فیاض کی سوچ میں پڑا گیا... پھر کچھ دیر بعد طویل سانس لے کر بولا۔ ”تم اپنا بجا اس طرح

کر سکو گے!“

”میرے بیان میں تبدیلی نہیں ہو گی... اور تم میرے بجاو کی فکر نہ کرو۔!“

”میرا خیال ہے کہ تم روپوش ہو جاؤ۔!“

”بھلا کیوں سوپر فیاض...!“

”چھپ کر تم بہتر طور پر کام کر سکو گے۔!“

”تم نے شاید غور سے نہیں سنا کہ آج رات سیلمان صرف نان نمک پیش کر سکے گا!“

”کیا کہنا چاہتے ہو...!“

”بیوی کہ چھپ کر کچھ کرنے کی بجائے وہندے کی فکر کروں گا!“

”میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ کریشن کے بیان کے مطابق تم شہبے میں دھرے جاسکتے ہو!“

”نان نمک کی فکر سے نجات ملے گی.... اے قانون کے محافظ...! جلدی سے میرے رزق

کا ذریعہ بن جا... خدا تیری بھی سنے گا!“

”میں کہہ رہا ہوں سنجیدگی سے غور کرو اس مسئلے پر...!“

”یہ وقت دو کام نہیں کر سکتا... فی الحال مجھے ناشتہ کر لینے دو!“

فیاض سگریٹ سلاگنے لگا... عمران ناشتے سے فارغ ہو کر آرام کر سی پر جالیںا۔

دفعہ فیاض نے کہنا شروع کیا۔ ”کریشن کا اپنا سامان چاروں طرف بکھرا ہوا لاتھا... دونوں

سوٹ کیس کھلے پڑے تھے... ایک ایک چیز نکال کر پھینک دی گئی تھی!“

عمران پکھنہ بولا۔

”ارے تم اوگھر رہے ہو...!“ فیاض جھنپٹا کر بولا۔

عمران چوک کر سیدھا ہو بیٹھا اور بوکھلانے ہوئے انداز میں بولا۔ ”کیا بات ہے...؟“

”اگر تم نہیں سننا چاہتے تو جہنم میں جاؤ۔“ فیاض بالٹتا ہوا بولا۔ ”کچھ دیر بعد متعلقہ تھا نہ کہا کوئی آفیسر تمہیں بیاں سے لے جائے گا!“

”تم شاید کریشن کے سوٹ کیسون کی بات کر رہے تھے... اکیا کوئی چیز چوری بھی ہو گئی ہے!“

”صرف ایک اسچ بک... اس کی دانت میں وہ بہت قیق تھی...?“

”اسچ بک کی کیا قیمت ہو سکتی ہے؟“

”ابنی نو عیت کے اعتبار سے وہ قیمتی ہی تھی... اے دزالل آنور افذا اسچ بک کہنا چاہئے!“

”میں نہیں سمجھا...!“

”دنیا کے بڑے بڑے آرٹسٹوں کے بنائے ہوئے دستخط شدہ خاکے اس میں موجود تھے!“

”اوہ...!“ عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ اور کسی سوچ میں کم

ہو گیا۔ فیاض اسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے کسی شعبدے کا منظر ہو... لیکن عمران نے

ہر اونٹھنا شروع کر دیا۔

فیاض نے اسے آواز دی اور وہ آنکھیں کھول کر کسی معموم بیچے کی طرح مسکرایا۔

”اب میں تم سے آخری سوال کرنا چاہتا ہوں....!“ فیاض آنکھیں نکال کر بولا۔

”پچھلے ہی سوال کو آخری سمجھ کر میں اوگنے لگا تھا۔ بقول شیخ سد و....!“

فیاض نے اسے جملہ پورانہ کرنے دیا۔

”آخری سوال.... اسی پر آئندہ حالات کا انعام ہو گا۔ کیا تم کسی چکر میں وہاں گئے تھے!“

”قدر یہ کچک سوپر فیاض.... لیکن میں کہاں کس چکر میں گیا تھا....!“

”تصویروں کی نمائش میں....!“

”یقیناً وہ قدر یہ کاچک تھا.... لیکن تم اس کے پیچے کیوں پڑ گئے ہو!“

”تم نے مجھے بڑی دشواری میں ڈال دیا ہے!“

”سوپر فیاض تم کچھ فکر مند سے لگ رہے ہو!“

”تم اگر کسی چکر میں تھے تو تمہیں اس کو اپنانام نہ بتانا چاہئے تھا!“

”میں کب کہتا ہوں کہ میں کسی چکر میں تھا... یقین کرو جو زف کی شامت مجھے وہاں لے گئی تھی!“

”یعنی جو زف تمہیں وہاں لے گیا تھا....!“

”ہاں قطعی.... کہنے لگا شاید مجھے اپنے دلیں کا کوئی پرندہ نظر آجائے۔ دراصل اس وقت مجھے

بند آرہی ہے۔ اس لئے میری کسی بات پر یقین نہ کرنا!“

”پھر تم نے جو زف کے لئے سنہری تلی کیسے مہیا کی!“

”شائد تمہیں بھی نیند آرہی ہے سوپر فیاض....!“

”اچھا تو میں جو زف کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں....!“ فیاض امتحنا ہوا بولا۔

”فضول ہے.... اس کی آنکھیں بند تھیں.... وہ تمہیں کچھ بھی نہ بتائے گا!“

”کم از کم یہ تو باہی سکھا کر اس کی آنکھیں کیسے کھلی تھیں!“

”کوشش کر دو....!“ عمران نے لاپرواں سے کہا اور پھر آنکھیں بند کرنے ہی والا تھا کہ فیاض

نے اس کا ہاتھ پکڑ کر آرام کریں سے اٹھا دیا جا لیکن پتہ نہیں کیا ہوا کہ خود عمران پر جاگر۔

اور اب عمران اسے اپنے بازوؤں میں جکڑے خوف زدہ آواز میں پیچے جا رہا تھا۔ ”ارے...“

”بچاؤ.... بچاؤ.... بچاؤ....!“

سلیمان اور جوزف دوڑتے ہوئے آئے تھے.... ایک پل کے لئے وہ دم بخود ہوئے تھے پھر دونوں نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

”بہت بڑی طرح پیش آؤں گا.... چھوڑ دو مجھے!“ فیاض آہستہ سے بولا۔ وہ غصے کے مارے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

”اوہ میرے خدا....!“ عمران کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

فیاض اچھل کر پیچھے بٹا ہوا اسی دونوں پر الٹ پڑا۔

”پلے جاؤ.... یہاں سے بھاگو....!“

عمران مکین صورت بنائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

”سوپر فیاض....!“ وہ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ نیند میں ہوں.... مجھے نہ چھڑو.... میں سمجھا تھا شائد تم نے مجھے دبوچ رکھا ہے!“

”میں تمہیں دیکھوں گا....!“ فیاض نے کہا اور کر کرے سے نکلا چلا گیا۔

عمران پر نکلنے اندماز میں آہستہ آہستہ منہ چلاتا رہا۔



صفدر نے فون پر ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کئے اور دوسرا طرف سے جواب ملنے پر بولا۔ ”جس کار کا نمبر آپ نے دیا تھا اس کا سراغ مل گیا۔ یہ کار اسی ستاروت خانے کے ایک آفیسر ہف رو جوگر کی ہے۔ جس کا فرست سیکریٹری گرانٹ ہوئیں میں قتل کیا گیا تھا!“

”ہفت رو جوگر کے بارے میں معلومات فراہم کرو....!“ ایکس ٹو کی آواز آئی۔

”وہ اس وقت ٹپ تاپ ناٹ کلب میں موجود ہے اور میں یہیں سے آپ کو فون کر رہا ہوں!“

”اچھی بات ہے تم ویں ٹھہر و.. عمران کچھ دیر بعد وہاں پہنچ گا!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

صفدر سلسہ مقطوع کر کے پلک ٹیلی فون بو تھے سے نکلا اور ہاں میں اپنی میز سنبھالی۔ اسے

عمران کا انتظار کرتا پڑا۔

ہفت رو جوگر کی میز بھی زیادہ فاصلے پر تھیں تھی۔ وہ ایک لمبا تر ٹکا آدمی تھا۔ جسم کی بناوٹ ورزشی تھی۔ آنکھیں میلی اور نوکیلی تاک کے لئے نیچے کھنی بھوری موچھیں تھیں۔

”میا فرق پڑتا ہے.....!“ عمران نے لاپ دائی سے شانوں کو جنگش دی۔
کچھ دیر خاموشی رہی پھر عمران بولا۔ ”عجیب بات ہے کہ میشن نے اس لاش کی شناخت نہیں
کی تھی۔ فرنٹ سیکریٹری اس کے لئے اجنبی تھا اور اس وقت یہ اسی سفارت خانے کے ایک آفسر
کے ساتھ یہاں پیشی ہوئی ہے اور پچھلی رات اسی آدمی کی کار میرے تعاقب میں رہی تھی!“
”اس وقت بھی یہ اسی گاؤڑی میں آیا ہے!“

عمران کچھ نہ بولا۔ رات کے آٹھ بجے تھے... ہال کی آبادی بڑھتی جا رہی تھی!
”میرا خیال ہے کہ یہ اخنے والے ہیں....!“ صدر بولا۔
کریشن انپاٹویٹی بیگ سنیجال رہی تھی.... پھر انہوں نے ہف رو جر کو بھی اٹھتے دیکھا۔
جب وہ دونوں صدر دروازے سے نکل گئے تو عمران بھی اٹھا۔
”میں یہیں پیٹھوں....!“ عمران کہتا ہوا صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔



کریشن اور ہف رو جر گاؤڑی سے اتر کر جس عمارت میں داخل ہوئے تھے اس کی کپاڈتہ
تاریک تھی۔ گاؤڑی پھانک کے باہر ہی چھوڑ دی گئی تھی اور وہ اندھیرے ہی میں پھانک سے گزر کر
روش پر پہنچ گئے۔

روش کے اختام پر برآمدہ تھا.... برآمدہ بھی تاریک تھا۔ ہف رو جرنے اندھیرے ہی میں
گھٹتی کا سونگ تلاش کر کے ہٹنے دبایا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور روشنی کا لمبا سا
ستیل تاریک برآمدے کے فرش پر پھیلتا چلا گیا تھا!

کریشن کی تدریز پس و پیش کے ساتھ اندر داخل ہوئی.... اس طویل راہداری میں کئی بلب
روشن تھے۔ دروازہ کھولنے والا آگے چل رہا تھا اور یہ دونوں پیچے تھے!

وہ آدمی انہیں ایک بڑے کمرے میں لا یا جہاں تین آدمی پہلے سے موجود تھے۔ یہ تینوں بھی
انہوں نے کریسوں سے اٹھ کر ان دونوں کا استقبال کیا تھا۔

انہیں کریساں پیش کی گئیں۔ کریشن کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

اس کے ساتھ ایک خوش شکل اور جوان العمر عورت بھی تھی اور وہ بھی صدر کے لئے
اجنبی نہیں تھی۔ پچھلی رات اسی کے سلسلے میں تو جاگتے گزری تھی۔ سوئیڈش آرٹسٹ کریشن
جس کے کمرے میں ایک سفارتی آفسر کا قتل ہوا تھا... اور وہ اس وقت اسی سفارت خانے
کے آفسر کے ساتھ یہاں پیشی نظر آ رہی تھی!

صدر نے اسے ابھی تکہ بنتے یا مکراتے نہیں دیکھا تھا... حالانکہ ہف رو جر بات بات
قہقہے لگا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک آدمی صدر کی میز کے قریب آکھڑا ہوا عجیب ساحلیہ تھا... پھولی ہوئی
ناک کے نیچے اتنی گھنی موچیں تھیں کہ دھانہ چھپ کر رہ گیا تھا۔

”تشریف رکھئے... جناب والا...!“ صدر کریسی سے اٹھتا ہوا بولا۔
عمران کا یہ ریڈی میڈی میک اپ اس کے علم میں تھا۔

” غالباً اب مجھے تمہارا شکریہ ادا کر کے موسم کا حال شروع کر دینا چاہئے!“ عمران نے اس
طرح پیٹھے ہوئے کہا کہ کریشن پر بھی نظر رکھ سکے۔

”ہف رو جر...!“ صدر اس کی طرف جھک کر آہستہ سے بولا۔
”کیا دونوں ساتھ آئے تھے!“

”نہیں... ہف رو جر پہلے آپ تھا...!“
”ہوں...!“

”آپ کے لئے کیا منگواؤں...!“
”کچھ بھی نہیں...!“

”کیا چکر ہے... اس نے اپنے بیان میں آپ کا نام بھی لیا ہے اور یہ گھاؤخ بہر اکیا ہے۔“
”اٹھ کر بھاگ جاؤں گا اگر اب تم نے یہ نام دہرایا۔!“

”کیا آپ پہلے ہی سے ان لوگوں کے چکر میں تھے!“
”نہیں محض اتفاق ہے... اور ہر سے گزر ا تھا۔ خیال ہوا چلو دیکھتے ہی چلیں... جوزف کی مغربی ملک ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

”میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ بیان فیاض نے ہر گز تسلیم نہ کیا ہو گا!“

”مطلوب یہی ہے کہ وہ دونوں کون تھے!“ ہف رو جر کا لبھہ سرد تھا۔
 ”اوہ تو میرے ساتھ فریب کیا گیا ہے....!“ کریشن نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔
 کوئی پچھہ نہ بولا۔ وہ پانچوں اُسے ہی ایسی خوبی خوار نظرؤں سے دیکھے جا رہے تھے جیسے کسی
 بھی لمحے میں اس کی تھا بٹی کردا لیں گے!
 ”میں نہیں جانتی وہ دونوں کون تھے!“ وہ پچھہ در بعد بولی۔
 ”ناقابلی یقین....!“ ہف رو جر غریباً۔
 ”میں نے ان کے بارے میں پولیس کو بیان دیا تھا... اور وہ حرف بحث ہے!“
 ”بولے جاؤ... لیکن جب تک پچی بات تمہاری زبان سے نہیں نکلے گی چھکارا مشکل ہے!“
 ”تب تو پھر میں کسی طرح بھی یقین نہیں دلا سکتی!“
 ”تم پر تشدید بھی کیا جاسکتا ہے!“
 ”آخر کیوں....؟“
 ”پچی بات معلوم کرنے کے لئے!“
 ”میں اپنی اسکچ بک واپس لینے آئی ہوں!“
 ہف رو جر نے قہقہہ لگایا۔
 ”تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو...!“
 دفتہ ہف رو جر سنجیدہ ہو کر اُسے خوبی خوار نظرؤں سے دیکھنے لگا۔
 پھر ان لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”اسکچ بک نکالو....!“
 ایک نے اپنے بریف کیس سے ایک مجلد کاپی نکالی اور اُسے ہف رو جر کی طرف بڑھا دیا۔
 کریشن کی آنکھوں میں چمک سی لبرائی اور وہ مضطربانہ انداز میں ہف رو جر کی طرف بڑھنی
 چلی گئی۔
 پھر اس نے اسے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن ہف رو جر نے بڑی بُردہ نستے اس کا
 ہاتھ جھکتے ہوئے کہا۔ ”تم اس کے... اسکچیز کے بارے میں وضاحت سے بتاؤ گی!“
 وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گئی اور ایک بار پھر اس کی آنکھوں سے خوف چھانکتے لگا تھا۔
 ”میرے قریب آؤ...!“ ہف رو جر اُسے گھوڑتا ہوا بولا اور وہ غیر ارادی طور پر اس کی

”آپ کیا پینا پند فرمائیں گی ماموز تکیل....!“ ان میں سے ایک نے بڑی شاشتگی سے پوچھا
 ”شکریہ... پچھہ بھی نہیں....!“
 ”آپ موسیو....!“ اس نے ہف رو جر سے بھی پوچھا۔
 ہف رو جر نہ اسامنہ بنائے کر بولا۔ ”وقت ضائع نہ کرو میں بہت مصروف آدمی ہوں!“
 وہ تینوں پچھے بجیب سے انداز میں کریشن کو دیکھے جا رہے تھے خود اس نے بھی اسے محسوس کیا اور
 ہف رو جر کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن وہ اب پچھے ایسا بے تعلق سانظر آرہا تھا جیسے اسے پیچاناتا تھا۔
 خوف کی لمبائی کے جسم میں دوڑ گئی۔
 ”ہاں تو ماموز تکیل....!“ ان تینوں میں سے وہی بولا جو پہلے بولا تھا۔
 کریشن اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔
 ”آپ کو اپنی اسکچ بک واپس لینی ہے؟“
 ”یقیناً....!“ اس نے دلیر بننے کی کوشش کرتے ہوئے سخت لمحے میں کہا۔
 ”کیا وہ بہت قیمتی ہے...؟“
 ”یقیناً....!“
 ”اس کی کوئی خاص اہمیت ہے...؟“
 ”کیوں نہیں... وہ ہماری خاندانی اسکچ بک ہے۔ میرا دادا آرٹسٹ تھا۔ میرا باپ آرٹسٹ تھا۔ میں
 بھی آرٹسٹ ہوں لہذا اسکیں تین انداز کے بہت بڑے بڑے آرٹسٹوں کے آٹوگراف اسکچ ہیں!“
 ”انداز اس کی کیا قیمت ہو گی!“
 ”تمہیں اس سے کیا سرد کار... میں اُسے واپس لینے آئی ہوں!“
 ”بچھلی رات وہ دو آدمی جو آپ کے ساتھ گراٹھ ہو گئی آئے تھے کون تھے!“
 ”یہ کیا بکواس ہو رہی ہے یہاں....!“ کریشن جھلا کر ہف رو جر کی طرف مڑی۔ وہ دسری
 طرف منہ کئے سگریت پی رہا تھا۔ کریشن کے مخاطب کرنے پر بھی متوجہ ہوا۔
 کریشن کھڑی ہو گئی۔
 اب ہف رو جر نے اس کی طرف دیکھا اور دیکھنے کا انداز قطعی طور پر دھمکی سے بھر پور تھا۔
 ”میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتی!“ کریشن تیز ہو کر بولی۔

برف کچھی چلی آئی۔

ہف رو جرنے کاپی کے پچھوڑ قالتے کے بعد ایک تصویر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ”میا یہ اکچھی بھی کسی مشہور آرٹسٹ کا بنایا ہوا ہے۔!“
”ہاں....!“ وہ مردہ سی آواز میں بولی۔

”آرٹسٹ کا نام....!“
”اس کے دستخط موجود تو ہیں۔!“
”میں صاف پڑھ نہیں سکتا۔!“
”مجھے.... مجھے خود بھی نہیں معلوم۔!“
”تم جھوٹی ہو....!“

وہ بے کسی سے اس کی شکل دیکھتی رہی۔
”تمہیں اس آرٹسٹ کا نام بتانا پڑے گا۔!
”اس میں سے بہترے آرٹسٹوں کے نام میں نہ بتا سکوں گی یہ تو میں نے اپنے بپ سے ساختا۔!
”بھر جھوٹ....!“

”یقین کرو.... بہتروں کے دستخط میری سمجھ میں بھی نہیں آئے.... آخر میں تمہیں اس طرح یقین دلاوں۔!
کچھ دیر کے لئے سنا چاہیا رہا۔ ہف رو جرنی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔
وہ چاروں بھی خاموش تھے۔

وہ اکچھے بک کے صفات اتنا پلتارا رہا۔ بھر ایک صفحے پر اس کی نگاہ جرم کر رہا گئی۔
یہ ایک پرندے کی تصویر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آرٹسٹ نے فرست کے لحاظ میں یوں نبی اللہ سید ہی لکیریں کھینچے کھینچتے ان کے مجموعے کو کسی پرندے کی شکل دے دی ہو۔
”اے دیکھو....! اس پر کسی کے دستخط نہیں ہیں۔!“ ہف رو جرنے سر اٹھا رہا تھا۔

”ہاں ایک تصویر ایسی بھی ہے۔!
”یہ کس نے بنائی ہے....?
”میں نہیں جانتی۔!
”

”تم جانتی ہو....! تمہیں بتانا پڑے گا۔!
”آخر یہ ہے کیا مصیبت.... میرے دماغ کی رگیں پھنسنے والی ہیں۔!
”

”محض اس بات پر تم موت کے گھاٹ بھی اتر سکتی ہو۔!
”آخر کیوں....?
”

”تم اس تصویر کے بارے میں جو کچھ بھی جانتی ہو.... حق مجھ تباہ....!
”آخر کیا بتا دیں....?
”

”کس نے بنائی تھی....?
”

”میں کس طرح بتا سکتی ہوں جب کہ اس پر نام بھی موجود نہیں۔!
”پھر کون بتا سکے گا۔!
”

”میرے باپ کے علاوہ اور کوئی بھی شاید نہ بتا سکے.... اور ان سے معلوم کرنے کے لئے تمہیں اپنے جسم کی قید سے آزاد ہونا پڑے گا۔!
”

”اوه.... تو مرچکا ہے تمہارا باپ....!
”

”کئی سال ہوئے.... لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس اکچھے بک کے لئے اتنا بکار کیوں؟“
ہف رو جرنے کے دفتر کی فٹپٹ کی نظر میں دروازہ کھولا۔

وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے.... آنے والے کے ہاتھ میں رویا اور تھی۔

”ابھی آدمیو.... تم میں سے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔!
”

کریشن نے آنکھیں چھڑا کر اسے دیکھا۔... عجیب ذرا اُنا سا چہرہ تھا۔ بچھوٹی ہوئی ناک کے نیچے اتنی گھنی موچھیں تھیں کہ دہانہ چھپ کر رہا گیا تھا۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!
”وہ غریا۔

مشنی انداز میں ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے.... کریشن نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

”ہف رو جرنے....! یہ اکچھے بک فرش پر ڈال دو....!
”آنے والے نے تکمانہ لیجھ میں کہا۔

”کیوں....?“ ہف رو جرنی کی لکھنے کے کی طرح غریا۔

”اس لئے کہ میں بھی اس کے عجائب کی سیر کرنا چاہتا ہوں.... باتوں میں، قوت خانع نہ کرو۔ میں صرف دھمکی کے لئے رویا اور استعمال نہیں کرتا۔!
”

"تم ہو کون...؟"
"ھف رو جر...!"

اس نے اسکچ بک فرش پر پھیک دی۔!

"لڑکی...!" نوار دنے کریشن کو مخاطب کیا۔ "اسکچ بک اٹھا کر میرے پاس آؤ۔!"

"کریشن سببے ہوئے انداز میں آگے بڑھی اور اسکچ بک اٹھا کر اس کے قریب آئی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے اسکچ بک جھیٹتے ہوئے کہا۔ "خاموشی سے باہر چلی جاؤ۔۔۔ یہاں تمہاری زندگی خطرے میں ہے میں تمہارا ہمدرد ہوں۔!"

وہ ہکا بکا کھڑی اسے دیکھتی رہی۔

"میرے مشورے پر عمل کرو۔۔۔ تمہاری موجودگی میں ان حضرات کی ناظر خواہ خدمت نہ کر سکوں گا۔!"

کریشن دروازے کی طرف بڑھی۔

"تم تج کرنیں نکل سکتیں...!" ہف رو جر غرایا۔

"اس کی یاتوں میں نہ آؤڑکی۔۔۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ اتم اطمینان سے برآمدے میں میرا منتظر کر سکتی ہو۔۔۔!" اجنبی بولا۔

کریشن نکلی چلی آئی۔۔۔ جس راستے سے آئی تھی اسی راستے سے برآمدے میں جا پہنچی۔۔۔ برآمدہ اب بھی تاریک تھا۔ وہ سوچ رہی تھی یہ دوسری مصیبت نازل ہوئی۔ ایک کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ پڑی۔

دفعتا اس گاڑی کا خیال آیا جس پر وہ یہاں تک پہنچی تھی۔ کیوں نہ وہ نکل بھاگے۔ ایک من ضروری نہیں کہ اس کی کنجی اکنیشن ہی میں رہنے دی ہو۔ پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔
ہو سکتا ہے وہ کنجی نکالنا بھول گیا ہو۔ اکثر لوگ بھول جاتے ہیں۔

وہ روشن طے کر کے پھانک سے گدرتی ہوئی کار تک آئی۔ ڈیش یورڈ پر ہاتھ پہنچی۔۔۔ دیکھا۔ کنجی اکنیشن میں موجود نہیں تھی۔ پھر دفعتا اسے یاد آیا کہ وہ اپنائیگ وہیں بھول آئی ہے ورنہ نیل کراستھا کرتی۔ اکثر اس نے نیل کر کے پچھے حصے سے خود اپنی گاڑی اسٹارٹ فی ہے۔

وہی بیک میں اسکے کاغذات بھی تھے۔ وہ سوچنے لگی اب کیا کرے پتہ نہیں واپس جانا اس کے

جن میں اچھا ناہت ہو یا نہ۔
لیکن کاغذات... ان کے بغیر تو وہ اس اجنبی دلیں میں ایک قدم بھی نہ اٹھا سکتے۔
اور یہ ہمدرد...؟

وہ غیر ارادی طور پر پھر برآمدے کی طرف چل پڑی۔ ہیندل گھما کر دروازہ کھووا۔ راہداری پہلے ہی کی طرح سنیاں پڑی تھی۔ وہ اس کمرے کے قریب پہنچ کر رکی۔ یہاں تک آئے میں اس نے خاص احتیاط بر تی تھی کہ اس کے قدموں کی آواز نہ پیدا ہو سکے۔ دروازے سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر قفل کے سوراخ سے آنکھ اگادی۔ اندر ہف رو جران چاروں میں سے ایک کے ہاتھ اس کی پشت پر باندھ رہا تھا۔ غالباً اس کے لئے اس نے اسی کے گلے سے تائی اتاری تھی۔ پھر اس نے اسے دوسرے کے گلے سے تائی کھولتے دیکھا۔ اسی طرح چاروں کے ہاتھ باندھ دیے گئے۔

"اب تم ان کے قریب سے ہٹ جاؤ۔۔۔!" خوفناک صورت والے آدمی کی آواز آئی۔ کریشن نے ہف رو جر کے چہرے پر نفرت اور غصب ناکی کے آثار دیکھے۔ وہ ان کے پاس سے ہٹ گیا تھا اور اب ریو اور والا اجنبی ان لوگوں کے بندھے ہوئے ہاتھوں کا جائزہ لیتا ہوا نظر آیا۔ لیکن ریو اور کارخن ہف رو جر کی طرف تھا۔

دفعتا اس نے دھکے دے کر ان چاروں کو فرش پر گراٹا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں ہف رو جر کو موقع مل گیا کہ وہ اس پر ٹوٹ پڑتا۔ کریشن کے اندازے کے مطابق اس نے بڑی بچی تی چھلانگ لکائی تھی۔ لیکن اجنبی کہیں زیادہ پھر تیلا ثابت ہوا۔ وہ نہ صرف اس مٹے سے بچا تھا بلکہ بچتے وقت اس کی ایک ناگ اس طرح چلی تھی کہ ہف رو جر سامنے والی دیوار سے جاٹکر لیا تھا۔ وہ پھر نہ اٹھ سکا۔ اجنبی ایسے انداز میں ان سکھوں کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی کسان اپنے بھرے پنے سے کھلیاں کو دیکھتا ہے۔

کریشن نے ہیندل گھما کر دروازہ کھوا۔ اور وہ چوک کر اس کی طرف متوج ہو گیا۔

"م۔۔۔ میرا۔۔۔ بھی۔۔۔ بیک۔۔۔!" وہ ہکلائی۔

"لپ اسکے سدھارو گی کیا۔۔۔؟" اجنبی نے خوش ہو کر پوچھا۔

"تم لوگ پتہ نہیں کون ہو۔۔۔ اور کیا چاہتے ہو۔۔۔!"

”میں تو کچھ بھی نہیں چاہتا... اٹھاؤ پانیگ اور باہر چلو...!“

وہ بیک اٹھانے کے لئے جبکی اور اجنبی ان چاروں کو خالب کر کے بولا۔ ”موت ہی گا وہ بونپے
گی اگر تم لوگوں نے باہر نکلنے کی کوشش کی!“

”تم کوئی بھی ہونچ نہ سکو گے...!“ ان چاروں میں سے ایک غریا۔

”پچھلے سال ایک نجومی بھی بھی کہہ رہا تھا!“ اجنبی لاپرواہی سے بولا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔
اب اس کے ہاتھ میں روپا اور نہیں تھا۔

پکھ دیر بعد وہ ہف روبر کی طرف بڑھا اور اس کے گلے سے تائی کھونے لگا اور پھر اس تائی سے
اس کے ہاتھ بھی پشت پر باندھ دیئے۔ ہف روبر کی بے ہوش بستور قائم تھی۔

”اب چنانی چاہئے... ان شریف آدمیوں کے آرام کا وقت ہے کہو؟“ تم اوگوں نے رات کا
کھانا کھالیا تھا یا نہیں!“ اس نے ان چاروں کو مخاطب کر کے کہا اور کریشن کا بازاں پکڑ کر انکا آیا۔
”ہم واپسی کا سفر موڑ سائکل پر کریں گے!“ اس نے کریشن سے کہا۔

”اب تم کہاں لے جاؤ گے مجھے!“

”جہاں تم کھو گی!“

”اگر انڈ ہو ٹھیں!“

موڑ سائکل چل پڑی۔ کریشن کیزیر پر بیٹھی ہوئی تھی۔

یہ سفر تین چار منٹ سے زیادہ جاری نہیں رہا تھا۔

کریشن نے محوس کیا کہ وہ ایک دیرانے میں ہے چاروں طرف اونچے اونچے درخت انظر
آرہے تھے اور وہاں گہر انڈ ہیرا تھا۔

”تم کوئی بھی ہو،“ کریشن خوف زدہ آذن میں بولے۔ ”لیکن کسی بات پر بچھے مجبور نہیں کر سکو گے!“

”میں بے چارا کس شارو قطار میں ہوں تمہیں تو پانچ آدمی بھی مجبور نہیں کر سکتے!“

”ویسے پتہ نہیں کیوں؟ تمہارا وجود بچھے تحفظ کا احساس دلاتا ہے ایسا لگتا ہے جیسے... یہے!“

وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔

”تو چلو میرے ساتھ یہاں کب تک کھڑی رہو گی!“

”چلو...!“

”میرا بھائی چکڑا اور چلتی رہو... راستہ دشوار گزار ہے!“

اس نے جب سے ایک چھوٹی سی ندائی نکالی اور سامنے اسکی مدد و روشی ڈالتا ہوا راستے طے کرنے لگا۔
زمین اونچی پیچی تھی... وہ ایک پیٹھ نڈی پر چل رہے تھے جس کی دونوں جانب چھوٹی چھوٹی
خاردار جھاڑیاں تھیں۔

راستہ جلد ہی طے ہو گیا اور وہ ایک چھوٹے سے تاریک مکان میں داخل ہوئے۔

کچھ دیر بعد وہ کیر و سین لیپ کی روشنی میں ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے۔

”لاؤ اب میری اسکے بک بک بھی واپس کر دو...!“ کریشن بولی۔

”نی کمال یہ مناسب نہیں کہ اسکے بک تمہارے قبضے میں رہے کیا تم نے اسی کے سلسلے میں
ایک لاش اپنے کمرے میں نہیں دیکھی۔!“

”اوہ...!“ وہ دم بخود رہ گئی... کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھی رہی پھر بولی۔ ”تم کون ہو اور
مجھ سے کیا چاہیے ہو...?“

”وہ میں پھر بتاؤں گا... تم ہف روبر کے کیسے ہاتھ لگیں!“

”میں اسے پہلے سے نہیں جانتی تھی اس نے فون پر گفتگو کر کے مجھے پہنپ کلب میں بایا تھا!“
”اور تم چل گئیں...؟“

”ہاں حماقت تھی... لیکن اس کا نفعیاتی جواز موجود ہے میرے پاس اس نے گفتگو کے لئے میری
ہی زبان استعمال کی تھی! تم خود سوچو... ایسے حالات میں اپنے کسی ہم وطن سے مل بینہنا میرے
لئے کتنی بڑی ذہادس ہو سکتی ہے۔ بہر حال جب میں ہاں پہنچی تو میرا استقبال کرنے والا میرا ہم وطن
نے ثابت ہو سکا۔ اس نے انگریزی میں گفتگو کی۔ پھر اس نے اسکے بک کاڈ کر کیا اور اسی آدمی کے خواں
سے مجھے اس عمارت میں لے گیا جس نے مجھ سے میری زبان میں فون پر گفتگو کی تھی!“

”یہ اسی صورت میں نا مکن ہو گا جب تم اسکے بک کے لئے اپنی زندگی بھی گنوادینے کی ہمت
رکھتی ہو!“

”میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں...!“

”شوق کی چجز ہو گی...!“

”کیا تم نہیں جانتے کہ میں ایک آرٹسٹ ہوں...!“

”مجھے معلوم ہے اور اسکچ بک کے بارے میں بھی تمہاری ہی زبان سے اسی عمارت میں کچھ سنا تھا!“

”دنیا کے بہت بڑے آرٹسٹوں کے اسکچ اس میں موجود ہیں!“

”ہوں گے...!“ وہ گردن جھنک کر لاپرواںی سے بولا۔ ”مجھے تو اس کی فکر تھی کہ تم ابم لینے گئی تھیں اور واپسی پر بے ہوش ہو گئی تھیں!“

”تم کون ہو...!“ وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

”گھاؤخ بیرا...!“

”کیا مطلب...?“

”کیا میں صورت ہی سے گھاؤخ بیرا نہیں لگ رہا یہ پھولی ہوئی ناک اور یہ موجود ہیں!“ اس نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور پھر جو ہاتھ ہٹایا تو نہ وہ ناک تھی اور نہ وہ موجود ہو چکیں۔

”ست... تم... وہ عمران...!“

”مگر تم نے مجھے سے مذاق کیوں کیا تھا...!“ تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ اس قتل کے اندر ہے کوئی طرح دوسرا منزل سے نیچے اتارا تھا اور پھر ساری رات اس فکر میں گزاری تھی کہ اگر صح سنہری تسلی دستیاب نہ ہو سکی تو کیا ہو گا۔ کیا میں ساری زندگی اس اندر ہے کی لائھی بیمار ہوں گا۔!“ وہ خاموش کھڑی رہی۔

”بیٹھ جاؤ... بیٹھ جاؤ...!“ عمران ہاتھ بلکر بولا۔

”تو تم نے لاش نہیں دیکھی تھی!“

”لاش دیکھ کر ہی تو بھاگ نکلا تھا!“

”وہ سب کیا تھا...؟ مجھے بتاؤ!“ وہ سامنے کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

”میں کیا بتا سکتا ہوں!“

”پولیس کو اطلاع دیئے بغیر میں اس شہر سے باہر نہیں جا سکتی... حالانکہ میرے فرشتوں کو“

”بھی علم نہیں تھا کہ میری عدم موجودگی میں میرے کمرے میں کیا ہوا تھا!“

”بہر حال اتنا میں بھی جانتا ہوں کہ جس سفارت خانے کے فرست سیکریٹری کی لاش تمہارے کمرے میں ملی تھی اسی سفارت خانے کا ایک آفیسر ہف رو جر بھی ہے۔!“

”نہیں...!“

”ہاں.... اور وہ تم سے اس اسکچ بک کے بارے میں پوچھ رہا تھا!“

”میں بڑی اذیت میں بٹلا ہوں عمران...!“

”ہاں واقع میں بھی بھی دیکھ رہا ہوں.... پولیس ضرور پر پیشان کرے گی وہ کبھی باور نہیں کرے گی کہ ایک اسکچ بک کے لئے یہ سارا ہنگامہ ہوا ہے!“

”وہ کچھ نہ بولی.... عمران خاموش ہو گیا تھا۔ نہ صرف خاموش ہو گیا تھا بلکہ چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور گھری ہو گئی تھی۔“

”ویکھو...!“ دفعتوہ شہنشہ دی سانس لے کر بولی۔ ”پتے نہیں کیوں اس خوف ناک میک انپ میں بھی میں تم سے خوف زدہ نہیں تھی اور اس وقت بھی خوف زدہ نہیں ہوں۔ کچھ ایسا محبوس ہوتا ہے جیسے میں تم پر اعتقاد کر سکتی ہوں!“

”عورتوں کے علاوہ اور آج تک کسی نے بھی مجھ پر اعتقاد نہیں کیا۔ کیا میرے چہرے پر کسی قسم کا عورت پن پیا ہے!“

”یہ میں نہیں جانتی لیکن تمہارے ساتھ رہ کر نہ جانے کیوں خود کو محفوظ رکھ رہی ہوں!“

”چیزوں...!“ عمران جیب سے چیزوں کا پیکٹ نکال کر اسے پیش کرتا ہوا بولا۔ اس نے جھرت سے اسے دیکھا کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ چیزوں کا پیکٹ اس کی بھتی سے اٹھا لیا۔

”تم یہ مت سمجھنا کہ میں تمہیں مصیبت میں چھوڑ کر بھاگ گیا تھا!“ عمران نے احتجانہ انداز میں ہنس کر کہا۔ ”اگر یہ بات ہوتی تو میں اس وقت اچاکہاں کیسے آپنچا!“

”پھر تم نے کیا کیا تھا...؟“ کریشن نے بالکل ایسے ہی لمحے میں پوچھا جیسے کسی نئے سے بچ کو پھسالا کر اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہو۔

”جب ہم دونوں دوسرا منزل سے اتر کر بھاگے تو کچھ دور جا کر محبوس ہوا کہ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔ میں بڑی الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ مردود تو اندر ہاہا بیٹھا تھا!“

”کیا اس نے آنکھیں نہیں کھوئی تھیں!“

”نہیں..... وہ میرے لئے درد سر ہے.... بہر حال میں نے اس گاڑی کو نہ صرف ڈاچ دیا۔“

”شروع کیا بلکہ ایک بار اس سے پیچھا چھڑانے میں بھی کامیاب ہو گیا اور اسی بھاگ دوز میں اس کے نمبر بھی نوٹ کر لئے۔ پھر اس کے بعد پتہ لگالینا کیا مشکل تھا کہ گاڑی کس کی ہو سکتی ہے۔ میرا“

ایک دوست ٹریفک سار جنت ہے اس نے رجڑیشن آفس سے پتہ لگا دیا تھا۔!

”لیکن شہر و....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”ان لوگوں نے تم دونوں کے بارے میں ایسے انداز میں پوچھا تھا جیسے تم سے اچھی طرح واقف ہوں۔ بلکہ وہ تو کہہ رہے تھے کہ میں دیکھ دیا، اس نے تم لوگوں کو اپنے ساتھ لے گئی تھی!“

”ہو سکتا ہے جانتے ہوں.... وہ مردود کالا پہلا مجھے سارے شہر میں تماش بناتے پھرتا ہے۔ اب دیکھورات ہی اس نے کیسا جلوس نکالا تھا میرا!“

”وہ آخر ہے کون....؟“

”میرا ملازم...!“ بس گلے پڑ گیا ہے.... یہ سمجھ لو کہ ہاتھی پالا ہے میں نے پچھا بو تائیں روزانہ مہیا کرنی پڑتی ہیں اس کے لئے!“

”تم کیا کرتے ہو....؟“

”آج تک سمجھ ہی میں نہیں آ سکا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”تو تم یہاں کے کوئی بے فکر نہیں ہو۔ جاگیر دار ہو یا نواب زادے۔ میں نے یہاں کے نوابوں اور جاگیر داروں کی دولت کے بہت قصے پڑھے ہیں!“

”چلو یہی سمجھ لو....!“

”لیکن میں نے پولیس کو بیان دیتے وقت تم لوگوں کا تنکرہ بھی کیا تھا!“

”اس کی مجھے کیا پرواد ہو سکتی ہے۔ پتہ نہیں مجھے جیسے کتنے نواب زادے یہاں مارتے مارے پھرتے ہیں۔ پولیس کس کس کے بیچھے جائے گی!“

”تمہارا اثر ہو گا پولیس پر.... میرا دعویٰ ہے کہ وہ پولیس آفیسر تمہارے نام پر چونکا تھا اور اپنے ساتھیوں کو مخفی خیز نظریوں سے دیکھنے لگا تھا!“

”پھر اس نے خود ہی تمہارا جیسے دہرانا شروع کیا تھا۔ میں ہاں کرتی رہی تھی نہ صرف تمہارا بلکہ اس نیکو کا حلیہ بھی!“

”پولیس والوں سے میرے بڑے احتمانے تعلقات ہیں!“

”لیکن تم تو حقیق نہیں معلوم ہوتے!“

”شکریہ....! کسی سے اپنے بارے میں یہ رائے سن کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اسی وقت

دوبارہ پیدا ہوا ہوں!“

”کیا مطلب....?“

”چکپن سے اپنے بارے میں یہی ستاچا آ رہا ہوں کہ پر لے درجے کا حق ہوں۔!“

”کوئی حق اس طرح کسی کی جان نہیں چاہ سکتا.... جیسے تم نے اس وقت میری بچانی ہے!“

”خیر چھوڑو....!“ عمران شرم کر بولا۔ ”شرم آتی ہے اپنی تعریفیں سن کر....!“

”اب میرا کیا ہو گا!“

”گراٹھ ہوٹل کی طرف رخ بھی نہ کرنا!“

”پھر پولیس میری تلاش میں نکل کھڑی ہو گی!“

”پروادہ مت کرو.... کیا تم رات کا کھانا کھا پکھی ہو!“

”نہیں.... مجھے بھوک لگ رہی ہے!“

”یہیں دونوں مل کر کھانا تیار کریں گے.... یہ جگہ میری آرام گاہوں میں سے ایک ہے!“

”وہ تو سب ٹھیک ہے.... مل.... لیکن....!“

”لیکن کیا....!“

”میری ایکچھ بک مجھے واپس کر دو.... اس کے بغیر میں اپنا مشن پورانہ کر سکوں گی!“

”ایکچھ بک کہیں بھاگی نہیں جاتی۔ مجھے اس نے صرف اسی حد تک دلچسپی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک قتل ہوا ہے!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی وجہ سے قتل کیوں ہو سکتا ہے!“

”جب تک کہ مجھے اس کی اہمیت اور تمہارے مشن کا علم نہ ہو میں کس طرح سمجھا سکوں گا!“

”اچھی بات ہے.... میں تمہیں بتا دوں گی۔ لیکن پہلے کچھ کھانا چاہئے بھوک سے طبیعت نہ ٹھال ہو رہی ہے!“



ہف رو جر کو ہوش آیا تو اس نے اپنے ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے پاٹے اور ان چاروں کو

اپنے ہاتھ کھول لینے کی جدوجہد میں مصروف دیکھا۔

”تم سب گدھے ہو....!“ وہ علق بچاڑ کر دیاز۔

طور پر گھنی بھوؤں کے نیچے بڑی بہبیت ناک لگ رہی تھیں۔ جسم کی بیانات بے پناہ قوت کی غمازی کر رہی تھی۔ دروازے کے قریب ہی رک کر اس نے سرد لبجے میں کہا۔ ”یہ کیا منحرہ پن ہے!“
کوئی کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں سانپ سو نگہ لگی ہو۔
”پتاو...!“ وہ بیرون چڑھ دہڑا۔
”ہم نہیں جانتے وہ کون تھا؟“ ہف رو جرم روہ کی آواز میں بولا۔
”کون...؟“

”میں کریم شاہ کو یہاں لایا تھا اور اسکے بک دکھا کر اس سے سوالات کریں رہا تھا کہ اچانک وہ آئیا۔“
”وہ کون...؟ سور کے پیچے!“
”میں نہیں جانتا۔ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“
”کیا تھا...؟“
”کچھ عجیب کی شکل تھی۔ پھولی ہوئی بد نمائناک کے نیچے اتنی گھنی موچھیں تھیں کہ دہانہ چھپ گیا تھا۔“

”کوئی مقای ادی...!“
”ہاں مقای ہی معلوم ہوتا تھا...!“
”یقیناً وہ تمہارے ہی چیچپے لگ کر یہاں تک پہنچا ہو گا!“
”پتہ نہیں!“
”پتہ نہیں...!“ آنے والے نے دانت پیس کر دہراتے ہوئے اس زور کا تھپٹر ہف رو جرم کے منہ پر رسید کیا کہ وہ پھر فرش پر لوٹ گیا۔ اس کی ناک سے خون کی دھار بہہ نکلی تھی۔
اب وہ ان چاروں کی طرف متوجہ ہوا۔ چند لمحے انہیں گھورتا رہا پھر سرد لبجے میں بوا۔ ”کیا وہ تھا تھا!“

”تھا تھا...!“ ان میں سے ایک نے چھنسی چھنسی آواز میں جواب دیا۔
”تھا ادی تم پانچوں کو اس طرح بے بس کر گیا کیوں...?“
کوئی کچھ نہ بولا۔
”اسکے بک کہاں ہے...?“ وہ طلق پھاڑ کر دہڑا۔

”واقعی گدھے ہیں... ہم پانچوں!“
”شٹ اپ...!“ ہف رو جرم دہڑا۔
”اس سے کوئی فائدہ نہیں... ہمیں یہاں سے نکلا چاہئے۔ اپنے نہیں یہ کون تھا!“
”دروازہ مغل کیوں نہیں کیا گیا تھا...!“ ہف رو جرم غریا۔
”تم نے ہی کیوں نہیں خیال رکھا!“
”میں کہتا ہوں خاموش رہو...!“
”لیکن وہ ہمیں اس طرح باندھ کر کیوں ڈال گیا ہے!“
”میں نہیں جانتا...!“ ہف رو جرم بیزاری سے بولا۔
”وہ اسکے بک بھی لے گیا!“
”میرا دماغ نہ کھاؤ...!“ ہف رو جرم کی آواز پست ہو گئی تھی۔
”کیا ہم اس کی واپسی کے انتظار میں پڑے رہیں گے...?“
”اے واپس آئیکی کیا ضرورت ہے۔ لیکن ہم کسی تیری پارٹی کے وجود سے لا ختم رہتے ہیں!“
”آخر اس اسکے بک میں کیا ہے رو جرم...?“
”میں نہیں جانتا۔ وہ بلداگ کا پچھے خود نہیں آنا چاہتا لڑکی کے سامنے۔ اس لئے اسکے بک
تم لوگوں کے حوالے کر دی تھی!“

”اور تم نے وہ اسکے بک اس کے حوالے کر دی!“ ان میں سے ایک نے طنزیہ لجھ میں کہا۔
”بیٹے... اس سے کہو خاموش رہے!“
”سن تو رو جرم۔ جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ اسکے بک ہم سے کسی جیب کترت نے بتھایا تو؟“
”خاموش رہو... خاموش رہو... ہمیں جلد ہی کچھ کرنا چاہئے!“
وہ پھر اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے۔

اسنے میں راہداری سے بھاری بھاری قدموں کی آواز آئی اور وہ ایک دم ساکت ہو گئے۔
پھر اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ اور اندر آگیا۔

یہ ایک چڑیے شانوں والا کوتا گردن آدمی تھا۔ ٹھوڑی بھاری تھی اور ہونٹ اتنے پتلے تھے کہ نوکیلی ناک کے نیچے صرف ایک لکیری معلوم ہوتی تھی۔ آنکھیں بھوری تھیں اور غیر معمولی

”اے چھوڑو یہ بتاؤ کہ ان پانچوں میں سے کوئی بھی تمہیں سوئڈش معلوم ہوا تھا یا نہیں۔!“
 ”میرا خیال ہے کہ ان میں سے ایک بھی میرا ہم وطن نہیں تھا۔!“
 ”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ جس نے تم سے فون پر گفتگو کی تھی ان لوگوں کے درمیان موجود نہیں تھا۔!“
 وہ پکھنے بولی۔ خاموشی سے ابلے ہوئے مژہ حلق سے اتارتی رہی۔
 ”اچھی بات ہے... اے بھی چھوڑو...!“ عمران پکھد دیر بعد بولا۔
 ”یہ بتاؤ بھی تھا رے ملک میں بھی کسی نے اس اسکچ بک کے لئے بے چینی ظاہر کی تھی۔!“
 ”بھی نہیں...! وہاں میں بڑے سکون سے زندگی بسر کرتی رہی ہوں۔!“
 وہ پھر پکھد دیر خاموشی سے کھاتے رہے۔

عمران کو شش کر رہا تھا کہ وہ خود ہی آہستہ اسکچ بک کی اصل کہانی اگل دے۔
 دفتارہ چونکہ پڑا اور اس طرح اٹکنے لگا جیسے کسی قسم کی آواز سنی ہو۔

”کیا بات ہے؟“ ترشن نے پوچھا۔ لیکن اسے جواب دینے کی بجائے عمران نے فوراً
 کڑھیں لیپ پ بھاڑایا۔

”لک... لیا...!“
 ”خاموش بیٹھیں رہو...!“ عمران آہستہ سے بولا۔
 اور پھر وہ آواز واضح ہوئی اور یہ کسی بلند ہاؤٹکی آواز ہو سکتی تھی۔
 ”شاید کوئی ستابماری علاش میں سر گردان ہے۔!“ عمران بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”اوہ... تو وہ نہاری راہ پر لگ گیا ہے۔!“ آواز آہستہ آہستہ قریب آتی پڑا تھی۔!
 ”پھر کیا ہو گا۔!“

”جہاں ہو وہیں بیٹھی رہو...! میں دیکھ لوں گا۔!“

ذرائع دیر میں وہ مکان کی چھت پر جا پہنچا۔۔۔ کتاب مکان کے قریب ہی ہزا چونکہ رہا تھا
 اور اس کے ساتھ ایک انسانی ہیولا بھی نظر آیا اس نے مکان پر نارق کی روشنی ڈالی تھی عمران نے
 بڑی پھرتی سے خود کو روشنی کی پیچنے سے بچایا۔

”وہ اسکچ بک لے گیا...!“ ہف رو جر بھی اسی کے سے انداز میں چیخ کر بولا۔
 ”اور کریشن کو بھی لے گیا۔!“

”کتے...!“ اس نے بڑھ کر اس کے سر پر ایک زور دار ٹھوک رسید کی پھر ہف رو جر کسی
 مرتب ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرا کر خاموش ہو گیا تھا۔
 کوتھا گردن آدمی کسی غصب ناک بھیڑیے کی طرح ہامیڑا بڑھ چب چاپ کرنے سے باہر چلا گیا۔
 وہ چاروں اب ہف رو جر کی طرف دیکھ رہے تھے جو غالباً دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔
 اس کے بعد وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی شکل دیکھتے رہے تھے۔!
 دروازہ پھر کھلا اور وہی آدمی اندر آیا۔ اس بارہ وہ خالی ہاتھ نہیں تھا۔ بلکہ چوڑے پھل والی ایک
 بڑی کھلہڑی سنبھال رکھی تھی۔!

اسے اس بیت کذائی میں دیکھ کر وہ چاروں ہنیاتی انداز میں چینخ لگے۔
 ”تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!“
 ”نہیں.... نہیں....!“ وہ بیک وقت گھکھایا۔

لیکن وہ ایک کے شانے پر کھلہڑی سے وار کر چکا تھا۔۔۔ اس کی گردن کٹ کر بائیں شانے پر
 جھوٹ گئی۔ بڑی خوف ناک خرخراہت کے ساتھ کٹی ہوئی گردن سے خون کا فوارہ چھوٹا تھا۔
 پھر وہ سب بے بی سے چیختے اور یہکے بعد دیگرے قتل ہوتے رہے۔ آخر میں اس نے بے
 ہوش ہف رو جر کی گردن پر بھی وار کیا اور وہ بھی چپ جپاتے ختم ہو گیا۔



میز پر ابلے ہوئے مژہ کے دنوں اور اندوں کے خالگینے کے ساتھ ہی باسی روٹی کے بھورے
 ٹوٹھتے بھی موجود تھے۔

”ایے ہی کھانے سے بدن میں جان آتی ہے۔!“ عمران کریشن سے کہہ رہا تھا۔
 ”بھوک میں ہر چیز اچھی لگتی ہے۔ تھا رے اور کیا مشاغل ہیں....؟“ کریشن نے پوچھا۔
 ”مشاغل؟ ہاں ہاں.... مشاغل شریف آدمیوں کے ہوتے ہوں گے۔ ہم جیسوں کو مشاغل
 کی فرصت کھاں۔!“
 ”آخر پکھنے کچھ تو کرتے ہو گے۔!“

پھر میں منٹ کے اندر ہی اندر وہاں سے نکل کر رہے ہوئے۔
موڑ سائکل جہاں چھوڑی گئی تھی ویس ملی۔

سفر دوبارہ شروع ہو چکا تھا..... کریشن خاموش تھی.... سوچتے سوچتے اس کا ذہن تک
گیا تھا وہ ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے اس کا جسم ہلکا ہو کر فنا میں اڑا جا رہا ہو۔
سرک سناب تھی اور موڑ سائکل تیر قدری کے ریکارڈ توڑری تھی۔



صدر حیرت سے آنکھیں چھاڑے ان پانچوں لاشوں کو گھوڑے جا رہا تھا۔ ان میں اسے ہف
رو جو بھی نظر آیا۔ کیا یہ خود عمران کی حرکت ہے؟ اس کے ذہن میں ابھر۔ نہیں وہ ایسا نہیں
کر سکتا۔ ذہن ہی نے جواب دیا۔
قتل ہونے والوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ یہ عمران کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں۔
عمران ہی نے صدر کو فون پر ہدایت دی تھی کہ وہ اس عمارت کی گمراہی کرنے۔ اگر محسوس
کرے کہ عمارت خالی ہے تو کسی طرح اندر جا کر اس کی تقدیم کرے۔

تو اس طرح وہ عمارت کے اندر پہنچا تھا۔

تحوڑی دیر بعد وہ عمارت سے باہر آگیا۔ عمران نے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کے لئے اس
کو فون تبردیئے تھے۔

شہر واپس آکر اس نے اسی نمبر پر عمران سے رابطہ قائم کیا اور اسے روپورٹ دی۔
”کیا خیال ہے تمہارا...!“ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

”کیا یہ آپ کا کارنامہ ہے؟“

”ہوش کی دوا کرو...!“

”مجھے یقین ہے کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے عام حالات میں۔!“

”غیر... اب دوسرا کام ہے صبح دس بجے تک ہو جانا چاہئے۔!“

”فرمائے...!“

”میو پسل کار پوریشن کے پالتو جاؤ بول کے شعبے سے معلوم کرو کہ ایک ہزار دو سو تیرہ
(۱۲۳) نمبر کا لائن کس کے تک کو دیا گیا تھا!“

اس کے بعد ہی دروازہ پیٹھے کی آواز سنائی دی تھی۔ عمران دوبارہ یقین پہنچا۔ کریشن نبڑی
طرح سمجھی ہوئی تھی.... دفتار باہر سے گونج دار آواز سنائی دی۔

”دروازہ کھولا ورنہ توڑ دیا جائے گا۔!“

”تم بس اسی طرح خاموش بیٹھی رہتا...!“ وہ آہستہ سے بولا اور پھر کرے سے نکل کر
پچھلے دروازے پر پہنچا۔... بہ آہستگی دروازہ کھول کر مکان کی پشت پر نکل آیا اور اب وہ زمین پر
پیٹھے کے مل لیٹ کر آہستہ ریگنا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

. کتے کی دھنڈلی پر چھائیں تو اسے نظر آئی لیکن دروازہ پیٹھے والا نہ کھائی دیا پھر عقل مندی کا
تقاضہ یہی تھا کہ وہ سائیلنسر لگے ہوئے ریو الور سے کتے پر فائز کر دیتا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر بیل
بھر کے لئے بھی چوکا ہوتا تو کتنے اس پر چھلانگ لگادی ہوتی۔

وہ گولی کھا کر اچھلا ہی تھا کہ عمران نے دوسرے افائز بھی کرو دیا اس کی آخری چیزیں بڑی بھیانک تھیں۔
عمران نے دوسرے ہی لمحے میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سیل لیکن بھاگنے والے
کون دیکھ سکا۔

پھر ذرا ہی سی دیر میں پہلے کاسا سنانا طاری ہو گیا۔

اب وہ دوبارہ ریگنا ہوا مکان کے عقبی حصے کی طرف واپس جا رہا تھا۔
کریشن سمجھی ہوئی حالت میں ملی۔

”وہ سب کیا تھا...!“ اس نے گھٹی گھٹی سی آواز میں پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں۔!“

”تو پھر اب کیا ہو گا۔!“

”میں تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لے چکا ہوں۔!“

”میرے خدامیں کیا کروں.... سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان حالات سے گزرنا پڑے گا۔!“

”پرواہ مت کرو.... میں ابھی آیا۔!“

”ایک بار پھر وہ پہلے ہی کی طرح عقبی راستے سے اسی طرف جا رہا تھا کتنے کی لاش کے
قریب پہنچ کر وہ اس کی گردون ٹوٹنے لگا اور ایک آسودہ سی طویل سانس لی۔

اب وہ اس کے گلے سے پہنچ کھول رہا تھا۔

”در اشهریے.... میں نوٹ کرلوں!“

”صح ہونے والی تھی.... صدر نے سوچا ب آرام کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر دس منٹ کے لئے بھی لیتا تو دس گھنٹے سے پہلے آنکھ نہ کھلے گی۔“

میوپل کارپوریشن والے کام میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ پانچ روپے اس شعبے کے چپر اسی کو دیئے تھے اور وہ ”بیتل پاس“ کے نمبروں کے ذریعہ کتے کے مالک کا پتہ نکال لایا تھا۔ اور پھر جب صدر اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا ایک آدمی اس کے قریب آگرفٹ کاغذوں ہوا۔ ضعیف آدمی تھا اس کی سانس پھول رہی تھی۔

”مم.... مجھے پریورڈ تک جانا ہے.... کیا آپ اس طرف سے تو نہیں گزریں گے!“

”بیٹھ جائیے.... میں آپ کو بینچا دوں گا!“

”بہت.... بہت شکریہ....! خدا عمر دراز عطا کرے!“ وہ چھپلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر ریختا ہوا بولا۔ صدر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

پریورڈ سے گزرتے وقت اس نے پوچھا تھا کہ گاڑی کہاں روکی جائے لیکن جواب نہیں ملا تھا۔ ”کیا سو گھے جتاب....!“ اس نے پھر اپنی آواز میں اسے مخاطب کیا اور جواب نہ ملنے پر گاڑی فٹ پاتھ سے لگا کر کھڑی کر دی۔

مزکر دیکھا تو وہ ہاتھ پیر ڈھیلے کئے سیٹ کی پشت گاہ سے نکا ہوا تھا۔ منه پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔ سانس پہلے ہی کی طرح پھول رہی تھی۔ صدر نے اس کو گھٹنا پکڑ کر ہلایا لیکن اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

”کیا مصیبت ہے....؟“ وہ بڑا ہیا اور گاڑی سے اتر آیا۔ اور چھپلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بہت قریب سے اسے آواز دیے لگا لیکن بے سود۔

”لیا بات ہے جتاب....؟“ ایک راہ گیر چلتے چلتے رک گیا۔

ان صاحب نے پریورڈ کے لئے مجھ سے لفت لی تھی۔ پتہ نہیں سورہے ہیں یا بے ہوش ہو گئے ہیں۔“ صدر مزکر بولا۔

راہ گیر اور قریب آگیا تھا۔

”اوہ.... یہ تو قاضی صاحب ہیں....!“ اس نے کہا

”آپ جانتے ہیں۔!“

”جی ہاں.... وہ اگلی کے آگے والی اگلی میں رہتے ہیں۔!“

”براہ کرم انہیں وہاں پہنچانے میں میری مدد کیجئے۔!“ صدر نے اس کے لئے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

کارروبارہ چل پڑی۔

”ان پر بھی بھی بھی بھی ہے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں۔!“ راہ گیر بولا۔

”تب تو ہمیں کسی ہسپتال کا رخ کرنا چاہئے۔!“

”ان کے گھر کے کسی آدمی کو بھی لے لیں۔!“ راہ گیر بولا۔

”جی ہاں.... ٹھیک ہے۔!“

گاڑی اس کی بتائی ہوئی اگلی میں مڑی اور کچھ دور چل کر رک گئی۔

راہ گیر اڑ کر ایک عمارت میں داخل ہوا اور کچھ بعد پھر پلٹ آیا۔

”گھر میں انکی بیگم صاحبہ تھا ہیں۔ بیٹوں میں سے کوئی بھی نہیں انکا اصرار ہے کہ قاضی صاحب کو اندر پہنچا دو۔ وہ گھر ہی پر ڈاکٹر کولوالمیں گی۔ اب آپ انہیں اندر پہنچانے میں میری مدد کیجئے۔!“

صدر نے ہر اسامنہ بیٹا اور پھر وہ دونوں بے ہوش بوڑھے کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ایک فلیٹ میں داخل ہوئے کمرے میں سامنے ہی بستر نظر آیا اور اسے لٹا کر جیسے ہی صدر سیدھا کھڑا ہوا اس کی آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔

بہت ہی وزنی چیز سے اس کے سر پر ضرب لگائی گئی تھی۔ فوری طور پر وہ اپنے گردوبیش سے بے خبر ہو گیا۔



عمران بحیثیت ایک ٹوفن پر کیپٹن خاور کی کال رسیو کر رہا تھا۔

”وہ بوڑھا جو میوپل کارپوریشن سے اس کی گاڑی میں سوار ہوا تھا پریورڈ پر بیٹھ کر چھپلی سیٹ پر بے ہوش پناپا گیا۔ ایک راہ گیر نے اس کی شاخت کی اور صدر کو اس کے گھر تک لے گیا۔

پھر ان دونوں نے بوڑھے کو گاڑی سے نکالا اور ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ایک عمارت میں داخل ہوئے۔ چھپلی منٹ ہو چکے ہیں۔ لیکن صدر ابھی تک عمارت سے باہر نہیں آیا۔ نعمانی کو اپنی جگہ

لنج میں بولا۔

”اچھی بات ہے تو اب تم اردو کی کسی لغات میں بوس ٹر تلاش کرو...!“

”میا بکواس ہے...؟“

”بوس ٹر پوربی زبان میں گولے یا گرد باد کو کہتے ہیں۔ یقین کرو کہ بوس ٹر اور گولے کہتے ہیں۔“

”پڑو سی بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسے پڑو سی کہ دونوں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہو۔!“

”جہنم میں جائے...!“ فیاض غریا۔ ”کریشن کو کہاں چھپایا ہے۔!“

”دل میں...!“

”عمران...!“

”محے کوئی دلچسپی نہیں...!“ عمران خشک لنج میں بولا اور سلسلہ منقطع کر کے جلدی چلمزیں
لباس تبدیل کرنے لگا۔

”دس منٹ کے اندر ہی اندر اس کی گاڑی پر یوروڈ کی طرف جا رہی تھی۔

گلی کے موڑ سے پہلے اس نے گاڑی روک دی اور اتر کر اس کا بونٹ اٹھایا تھا۔ انہن پر کھوڈیں
جھکے رہنے کے بعد پھر اسٹرینگ پر آبیٹھا لیکن گاڑی اسٹارٹ نہ ہوئی۔ اس نے ماہی سے چاروں
طرف دیکھا اور آنے جانے والوں سے گاڑی کو دھکا لگانے کی درخواست کرنے لگا۔

گاڑی کو دھکا دینے والوں میں سار جنت نعمانی بھی شامل تھا۔

عمران نے اسے گلی میں موڑ دیا۔ پچھے دور پر صدر کی گاڑی کھڑی دیکھ کر اطمینان گر معاشر
لیتا ہو ابلند آواز میں بولا۔ ”بس۔“

گاڑی سے اترتے ہوئے اس نے دھکا لگانے والوں کا بڑی حاجت سے شکریہ ادا کیا۔
اور پھر بونٹ اٹھا کر دوبارہ انہن پر جھکا ہی تھا کہ نعمانی قریب آکر آہستہ سے بولا۔ ”اب
بھی اندر ہی ہے۔!“

”ڈسٹری یور کے کتنے ترمذ گئے ہیں۔!“ عمران سیدھا کھڑا ہو تاہو بولا۔

”تو پھر میں اس سلسلے میں کیا خدمت کر سکوں گا۔“ نعمانی مسکرا کر بولا۔

”پچھے نہیں... ڈسٹری یور میں بھی ایک کتا اور ایک لکتیا ہوئی چاہئے۔!“

”موڑ بہت خراب معلوم ہوتا ہے۔!“

چپوڑ کر ایک پیلک میں فون بو تھک بک آیا ہوں۔!“

”ٹھیک ہے!“ عمران بولا۔ ”وہیں ٹھہر دیں۔ عمران تمہاری جگہ لے گا۔ عمارت کا پتہ بتاؤ۔!“

پھر دوسری طرف سے خاور سے عمارت کا محل و قوع بتاتا رہا اور کاغذ پر نوٹ کرتا گیا۔

”اچھی بات ہے۔!“ ایکس نو غریا۔ ”تم گدھوں کے پیچے اگر کوئی دوسرا گدھا بھی نہ لگا ہو تو تم
سب بیک وقت غرق ہو جاؤ میں جانتا تھا کہ یہ ضرور ہو گا۔ اور...!“ اس نے رسیور کریٹل پر
رکھتے ہوئے طویل سانس لی۔

چھپلی رات سے اب تک نہیں سویا تھا۔ کریشن کو ایک محفوظ جگہ پہنچانے کے بعد اپنے فلیٹ
میں واپس آگیا تھا۔ اسیک اسی کے پاس تھی کریشن نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور نہ عمران تھی
نے اس سے اس کی کہانی پڑا چھپی تھی۔

وہ بھی فون کے قریب سے ہٹا بھی نہیں تھا کہ پھر گھنٹی بیج۔

اس نے رسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے جولیانا فنر واٹر کی آواز آئی۔ ”لیں“ وہ ایکس نو
کے لنج میں غریا۔

”اس عمارت پر ٹوٹ کا بورڈ لگا ہوا ہے جتاب....!“ میں نے مالی سے اس کے لئے بات کی
..... اس نے مجھے پوری عمارت دکھائی۔ کہیں کوئی لاش نہیں ملی۔!“

”تمہیں یقین ہے کہ تم ٹھیک جلد پہنچی تھیں۔!“

”بالکل یقین ہے جتاب....!“

”اچھا....!“

اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر نشت کے کمرے میں قدم رکھا ہی تھا کہ یہاں والے فون
کی گھنٹی بیج۔ اس نے رسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے فیاض کی آواز سنائی دی۔

”کریشن کہاں ہے....!“

”کون کریشن....?“ عمران نے پوچھا۔

”وہی آرٹسٹ لڑکی....!“

”اوہ.... وہ.... گھاؤنچ برا کی خالق....!“

”گھاؤنچ برا بکواس ہے۔ انسا یکلو پیڈیا میں اس نام کا کوئی پر نہ نہیں مل سکا۔!“ فیاض غصیلے

”گھاؤنج برا۔!

”کیا؟ یہ کیا بلے ہے....!

”پچھے نہیں.... مقدر کی خرابی کو کہتے ہیں۔ بعض اوقات کنوارے آدمی کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ جہاں جیسا موقع ہو۔ واللہ اعلم با صواب....!

”کہاں کی ہاں رہے ہیں جناب....!

عمران نے شعر پڑھا۔

عالم و فاضل کیوں کہلانے وہ جاہل بے پیر
ان آنکھوں میں پڑھنے سکے جو کا جل کی تحریر

”اللہ رحم کرے!“ نعمانی نے مسمی صورت بنانکر کہا۔

”دوسر اشعر سنو۔

اس کے جلوے کو بہت ہے ہم کو چشم سر مگین
ہم نہیں موئی کہ جاکر کوہ پیانا کی کریں

تیرا اشعر سنو۔

کتوں نے کس کاراہ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہی جب تک چلی چلے

”اچھا تو میں چلا....!

”خاور کو بھی ساتھ لیتے جانا....!

”تم کیا جانو....!

”تمہارا جو ہا کم از کم مجھے ساری تفصیلات سے آگاہ رکھتا ہے!

”بس جاؤ.... میں بھیڑ بھاڑ پسند نہیں کرتا!“

”جی بتانا کبھی دیکھا ہے اسے!“

”گھاؤنج برا ہی کبھی نہیں دیکھا تھا اسے دیکھ کر کوئا سکھ پالیا ہے کہ کسی اور کی تمنا کر سکوں
بس ثانا....!

”گھاؤنج برا کیا ہے....!

”میرے او۔ نیپن فیاض کے دماغ کا فنور..... چلتے پھرتے نظر آؤ!“

”ہو سکتا ہے۔ نہیں مدد کی ضرورت پیش آئے۔!

”اپنی مدد آپ کرنے کی عادت ڈال رہا ہوں۔ ضروری نہیں کہ مدد گار ہر وقت مہیا ہو سکے کیا
مدد کرنے کے سلسلے میں ملخص بھی ہو۔ میاں ہم تو بس اپنا ہی دم قدم دیکھتے ہیں۔ گدھے دست
اہل کرم دیکھتے ہیں۔!

”گدھے نہیں گدا....!

”وہ بغیر دم کا ہوتا ہے اس لئے خارج از بحث ہے یا بحث از خارج ہے۔ جو کچھ بھی کہتے ہوں۔!
دفعتہ نعمانی چوک کر بولا۔ ”اوہ.... وہ پھر بے ہوش بوڑھے کو اٹھائے ہوئے لارہے ہیں۔ لیکن
صفدر کہاں ہے.... میرے خدا.... یہ وہ بوڑھا تو نہیں معلوم ہوتا۔ اوہ اتنا تدرست نہیں تھا!“

عمران اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے پھر انہیں پر جھک گیا۔

”اوہ.... وہ اسے صدر ہی کی گاڑی میں ڈال رہے ہیں۔ لیکن صدر کہاں ہے!“ نعمانی بربولایا۔

”اُدھر مت دیکھو....!“ عمران انہیں پر جھکا ہوا آہستہ سے بولا۔

صفدر کی گاڑی ان کے قریب سے گزرنگی۔

”چلو بیٹھ جاؤ....!“ عمران نے یوٹھ گراتے ہوئے کہا۔

”نعمانی بڑی پھرتی سے اگلی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ”بائیں جانب مڑی ہے۔!

عمران گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا اور پھر جیسے ہی گاڑی موڑ پر پہنچی خاور بھی پچھلا دروازہ کھول کر
اندر بیٹھ گیا۔

”اے کیا دماغ چل گیا ہے تم لوگوں کا....!“ عمران سر جھٹک کر بولا۔

”تیزی سے چلو....!“ خاور ہاپتا ہوا بولا۔ ”میں نے قریب سے دیکھا تھا انہوں نے بے ہوش
صفدر پر بوڑھے آدمی کامیک اپ کیا ہے!“

عمران نے نچلا ہونٹ داتوں میں دبایا کچھ بولا نہیں۔ اس نے بھیت ایکس ٹوان سے کہا تھا
”اُن ان کی جگہ لے گا۔ پھر بھی چھٹے ہوئے ہیں۔ خیر دیکھا جائے گا۔

”اطمینان سے آہستہ آہستہ جا رہے ہیں وہ لوگ۔“ نعمانی بولا۔

”نہیں معلوم ہوتے!“ بچھلی سیٹ سے خاور کی آواز آئی۔ ”وہ بھی اطمینان کرنا چاہتے

ب کہ ان کا تعاقب تو نہیں کیا جازہا۔!

”اگر کھیل بگڑ گیا تو مدد داری تم دونوں پر ہو گی۔!“ عمران بولا۔

”تم تو اشعار ہی ساتے چلو پیارے۔!“ نعمانی نے ہنس کر کہا۔

”کچھ دیر بعد تم دونوں کا مرشہ پڑھتا نہ نظر آؤں۔!“

”مر چیس چبار کھی ہیں کیا۔!...!“ خاور بولا۔

”تم لوگوں نے میری زندگی تلخ کر رکھی ہے۔!“

کچھ دیر بعد گاڑی ایک غیر ملکی مشن ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ ”کیا پچکر ہے“ نعمانی بڑھا۔

”چکرات کہو۔!...!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور اس کی گاڑی آگے

بڑھتی چلی گئی۔

ہسپتال کی کمپاؤنڈ سے آگے جا کر اس نے گاڑی روکی۔

”اب کیا کرو گے۔!...!“ خاور بولا۔

”گاڑی تم دونوں کے حوالے کر کے جدھر سینگ سائیں گے بھاگ نکلوں گا۔!“

”ہم دونوں تو اندر جا رہے ہیں۔!“

”خدا کا شکر ہے۔!...! میں برمی الذمہ۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

وہ دونوں گاڑی سے اتر گئے۔ عمران انہیں پھانک میں داخل ہوتے دیکھا رہا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی گاڑی سے اترا اور کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر ہسپتال کے ایم جسی وارڈ کی

طرف چل پڑا اور ٹھیک اس وقت وہاں پہنچا جب صدر کے سر کی ڈرینگ کی جا رہی تھی اور اب“

بڑھنے کے میک اپ میں نہیں تھا بے ہوش بھی نہیں تھا۔ ایک پہیوں والی کرسی پر بیٹھا اپنے سر

پر پٹی بندھوا رہا تھا۔ کوٹ کے پچھلے حصے پر خون کے دھنے تھے۔

اس کے بعد اس کو ایک انجکشن دیا گیا اور آئویلڈ چیز دروازے کی طرف دھکلیتی جانے لگی۔

اسے صدر کی گاڑی تک لے جایا گیا تھا۔

دو آدمیوں نے اسے کرسی سے اتار کر گاڑی میں بٹھایا۔...! اب پھر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

تمیں اسے پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا اور دو آدمی اس کی دونوں طرف بیٹھے تھے۔

تیرے نے اسٹرینگ سنجھال لیا تھا۔

صدر کو ایک بار اس وقت ہوش آیا تھا جب اس کے سر کی ڈرینگ کی جا رہی تھی لیکن یہ پورے طور پر شعور کی بیداری نہیں کہلا یا جا سکتا تھا۔ ورنہ وہ کرسی سے اٹھ کر کسی نہ کسی بہن وہاں سے نکلے کی کوشش کرتا۔ دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد اس نے خود کو ایک وسیع کمرے میں پایا تھا۔ جہاں چھٹ سے کئی روشن فانوس لٹک رہے تھے۔

وہ خود ایک آرام کر سی پر شیم دراز تھا۔ دھنٹا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ کچھ تیب سا تھا۔ چوڑے شانوں والا کوتاہ گردن آدمی ٹھوڑی اتنی بھاری تھی کہ سینے تک پہنچتی معلوم ہے تی تھی ناک اوچی اور نوکی تھی اور ناک کے نیچے پتے پتلے بچپن ہوئے ہوئے ایک خم دار لکیر کی طرح نظر آرہے تھے۔!

وہ چند لمحے صدر کو گھوڑا پہر بولا۔ ”تم کون ہو۔!...!“

زبان انگریزی تھی اور لبجہ غیر ملکی۔ صدر نے تھیر آمیز انداز میں پلکنیں جھپکاتے ہوئے خنک ہونٹوں پر زبان پھیری لیکن کچھ بولا نہیں۔

”کیا تم بہرے ہو۔!...!“ وہ حقیقہ کر دیا۔

”چیخنے کی ضرورت نہیں۔!“ صدر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”میں سوچ رہا تھا کہ میں کہاں ہوں۔ میرا نام صدر ہے اب تم بتاؤ کہ کون ہو اور میرے ساتھ کس قسم کا مذاق کیا گیا ہے۔! میں نے اس بوڑھے خبیث کو لفٹ دی تھی۔ اوہ میری گاڑی میں بے ہوش ہو گی۔ اسے اس کے گھر پہنچانا پڑا لیکن اس کے گھر والوں نے میرے احسان کا یہ بد ل دیا۔“

”تم کسی کتے کے مالک کا پیٹھ لگانے میو پسل کا درپوری شن کے دفاتر میں گئے تھے۔!“

”ہاں گیا تو تھا پھر۔!...!“

”کس نے بھیجا تھا۔!...!“

”میا بکواس ہے۔!...! تمہیں آخر اس سے کیا سر دکار۔!...!“

”میری بات کا سیدھی طرح جواب دو۔ ورنہ بہاں سے زندگی جا سکو گے۔!“

”ارے تو کیا میں نے چوری کی ہے یا ذاکہ ڈالا ہے۔ میرے ایک غیر ملکی دوست نے مجھ سے

درخواست کی تھی کہ کتے کے مالک کا پتہ لگاؤں...؟

غیر ملکی دوست...!

ہاں... ایک زندہ دل فرائیسی...!

کیا نام ہے...؟

وانہیکزی... ہم دونوں ہر شام ٹپ ناپ میں ملتے ہیں۔!

اس کا پتہ تماو...!

ہو سکتا ہے وہ اس وقت بھی وہیں ہو...!

رہتا کہاں ہے...؟

نہ اس نے آج تک بتایا اور نہ میں نے پوچھا۔!

یہ کیسے تعلیم کر لیا جائے کہ تم نے اس کے مالک کے بارے میں بھی اس سے نہ پوچھا ہو۔!

پوچھے بغیر ہی اس نے بتایا تھا...!

کیا بتایا تھا...!

کتنا آوارہ پھرتا ہو اونہیکزی کے ہاتھ لگا تھا اگر وہ اسے پولیس کے حوالے کر دے تو پولیس بھی اس کے مالک تک پہنچا سکتی ہے۔ لیکن داںہیکزی براہ راست مالک سے ملتا چاہتا ہے۔ کتابے حد پسند آیا ہے۔ اور وہ اسے خریدنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے مالک اس کا آفر قبول کرے۔!

تم نے دیکھا ہے وہ کتنا...!

میں نے تو نہیں دیکھا۔ اس نے مجھ سے صرف تذکرہ کر کے پوچھا تھا کہ آخر مالک کا پتہ کیسے لگایا جائے۔ میں نے کہا یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اگر کتے کے گلے میں ”بیتل پاس“ موجود ہو تو اس کے سیریل نمبر ہی سے پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی دشوار بات نہیں تھی۔ چڑاں کو پانچ روپے دیئے اور اس نمبر کے کتے کے مالک کا نام اور پتہ رجسٹر سے نکلا ایسا۔

کوتاہ گردن آدمی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اس طرح صدر کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا جیسے اس کے بیان کو تولئے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر کچھ دری بعد غریل۔ ”جب تک وانہیکزی ہمارے ہاتھ نہ لگے تمہاری گلو خلاص ناممکن ہے۔“

آخر کیوں...؟ جنم میں جائے وانہیکزی... وہ کوئی میر ارشتہ دار ہے کہ تم بطور یعنی۔

مجھے روکے رکھو!

اس کا حلیہ بتاؤ...!

”کیا یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے!“ صدر نے خوف زدگی کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا اور دیکھ ہو تو پر زبان پھیرنے لگا۔

”اگر تم نے نہ بتایا تو تمہاری حکومت تمہیں جیل میں سزا دے گی۔ مجھے پورا پورا اختیار حاصل ہے ان معاملات میں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر میری حکومت نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔“

”اوہ... تو کیا مجھ سے اس سلسلے میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے!“

”یقیناً... بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔!“ وہ انور ہاتھ مار کر بولا۔

”لیکن مجھے یہ کب معلوم تھا میں تو سمجھا تھا کہ وہ تو صرف کتا خریدنا چاہتا ہے یہاں اجنبی ہے۔ دفاتر سے اس کی واقعیت نہیں ہے لہذا میں نے!“

”غیر... خیر... اب تمہارا فرض ہے کہ میرا ہاتھ بتاؤ...!“

”بالکل... بالکل میں تیار ہوں!“

”جلیہ بتاؤ اس کا...!“

”چھوٹی سی سنہری ڈالا ہی باریک ترشی ہوئی موچھیں۔ آنکھوں پر ریم لیں فریم والی عینک۔ رک رک کر گفتگو کرتا ہے اور گفتگو کے دوران میں مسلسل میکارا تارہتا ہے۔ کتنی ہی پی جائے لیکن بہتتا نہیں۔ میں نے کئی بد آزمیا ہے۔ صرف آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے اس نے پی رکھی ہے۔“

”اگر یہ جھوٹ لکھا تو...!“ وہ اسے گھور کر بولا۔

”میں ایک معزز شہری ہوں۔ ٹھہر و... میں تمہیں اپنا کارڈ دیتا ہوں...“ تم صح نوبے تک اور شام کو چار سے چھ تک مجھ سے میرے گھر پر مل سکتے ہو۔ چبے کے بعد میں عموماً تفریح کیلئے نکل جاتا ہوں پھر دس بجے سے پہلے واپسی نہیں ہوتی۔ اکثر اس سے بھی زیادہ دیر تک باہر رہتا ہوں۔!“

صدر نے کوٹ کی اندر ونی جیب سے اپنا وزینگ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

وہ اسے دیکھتا ہے۔ پھر بولا۔ ”اچھی بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے لئے رات کے کھانے کا کیا تنظیم ہے!“

”نہیں شکریہ...! میں گھر جا کر کھاؤں گا۔“

”ایسا بھی کیا...!“ وہ اٹھتا ہوا بولا اور کمرے سے نکل گیا۔

صدر و ہیں اسی پوزیشن میں آرام کر سی پڑا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اس آدمی کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا۔ لیکن پھر کسی نے بھی اس کی خبر نہ لی۔ اس نے سوچا ب اٹھنا چاہئے۔ اس شخص سے اتنی گفتگو کے بعد وہ کم از کم چل پھر سکتا ہی تھا۔

شاند اسکے سر سے بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا کیونکہ اٹھتے ہی اس نے خاصی نقاہت محسوس کی تھی۔ ہال سے گزر کر وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ یہ بھی خالی ہی تھا۔ اسی طرح پوری عمارت میں چکراتا پھرا لیکن کوئی نہ دکھائی دیا بالآخر وہ راہداری سے گزرتا ہوا صدر دروازے تک آپنچا۔ دروازے کے پینڈل سے ایک تراہم اس کا غند چھٹا ہوا تھا۔

صدر نے پینڈل پر ہاتھ رکھا تو کاغذ اس سے الگ ہو گیا۔
سیاہ روشنائی سے کاغذ پر تحریر تھا۔

”اب اپنے گھر جاؤ...! اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو دنیا کے کسی گوشے میں بھی نہیں بچ سکے۔ میرا ہاتھ ہر حال میں تمہاری گردن تک پہنچ جائے گا!“

صدر نے دروازہ کھولا اور برآمدے میں نکل آیا۔ برآمدے سے گزر کر روشن طے کی اور پھانک پر پہنچتے ہی اپنی گاڑی بھی دیکھ لی۔ سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔



عمارت کا برآمدہ روشن تھا۔ دفعتاً عمران کو وہاں صدر نظر آیا۔ وہ تھا تھا۔ پھر اس نے اس باہر نکل کر گاڑی تک آتے دیکھا۔ وہ تنہا ہی گاڑی میں بیٹھا تھا اور گاڑی چل پڑی تھی۔

”گھاؤخ ببرا...!“ عمران کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

بجہاں اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھی اس پاس کئی اور گاڑیاں بھی موجود تھیں۔ کچھ خلا۔ تھیں اور کچھ میں ان کے ڈرائیور بھی موجود تھے۔

عمران کو کوئی ایسی گاڑی نہ دکھائی دی جس کے بارے میں سوچا جا سکتا کہ وہ صدر کے تعاقب میں گئی ہو گی۔

البتہ جب وہ اپنی گاڑی اشارت کر رہا تھا باہمیں جانب والی گلی سے ایک موڑ سائکل نکلی۔

ای سمت چل گئی جدھر صدر گیا تھا۔ پن بھر کے لئے سوار کے چہرے پر الکٹرک پول سے روشنی پڑی تھی اور عمران نے اسے پہچان لیا تھا۔ وہ یقین خاور تھا۔

عمران نے بھی گاڑی اور ہائک دی۔ لیکن اب وہ کچھ ایسی جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ گاڑی معمولی رفتار سے چلتی رہی اور وہ اپنے فلیٹ تک آپنچا۔

سب سے پہلے ایک ٹوڈا لے فون کی طرف گیا۔ فون سے اٹیجٹ شیپ ریکارڈر پر کسی نبی کال کے شیپ ہونے کا اشارہ موجود تھا۔

شیپ چلا دیا اور صدر کی آواز سنی۔ ”آپ شاند موجود نہیں ہیں۔!“ اور پھر اس نے وہ سب کچھ کہہ سنائی جو اس پر گزری تھی۔

اس کے بعد آواز آئی۔ ”میں اپنے گھر تک مددود ہو کر آپ کی ہدایت کا انتظار کروں گا۔!“ شیپ ریکارڈر کا سوچ آف کر کے عمران کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

صدر نے اپنی اس کال میں آدمی کا حلیہ بھی بتایا تھا۔ عمران نے ایکس ٹوکے فون پر صدر سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے اپنا خوبی فون استعمال کیا۔

دوسری طرف سے صدر کی آواز سن کر بولا۔ ”تمہیں کیا تکلیف ہے...؟“ ”سر پچھت گیا ہے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کچھ بھی ہوا بھی مجھے ہدایت ملی ہے کہ تم سے فوراً ملوں۔ تمہارے پاس کوئی کہانی ہے۔!“ ”آجائیں.... غم ہی غلط کریں گے۔!“

”غم اور غلط دونوں ہی نہیں سے شروع ہوتے ہیں۔ خدا خیر کرے۔!“

”اُبھی آجائیے جلدی سے!“ صدر کی آواز کے بعد ہی سلسلہ منقطع ہونے کی بھی آواز آئی۔ پھر سلیمان اسے رات کے کھانے کیلئے آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا اور وہ فلیٹ سے نکلا چلا آیا۔

صدر کے چہرے سے خاصی نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔ عمران نے ایک بار پھر اس کی کہانی سننے کا رہنم کر بولا۔

”آنندہ کسی بوڑھے کو ہر گز لفڑ نہ دینا.... خیر کتے کے مالک کا پتہ بتاؤ....!“

”ایک مقامی یورٹین ڈیوڈ لیز ہے.... سکس تھری ڈی.... ظیجی ٹاؤن میں رہتا ہے۔!“

عمران نے جیب سے نوٹ بک نکالی اور نام اور پتہ تحریر کیا۔ پھر بولا۔ ”کیا خیال ہے تمہارا۔

”بہت اچھے جا رہے ہو.....!“ عمران بولا۔ ”فوراً ہی اسے پہنچتا کہ تم نے عقل مندی کا بیوٹ دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد وہ تمہیں فون کرے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ لفافہ ملا یا نہیں۔ لیکن اسے اچھی طرح یاد رکھنا کہ اس نے عمارت کی نگرانی بھی شروع کرادی ہو گی۔!“

”میں سمجھتا ہوں....!“

”پہلے کل صبح سے پہلے ہر گز نہ بتانا....!“

”میں سمجھتا ہوں۔!“

کریشن نے دیوار سے لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھا۔ سوادس بجے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر اس کا یا خ Shr ہو گا۔ وہ جیرت اگریز آدمی بھی پھر نظر نہ آیا۔ اس کی اسکے بک اسی کے پاس تھی۔۔۔ پچھلی رات وہ اسے اس عمارت میں چھوڑ گیا تھا اور ابھی تک اس کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔

عجیب آدمی ہے اس نے اس سے اسکے بک کی کہانی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ اگر وہ ذرا سی بھی دلچسپی ظاہر کرتا تو وہ بلا پس و پیش بیان کر دیتی۔

آج تک اس نے اس کے بارے میں کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا لیکن وہ محسوس کر رہی تھی کہ کم از کم اس آدمی سے تو کچھ بھی نہیں چھپا سکے گی۔

ہف رو جنے اسے قتل کر دینے کی دھمکی تھی۔ شاید وہ ایسا کہ بھی گزرتا لیکن کریشن نے تھیہ کر لیا تھا کہ وہ اس کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ بتائے گی۔!

عمران کہاں رہ گیا۔۔۔ وہ بار بار سوچتی۔۔۔ اسے پچھلی رات کے واقعات کی باریاد آئے۔ لکھتا در اوٹا میک اپ اس نے کر رکھا تھا۔ اور کتنی آسانی سے ان پانچوں کو بے بس کر دینے کے بعد ان کا مضمکہ اڑاتا رہا تھا۔

بھروسے وہ منتظر یاد آیا جب ہف رو جنے عمران پر حملہ کیا تھا۔ وہ تو سمجھی تھی کہ شاید کھیل نہیں ہو گیا لیکن عمران کے جیرت اگریز پھر تیلے پن کے سامنے ہف رو جر کی ایک نہ چلی اور بالآخر ”ناڈیہر ہو گیا۔

”عمران.... اوہ کہاں رہ گئے تھے تم....!“ وہ آہستہ سے بڑھا۔

”ہماری حکومت کا وہ ہمدرد کس ملک کا باشندہ ہو سکتا ہے....؟“

”مجھے تو کچھ شماں یورپ کا سالاگا تھا.... ناروے یا سوینیڈن کا باشندہ....!“

”ہوں تو تم اسے اپنا پتہ دے آئے تھے۔!“

”وان ہیکری والی کہانی کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا تھا لیکن اب وان ہیکری کہاں سے پیدا کروں.... میرا خیال ہے کہ شب ثاب میں اس طبیے کا کوئی آدمی نہ پا کر وہ ادھر ہی آئے گا۔!“

”اپنی نوٹ بک پر ایک پتہ تحریر کرو....!“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اگر اس کی طرف سے مزید پوچھ گچھ ہو تو آنکھیں بند کر کے یہی پتہ اس کے حوالے کر دینا۔!“

”لیکن میں تو اس سے کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس کی رہائش گاہ کا علم نہیں۔!“

”یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں کہ بنائی نہ جائے۔۔۔ کہہ دینا تقاضا سے کبھی اس نے تمہیں کوئی خدا لکھا تھا، جس کا لفافہ تمہیں کسی کتاب میں رکھا ہوا مل گیا۔ لفافے پر وان ہیکری کا پورا پتہ تحریر تھا۔!“

”ہاں.... ہاں.... یہ ممکن ہے....!“ صدر کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”ایکس نوٹ پر بجا طور پر فخر کرتا ہے۔!“ عمران کا لبھ سنجیدگی سے بھر پور تھا۔

صدر اسے مضحكانہ انداز میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”خیریت.... خیریت....!“

”اس کی پوری ٹھیم میں تمہارا جواب نہیں.... ایک بڑی مشکل تم نے آسان کر دی ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”وان ہیکری کی کہانی....!“

”پھر عمران نے اسے ایک پتہ تحریر کر لیا۔ صدر نوٹ بک کوٹ کی جیب میں رکھی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بھی۔ اس نے رسیور اٹھایا۔

”لیں صدر ہی بول رہا ہے۔!“ اس نے ماڈ تھ پیس میں کہل۔ ”وہ اچھا.... اچھا.... نہیں ملا.... پرواہ مت کرو.... مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نے ایک بار مجھے ایک خط لکھا تھا۔ لفافے پر اس کا پتہ تحریر تھا۔ میں اس لفافے کو ملاش کر رہا ہوں.... ہر گز نہیں کبھی نہیں۔ اگر وہ مجھ سے ملا۔ کہہ دوں گا کہ مصروفیت کے باعث میں اس کا کام نہیں کر سکا۔ نہیں شکریے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنا فرض انجام دے رہا ہوں۔ پوری طرح تم سے تعاون کر دوں گا۔ گذ بائی۔!“

صدر نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور عمران کی طرف دیکھ کر مسکرا لیا۔

”زندگی میں پہلی بار کسی عورت سے اس قسم کا جدل نہ ہے سمجھ نہیں آتا کہ مجھے شرمنا چاہئے یا مغموم ہو جانا چاہئے!“
”چلو...!“ وہ اس کی کمر میں ہاتھ دے کر دھکیلتی ہوئی بولی۔ ”تمہاری باتیں سمجھ میں نہ آنے کے باوجود بھی دلچسپ معلوم ہوتی ہیں!“
وہ ڈرانینگ روم میں آئے۔

”ٹھہر و.... میں تمہارے لئے کافی بalaوں!“ اس نے کہہ کر جانا چاہا۔
”میں بھی چل رہا ہوں.... باتیں بھی ہوتی رہیں گی!“
کچھ خاصاً سچ تھا.... اور وہاں ایک میز اور چند کرنسیاں بھی پڑی ہوتی تھیں۔
کریم نے اسٹوڈر کافی کے لئے پانی رکھنے لگی اور وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔
”تم نے کسی ایسے آدمی کا تذکرہ کیا تھا۔ جس نے تم سے فون پر سوئیڈش میں گفتگو کی تھی!“
”ہاں اور اس کے بعد ہف رو جرم لاتھا....!“

”تمہارا خیال ہے کہ وہ حقیقتاً کوئی سوئیڈش ہی تھا!“
”مجھے یقین ہے....!“

”کیا تم کسی کو تاہگردن اور چوڑھے شانوں والے سوئیڈش سے واقف ہو!“
”وہ اس کی طرف مڑی اور متوجہ انداز میں پیکیں جھپکائیں۔
”اس کی ناک اوچی.... اور نکلنی ہے۔ ٹھوڑی بھاری اور ہونٹ بہت پتلے ہیں۔ دھشانہ انداز میں گفتگو کرتا ہے!“

”اوہ.... یہ تو تم.... یہ تو کیا یہ کون ہے....؟“
”میرے شہر کا چیف آف پولیس.... اور تمہیں سن کر حیرت ہو گی کہ وہ بھی.... اوہ تو کیا وہ بھی یہاں موجود ہے!“

”سوال کرنے کی بجائے بات جاری رکھو....!“

”وہ بھی.... میری اسکنچ بک میں دلچسپی لیتا ہے!“

”اب بتا بھی ڈالوا لیچ بک کے بارے میں.... یہ تو جان کو آگئی ہے!“

اور ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے کال مل کاٹن دیا۔
وہ تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھی۔ بھلا عمران کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا۔
لیکن دروازہ کھلتے ہی ایک اجنبی بڑی پھرتی سے اندر داخل ہوا۔ اگر وہ ایک پل کے لئے بھی پچھاپا ہو تا تو کریم نے دروازہ بند کر چکی تھی لیکن اس نے تو اسے اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔
”تم کون ہوو....؟“ کریم نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی ہوئی غرائبی۔ وہ کچھ نہ بولا۔ اس کے سامنے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔
بڑی دلکش شخصیت کا مالک تھا.... بال منہرے تھے.... جھوٹی سی آرٹیکل ڈائری تھی.... باریک تر چھپی ہوئی موچھیں.... آنکھوں پر ریم لیس فریم والی عینک لباس سے نفاست پسندی ظاہر ہوتی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تیس سال رہی ہو گی۔
”ماوزیل.... وان بیگزی....!“ وہ کسی قدر جھک کر بولا۔
لہجہ فرانسیسوں جیسا تھا.... وہ پورپ کی کنی زبانیں بول سکتی تھی اور فرانسیسی تو اچھی خاصی جاتی تھی۔

”تم اس طرح اندر کیوں گھس آئے!“
”مجھے نہیں آنا تھا ماوزیل....!“ اس نے بڑی شاشگی سے کہا۔
”کیوں....؟“
”میں نے وعدہ کیا تھا ماوزیل.... آپ کی ذمہ داری مجھ پر ہے!“
”کیا مطلب....؟“ وہ چونکہ کر پچھے ہٹی۔ کیونکہ یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور آدا سو فیصد عمران کی تھی۔
”چلو.... الحجھ کی ضرورت نہیں....!“ وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔
”پہلے گرم گرم کافی ہیوں گا پھر باتیں ہوں گی!“
”تم نے تو مجھے ڈرایا۔... کچھلی رات جتنے بھیاںک میک اپ میں تھے اس وقت اتنے لگا خوبصورت لگ رہے ہو!“
”خوبصورت....!“ وہ چلتے چلتے رک گیا۔
”میں غلط نہیں کہہ رہی.... بہت بیمارے لگ رہے ہو....!“

"پہلے تم بتاؤ.... کیا یہ رن فلجر بولڈر یہاں موجود ہے!"

"ذہن ہوتا تو میں تم سے اس کے بارے میں کس طرح دریافت کرتا۔!"

کریشن نے ایک طویل سانس لی اور کسی سوچ میں پڑ گئی۔ وہ بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "جسی میں مصیبت بن گئی ہے یہ اسکے بک... میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ اس کے لئے اتنا ٹگا ہو گا۔ لیکن ہنگامے کی وجہ سبھنے سے قاصر ہوں۔!"

"تم نے بتایا تھا کہ یہ تمہارے دادا کے وقت سے تمہارے خاندان میں چلی آ رہی ہے۔!"

"اور یہ جھوٹ نہیں ہے....!"

"مجھے یقین ہے.... لیکن اس ہنگامے کا تعلق دادا کے وقت سے تونہ ہو گا۔!"

"قطی نہیں.... یہ زیادہ پرانی بات نہیں.... دوسرا جنگ عظیم کے خاتمے کے کچھ دنوں کے بعد اس اسکے بک پر یہ نحوست نازل ہوئی تھی۔ میں چھوٹی سی تھی لیکن مجھے اچھی طریقہ ہے اس داقعہ کی تفصیل.... اس وقت بھی آنکھوں میں پھر گئی ہے۔ بڑی طوفانی رات تھی۔ ایسی بارش میری یادداشت میں تو پھر کبھی نہیں ہوئی۔ رات آدمی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ لیکن ایسی طوفان میں نیند کہاں۔ بچے تک جاگ رہے تھے اور بڑوں کے سبھے ہوئے چہرے دیکھ کر دہلے جا رہے تھے دفتارکی نے باہر سے ہمارا دروازہ پینٹنا شروع کیا۔ میرے بابا کا کوئی جگری دوست ثابت ہوا۔ اس کی حالت تباہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا لباس تبدیل کر لیا جا پکتا تو میرے بابا نے بتایا کہ اسے بہت تیز بخار ہے۔ وہ ایک آرام دہ اور گرم کمرے میں لٹایا گیا۔ مجھے اچھی طریقہ ہے کہ اس نے میرے بابا سے کہا تھا کہ وہ ایک اسکے کرنا چاہتا ہے۔ ہم لوگ سمجھے شامندہ دیان بک رہا ہے۔ لیکن پھر بھی میرے بابا اسکے بک اخالائے تھے اور جب وہ اس پر اسکے کچھ کرچکا تھا تو اسی کے کہنے پر میرے بابا نے ہم لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تھا۔ ہم باہر نکلے تھے اور ہم نے دروازہ بولٹ کرنے کی آواز سنی تھی۔ پھر شاید آدمی گھنٹے کے بعد میرے بابا اس کرنے سے برآمد ہوئے تھے اور بے حد سنجیدہ نظر آرہے تھے۔ ادا ب کافی بیٹھو۔!"

وہ اسٹوپ پر سے کیتی اتارنے گی۔

کافی کے دو کپ تیار کر کے وہ بھی ایک کرسی میز کے قریب سبھنچ لائی۔

"کچھ کھانے کو بھی ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"ہاں... ہاں... کیوں نہیں....!"

"میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔!"

وہ ابلے ہوئے جھینکوں کا ایک ذہبی اخالائی۔ کچھ سلاں نہیں بھی تھے۔

"پلو ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ہمارا گھر بھر اہوا تھا....!" وہ کافی کا ایک گھونٹ لے کر کہنے لگی۔ لیکن میں اپنے باب کی

تہاوا لاد تھی۔!"

"تب پھر تین ہی آدمی تو ہوئے.... تم اور تمہارے ماں بابا....!" عمران بولا۔

"نہیں کچھ اور رشتے دار بھی ہمارے ساتھ رہتے تھے۔!"

"غیر بھر حال.... دو دن بعد وہ آدمی مر گیا۔ اور اسی دن سے میرے باب مجھے آرٹ کی

تعلیم دینے لگے۔ یعنی کرو میں سولہ سال کی عمر میں بہت اچھی مصور بن کئی تھی۔!"

"بھلا اس آدمی کے مرجانے اور تمہارے مصور بن جانے سے کیا تعلق....!"

"وہ تو میں یہیں چھوڑ گیا تھا....!"

"کہاں....؟"

"یہیں کچھ میں....!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں....!" وہ چڑ کر بولی۔

کاغذ کی بیکار تھیلیوں اور دوسرا الابلاک نیچے دبی ہوا اسکے بک تو کری سے گر پڑی۔

"عجیب آدمی ہو تو۔!"

"بہت زیادہ اہم چیزیں اسی طرح محفوظ رہتی ہیں کہ انہیں روی کی نظر کر دیا

جائے۔!" عمران نے کہا اور اسکے بک اخالا کے حوالے کر دی۔

"غیر.... غیر.... یہ دیکھو.... یہ اسکے پر کسی کے دستخط نہیں۔ یہ اسکے بیان کے مرنے

والے دوست نے بتایا تھا۔ آڑی تر جھی لکیروں کے ذریعہ ایک پر نہدہ بیان گیا تھا۔!"

"ہاں ہے تو.... اور تم نے ہف رو جو کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔!"

”اوہ تو تم نے پوری بات سنی تھی۔!“
 ”میں دروازے سے کان لگائے رہا تھا۔!“
 ”آخر تمہیں مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو گئی ہے۔!“
 ”گھاؤخی برآ کی وجہ سے۔!“ عمران نے کہا اور کھانے لگا۔ شاید روٹی کا کوئی ریزہ بلا قصد حلنے سے اتر گیا تھا۔

”آخر وہ کیا چکر تھا....!“

”یقین کرو کہ کچھ بھی نہیں..... محض اسی گلوٹے کی حماقت....!“
 ”سیاام نے اس پرندے کی تصویر نمائش میں دیکھی تھی۔!“ اس نے اپنے طرف اشادہ کر کے کہل ”نہیں..... میں نے دھیان نہیں دیا تھا....!“

”وہ اتنی واضح اور جاذب توجہ نہیں ہے اور اسی تصویر کے لئے میں نے اس نمائش میں شرکت کی ہے۔ میرے باپ نے مرتبہ وقت کہا تھا کہ اگر مشرق کے کسی بھی حصے میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش ہو تو اس میں ضرور حصہ لینا اور دوسرا تصاویر کے ساتھ اس تصویر کی ہو بہو نقل اشارہ کر اس کے نمائش میں رکھے جانے پر بھی اصرار کرتا۔!“

”یہ تو بڑی عجیب بات ہے.... بھلا اس تصویر میں رکھا ہی کیا ہے۔ ڈھنگ کا پرندہ بھی تو نہیں معلوم ہوتا۔!“

”بہت ہی عجیب.... دیکھو.... وہی صفحہ کھولو.... یہ دیکھو.... یہ تین لکیریں میزے باپ نے کہا تھا کہ نمائش میں لگائی جانے والی تصویر میں صرف یہ تین لکیریں ضرور چھوڑ دی جائیں۔!
 ”یعنی یہ بھائی ہی نہ جائیں....!“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔
 ”ہاں.... اور تمہیں یہ سن کر خیرت ہو گی کہ اسی شام جب تم سے ملاقات ہوئی تھی کسی نے وہ تینوں لکیریں ٹھیک اسی جگہ بنا دیں جہاں انہیں ہونا چاہئے تھا۔!
 ”یہ کس وقت کی بات ہے.... یعنی ہم سے ملنے سے کتنی دیر پہلے ایسا ہوا تھا۔!“

”یہ تو میں نہیں جانتی.... لیکن شام کو نمائش گاہ میں قدم رکھا تھا جب سے ان لکیریوں کو دیکھتی رہی تھی اور جب تم دونوں مجھے اس انداز میں ملے تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ آدمی تم دونوں ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔!“

”کون آدمی....!“ عمران آنکھیں پھیلایا کر سیدھا پیٹھتا ہوا بولا۔
 ”وہی جس نے تصویر کمل کی۔!“
 ”بھلا کیا بات ہوئی۔!....!“
 ”میرے باپ نے کہا تھا کہ جو تصویر کمل کرے گا اسی سے تمہیں ایک بہت بڑی دولت کی خوشخبری ملے گی۔ تم بہت امیر ہو جاؤ گی۔!“
 ”سلیمان کہہ رہا تھا کہ رات کے کھانے پر صرف سور کی دال ہو گی اسی لئے تو بھاگا بھاگا پھر رہا ہوں۔!“ عمران آہستہ سے بڑھ لیا۔

”کیا کہا۔?“
 ”پکھ نہیں.... یہی سوچ رہا ہوں کہ تمہیں کس طرح خوشخبری دوں۔ کہیں خوشی کے مارے میراہی بارٹ فیل نہ ہو جائے۔!“
 ”پھر تم نے بے تکلی باقی شروع کر دیں۔!“
 ”میں وہ آدمی نہیں ہوں....!“
 ”تو پھر۔?“
 ”میں کیا بتاؤ۔?....! اچھا بیرن فچر بولڈ کی بات کرو۔!“
 ”وہ بھی میرے باپ کے پرانے دوستوں میں سے ہے۔ میرے باپ نے خاص طور پر منع کیا تھا کہ بیرن فچر بولڈ کو اس اپنی اس تصویر کے بارے میں کبھی کچھ نہ بتاؤ۔!“
 ”اور وہ تم سے پوچھتا رہتا تھا۔!“
 ”یقیناً.... وہ جب بھی ملتا میرے باپ کے اس مرحوم دوست کے بارے میں ضرور گفگو کرتا۔ ظاہر ہے اس کی موت کوئی ذہنی چیزی تو نہیں رہی تھی۔ اس کا جنازہ نہارے ہی گھر سے گیا تھا۔!
 ”کیا مر نے والا کوئی بہت بڑا آرٹسٹ تھا۔!....!“
 ”یقین کرو۔... اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی.... البتہ ایک افواہ سنی تھی۔!
 ”کیسی افواہ۔!“
 ”یہی کہ وہ اتحادی بلکوں میں سے کسی کا جاؤس تھا.... اور جنگ کے دوران میں جرمی میں کام کرتا رہا تھا۔!“

”اوہ....!“ عمران نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ ہسکوڑے اور پھر بولا۔ ”نامہ دا ہے۔!
”ماں ڈائل فراڈے۔!“
”ماں ڈائل فراڈے....!“ عمران نے اس طرح دوہرایا جیسے ذہن پر زور دے کر کچھ یاد کرنے
کی کوشش کر رہا ہو۔
”کیوں.... کیا بات ہے....؟“
”کچھ نہیں اب تم آرام کرو.... ویسے تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا اگر میں بھی یہیں رات
بر کروں۔!“
”نن.... نہیں.... مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یقین کرو نہ تو میں تم سے خائف ہوں اور
نہ تم سے متعلق کوئی ناگوار اثر اپنے ذہن پر پاتی ہوں۔!“
”شکریہ۔!“
وہ دونوں بچن سے پھر نشست کے کمرے میں واپس آگئے۔
”وہ آدمی کون تھا جو تھہارے کمرے میں نا را گیا۔!“
”میں اس کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتی جو مجھے پولیس والوں سے معلوم ہوا۔!
عمران کی نظر میلی فون پر پڑی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹول کے قریب آیا اور فون پر کیپن
فیاض کے نمبر ڈائل کئے وہ گھر پر موجود تھا۔
”ہوں تو تم ہو....!“ وہ دوسرا طرف سے غریا۔ ”پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے مل لو.... ورنہ
بڑے خسارے میں رہو گے۔ اب رحمان صاحب کو بھی گھاؤ چبڑا ہو گیا ہے۔!
”بڑی اچھی خبر سنائی تم نے.... کہو تو جو زف کو بھی انہیں کے پاس بھجوادوں۔!“
”ذرا ایک منٹ بھہر و.... کوئی آواز دے رہا ہے۔!“ دوسرا طرف سے فیاض نے کہا اور
عمران نے پر معنی انداز میں سر کو جبنت دے کر فوراً ہی سلسلہ منقطع کر دیا۔
اب دور رحمان صاحب کے نمبر ڈائل کر رہا تھا۔
”ہیلو....!“ دوسرا طرف سے غالباً ایسا کی آواز آئی۔
عمران نے آواز بدلت کر کہا۔ ”کیا رحمان صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!
”آپ کون ہیں....؟“

”گھاؤ چبڑا....!“
”جی....!“
”بڑا کرم ان سے کہہ دیں کہ ان کی کال ہے۔!
”ہو لد آن سیجھے۔!
”خوبی دیر بعد رحمان صاحب کی آواز سنائی دی۔
”تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔!“ عمران بولا۔ ”ابھی آپچھ دیر پہلے فیاض سے معلوم ہوا کہ
آپ کو میری ضرورت ہے۔!
”تم کہاں سے بول رہے ہو....؟“
”ایک میلی فون بو تھے سے۔!
”خود کو فوراً پولیس کے حوالے کر دو....!“
”حکم کی تعییل کروں گا.... لیکن کیا آپ میرے لئے اتنی معلومات حاصل کر سکیں گے کہ
پرندوں کی تصاویر کی نمائش کی تجویز کہاں سے آئی تھی۔!
”کیا مطلب....!“
”میں آپ کو تکلیف نہ دیتا لیکن فیاض تعاون کرنے پر آمادہ نہیں۔!
”کیا بکواس کر رہے ہو....؟“
”معاملہ ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ہے.... سوچ لجھے۔!
”تم کہنا کیا چاہتے ہو۔!
”میرے تعاون کے بغیر کام نہیں چلے گا۔!
”نمائش کا کرتا دھر تاوہنی تھا جو کریم شن کے کمرے میں مارڈا لا گیا۔!
”یعنی وہ فرست سیکریٹری بذات خود....!
”ہاں.... ہاں.... جلدی سے بک چکو....!
”بہت بہت شکریہ....!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ ویسے اسے یقین تھا کہ اس
حرکت پر رحمان صاحب آپ سے باہر ہو رہے ہوں گے۔
اس کے بعد اس نے جولیانا فیشن و اٹر کے نمبر ڈائل کئے اور ایکس ٹوکی آواز میں بولا۔ ”تمہیں

علم ہو گا کہ گرانڈ کے ایک کمرے میں ایک سفارت خانے کے سینکڑی کی لاش ملی تھی۔!

”محظہ علم ہے جناب...!“

”اس کا نام معلوم ہے تمہیں...؟“

”جی ہاں... ولیم گیپر فراڈے تھا...!“

”اس کے خاندان میں کسی مائنکل فراڈے کا پتہ لگانا ہے وہ کون تھا۔ زندہ ہے یا مر گیا۔!“

”بہت بہتر جناب...!“

”تمن گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔!“

”کوشش کروں گی جناب...!“

عمران سلسہ مقطوع کر کے کیپشن خاور کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔

کریمٹن اسے بہت غور سے دیکھے جا رہی تھی اور وہ ایکس ٹوکی آواز میں کیپشن خاور سے کہ رہا تھا۔ ”تمہیں معلوم کرنا ہے کہ پچھلے پندرہ دنوں میں یہ رن فلچر بولڈ نام کا کوئی سوئیڈش بیہاں ابا ہے یا نہیں۔ اس کا موجودہ پتہ چاہئے حیہ بھی۔!“

”بہت بہتر جناب...!“

”صرف تین گھنٹے دیے جاسکتے ہیں۔!“

”میں انہائی کوشش کروں گا جناب...!“

عمران رسیور کھ کر کریمٹن کی طرف مڑا۔ وہ اسے تحریز دہ آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔

”تم آخر ہو کون...؟“

”میں...؟ پتہ نہیں کیا کیا ہوں...!“

”نہیں...! میں نے ابھی محسوس کیا تھا کہ تم کتنی طرح کی آوازوں اور لہجوں میں گفتگو کر سکتے ہو۔!“

”کیا یہ کوئی بڑی بات ہے۔!“

”مائنکل فراڈے کا کیا ذکر تھا۔!“

”کیا تم اس شخص کے نام سے واقف ہو جس کی لاش تمہارے کمرے میں ملی تھی۔!“

”نہیں...!“

”اس کا نام تھا ولیم گیپر فراڈے۔!“

”کیا مطلب....!“

”اور یہ نمائش اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔!“

”نہیں...!“ وہ بوکھلانے ہوئے انداز میں کھڑی ہو گئی۔

”ہاں... اور اب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ماٹکل فراڈے سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتی۔!“

”جونہ سمجھ سکو اس کا بھی تذکرہ ضرور کرو شاہد میں سمجھا سکوں۔!“

”جہنم میں جائے سب کچھ...!“ وہ جھنجھلا کر یوں۔ کاٹھ میں نے اسکے بک سے وہ صفحہ چاہز کر آتش دان کی نذر کر دیا ہوتا۔!

”اس سلسلے میں کچھ اور یاد آ رہا ہو تو مجھے بتاؤ...!“

”کچھ نہیں مجھے نہیں آ رہی ہے۔!“

”گذشت...!“ عمران نے لاپرواپی سے کھا۔

”تم کہاں سوؤ گے۔!“

”بیہاں دو بیڈروم ہیں...!“ تم فکرناہ کرو۔!



صادر بے خبر سوہا تھا لیکن اچاک اس کی آنکھ کھل گئی۔ ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ وہ بے وجہ نہیں جا گا۔ پھر بڑی پھرتی سے اس نے ستر چھوڑ دیا تھا۔

لیکن وہ بیڈروم سے باہر نہ نکل سکا۔ کیونکہ اسے دروازے پر ایک آدمی کھڑا نظر آیا تھا۔ جس کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریو اور کارخ اس کی طرف تھا۔

وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ اس کی فیلٹ بیٹ کا گوشہ پیشانی سے نیچے جھکا ہوا تھا اور گھر کی نیلی روشنی بھی اس میں سے خارج ہوئی تھی۔

”جہاں ہو وہیں نہ ہو...!“ وہ آدمی غریا۔

”کیوں...؟“

”غیر ضروری گفتگو سے پر ہیز کرو...!“

”وقت ضائع نہ کرو....!“ وہ غریا۔
”میا میں لباس تبدیل کر سکتا ہوں۔!“
”نہیں....!“ اس کا الجھ بہت سخت تھا۔
”اچھی بات ہے!“ صدر مردہ سی آواز میں بولا اور پھر دروازے کی طرف بڑھتا نظر آیا۔
وہ تینوں ہی سمجھے تھے کہ وہ دروازے سے گزر جائے گا لیکن وہ اچاک روایا اور والے پر ٹوٹ پڑا۔
بیچہ دو پر اس غیر متوقع تبدیلی سے اضطراری کیفیات کا حملہ ہوا اور وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے
صدر سے چھٹ گئے۔ پھر ان میں سے ایک کاسر دیوار سے نکلیا تھا اور دوسرے کے حلن سے گھٹھی
گھٹھی سی آواز لکھی تھی۔

رویالور والے کا ہاتھ اب خالی نظر آیا۔ پہلے ہی ہلے میں صدر نے اس کے ہاتھ سے رویالور
نکال دیا تھا۔ اتنے میں فون کی گھٹھی بجی اور بیکھی ہی رہی۔

صدر نے اپنے یونچے دبے ہوئے آدمی کو چھوڑ کر رویالور کے لئے چھلانگ لگائی اور اس بارہ وہ
خود ان دونوں آدمیوں کے یونچے دبا ہوا تھا۔ جنہیں کچھ دیر پہلے جھنک چکا تھا۔

تیر اس سے رویالور چھینے کی کوشش کرنے لگا... فون کی گھٹھی بیکھی رہی۔

پھر صدر نے وہاں چوتھے آدمی کی جھنک دیکھی وہ بہت آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا تھا۔
سینہ صدر کی طرف چلا آیا اور اس کے اس ہاتھ پر پیر کھ دیا جس میں رویالور دبا ہوا تھا۔

رویالور پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑی۔ ایسا محسوس ہوا تھا جیسے کلائی کی بڑی ٹوٹ جائے گی۔

بالآخر رویالور اس کے ہاتھ سے ہی نکل گیا۔ اس نے اس کا بیکر اپنی کلائی پر سے بٹتے دیکھا
وہرے آدمی نے رویالور سنبھال لیا تھا اور کلائی پر سے پیر ہٹانے والا فون کی طرف جا رہا تھا۔

”اوہ....!“ صدر کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اب وہ اس آنے والے کا پوری طرح جائزہ
لے سکتا تھا۔ یہ تو وہی کوتاہ گردن اور چوڑے شانے والا آدمی تھا جس سے اس نے وہنہیں دیکھا
جو ہوتا تھا۔

رویالور والے نے صدر کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اٹھا تھا اور تینوں نے اسے زخمیں لے لیا تھا۔
کوتاہ گردن آدمی نے فون کا رسیور اٹھایا اور بولا۔ ”ہلو....!“ میں میں ڈاکٹر سڈلر بول رہا
ہوں.... تمہارا مریض سے کیا تعلق ہے۔ ہاں.... ہاں اس نے فون کر کے مجھے بلایا تھا۔ میں

اب صدر سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے اسے آواز دے کر جگایا گیا ہو۔!

دوسرے کروں سے لوگوں کے چلنے پھرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”میں یہ ضرور جاناچاہوں گا کہ تم کیا چاہتے ہو۔!“ صدر نے کچھ دیر بعد کہا۔

”وانہنہیں کا وہ خط جس پر اس کا پتہ تحریر تھا۔!“

”مجھے ابھی تک نہیں مل سکا۔!“

”بطمین رہو.... اس وقت بھی اس کی تلاش جاری ہے۔!“

”اوہ....!“

تو یہ بات ہے صدر نے سوچا.... لفافہ تلاش کیا جا رہا ہے.... وہ کچھ نہ بولا۔

”تم خاموش ہو گئے....!“ رویالور والے نے اسے چھیڑا۔

”خوش ہو رہا ہوں کہ تلاش کرنے کی زحمت سے بچ گیا۔ یہی بات تھی تو اس کی ضرورت
نہیں تھی!“ صدر نے رویالور کی طرف اشارہ کیا۔

”اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے رکھو....!“

”تم لوگوں کا دماغ چل گیا ہے شاید.... جب میں کہہ چکا تھا کہ پوری طرح تعاون کروں گا تو
پھر یہ سب کیوں....!“

”بہتر ہے خاموش ہی رہو....!“

دفعتاً کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ کھل جانے پر دو آدمی اندر آئے اور ان میں سے
ایک نے آگے بڑھ کر تیز روشنی والا سوچ آن کر دیا۔

اور پھر وہ دونوں ہی کمرے کا سامان اٹھنے پلٹنے لگے۔ صدر خاموش کھڑا ریکھتا ہے۔
ذرا ہی سی دیر میں پورا کمرہ تھس نہیں ہو کر رہ گیا۔

لیکن اس دوران میں صدر نے اندازہ کر لیا تھا کہ ان تین آدمیوں کے علاوہ ہیاں اور کوئی نہیں ہے۔
جب اس تلاش کا سلسلہ ختم ہو گیا تو رویالور والے نے کہا ”اب تمہیں ہمارے ساتھ چلنا پڑیگا!“

”کیوں....?“

”میں اس بحث میں نہیں پڑتا۔“ اس نے رویالور سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

”کہاں چلنا ہو گا....?“

یہاں پہنچا تو وہ مجھے بے ہوش ملا۔ کیا تم اسے بہت قریب سے جانتے ہو۔ ہاں ہاں صدر سعید۔
 پھانک کی نیم پلیٹ پر یہی نام ہے۔ کیا... کیا نام بتایا۔ وان ہیکزوی...؟ تم کوئی بھی ہو خدا را
 لئے چلے آؤ... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ میں تو پولیس کو فون کرنے والا تھا
 پلیز ہری اپ... وہ یہاں بالکل تھا پڑا ہے!“ وہ ریسیور رکھ کر صدر کی طرف مڑا اس کا
 ہونٹوں پر بڑی سفاک سی مسکراہٹ تھی۔

”اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو بے ہوش بن کر بستر پر لیت جاؤ!“ اس نے صدر سے کہا
 صدر کے سر کے زخم کے نالکے شائد کھل گئے تھے کیونکہ بینڈ تج سے خون رنسنے لگا تھا۔
 ”فف.... فون پر کون تھا...؟“
 ”شکار خود ہی جاں کی طرف آ رہا ہے!“
 ”کیا مطلب...؟“
 ”وان ہیکزوی...؟“
 ”صدر نے طویل سانس لی.... اور زبردستی مسکرا لیا۔
 ”چلو... میری جان تو چھوٹے گی...!“ اس نے کہا اور بستر کی طرف مڑ گیا۔
 ”مہربو...!“ وہ آدمی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ صدر رک گیا۔ پھر اس نے تینوں میں سے الک
 سے کہا۔ ”بستر کی اچھی طرح تلاشی لے لو!“
 ”وہ آگے بڑھا اور جیسے ہی تکمیل اٹھا کر صدر کے روی اور پر نظر پڑی۔
 ”خوب...!“ کوتاہ گردن صدر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا لیا۔
 صدر نے لاپرواں سے شانوں کو جنمیش دی اور بستر پر گر پڑا۔ شائد اسے احساس ہی نہیں:
 تھا کہ اس کے سر کا زخم دوبارہ رنسنے لگا ہے۔
 پھر کوتاہ گردن نے اپنے ساتھیوں سے کسی ایسی زبان میں گفتگو شروع کر دی جو صدر
 لئے نہیں تھی۔ وہ تینوں کمرے سے چلے گئے۔
 ”اپنی آنکھیں بند کر لو...!“ کوتاہ گردن صدر کو گھوڑا تاہو بولا۔

”میں تم سے پوری طرح تعاون کروں گا!“ صدر نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔
 دس پندرہ منٹ تک وہ یونہی پڑا رہا۔ پھر قدموں کی آوازیں سنیں لیکن کم از کم یہ مر۔

”تليم...! لیکن سچ بک ماموز میں کریشن کے پاس نہیں ہے!“
 ”ان دونوں کو باندھ لو...!“ نقاب پوش نے ان دونوں سے کہا جو خالی ہاتھ کھڑے تھے۔
 ”شاگی مو سیو شاگی!“ عمران نرم لمحے میں کہتا ہوا چھپے ہٹا۔ وہ دونوں اس پر چھپے تھے۔
 اور پھر صدر بھی نہ دیکھ پلایا کہ کس طرح ایک اچھل کر ریو اور والے پر جا پڑا تھا۔ اور دوسرا
 نقاب پوش پر۔ نقاب پوش لا کھڑایا تھا اور اسے دوسری طرف جھک کر کسی خون خوار بھیز یئے کی
 طرح غرانے لگا تھا۔

صدر کی تظریو اور پر تھی جو اس آدمی کے ہاتھ سے نکل کر الماری کے نیچے پہنچ گیا تھا۔
 لیکن کمرے کا حوال پچھے ایسا سننی نہیں ہوا تھا کہ شاکر ریو اور کسی کو ہوش ہی نہیں تھا۔
 وہ تینوں تواب و انہیکی اور نقاب پوش کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ بڑی عجیب سی پوزیشن
 تھی ان دونوں کی۔ نقاب پوش کے ہاتھ میں ایک چمکتا ہوا خبر تھا اور دونوں ہی اس طرح جھکے
 کھڑے تھے جیسے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے مناسب پہلو تازر ہے ہوں۔

کریشن ہدیانی انداز میں چھپے جا رہی تھی۔ ”ہوشیار.... ہوشیار....!“ یہیرن ہے زندگی بھر
 کھلاندوں اور خبروں سے کھلیتا رہا ہے۔ ”ہوشیار ہوشیار....!“

اسکی آواز کا نپ رہی تھی چیختے کا انداز ایسا تھا جیسے کسی شدید تکلیف کے زیر اثر روئے دے رہی ہو۔
 ”اچھا.... اچھا.... کیتا....!“ نقاب پوش عمران سے توجہ ہٹائے بغیر بولا اور عمران نے
 سیدھے کھڑے ہو کر بے تھاشاہنشاہ شروع کر دیا۔

اتی لارڈ ای سے نہیں رہا تھا جیسے نقاب پوش کے ہاتھ میں خبر کے بجائے فاؤنڈیشن پن ہو اور
 خود اس کے ہاتھ تو پہلے ہی سے خالی تھے۔ اتنے میں صدر کو موقع مل گیا کہ وہ چپ چاپ بستر سے
 انٹھ کر الماری کے نیچے پڑے ہوئے ریو اور پر قبضہ کر لیتا۔

وہ الماری سے پشت لگا کر دہڑا۔ ”اپنے ہاتھ انھاؤ... تم سب....!“
 نقاب پوش بھی سیدھا کھڑا ہو گیا اب وہ اپنے اس آدمی کو گھوڑے جادہ تھا جس کے ہاتھ میں
 ریو اور تھا۔

”یہ کیا ہوا....؟“ اس نے اس سے پوچھا۔
 ”وہ کچھ نہ بولا اور نقاب پوش نے صدر سے کہا۔ ”ریو اور خالی ہے....!“ میں نے آج تک کسی کو

”وانہیکری اس وقت کہاں ملے گا۔!“ ریو اور والے نے پھر کریشن کو مخاطب کیا۔
 ”میں نہیں جانتی.... پچھا دیر پہلے اس نے فون پر مجھ سے درخواست کی تھی کہ اس کے ایک
 بیار دوست کی خیر گیری کے لئے جاؤں... اور سہیں کا پتہ بتایا تھا۔!“

”کیا تمہیں علم ہے کہ پولیس تمہاری ملاش میں ہے۔!“
 ”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔!“

”تم نے ہوٹل کیوں چھوڑا....؟“

”کسی نے میرے ساتھ فراڈ کیا تھا... ایک ہمدرد نے جان بچائی لیکن تم کون ہو....؟“

”اچھ بک کہاں ہے....؟“

”اوہ....!“ وہ دانت پیس کر بولی۔ ”تو تم انہیں لوگوں میں سے ہو....!“

اس نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اتنے میں دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

”اس کے ہاتھ پیر باندھ دو....!“

”وہ دونوں اس کی طرف بڑھے ہی تھے کہ دروازے کے قریب سے آواز آئی۔

”وانہیکری حاضر ہے دوستو....!“

صدر بوكھلا کر انھے بیٹھا۔

عمران آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن اس طرح کہ اس کی پشت دروازے کی طرف،
 ہونے پائے۔

”وہیں ٹھہرو.... اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!“ ریو اور والے نے وہمکی دی۔

”وہ کس خوشی میں میرے دوست....!“

”میں فائز کر دوں گا۔!“

”فائز کی آواز یقینی طور پر باہر جائے گی.... اور تم وہ نہ کر سکو گے جو کرنا چاہتے ہو۔!
 دفعتاً ایک آدمی بھر کمرے میں داخل ہوا۔ لیکن اس کا پورا چہرہ سیاہ نقاب بے ڈکا ہوا تھا۔

صدر نے سوچا کیا فرق پر نقاب سے گردن کی کوتا ہی کہاں چھپ سکی۔

عمران اس کی طرف مڑا۔

”وانہیکری تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔!“ نقاب پوش نے کہا۔

”میر اتم سے کوئی بھگڑا نہیں..... میں یہ بتا دو کہ تم کون ہو....!“

”تم لوگوں کی وجہ سے پولیس میرے پیچھے بھی ہے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”گھاؤنچ بیرا....!“

”کھل کر بات کرو....!“

”کیا تم نے اخبارات میں نہیں پڑھا کریشن کے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے جب اس نے اپنے کمرے میں فرشت سیکر ٹھری فراڈ کی لاش دریافت کی تھی۔!“

”اوہ تو تم عمران ہو....!“

”میں جانتا ہوں کہ تم نے میرے بارے میں ضرور چھان میں کی ہو گی۔!“

”میرے دوست میں تہداری طرف دو تی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں....!“ فلپ بورڈ چک کر آگے بڑھ لے بڑھاتا تو اسی انداز میں تھا جیسے مصافحہ کرنا چاہتا ہو لیکن عمران اگر ذرا سا بھی چوکتا تو اس نے خبر پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔

وہ بھرتی سے نہ صرف باسیں جانب ہنا تھا بلکہ خبر کی نوک سے اس کے بازو پر ہلاکا ساچہ کا بھی لگایا تھا۔ اب تو فلپ بولڈ پاگل ہو گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے عمران کو پیس کر کر دے گا۔

اور عمران اسے پورے کمرے میں دوڑاتا پھر رہا تھا۔ ایک بار اس کے تینوں آدمیوں میں سے ایک نے اس کی کمر تھامنے کی کوشش کی لیکن عمران کی لات اسے منہ کے بل فرش پر لے آئی تھی۔

اکی دوران میں عمران نے جیب سے اعشاریہ دوپائچ کا ایک پستول نکال کر صدر کی طرف اچھال دیا۔ صدر نے اسے ہاتھوں ہی پر روکا اور ان تینوں کو کور کرنا ہوا بیلا۔ اپنی جگہ سے ہلنا بھی نہیں۔!

”جی کہتا ہوں گلا بھی گھونٹ کر ماروں گا۔!“ فلپ بولڈ ہاپتا ہوا غریبا۔

”اگر تھوڑی دیر بعد اس کے قابل رہے تو۔!“ عمران نے اس کی گرفت سے بچنے کے لئے باسیں جانب جست لگاتے ہوئے کہا۔

”مارڈاں گا....!“ وہ جھپٹ جھپٹ کر جملے کرنے لگا۔

کریشن صدر سے کہہ رہی تھی۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ یہ کھیل ختم ہونا چاہئے۔!“

”گولی سے نہیں مارا....!“

اور پھر وہ عمران پر جھپٹ پڑا۔ صدر نے اس کے بیڑ کا نشانہ لے کر فائر کیا۔ اور اس کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ روی الورج مچ خالی تھا۔

عمران نے اسے جھکائی دی اور ہاں سے چلا گکار کر صدر کے بستر پر آیا۔ بقیہ لوگ بڑی افراتفری کے عالم میں دیواروں سے جا لے تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے دو تیڑتے ہوئے کمرے میں گھس آئے ہوں اور ہاں بیٹھے ہوئے لوگ ان کے رگڑوں سے بچنے رہنے کے لئے گوشے عانیت ملاش کر رہے ہوں۔ عمران بستر سے چلا گکار کر میر پر پہنچا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر مسکراتا ہوا بولار ”موسیٰ فلپ بولڈ.... خبر پھینک کر مارنے کی نہیں ہو گی۔!“

”میں گلا گھونٹ کر ماروں گا تھے۔!“

”تم مجھے یہ تو ف نہیں بناسکتے.... تمہارے ہاتھ میں دبے ہوئے خبر کی طرف سے غافل نہ ہونا چاہئے۔“

”خبر.... ہونہہ....!“ اس نے خبر فرش پر ڈالتے ہوئے غوطہ لگایا اور اسی حیرت انگیز پھرتی سے میز الٹ دی کہ عمران کو سنبھلنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ کریشن کے حلقت سے ایک گھنی گھنی سی چیز نکل۔

وہ عمران پر آپڑا تھا۔ اور کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اس کی گرفت میں آجائے۔

”ارے.... ارے.... تم کیسے دوست ہو....!“ کریشن صدر کو جھنجور رہی تھی۔

اس کوشش کے دوران میں عمران کی چھوٹی سی نقی فریض کٹ ڈاڑھی ٹھوڑی سے الگ ہو گئی۔

”کون ہو تم.... بتاؤ....!“ وہ عمران کو دبے ہوئے غریبا۔

”گھاؤنچ بیرا....!“ عمران نے کہا اور پھر زور لگایا ہے تو نہ صرف اس کی گرفت سے نکلے۔

بلکہ اس خبر کو بھی اپنے ساتھ سینتا لیتا چلا گیا جسے کچھ دیر پہلے فلپ بولڈ نے فرش پر پھینکا تھا۔

”تم کون ہو....?“ وہ پھر دہڑا۔

”اب ذرا ہوش میں رہ کر گفتگو کرنا.... خبر میرے ہاتھ میں ہے اور میں ان لوگوں میں ہوں جنہیں کسی بات پر تاؤ نہیں آتا۔... یعنی میں اتنا حمق نہیں ہوں کہ خبر پھینک کر تمہارا گھومنے کی کوشش کروں گا۔!“

"میرادوست بھی کم خطرناک آدمی نہیں ہے۔"

"اُحق ہے....!" کریشن جھنجھلا کر بولی۔ "کنی بار ایسا ہوا ہے کہ وہ اسے گرا سکتا تھا۔"

"اب یہ اس کی تفریق ہے... کوئی کیا کر سکتا ہے؟"

دفعات فلچر بولڈ دیوار سے لگ کر ہانپتا ہوا بولا۔ "تم آخر چاہتے کیا ہو۔!"

"نقاب ہنادو... اپنے چہرے سے!" عمران نے مسکرا کر کہا۔

فلچر بولڈ نے نقاب اتار پھینکی۔

"میں نے غلط تو نہیں کہا تھا....!" کریشن بول پڑی اور فلچر بولڈ نے اسے گھور کر دیکھا۔

چند لمحے اسی طرح گھور تارہ پھر بولا۔ "سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوانے ہے۔!"

"تم کون ہوتے ہو میرے معاملات میں دخل دینے والے!"

"بکواس مت کرو... اگر میں نے دخل اندازی نہ کی ہوتی تو وہ اسکچ بک صاف نکال لے جاتا۔"

"تو تم نے دخل اندازی کی تھی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"ہاں.... میری وجہ سے بھی کچھ بک...!"

"میں کچھ گیا.... تم ہف رو جر کو ملا کر فرازوے کے حالات سے باخبر رہے ہو گے۔!"

"ہاں.... میں نے بھی کیا تھا....؟"

"اور فرازوے کا خاتمہ بھی تمہارے ہی ہاتھوں ہوا ہو گا۔"

"ہاں.... یقیناً....!"

"اب یہ بتاؤ کہ ہف رو جر کہاں گیا....؟"

"میں کیا جانوں....؟"

"عمران...! یہ اپنی سانسوں پر قابو پانے کے لئے وقت گزاری کر رہا ہے۔!" کریشن بھی کر

بولی۔ "اس بار تم اس کے جملے سے نہ ٹھیک سکو گے۔"

اور صدر نے دیکھا کہ کریشن کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی فلچر بولڈ نے ریو اور نکال لایا

تھا۔ یہ خود اس کا ریو اور تھا کچھ دیر پہلے اس کے سکنے کے نیچے سے برآمد ہوا تھا۔ اسے اپنی اس

غفلت پر افسوس ہو رہا تھا کاش کچھ دیر پہلے اسے خیال آیا ہوتا۔!

لیکن اس نے بھی اس کے ہاتھ پر فائز کر دینے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ

نکانہ ٹھیک نہ رہا ہو۔

پھر اسے دوسرا فائز کرنے کی مہلت نہ ملی کیونکہ صدر کا نشانہ خطاب ہوتے دیکھ کر عمران نے فلچر بولڈ پر چھلانگ لگائی تھی۔

اور یہ حرکت قطعی طور پر احتمالہ تھی۔ ہو سکتا ہے کہ خود فلچر بولڈ ہی زدوس ہو گیا ہو۔ ورنہ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اپنے تک عمران کے پیچے سے پہلے ہی کئی گولیاں اس کے سینے میں پوسٹ کر دیتا۔

ریو اور پھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اس بار کریشن نے دوڑ کر ریو اور پر قبضہ کر لیا تھا۔ نہ صرف قبضہ کیا تھا بلکہ دو فائز فلچر بولڈ کی ناگلوں پر جھوک مارے تھے۔

فلچر بولڈ عمران کی گرفت میں لڑکھڑایا۔ اور گھنٹوں کے بل بیٹھے گیا۔

"یہ تم نے کیا کیا....؟" عمران بوکھلانے ہوئے لجھے میں بولا۔ "ابھی چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑیں گے۔"

"پہلے بھی تو ایک فائز ہوا تھا....!" کریشن بولی۔

"احمق وہ اعشار یہ دو پائیچ کا پسول تھا.... آواز عمارت سے باہر نہ گئی ہو گی۔ صدر تم صدر دروازے پر جاؤ.... میں بیہاں دیکھوں گا۔"

صدر اسے پسول تھا تھا ہوا کرے سے نکل گیا۔

فلچر بولڈ فرش پر دوز انو بیٹھا۔ کریشن کو خون خوار نظر وہ سے گھورے جا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نہیں تھے۔

دفعات عمران نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ "ماں یکل فرازوے اور اس فرازوے میں کیا تعلق تھا۔!"

"بھی نہ بتاؤں گا.... اب تو میرے ساتھ یہ راز بھی موت کی آغوش میں جائے گا!" فلچر بولڈ لکھنے کے کی طرح غرایا۔

"میں تمہیں مر نے نہیں دوں گا میرے محظوظ....!" عمران نے خالص رو میڈک انداز میں کہا اور احتکوں کی طرح کریشن کی شکل دیکھنے لگا۔

"یا پھر اس کی ایک صورت اور بھی ہو سکتی ہے۔! وہ کہا ہے بغیر بولتا رہا۔" میں جانتا ہوں کہ تم پولیس کے لئے بھی کام کرتے ہو اور مجرموں کے لئے بھی۔ اگر مجھ سے تعاون کرو تو فائدے میں

دو دن فلچر بولڈ وہاں آرام کرتا رہا پھر ایک رات عمران وہاں پہنچا اور معاملہ کی بات شروع ہوئی۔
کریشن بھی وہاں موجود تھی۔

”تم کیا سمجھتی ہو... ماں یکل فراڑے کون تھا....؟“ فلچر بولڈ نے کریشن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
وایک آرام کر کی پر شم دراز تھا.... لیکن اس کے چہرے سے نقاہت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔
”وایک آرٹسٹ تھا.... اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی!“

”ہونہے....!“ وہ طنزیہ انداز میں مسکرا لیا چند لمحے سر ہلا تارہا پھر بولا۔ ”وہ تمہارے باپ کا
اور میر امشتر کہ دوست تھا۔ لیکن تمہارا باپ اسے صرف ایک آرٹسٹ کی حیثیت سے جانتا تھا!“
”اور تم....؟“ عمران نے پوچھا۔

”یہ صرف میں جانتا تھا کہ وہ اتحادیوں کا جاؤں تھا اور دوسری جنگ عظیم کے دوران میں
برلن میں کام کرتا رہا تھا!“

”یہ بات تو مشہور تھی ہی.... صرف تم کیا جانتے تھے!“ کریشن بولی۔

”لیکن یہ تو میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ کچھ دنوں کے بعد وہ صرف اپنے مفاد کے
لئے کام کرنے لگا تھا۔ اس نے بہت بڑی دولت سیمی تھی اور اسے کہیں چھپا دیا تھا!“

”اوہ نہے.... مجھے اس سے کیا سر و کار ہو سکتا ہے!“ کریشن نے لاپرواہی سے کہا۔
”پھر کیوں دوڑی آتی تھیں....؟“

”میرے باپ کی وصیت مجھے یہاں لائی تھی....! انہوں نے کہا تھا جب بھی کسی مشرقی
ملک میں پرندوں کی تصاویر کی نمائش ہوا اس میں ضرور حصہ لینا اور دوسری تصاویر کے ساتھ
نا یکل کے بنائے ہوئے اسکے کی نقل ضرور رکھنا!“

”ہوں تو پھر....؟“

”انہیں کی ہدایت کے مطابق تصویر میں مجھے کچھ لکیریں چھوڑ دیتی تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ جو
خوش بھی ان لکیریوں کا اضافہ اس نقل میں کر کے گا میرے لئے خوش نصیبی کا پیام بر ثابت ہو گا!“
”ہوں....!“ وہ پر معنی انداز میں سر ہلا کر رہا گیا۔

”لکیریں تو بلاشبہ کسی نے بنائیں.... لیکن میں نہیں جانتی کہ میرے لئے خوش نصیبی کا وہ
بیان بر کون تھا!“

رہو گے۔ یہ لڑکی تو پاگل ہو گئی ہے۔ اگر اس نے وہیں مجھے بتا دیا ہوتا کہ ماں یکل مرنے سے پہلے کوئی
اٹکھنا گیا ہے تو اس کی نوبت ہی نہ آنے پاتی۔ میں اس کے حصے کا ضرور خیال رکھتا!“

”کیا حصہ.... کیا مطلب....؟“ کریشن چوک کر بولی۔

”بھولی نہ ہو....!“ وہ غریباً۔ ”کیا تم جانتی نہیں تھیں کیا فراڑے نے تمہیں خط نہیں لکھا تھا!“
”نہیں.... یہ جھوٹ ہے.... اس کی لاش ہی دیکھی ہے میں نے اور پولیس اور لوں سے اس کا
نام معلوم ہوا تھا!“

”خیر مجھے اس کی پرداہ نہیں کہ تم کچھ کہہ رہی ہو یا جھوٹ.... میری مدد کے بغیر وہ اسکے
بک بیکار ہے!“

”سنو.... بیارے....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اسکے بک میرے پاس ہے لیکن جب تک
میں اس کی کہانی اور اہمیت سے واقف نہ ہو جاؤں تمہیں اس کی ہوا بھی نہ لگئے دوں گا!“

”میں بہت زیادہ دیر تک اس پوزیشن میں نہیں رہ سکتا۔ خون خلائق ہو رہا ہے۔ پہلے اس کا
انتظام کرو۔ اس کے بعد میں کچھ بتاؤں گا!“

پھر سب خاموش ہو گئے تھے.... کچھ دیر بعد صدر و اپنی آیا۔ اس نے بتایا چاروں طرف
نانے کاراج ہے۔ کسی نے بھی فائروں کی طرف توجہ نہیں دی۔

”انہیں مہماں خانہ نمبر پانچ پہنچانا ہے۔ وہاں اس زخمی کی دیکھ بھال بھی ہو سکے گی۔ تم ان
تینوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو!“ عمران نے صدر سے کہا۔



مہماں خانہ نمبر پانچ.... ظاہر ایک دیہی ہسپتال تھا لیکن حقیقتاً ایکس ٹو کے کارندے نے یہاں
مختلف قسم کے کام انجام دیتے تھے۔ ڈاکٹر ملٹری کی سیکریٹری سروں کا آدمی تھا۔ دن بھر آس پاس
کے دیہا توں کے لوگ وہاں معالجے کے لئے آتے رہتے اور عمارت کے دوسرے حصوں میں
ایکس ٹو کے کام بھی جاری رہتے۔

ڈاکٹر نے فلچر بولڈ کا آپریشن کر کے گولیاں نکال لی تھیں اور اب وہ وہیں ایک کمرے میں
آرام کر رہا تھا۔ کریشن اور صدر بھی بھیں تھے۔ فلچر کے تینوں ساتھیوں کو ایکس ٹو کے ان
کوارٹر میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں قیدی رکھے جاتے تھے۔

”وہ گیسپر فراڑے تھا.... چور.... اور بالآخر وہ میرے ہاتھوں مارا گیا جاتی ہو.... وہ تمہاری اسکچ بک چالے جانے میں کامیاب ہو جاتا اگر میں نے اس پر نظر نہ رکھی ہوتی!“
”اوہ.... تو وہ فرست سیکرٹری....!“

”ہاں.... وہ ماںکل فراڑے کا بیٹا تھا.... اب یہ بات پوری طرح سمجھ میں آئی کہ ماںکل فراڑے نے تم سب کو دھوکہ دیا تھا۔!“

”اب تم مجھ سے بات کرو....!“ عمران نے اسے اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔

”ہاں.... آں.... تم غالباً مجھ سے یہی پوچھنا چاہو گے کہ کون سی بات پوری طرح میری سمجھ میں آئی ہے۔!“

”سبھو دار آدمی ہو....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”اچھا تو سنو....! میرے علاوہ اور کوئی اس سے واقف نہیں تھا کہ ایک بڑا خزانہ ماںکل کے ہاتھ لگا ہے۔ کیونکہ میں اس خزانے کے حصول میں اس کا معاون تھا۔ لیکن اس نے مجھے اس کی ہوانہ لگنے دی کہ اس نے اسے دوبارہ کہاں چھپایا ہے۔ وہ خزانہ دراصل ایک مالدار یہودی کا تھا جسے تازیوں نے موت کے گھاث اتار دیا تھا وہ مجھے تسلیاں دیتا رہا کہ جب حالات موافق ہوں گے خزانہ حاصل کر کے ہم درابر حصوں میں بانٹ لیں گے۔!“

وہ خاموش ہو کر کریمین کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اسے ہی مخاطب کر کے بولا۔ ”جانی ہوں رات وہ کہاں سے تمہارے گھر پہنچا تھا۔ نہیں شاید یاد نہ ہو۔ تم بہت چھوٹی تھیں۔ کتنی بھی اک اور طوفانی رات تھی۔!“

”مجھے یاد ہے....!“ کریمین بولی۔

”ئی دن سے میرے یہاں مقیم تھا اور اس رات چوروں کی طرح نکل بھاگا۔ دن میں اس نے اپنے بیٹے کو ایک خط لکھا تھا۔ اسی گیسپر فراڑے کو جس کی لاش تمہیں اپنے کرے میں ملی تھی۔!“

”وہ چوروں کی طرح نکل بھاگا تھا....!“ عمران نے پوچھا۔

”بیمار تو تھا ہی میں اس پر زور دے رہا تھا کہ وہ مجھے اس خزانے کا پتہ بتا دے اگر وہ مر بھی گیا تو میں بڑی ایمان داری سے آدھا خزانہ اس کے بیٹے تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔!“

”کیا تم نے وہ خط دیکھا تھا جو اس نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا۔!“

”نہیں.... میں اس کی طرف سے بے اطمینانی میں بٹلا نہ تھا ورنہ اسے حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرتا۔ اس نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگلے دن مجھ کو سب کچھ بتا دے گا۔ لیکن رات ہی کو نکل بھاگا اور پھر اس وقت تک مجھے اس کا سراغ نہیں مل۔ سما تھا جب تک کہ جتنازے کی نوبت نہیں آگئی تھی۔“

کچھ دیر کے لئے کمرے کی فضائ پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ پھر فلخر بولڈ ہی بولا۔ ”میرا دعویٰ ہے کہ اس نے کریمین کے باپ کو بھی دھوکہ دیا ہو گا۔ اس نے ظاہر ایک پرندے کا اسکچ کیا تھا لیکن اس میں اس خزانے سے متعلق تفصیل اور اس کا پورا اپتہ پوشیدہ ہو گا۔ ورنہ تم خود سوچو اگر اس کے بیٹے نے کریمین کی بیانی ہوئی نا مکمل تصویر چند لکیروں کا اضافہ کر کے مکمل کی تھی تو پھر اسکچ بک چانے کی کیا ضرورت تھی۔“

”تمہارا خیال ہے کہ اس اسکچ بک میں اس کے کئے ہوئے اسکچ کے علاوہ کوئی پوشیدہ تحریر بھی ہو سکتی ہے۔!“

”ہاں میں بھی کہنا چاہتا ہوں.... ماںکل فراڑے پوشیدہ تحریر کا ماہر تھا۔ ہزار طرح کی تحریریں خود اس کی ایجاد تھیں۔ اس نے میرے گھر سے اپنے بیٹے کو جو خط پوشت کرایا تھا اس میں کچھ اشارے اسے لکھ بھیجے ہوں گے ایسے اشارے کہ جنھیں میں بھی نہ سمجھ سکوں اور بقیہ کام کی تکمیل اس نے کریمین کے گھر پہنچ کر کی ہو گی۔ وہ بہت زیادہ بہادر تھا زندگی سے ناامید ہو گیا تھا۔!“

”تو تمہاری دانست میں اس نے جو خط تمہارے گھر سے لکھا تھا اس میں محض یہ اطلاع تھی کہ ”کوئی یادداشت کریمین کے گھر چھوڑے گا اسے چاہئے کہ وہ کسی بھی مشرقی ملک میں پرندوں کی قصادر یہ کی نمائش منعقد کرائے اور بتائے ہوئے طریقوں سے اسکچ بک اڑائے۔!“

”ہاں میرے ایکی خیال ہے....؟“ فلخر بولڈ نہ اسمانہ بن کر بولا۔ ”وہ بے حد سور تھا اچھا خابسا مصور بھی تھا اور کیمیا دانی میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ نظر نہ آنے والی تحریریں بھی اس کے لئے ناممکن نہیں تھیں۔!“

”اسکچ بک کچھ عرصہ تمہارے پاس بھی تو رہی ہے....! کیا تم نے اس میں کوئی خفیہ تحریر تلاش کرنے کی کوشش کی۔!“ عمران نے پوچھا۔

”تلاش کی تھی....! نہیں مل سکی اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ خفیہ تحریر اس کے کوئاں

کسی حصے میں ضرور پائی جائے گی۔!
عمران تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اچھی بات ہے تم آرام کرو.... جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو دونوں مل کر خزانہ تلاش کریں گے۔!
”میری ایک بُک و اپس کردو....!“ دفتاری میشن نے اس سے غصیلے لمحے میں کہا۔
”میرے ایک دوست کے پنچے نے اس پر پیشتاب کر دیا تھا۔ دھونے کی کوشش کی گئی تو بالکل صاف ہو گئی۔!
”تم جھوٹے ہو.... لاو میری ایک بُک!“ وہ اس کے کوت کا کالر پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی چینی۔

◆

شیا کی سانگرہ کا جشن برپا تھا.... مہمان جو حق درجوق تھا ناف لے کر آرہے تھے۔ اس کے سامنے والی میز پر تھا ناف کے ذمہ لگتے رہے۔
دفتاری عمران ہال میں داخل ہوا۔ ہیئت کذالی وہی تھی جس پر رحمان صاحب کو سب سے زیاد تاؤ آتا تھا۔ یعنی زرد قمیض نیلی پتوں اور سرخ نائی۔ پیروں میں بے داغ سفید جوتے تھے۔
اور چہرے پر حماقتوں کا عالم تو پوچھنا ہی کیا۔ ایسا لگتا تھا یہی اتنے بڑے مجمع کو دیکھ کر بوکھلا گیا ہو۔
سید حار حمان صاحب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
وہ چوکے تھے اور اسے ایسے ناخوشگوار انداز میں دیکھتا تھا یہی ابھی انھیں گے اور فون کر کے پولیس کو طلب کر لیں گے۔

عمران نے بڑے ادب سے جھک کر اپنا تحفہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔
”کیا ہے....؟“ رحمان صاحب نے جھلا کر پوچھا۔
”تھی.... تھنے....!“ عمران ہکلایا۔
”تو مجھے کیوں دے رہا ہے۔!
”کنیفو شس نے کہا ہے کہ میں نے آج تک کوئی ایسا احمد نہیں دیکھا جو درخت کی جڑ میں پانی دینے کی بجائے اس کے چپوں پر چھڑ کاڑ کرتا ہو۔!
”کیا کواس ہے....؟“

”شیا کو تحد دینے سے کیا فائدہ۔!

”کیا ہے اس میں....؟“
”اگھا تو بُجھ بُرا۔....!
”وھے دلو اکر نکلوا دوں گا۔!
”تو میں اپنے ساتھ اس مجرم کو بھی واپس لے جاؤں گا جس نے ولیم کیسپر فراڈ کے کو قتل کیا
تم اور جس نے بھر و جر کو بھی ٹھکانے لگایا۔!
”کیا وہ بھی قتل کر دیا گیا۔....!
”چار نا معلوم آدمیوں سمیت....!
”کیا لاشیں ملی ہیں....?
”قاتل نے لاشیں غائب کر دی ہیں۔!
”کون ہے قاتل....?
”شاید آپ یقین نہ کریں کیونکہ وہ سرکاری مہمان ہے۔!
”صف صاف کہو.... نہیں شہر و.... یہاں نہیں.... میرے ساتھ آؤ۔!
وہ اسے ایک دور افتادہ کر کے میں لائے۔
”اب بتاؤ....!
”ایک سو یہش چیف آف پولیس.... پیرن فلچر بولٹ....!
”نہیں....!
”یقین کیجئے.... اس کے اعتراضات میں نے ٹیپ کر لئے ہیں۔!
اور پھر اس نے جلدی جلدی پوری کہانی دہرا دی۔
”میرے خدا۔....!“ رحمان صاحب سر تھام کر بیٹھ گئے۔
عمران نے کاغذ میں لپٹا ہوا تحفہ نکلا۔
”اور یہ اگھا تو بُجھ بُرا۔....!“ اس نے فرمی کی ہوئی تصویر ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”اس تصویر کی اڑان ملاحظہ کیجئے.... جوزف کی کھوپڑی سے طلوع ہو کر یہاں غروب ہوئی ہے۔!
”اگر یہ تھا ہے کہ پیرن فلچر بولٹ ان حرکتوں کا ذمہ دار ہے تو بڑی دشواریاں پیش آئیں گی وہ
کاغذ سرکاری مہمان ہے۔!

”آپ جائیں... میں نے اپنا کام پورا کر دیا!“

”وہ کہاں ہے....!“

”بس اسے قیدی ہی سمجھئے... جہاں بھی ہے وہاں سے نکل نہیں سکتا!“

”اور وہ اسکچ بک....؟“

”میرے پاس ہے.... وہ بھی پیش کروں گا!“

”کیا تم نے اس میں کوئی خفیہ تحریر تلاش کر لی ہے!“

”جی ہاں.... اور اس تحریر کی کنجی اسی اسکچ میں موجود ہے۔“ پچھے لکیریں اس طرح پیچنگی کی ہیں اس میں کہ انہیں ترتیب دینے سے دولظ بنتے ہیں۔ ”گہرادھواں“ بس میں نے اس صفحے کو گمراہ دھواں دکھایا۔ تھوڑی ہی دیر بعد صفحے کے سادہ حصوں پر حروف ابھرنے لگے۔ ملاحظہ فرمائیے!“

” عمران نے پہنچ بیگ سے اسکچ بک نکال کر وہی صفحہ کھولا۔

رحمان صاحب اسے بغور دیکھتے اور سر ہلاتے رہے۔ پھر کچھ دیر بعد بولے۔ ”فوری طور پر اس میرے محلے کی حوالات کے سپرد کرو اور اس لڑکی کو بھی۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ گیئر نے نمائش والی تصویر مکمل کیوں کی۔ لڑکی کے کروں میں جا کر چپ چاپ اسکچ بک تلاش کر لیتا!“

”میری دانست میں یہ حرکت لڑکی کو نمائش ہی میں رو کے رکھنے کے لئے کی گئی تھی۔ تاکہ وہ اس کی عدم موجودگی میں اطمینان سے اس کے سامان کی تلاشی لے سکے۔ ظاہر ہے کہ لڑکی اس تصویر کو اس شام کو مکمل پا کر دیں تو اس آدمی کا انتظام کرتی جو اس کے لئے خوش بختی کا یام لانے والا تھا۔ لیکن ہبھیات....! وہ شب تاریک کا بچہ بیچ میں آکوادا اور سارا معاملہ گھاؤخ بہرا ہو کر رہ گیا!“

”بکومت.... اب یہ نام میرے سامنے نہ دہراتا!“

”لیکن تصویر تو آپ ہی کو رکھنی پڑے گی.... اگر میں اپنے گھر لے گیا تو مجھ ساری زندگی اس اندھے کی لاٹھی بنارہنا پڑے گا!“



کر سٹن غصے سے سرخ ہو رہی تھی اور عمران اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے پہلے بھی بیٹھ پکا ہوا اور مستقل قریب میں بھی بیٹھ جانے کے امکانات ہوں۔

پیشہر س

”گیارہ نومبر“ حاضر ہے! اس نام سے متعلق مجھے کئی خطوط بھی
موصول ہوئے ہیں اور لوگوں سے زبانی بھیں بھی ہوئی ہیں۔!

ایک صاحب نے کہا نام سے قطعی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کوئی
جاوسی ناول ہے۔ میں نے کہا ناموں سے کچھ نہیں ہوتا مثلاً آپ
کے ”نصف بہتر“ عاقل و فہیم کہلاتے، لیکن صورت سے بالکل چند
معلوم ہوتے ہیں اور آپ سینکڑوں بار مجھ سے ہی ان کی بد عقلی کا
رونا روچکی ہیں! اس پر وہ بھڑک اٹھیں۔ میں نے عرض کیا لیکن حقیقت
ایسا نہیں ہے۔ جتنا وہ کماتے ہیں اس کے پچھتر فیصلہ کی آپ کو ہوا
بھی نہیں لگنے دیتے اور احباب میں آپ کی فضول خرچیوں کا رونا
روتے پھرتے ہیں۔!

بہر حال آپ کہانی پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ یہی نام
مناسب تھا یا نہیں۔!

اب آئیے بے چارے مصنف کی طرف کہ اُسے بہت دونوں
کے بعد پھر وہی پرانا مرض لاحق ہو گیا ہے، لیکن اس بار بغلہ بھاشا
میں ہوا ہے یعنی مشرقی پاکستان کے دو پبلشروں نے میرے کچھ
ناولوں کا بغلہ ترجمہ چھالپا ہے اور اس پر میرے نام کی بجائے ”مراد
پاشا“ اور ”آلک باری“ رسید کر دیا ہے۔ یعنی اردو میں تو صرف
چوریاں ہی ہوتی تھیں، لیکن بغلہ میں تو ڈاکہ پڑا ہے مجھ پر!

گیارہ نومبر

(مکمل ناول)

اک باری صاحب نے عمران سیریز کے "بھائیک آدمی" کو زخم کیا ہے اور مراد پاشانے شعلوں کے پورے سیٹ پر دھاوا بول دیا ہے! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہی غریب کیوں ایسوں کے ہتھے چڑھتا ہے۔ (اسے صرف تجسس عارف کہتے ہیں)

ان پبلشروں کے خلاف قانونی کارروائی کی جارہی ہے اور انشاء اللہ انہیں کراچی ہی کی عدالت میں حاضر ہونا پڑے گا۔

ناہ ہے کہ کراچی میں کوئی گجراتی اخبار عمران سیریز کا کوئی ناول نہ صرف چھاپ رہا ہے بلکہ کرداروں کی ایسی قلمی تصاویر بھی وہ اخبار میں چھاپ رہا ہے جنہیں دیکھ کر بعض "عمران پسند" آپ سے باہر ہو گئے ہیں! قلمی تصاویر وہ اخبار چھاپ رہا ہے اور سلواتیں مجھے سنن پڑ رہی ہیں۔ یہ دوسرا امر ضریب ہے جو مجھے ہی لاحق ہوا ہے۔

اب آپ مشورہ دیجئے کہ عدالتی کارروائی مناسب رہے گی یا گندے تعویذ کروں!۔
خرجی دونوں میں ہوتا ہے، لہذا آپ خرچ کی پرواہ نہ کریں۔
مجھے اپنے مشوروں سے مالامال فرمائیں۔

ورنہ آپ جانتے ہیں کہ میرے کرداروں پر ناول لکھنے والوں کی تعداد تو اب گندے تعویذ کی دسترس سے بھی نکل کر نائیفون اور ڈی ڈی ٹی کی حدود میں داخل ہو گئی ہے۔

والسلام

ابن صحفہ

دوسروں کا خیال تھا کہ اُس نے آم کی گھٹھی شرارٹ اس جگہ پھیکی تھی۔ لیکن عمران بڑی بڑی
فتیں کھا رہا تھا انہیں یقین دلا رہا تھا کہ ان کا خیال غلط ہے۔

"در اصل یہ آم...!" اس نے بڑی عقیدت مندانہ انداز میں کہا۔ "مجھے ایک پیر صاحب نے تھفتاً بھجوایا تھا.... میں سوچ رہا تھا کہ گھٹھی کہیں دفن کر دوں...! اس لئے سڑک پار کر رہا تھا کہ وہ ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔ جب سے سائیکلو لوجیکل ریسروچ کا کارخانہ کھلا ہے..... طبیعت تصور کی طرف زیادہ مائل رہتی ہے!"

"کچھ بھی ہو...! لیکن اس بیچاری کے چھوٹ آتی ہے۔!" صدر بولا۔

"لیے مترک آم کی گھٹھی پر پیر پڑے گا تو چھوٹ تو آئی ہی ہوئی۔ اپر صاحب کا تھنڈھ مھا۔!"

"گھٹھی سڑک پار کرنے کے بعد گرگی تھی۔!" نعمانی نے کہا۔

"اللہ کی مرضی....!" عمران نے لاپرواٹی سے کہا۔

"وہ خصوصیت سے سامنے والے مکان کی ٹھیکی سیر ہی پر گرائی گئی تھی...!" تویر عمران کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غریبا۔

"مشیت ایزوی...!" عمران نے تھنڈی سانس لی۔

"اور وہ بیچاری بیووش ہو گئی تھی گرتے ہی...!" نعمانی بولا۔

"مر بھی جائے تو اللہ کی مرضی میں کے دخل....!" عمران کرملہ۔

"تم غفریب پاگل ہونے والے ہو...!" تویر نے آنکھیں نکالیں۔

"پرانی خبر ہے... غالباً ایک سال پہلے کی...!" عمران بولا۔

لدنبر 16

97

گیارہ نومبر

ایک بات تاتے جاؤ....! اس نے کہا۔ ”بات سانے کی ہے.... اگر اس کے متعلق ہم یہ بھی پوچھ گئے ہوئی تو۔!

”آم کی گھٹلی زیر بحث نہ آنے پائے!“ عمران نے خنک لبجے میں کہا۔
”وہ تو ضرور آئے گی۔!“ تویر مٹھیاں بھیجن کر بولا۔

”تو پھر اپنا شر بھی دیکھ لینا....!“ اس نے اسے دھکا دے کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا اور
ذر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر نکل گیا۔
صادر کی گاڑی قریب ہی کھڑی تھی۔

”مجھے ٹپ ناٹ کلب لے چلو....!“ اس نے اس سے کہا۔
صادر خاموشی سے اشیزگ سنبھال کر بیٹھ گیا.... دوسری طرف کا دروازہ کھول کر عمران
اس کے قریب آبیٹھا۔

گاڑی چل پڑی اور صادر بولا۔ ”بعض اوقات....!
”میں بالکل دیوانہ معلوم ہوتا ہوں۔!“ عمران نے جملہ پورا کر دیا۔

”آخر یہ سب کیا تھا....?
”اہمی تو کچھ بھی نہیں تھا....!

”لیکن....!“ صادر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔... اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔
”میرے خیال سے کوئی اور ذکر چھیڑو....!“ عمران نے بڑے خلوص سے مشورہ دیا۔
”لیعنی وہ مرگی.... اور آپ....!
”جی ہاں.... میں اس کا سوگ منانے کو زندہ بیٹھا ہوں.... سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگ

راتستے خدا ترس کوں ہو گئے ہیں.... آہا سمجھا.... سائیکلو جیکل ریسرچ کے کارخانے میں
نہ ہوئے ہیں نا..... اللہ رحم کرے دوسرے ممالک کے نفیات کے طالب علم ورڈز ور تھے بنتے
اویم تمیز بننے ہیں یونگ بننے ہیں ایڈر بننے ہیں لیکن ہبہات یہاں کے ماہر نفیات لوگوں کی
میتوں کا تجزیہ کرنے بیٹھتے ہیں اور انہیں ولی اللہ ثابت کردینے کے بعد سوچتے رہ جاتے ہیں کہ
وہ کیا چیز ہیں۔ ملک کے سارے بڑے افراد کو ان سے رجوع لانا چاہتے ہیں۔!

”رجوع کرتا....!“ صادر نے صحیح کی۔

انتے میں چپر ای اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کے آثار تھے۔
چوہاں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا بات ہے۔!

”صاحب مر گیا....!
”کون مر گیا....!

”وئی....! میم صاحب جو اور زینوں سے گرا تھا۔!
”نہیں....!

”ہاں صاحب.... اُسے اور ہسپتال لے جاتا تھا راستے میں مر گیا۔!
”کیسے معلوم ہوا....?

”اس کا نوکر بتایا....!
”تو تمہیں کیا پریشانی ہے.... جاؤ اپنا کام کرو....!
”عمران نے غصیلے لبجے میں کہا اور وہ

چاپ باہر نکل گیا۔

اب وہ سب خاموشی سے عمران کو گھوڑے جارہے تھے۔

دفعہ عمران نے صادر کے شانے پر ہاتھ روک کر کہا ”آؤ چلیں۔!
”صدر تو بے چون وچ اٹھ گیا تھا لیکن تویر نے اس کی راہ روک لی۔

”کیا مطلب....?
”عمران اسے نیچے سے اوپر تک گھوڑا ہوا بولا۔

”تمہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔!
”تویر نے دانت پیسے۔

”رشتہ داری تھی تمہاری۔!
”یہ تو پھانسی کے تختے ہی پر معلوم ہو گا۔!

”بھائی آزر یہی مجریت ہو گے ہیں کیا....?
”عمران نے صادر سے پوچھا۔

”سامنے سے ہٹ جاؤ....!
”صدر نے تویر کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اس طرح تم ایک مجرم کو فرار ہونے میں مدد دے رہے ہو۔!
”عمران نے ان سب کو باری باری سے بغور دیکھا اور بولا۔ ”شاہد میری عدم موجودگی
یہاں چرس نوشی ہونے لگی ہے۔

جوہاں بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب آکھڑا ہوا۔

”رجوع لانا صحیح ہے.... اب تم زبان پر بحث کرو گے.... تمہاری پچھلی نوکری پر والے بھجوادوں گا۔... یاد رکھنا میں نے بھی تھوڑی سی نفیات پڑھی ہے!“

”اچھا بھی بتا دیجئے کہ یہ سائیکلو جیکل ریسرچ کا ادارہ کیوں قائم کیا گیا ہے....؟“
”یہ اپنے چیف ایکس ٹو سے پوچھو....!“

”میرا خیال ہے کہ داشت منزل کے بعد یہی ہیڈ کوارٹر بنے گا۔ عمارت میں توسعہ ہو رہی ہے!“

”بس مجھے اب اللہ اللہ کرنے دو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر درویشانہ شان سے بولا۔ صدر
پکھنے بولا۔ لیکن الجھن بدستور قائم رہی۔

بچھے ماہ انہیں ایکس ٹو کی طرف سے ”تیظیم نو“ کا حکم ملا تھا۔ اور اسی کے مطابق یک در

سردس کے مبرووں نے ایک مجوزہ عمارت پر ”ادارہ تحقیقات نفسی“ کا بورڈ لگایا تھا۔
مختلف شعبوں کے منتظمین کی حیثیت سے وہ اس عمارت میں بیٹھنے لگے تھے۔ وہیں اپنا

منزل پر ان کے لئے رہائشی فلیٹ بھی موجود تھے۔
لیکن صدر کو اس سے الگ رکھا گیا تھا۔ وہ جہاں پر تھا وہیں مقیم رہا۔ کبھی کبھی عمران ن

اوے ساتھ لے کر اس طرف بھی آنکھا تھا۔ آج بھی یہی ہوا تھا۔... عمارت کے سامنے سڑک کے پار دوسری عمارت تھی شاہزادہ

مارت کی طرف وہ لوگ توجہ بھی نہ دیتے۔... لیکن وہ لڑکی جو اس عمارت کی اوپری منزل
رہتی تھی بڑی پر کشش تھی۔!

وہ کبھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔... ٹھیک پانچ بجے شام کو وہ زینوں پر دکا
دیتی۔... کہیں باہر جاتی تھی۔... لیکن واپسی کا علم کسی کو نہ ہوتا۔... جب سے وہ اس عمارت

آئے تھے انہوں نے لڑکی کے معمول میں کوئی فرق نہیں دیکھا تھا۔
وہ کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی تھی۔... اس عمارت کے قلیوں میں کئی غیر

گھرانے آباد تھے۔ جو لیانا فلز و اڑ نے اس لڑکی کی قومیت کا اندازہ لگایا تھا اس کا خیال تھا کہ وہ اطاalloی ہے۔
لیکن عمران نے کہا تھا کہ ہر خوبصورت لڑکی میں الاؤای حیثیت رکھتی ہے۔ اس کو کیا؟

قوم کے لئے مخصوص کردینا غیر سائنسی فیک حرکت ہے۔!

پھر اس نے شائد اسے کسی قسم کے سائنسی نکتہ نظر سے دیکھا شروع کر دیا تھا کیونکہ اس کے بعد سے ریکھنے کے لئے اس کے ہاتھوں میں ہمیشہ دور بیٹھتی ہوتی۔

اور پھر یہ واقعہ پیش آیا۔

صدر کی الجھن بڑھتی رہی۔... اور وہ بالآخر ٹپٹاپ کی کپڑا نہ میں داخل ہوئے صدر گاڑی کو پار لگ شیڈ کی طرف لیتا چلا گیا۔

”مگر“ عمران گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ ”اب تم دیکھو گے کہ پیر صاحب کا آم کتنا کرما تھا۔!“
”عمران صاحب.... وہ مر گئی....!“ صدر جھپٹا کر بولا۔

”اب پھر کتنی دیر بعد یہی اطلاع دو گے۔!“

”مناسب یہی ہے کہ میں خاموش رہوں....!“ صدر کے لمحے کی تیزی کچھ اور بڑھ گئی۔
”سبھج دار بچہ وہی ہے جو ڈیڈی کی نظر میں پیچان سکے۔!“

وہاں میں آئے اور عمران ایک خالی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ صدر نے اس میز پر ریزویشن
کا روپرداں کیا تھا۔... لہذا بیٹھنے سے قبل اس نے کہا۔ ”یا ب یہاں ذیل کراوینے کا رادہ ہے۔!“

”اگر تم کھلانے پلانے کو ذیل کر لانا سمجھتے ہو تو میں باز آیا۔!“ عمران کافوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔
”میں یہ عرض کر رہا تھا۔...!“ صدر نے ریزویشن کا روپرداں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اچھا.... اچھا.... میں سمجھا۔... فکر نہ کرو ہمیشہ جاؤ۔...!“

”اگر اٹھا دیے گے تو....!“

”ہم تو غلطی سے بیٹھ رہے ہیں....!“ عمران باسیں آکھ دبا کر مسکرایا۔

”آخر آپ چاہتے کیا ہیں....!“

”غلطیاں کر کے اودھ معاف کیجئے گا“ کہنے میں ایک خاص قسم کی لذت محسوس کرتا ہوں....
آج تم بھی مڑائی کرو۔...!“

”میں تو نہیں بیٹھوں گا۔!“

”گریبان پکڑ کر بھاudoں گا۔!“

اتھے میں ایک دیگر تیز قدموں سے ان کی طرف آیا اور سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔
”و عليک السلام....!“ کہہ کر عمران نے پرتاپ انداز میں ان سے مصافحہ کیا اور اس کے

”چلو... کہو... کیا نہ تھا چاہتے ہو...!“

”ہم لوگوں کے علاوہ بھی آس پاس والوں نے آپ کو وہاں آم کی گھٹلی گراتے دیکھا ہو گا!“
”تو پھر...؟“

”آپ یقیناً زحمت میں پڑ جائیں گے.... اور تنویر بھی تو وہیں موجود تھا!“
”ارے.... تنویر!....!“ عمران نہس کر رہ گیا.... پھر بولا۔ ”اس کی مثال تو ان فامی گیت کی
ئی ہے۔ تھی ہو محبوب میرے میں کیوں نہ تمہیں بور کروں!“

”آپ جانئے....!“ صدر نے نہ اسامنہ بناتا کر کہا۔ وہ پھر جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔
لیکن اس جھنجھلاہٹ کے باوجود بھی اس نے محسوس کیا کہ عمران کی توجہ اسکی طرف نہیں ہے!
انھیں ویژہ کافی لایا لیکن عمران کی توجہ قریب والی میز سے نہ ہٹ سکی۔

وہ کوئی غیر ملکی آدمی تھا.... مشرق بید کے کسی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ آنکھوں اور ناک کی
خصوصی بناوٹ کی بناء پر جیپالی یا تھائی ہو سکتا تھا۔

صدر کافی بنانے لگا.... پھر جب اس نے ایک پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اُسے مخاطب
کیا تو وہ چونک کر اُسے ایسے انداز میں دیکھنے لگا جیسے اس کی موجودگی کا علم ہی نہ رہا ہو!“

”کافی!...!“ صدر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔
”اس آدمی کا نام یو کاوا ہے....!“ عمران نے کہا۔

”میں کافی پیش کر رہا ہوں.... اسے جہنم میں جھوٹکئے....!“
”ہوں.... اچھا!...!“ عمران نے کافی کی پیالی اٹھا کر ایک چکلی لی۔

ویسے صدر کو بھی اب اس آدمی کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا پڑا تھا.... بھلا عمران اس
میں یو نئی خواہ مخواہ کیوں دلچسپی لینے لگا۔

وہ آدمی اپنی میز پر تھا تھا اور بار بار صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔
”یو کاوا!...!“ صدر نے دل ہی دل میں دہرایا اور کافی پینے لگا۔

”پچھلے سال میں نے گیارہ نومبر کو گیارہ اوٹھ شکار کئے تھے!“ دفعتاً عمران نے اوپنی آواز
میں کہا۔ زبان انگریزی استعمال کی تھی۔ بظاہر مخاطب صدر تھا لیکن صدر اچھی طرح سمجھتا تھا کہ
یہ بکواس کی اور کے لئے تھی۔

متلقین کی خیر یہت دریافت کرنے کے بعد موسم کے احوال پر اتر آیا۔

صدر کو اس دوران میں اطمینان ہو گیا تھا کہ وہاں سے اٹھائے نہیں جائیں گے لہذا وہ بھی بینہ گیارہ
ویژہ سے گفتگو کر کے عمران نے صدر سے پوچھا۔ ”کیا نہ کھاؤ گے اور کیا نہ پیو گے!“
”میں صرف کافی پیوں گا!“

”کیوں بھی کافی کس بھاؤ بک رہی ہے!“ عمران نے ویژہ کی طرف مڑکر پوچھا۔
ویژہ دانت نکالے ہوئے رخصت ہو گیا۔

”مخداب بعض اوقات آپ حد سے گذر جاتے ہیں.... پہلے ہی بتادیا ہوتا کہ میز خود آپ نے
ریزو روک رائی تھی!...!“ صدر بولا۔

”اتی پرانی اطلاع آج کیوں گرد دیتا.... چھ ماہ سے صرف میرے لئے مخصوص ہے!“
”آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں....!“

”ذلیل کرانے!...!“
”کیا مطلب؟“

”کھلانے پلانے.... اس کے بعد بائیکسکوپ بھی دکھاؤں گا!“
”اچھی بات ہے.... میں تن بے تقدیر ہوں!...!“

”جیتے رہو!... ایسی ہی اپرٹ رکھنی چاہئے!“
صدر خاموش ہو گیا۔ عجیب سی وحشت اس کے ذہن پر طاری تھی۔ بار بار اُسے وہ لڑکی یاد
آرہی تھی۔

لیکن گر کر بیہوش ہو جانا اور جیز ہے اور مر جانا.... بسا اوقات لوگ محض وحشت کی وجہ سے
بیہوش ہو جاتے ہیں.... اور پھر وہ تو آخری بخیلی سیئر ہی سے گری تھی!“

صدر نے اپنی پیشانی پر ہتھی رکھتے ہوئے انکھیوں سے عمران کی طرف دیکھا وہ اس طرح
مگن بیٹھا تھا جیسے یہاں کے ماحول میں یوں بچوں کے وجود کو بھلا دینا چاہتا ہو۔

”بنئے!...!“ صدر نے اُسے مخاطب کیا۔
”ضرور سنوں گا!... لیکن اس طرح یوں شوہروں کو مخاطب کیا کرتی ہیں!“

”خدا کے لئے سنجیدہ ہو جائے!“

صفدر نے یوکا کو چوٹکتے دیکھا۔ پھر وہ عمران کی طرف اسی طرح متوجہ ہوا تھا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو جرت سے اُس کے ہونٹ کھل گئے تھے۔ پھر اچاک وہ اپنی میز سے اٹھ کر ان کے پاس آبیٹھا۔ اب اس کے ہونٹوں پر لطیف سی مسکراہٹ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان دونوں کے لئے گہرے جذبات رکھتا ہو۔

”یہ ملک بڑا خوبصورت ہے۔!“ اس نے کہا۔

عمران نے مسکرا کر سر کو جبنس دی۔ کچھ بولا نہیں۔ صفر نے ویٹ کو اشارے سے باکر اس بن بلائے مہمان کے لئے بھی کافی طلب کی۔

یوکا وہ کہا تھا میں رول کیا ہوا ایک اخبار تھا جسے اس نے میز پر کھدیا اور اپنی جسیں ٹوٹ لئے تھے۔

”اوہ شائد میرا پر س بر ساتی کی جیب میں رہ گیا تھے میں کلوک روم میں چھوڑ آیا ہوں۔!“ اس نے کہا اور اٹھ گیا۔

صفدر نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے تھے پھر بند کر لئے اور۔۔۔ اور۔۔۔ اسے تیزی سے صدر دروازے کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ عمران بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

”عجیب ہونق آدمی معلوم ہوتا ہے۔!“ صفر بلال آخر بولا۔

”لیکن اب وہ واپس نہیں آئے گا۔!“ عمران نے سر کو مایوسانہ جبنس دی۔

”کیوں۔۔۔؟ آخربات کیا ہے۔!“

”کسی اور کے دھوکے میں اس میز پر آبیٹھا تھا۔!“

”آخر کیوں۔۔۔؟“

”گیارہ نومبر تھی اس کی وجہ۔۔۔ گیارہ اونٹوں والی بات محض تفنن طبع کے لئے کہی گئی تھی۔ دیسے یہ اور بات ہے کہ تفنن طبع کے معنی بھی مجھے نہ معلوم ہوں۔!“ عمران نے کہا اور وہ رول ہوا اخبار اٹھا لیا جسے یوکا جوڑ گیا تھا۔!

ویٹ دوبارہ طلب کی ہوئی کافی لے آیا۔

”اب میں اس کا کیا کروں۔۔۔؟“ صفر نے عمران کو گھوڑتے ہوئے کہا۔

”کس کا۔۔۔؟“ عمران نے اخبار سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔ اس نے اسے میز پر پھیلا لیا تھا۔!

”یہ کافی میں نے اسی کے لئے منگوائی تھی۔!“

”اس لئے اس کے دام بھی خود ہی بھگتو گے۔!“

صفدر کچھ نہ بولا۔

”خوزی دیر بعد عمران بڑا بڑا۔۔۔“ ”غلطی ہو گئی۔!“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”پیغام تو موجود ہے۔۔۔ لیکن پتہ نہیں کس کے لئے ہے۔!“

”پتہ نہیں آپ کہاں کی ہائک رہے ہیں۔!“

”یہ دیکھو۔۔۔! اخبار میں جگ جگ بغض الفاظ کے نیچے لکریں کھینچ گئی ہیں! اگر ان الفاظ کو

پاٹھ جیب سیکھا کر دو تو یہ پیغام بنے گا کہ ”لاکی زینوں سے گر کر بے ہوش ہو گئی اور بیتال پیختے

پیختے اس نے دم توڑ دیا۔!“

”خد اکی پڑا۔۔۔ تو ابھی تک اسی لاکی کا چکر چل رہا ہے۔!“

”اور دیکھو کب تک چلتا ہے۔!“

صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے عمران کو گھوڑتاراہ۔

”لیکن ایک بات ہے۔۔۔!“ ”عمران کچھ دیر بعد بولا۔“ جسے یہ پیغام دینا تھا اسے شائد وہ بھی

نہیں جانتا تھا وہ میرے حوالے کیوں کر جاتا۔!“

”سوچتے اور کڑھتے رہتے۔!“

”ہمیں۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔!“ ”عمران نے اسے بغور دیکھ کر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔!

”جی۔۔۔!“

”کیا تم آج کل بیگمات میں زیادہ اٹھ بیٹھ رہے ہو۔۔۔!“

”میں نہیں سمجھا۔۔۔!“

”یہ کڑھناوڑھنا بولنے لگے ہو۔۔۔!“ ”عمران سر ہلا کر بولا۔“ شائد کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا۔۔۔

لیکن صفر نے محسوس کیا جیسے وہ پھر کسی طرف متوجہ ہو گیا ہو۔!

”لو بھی شائد۔۔۔ مسٹر یوکا کو اسی کا انتظار تھا۔!“

اشادرے کی سمت نظر اٹھی تو آنکھوں میں بکلی ہی کوئند گئی۔ بڑی خوبصورت لاکی تھی۔۔۔

کاؤنٹر کے قریب رک کر میزوں کا جائزہ لینے لگی تھی۔

پھر کاؤنٹر کلر کے پکج پوچھا بھی تھا۔
”میا خیال ہے...!“ عمران بولا۔ ”مجھے تو یہ بھی جاپانی ہی لگے گی اگر کسی طرح اس کی ہر چیز کر دی جائے۔!“

”یہ مغربی یورپ کے کسی ملک کی معلوم ہوتی ہے۔!“ صدر نے کہا۔

اب وہ لڑکی کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی... اور اس کا رخ میز دل کی طرف تھا۔

”عمران نے اخبار کے دور ق الگ روں نکتے اور انہیں برابر سے میز پر کھڑا کر رہا بولا۔“ دیکھو۔ اب اس گیارہ کا کمال وہ تیر کی طرح اس طرف آئی۔ کافی تیار رکھو اس کیلئے۔ عمران کا یہ خیال بھی درست ثابت ہوا۔... وہ سچ چنان کی میز کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچا عمران نے اخبار کے درقوں کو پھر ایک ہی روں کی شکل دے کر میز ڈال دیا۔

انہی دیر میں وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ چکی تھی.... کوئی کچھ نہ بولا۔ صدر نے اس کے لئے کہا
بنائی اور کچھ کہہ بغیر اس کی طرف بڑھادی جو خاموشی ہی سے قبول کر لی گئی۔

عمران نے صدر کو خاموش رہنے کا اشارہ پہلے ہی کیا تھا۔

”میں بہت پریشان ہوں....!“ لڑکی کافی کی پیالی ختم کر کے بولی۔ ”تم دونوں میں سے وہ کون ہے؟“
صدر تو خاموش ہی رہا بلکہ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”تم ہو....!“ لڑکی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔
اور عمران نے مفہوم انداز میں سر کواثقی جنبش دی۔

”اوہ.... اگر یہ سچ ہے تو مجھے خوش ہونا چاہئے۔!“ لڑکی بولی اور عمران نے احتمانہ انداز
دانست نکال دیے۔

اس کے بعد لڑکی نے اخبار اٹھایا اور اب عمران اس کی طرف سے بالکل لاپرواہ نظر آ رہا تھا۔
”تم نے مجھے بلایا ہے....! میں آگئی۔!“ لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔

”تم نے بہت اچھا کیا۔....!“

”کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔!“

”مل گیا۔ نہیں....?“

”تم پہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو.... کہیں مجھ سے نسلی تو نہیں ہوئی۔!“
”کیسی نسلی....?“

”تم نے کل مجھ سے فون پر کہا تھا کہ مجھ سے یہیں ملو گے اور تمہارے ہاتھ میں اخبار کے روں ہوں گے۔!“

”ہاں کہا تو تھا....!“

”پھر اتنی بے مردی سے کیوں پیش آ رہے ہو....!“
عمران کچھ نہ بولا۔

صدر کا داماغ پھر چکرائے لگا تھا۔... کجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!
”تم نے مجھے لکھا تھا کہ تم بہت خوبصورت ہو....! لیکن اگر بڑھا پر میں کوئی ساتھ دے سکتا ہے تو وہ صرف میں ہوں۔!“

”یقیناً میں نے لکھا تھا۔....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”پھر سردمہری کا کیا مطلب....?“

”تمہارے بڑھاپر کا انتظار کر رہا ہوں۔!“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔
صدر نے بھی روکنے کے سلسلے میں دوسرا طرف منہ پھیر لیا۔

”تمہاری بات بیری سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”کہاں قیام ہے تمہارا۔....!“ عمران نے پوچھا۔

”ایئن لئی.... میں.... روم نمبر پیاسی....!“

”اچھا تو میں وہیں چل کر تم سے گفتگو کروں گا۔!“

وہ دونوں اٹھے اور عمران نے صدر سے کہا تھا۔ ”ایک ضروری کام ہے امید ہے کہ تم مجھے
معاف کر دو گے.... کل شام پھر یہیں ملاقات ہوگی۔!“ وہ دونوں چلے گئے صدر نے جلدی
جلدی مل ادا کیا اور باہر نکل آیا۔

اس کی اپنی گاڑی پار کنگ ٹھڈی میں موجود تھی۔!

اس نے ان دونوں کو پچاٹ سے نکل کر ایک نیکی کو اکٹھا۔

اُسے ان کا تعاقب کرتا تھا.... کیونکہ مذہر تکرئے وقت عمران نے ایک مخصوص اشارة کیا تھا۔

نیکی ایڈ لفی کے کپاٹنڈ میں پہنچ کر رک گئی۔ لیکن لڑکی بے حس و حرکت نیٹھی رہی!۔
”میا ترنے کا رادہ نہیں ہے۔!“ عمران نے پوچھا۔

”اوی.... ہاں....!“ وہ چونک پڑی....! چند لمحے عمران کو دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”اچھی بات ہے اگر تم وہ نہیں تو تم از کم مجھے اس کے سلسلے میں کوئی معقول مشورہ دے ہی سکو گے۔ یہاں میں ابھی ہوں۔ تم پہلے مقامی آدمی ہو جس سے اتنی دیر تک گفتگو رہی ہو!“

”مشوروں کا ماہر ہوں.... فکرنا کرو....!“

”ذرائیور ان کے لئے دروازہ کھولے کھڑا تھا.... لڑکی اتر گئی....! اور دوسری طرف سے عمران خود ہی دروازہ کھول کر نیچے اتر۔

پھر وہ کرہ نمبر بیاسی کے سامنے ہی رکے تھے۔ لڑکی نے پینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور پہلے خود اندر داخل ہوئی....! اکرہ خالی تھا۔ عمران نے اس کی تقلید کی۔

”بیٹھ جاؤ....!“ لڑکی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”تم بہت خوبصورت ہو۔!“ عمران نے بیٹھنے سے پہلے احقانہ انداز میں کہا۔
لڑکی کچھ نہ بولی.... دفعتا بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور یو کا داہاتھ میں روپا اور لئے ہوئے دکھائی دیا۔ روپا اور کارخ عمران کی ہی طرف تھا۔

”اس معاطلے میں کوئی مشورہ دینے سے پہلے مجھے ڈکشنری کنسٹکٹ کرنی پڑے گی۔!“ عمران نے لڑکی سے کہا۔
لڑکی خاموش رہی۔

”تم کون ہو....؟“ یو کا واعمران کو خون خوار نظروں سے دیکھتا ہوا پھٹک کارا۔
”ان سے پوچھو....!“ عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔
”بکواس نہیں....! یہ روپا اور بے آواز ہے۔!“

”آجھا۔!“ عمران کا لہجہ حرمت اور سرت سے بُریز قلد میں نے آج تک ایسا روپا اور نہیں دیکھا تھا!

”وقت نہ ضائع کرو....! میری بات کا جواب دو....!“

”میں....؟ میں ہوں....!“

”کیا مجھے تشدید پر آمادہ ہونا پڑے گا۔!“

نیکی کی سچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت عمران نے ٹھنڈی سانس لی تھی۔!

لڑکی اسکے برابر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ”میں پھر سوچ رہی ہوں کہ کہیں مجھے دھوکہ تو نہیں ہوا۔“

”بعض لوگ زندگی بھر بھی سوچتے رہ جاتے ہیں۔“

ایڈ لفی کے لئے نیکی جبل پڑی....! لڑکی نے خود ہی ذرا نیکر کو ہدایت دی تھی۔!

”یہ بھی ممکن ہے....!“ لڑکی کچھ دیر بعد بولی۔ ”میرے خطوط کسی اور کے ہاتھ لگے ہوں اور وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہو۔!“

”ہاں یہ تو ہے....!“

”تم مجھے الجھن میں نہ ڈالو....!“ وہ جھنجلا کر بولی۔ ”تمہارا رویہ غیر فطری ہے۔!“

”کچھ اور وضاحت کرو....!“

”تمہارے انداز میں گر جو شی نہیں۔!“

”ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہوں۔!“

”اگر اس قدر ٹھنڈے ہو تو میں خود کو احمق سمجھنے پر بجبور ہوں۔!“

”جو لوگ خود کو احمق سمجھتے ہیں دنیا کے برگزیدہ ترین لوگ ہیں۔ سیدھے جنت میں جائیں گے۔!“

”میں پوچھتی ہوں تم نے ایسے خطوط کیوں لکھتے ہے۔!“

”خطوط لکھنا تو میری بہلی ہے۔ کچھ نہیں تو ریڈ یو ہی والوں کو بور کر تارہتا ہوں۔ کہ فلاں گا۔“

ایک بار پھر سنواد بیجنے میں اور میری دادی جان مشتاق ہیں۔!

”جمال تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔!“

”جمال الدین صدیقی کہو....! پورے نام کے بغیر میں متوجہ نہیں ہوتا۔!“

”میرے خدا میں کیا کرنے جا رہی ہوں....؟“

”اگر جواب مل سکے تو سرور پوچھو خدا سے۔!“

”اچھا بتاؤ میں کون ہوں....؟“ لڑکی نے احقانہ انداز میں پوچھا۔

عمران اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے بول پڑا۔ ”هم ایڈ لفی پہنچ گئے۔!“

”بھائی.... یہ خود ہی مجھے یہاں لائی ہیں.... ورنہ میں تو بالکل بے ضرر آدمی ہوں۔!“

”تم نے کلب میں گیارہ نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا....!“

”گیارہ نومبر....؟ کیا مطلب.... کیا حوالہ.... اوہ.... میرے خدا.... تم ہی تھے پھر دیر کے لئے میری میز پر آئے تھے اور پھر اٹھ گئے تھے۔ میں سچتا ہی رہ گیا تھا....!“

”تم نے گیارہ نومبر کے متعلق کوئی بات کی تھی۔!“

”مجھے تو یاد نہیں۔!“

”میں حق کہتا ہوں گوئی ماردوں گا۔!“

”سنو میری بات.... میری جیب میں صرف سوا چار روپے ہیں۔ تم یونہی لے لو خواہ ڈا بات بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ کسی اتنی خوبصورت لڑکی سے مار پڑنے والا ہے تو آج ہی ساری رقومات بیکوں سے نکلاویتا۔!“

”تم یوں نہ مانو گے.... لڑکی....!“

”لیں باس....!“ لڑکی بولی۔

”دروازہ مقفل کر دو....!“

”چھا باس....!“

”لڑکی نے آگے بڑھ کر دروازہ مقفل کرنے کی کوشش کی پھر مڑ کر مایوسانہ بجھ میں بوا ”کنجی گھومتی ہی نہیں.... شائد باہر سے کنجی لگی ہوئی ہے۔!

”پروا نہیں..!“ یوکا اگردن جھنک کر بولا۔ ”تم غسل خانے میں چل جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں۔

”غسل خانے میں کیوں باس....؟ کیا میں ڈرتی ہوں.... میں بھی دیکھوں گی۔!“

”ارے تو کیا تم ہاتھا پائی کرو گے۔!“ عمران نے بوکھلائے ہوئے بجھ میں کہا۔

”ہاں میں تمہیں ماروں گا۔!“

”آخر کیوں....؟“

”تاکہ تم پچی بات اُنکل دو....!“

”کیسی بچی بات.... میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہوں.... بزرگوں نے ٹھیک ہی نصیحت تھی کہ کسی لڑکی کو اس کے گھر تک ہرگز نہ پہنچاؤ۔!“

109
 ”زبان بذرکھو....! اب آواز نکلی تو گلا گھونٹ دوں گا۔!“ یوکا دوں ریو اور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ اب وہ آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر اپاٹ اس نے عمران پر چھلانگ لگائی اور دھم سے منہ کے مل فرش پر جا رہا کیونکہ عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ پھر وہاں سے جست لگائی تو لڑکی کے قریب پہنچا اور ڈرے ڈرے انداز میں اس کے پیچے چھپنے کی کوشش کرنے لگا۔

”بب... چھاؤ.... مجھے۔!“ وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ اس نے اس کے شانے بھی پکڑ لئے تھے۔ اور پھر تو اسے ڈھال بنا کر رکھ دیا۔ یوکا اس پر دوبارہ حملہ کرنے کی گھات میں تھا۔ اور عمران لڑکی مصیبت پینترے بدلتے ہوئے بدل رہا تھا۔ لڑکی نے بہت کوشش کی تھی کہ اس کی ڈھال نہ بنے لیکن اس کے شانے عمران کی گرفت سے نہیں نکل سکے تھے۔

”دیکھو.... مشر...! اگر اب تم نے حملہ کیا تو میں اس لڑکی کی ریڑھ کی ہڈی توڑوں گا۔!“ عمران نے یوکا اکوارنگ دی۔

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور یوکا اس طرف متوجہ ہو گیا۔ پھر وہ بڑی پھرتی سے ریو اور دوبارہ نکالتا ہوا ایسی جگہ پہنچ گیا کہ اگر دروازہ کھلتا تو وہ اس کی اوٹ میں ہوتا۔ دیں سے اس نے لڑکی کو اشارہ کیا۔ اور وہ اوچی آواز میں بولی۔ ”آ جاؤ۔!“

عمران نے اب بھی اس کے شانے نہیں چھوڑے تھے۔!

”یہ کیا کر رہے ہو.... پتہ نہیں کون ہو....!“ اس نے عمران سے کہا تھا۔

”زیادہ سے زیادہ جیل چلا جاؤں گا.... اور کیا....!“

”دروازہ کھلا۔... سامنے صدر کھڑا تھا۔... اس کامنہ جیرت سے کھل گیا۔

عمران اسے آنکھ مار کر مسکرا یا اور یو لا۔ ”آ جاؤ۔... آ جاؤ۔... بھلا تمہیں چین کہاں۔... اس لڑکی کے ساتھ آیا تھا۔... بھلام کیوں نہ تعاقب کرتے۔.. چلے آؤ یہاں کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔!“ چیزیں اسی صدر نے کمرے میں قدم رکھا دروازہ بند ہو گیا۔ اس نے داخل ہوتے ہی محسوس کیا تھا کہ حالات غیر معمولی ہیں لیکن جتنی دیر میں وہ سنبھلتا

اس کو یہاں کیوں لائی تھی.... اوہ میرے خدا.... تم تو وہی ہو.... تم بھی تو کچھ دیر ہماری میز پر
بیٹھے تھے۔ آخر یہ سب کیا ہے!“

”میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تمہارے دوست نے گیارہ فومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا!“

”اوہ.... یہ تو اسی ادھ پانگ باتیں کرتے ہی رہتے ہیں!“ صدر نے مسکرا کر کہا۔ ”میں یہی
تو بتا رہا تھا کہ ذہنی فور میں بتلا ہیں!“

”ش اپ....!“ عمران دھڑا۔ ”تم کیوں میرے پیچھے رہتے ہو....! اچھا ہے تمہیں گولی
مار دی جائے۔ یہ رویا اور کا بھوت ہے... بے آواز.... خاموشی سے مر جاؤ گے!“
”سن رہے ہو!“ صدر نے یو کادا سے کہا۔ ”کیا یہ کسی صحیح الدماغ آدمی کی گفتگو ہو سکتی ہے!“
رفعتاللہ کی کے حلق سے گھٹی گھٹی آوازیں نکلنے لگیں اور صدر چیخا۔

”وہ پاگل ہے اسے مار دا لے گا!“

یو کا وہ گزرا گیا اور ٹھیک اسی وقت صدر نے اس کے رویا اور والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔
رویا اور دور جا پڑا لیکن ساتھ ہی صدر بھی کئی فٹ اوپر اچھل کر نیچے گرا۔ یو کا دنے جو ڈو کا
ایک داؤ استعمال کیا تھا.... پھر وہ بڑی پھر تی سے عمران کی طرف چھپا۔ عمران نے پہلے ہی لڑکی
کو چھوڑ دیا تھا۔

دونوں لپٹ پڑے.... اس پر بھی یو کا دنے بڑی پھر تی سے جو ڈو کا ایک داؤ آزمانا چاہا۔....
لیکن ناکام رہا کیونکہ عمران نے بھی بجلی کی طرح اس کا توڑ کر لیا تھا۔ ساتھ ہی اس نے ڈھپ پر
لا کر دھوپی پاٹ مارا اور پھر جیسے ہی وہ گرا عمران نے اپنا دیاں گھٹنا اس کی گردان پر رکھ دیا۔

”نبیں....!“ یو کا وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔ ”مم.... مجھے چھوڑ دو.... میں تمہیں
ہزاروں.... روپے دوں گا!“

صدر نے اتنی دیر میں رویا اور پر قبضہ کر کے لڑکی کو اسی جگہ کھڑا رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔
پھر عمران نے یو کا دا کے بال مٹھی میں جکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد جو دھکا دیا
ہے تو وہ دیوار سے جا نکل رہا۔

”اور اب تمہارے یو نے کی باری ہے!“ عمران اپنے ہاتھ جھاڑتا ہو ایسا بولا۔

یو کا دا دیوار سے لگا کھڑا ہانپ رہا تھا۔

یو کا دا ریا اور تانے ہوئے سامنے آچکا تھا۔

عمران نے قبچہ لگایا اور چڑھانے والے انداز میں صدر سے بولا۔ ”چھس گئے نا آخر بار
بار.... کتنی بار منع کیا ہے کہ میری نوہ میں شہ رہا کرو.... لیکن بھلا تمہیں چین کہاں۔ کوئی لا
دیکھی میرے ساتھ اور پیچھے لگ گئے!“

صدر احتجانہ انداز میں کبھی یو کا واکی طرف دیکھتا اور کبھی عمران کی طرف۔

عمران نے اب لڑکی کے شانے چھوڑ کر دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑ لی تھی۔

لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار نظر آنے لگے تھے!

”سنو مسٹر....!“ عمران نے یو کا دا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ”تم میرے دوست کو مار دو اور میں اس لڑکی کا گلا گھوٹنے والتا ہوں!“

”میں تم دونوں ہی کو گولی مار دوں گا.... ورنہ لڑکی کا گلا چھوڑ دو....!“ یو کا دا غریا۔

”ویکھو....!“ صدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہ لڑکی خود ہی میرے دوست کو اپنے سا
لائی ہے!“

”اب کیا ہو سکتا ہے....!“ عمران چکارا۔ ”یہ ہم دونوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا....!
میں لڑکی کا گلا نہیں چھوڑوں گا!“

”تم اگر انسانیت سے پیش آؤ تو معاملات رفع دفع ہو سکتے ہیں!“ صدر نے یو کادا سے
”میرے دوست کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اتم کسی عدالت میں بھی اس کے خلاف
جوئی کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکو گے!“

”کیسے معاملات....?“

”جو کچھ بھی ہوں....!“

”تم نہیں جانتے!“

”میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا کہ میرا دوست ذہنی فور میں بتلا ہے!“

”اچھی بات ہے....!“ عمران گز کر بولا۔ ”اس کے بعد میں تمہارا گلا گھوٹنے دوں گا۔ تما
پاگل کہہ رہے ہو!“

”رویا اور جیب میں رکھ لو....!“ صدر نے یو کا دا کو پھر مشورہ دیا۔ ”اور لڑکی سے پوچھو کر

”چلو معاف کیا...!“ عمران سر بلکر بولا۔
 ”پچھو دیر خاموشی رہی... پھر یو کا بولا۔“ ہمیں دوستانہ نضائیں بات کرنی پاہتے!“
 ”اب کیا بات کریں....!“
 ”میں سمجھا تھا کہ اسی نے تمہیں گیارہ نومبر کے بارے میں پچھے بتایا ہے!“
 ”تمہارے بیان کے مطابق وہ مرگی ورنہ اسی سے پوچھتا۔ میں تو اسے دور ہی سے دیکھتا رہا تھا
 کبھی ٹفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔!“
 ”وہ بہت اچھی تھی.... یک بیک اسے نہ جانے کیا ہو گیا تھا!“
 ”اب اسے سنبھالنا کہیں اسے بھی پچھنہ ہو جائے۔“ عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔
 ”یہ صرف سکریٹری ہے! یو کا دنیے ہندی سانس ل۔“
 ”اچھا تو اب ہم لوگ چلیں....!“ عمران نے یو کا دنیے ایسے انداز میں کہا جیسے پچھو دیر پہلے
 اس کے ساتھ چائے نوشی کا لف لیتا رہا ہو۔!
 ”خہرو...!“ لڑکی ہاتھ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔!“
 ”یا مطلب....؟“ عمران نے دیدے نچائے۔
 ”تم بہت دلیر آدمی ہو۔!“
 ”لڑی....!“ یو کا دنیے کے لجھ میں درد تھا۔
 لیکن اس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔
 عمران نے صدر کے ہاتھ سے بریو اور لے کر یو کا دکو اپس کر دیا! صدر نے پچھے کئے کے لئے
 منہ کھولا ہی تھا کہ عمران نے اپنی بائیں آنکھ دبائی اور وہ خاموش رہ گیا۔
 ”میں تمہارے ساتھ چلوں گی.... یہ مذاق نہیں۔!“ لڑی نے پھر کہا۔
 عمران نے صدر کا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
 ”لیا چکر تھا.... آپ آخر کیا کرتے پھر رہے ہیں۔!“ صدر نے رہداری میں پہنچ کر کہا۔
 ”خاموشی سے چلتے رہو....!“ عمران آہستہ سے بولا۔
 لانبوں نے زینہ نظر کیا اور عمارت سے باہر آگئے۔ صدر کی گاڑی سامنے ہی موجود تھی۔
 ”ارے وہ آرہی ہے۔!“ صدر اگلی سیٹ کا دروازہ کھوتا ہوا بولا۔

”شروع ہو جاؤ.... میرے پاس وقت نہیں ہے۔!“ عمران نے اسے گھوڑتے ہوئے کہا۔
 ”میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم کون ہو۔....!“
 ”آخر میں ہی کیوں.... اس شہر میں تقریباً تیس لاکھ آدمی رہتے ہیں۔!
 ”تم اس لڑکی کا تعاقب کیوں کرتے تھے۔!
 ”کس لڑکی کا....؟“
 ”وہ جوزینوں سے گر کر مر گئی....!“
 ”ہائیں.... وہ لڑکی جوزینوں سے گری تھی.... کیا مر گئی۔!
 ”ہاں مر گئی....!“
 ”بڑا فسوس ہوا۔.... وہ مجھے اچھی لگتی تھی.... اس لئے تعاقب کرتا تھا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کر
 اخبار میں خطوط کشیدہ الفاظ والا پیغام کس کے لئے تھا۔!
 ”کسی کے لئے بھی نہیں....! میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہاری حقیقت کیا ہے۔ پھر
 یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ پیغام غلطی سے تمہارے ہاتھوں میں پہنچ گیا یہ لڑکی تم سے اخبار حاصل
 کرنے جاتی ہے۔ امقصود صرف یہ تھا کہ تمہیں گھیر کر یہاں نکل لایا جائے۔!
 ”سو میں آگیا....!
 ”تم کون ہو۔....?
 ”یہ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ گے۔!
 ”میں اسے چاہتا تھا۔.... بھی وہ میری سکریٹری تھی۔ مجھے چھوڑ کر یہاں چلی آئی.... اور میں
 اس کا تعاقب کرتا رہا۔ چھپ چھپ کر دیکھتا رہا کہ آخر اس میں یہ اچانک تبدیلی کیوں آئی۔ اس
 نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔!
 ”گیارہ نومبر پر کیوں بھڑکے تھے۔!
 ”یہ میں نہیں بتاؤں گا.... یہ ایک مقدس راز ہے۔ اس نے مجھ سے بے وفائی کی تھی۔ لیکن
 میں تو ان یادوں کو اپنے سینے سے لگائے رہوں گا۔!
 ”اور آپ کی تعریف....؟“ عمران نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔
 ”یہ.... یہ بھی.... میری سکریٹری ہے۔!
 ”

”پچھے نہیں تم کیسے آدمی ہو....!“
 ”اب کچھ نہ کہوں گا چاہے سر پر ہی کیوں نہ سوار ہو جاؤ!“
 کچھ دیر پھر خاموشی رہی.... دفتار صدر نے پوچھا۔ ”اب آپ کہاں جائیں گے!“
 ”بن اب تم مجھے لے چل کر سمندر میں پھینک دو.... دیکھتا ہوں یہ کیسے میرے پیچے آتی
 ہے!“ عمران نے اردو کا حواب انگریزی میں دیا اور وہ ترے سے بول انھی۔ ”چھلانگ لگادوں کی
 سمندر میں.... یقین نہ آئے تو آزم کر دیکھ لو....!“
 ”اچھا.... اچھا.... دیکھوں گا....!“
 صدر نے تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتا ہے!
 ”اپنے گھر کے علاوہ اور ہر جگہ جانے کو تیار ہوں... خیر جہاں کہوں مجھے اتار کر راہ لینا۔“
 ”مودل ٹاؤن کی ایک سڑک پر اس نے صدر سے گاڑی روکنے کو کہا۔
 لڑی اس وقت تک نہیں اتری تھی جب تک عمران نہیں اترا تھا۔
 صدر انہیں دیں چھوڑ کر رفوچکر ہو گیا۔
 ”کیا ہم نہیں کھڑے رہیں گے!“ کچھ دیر بعد لڑی نے کہا۔
 ”یہی سوچ رہا تھا کہ کس درخت پر بیرالیں....!“
 ”کیا مطلب....؟“
 ”میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہیں کہاں لے جاؤ!“
 ”گھر نہیں ہے!“
 ”ہے تو لیکن دہاں تسل رکھنے کی جگہ نہیں.... ادویہاں اور گیارہ بچے ہیں!“
 ”دیویاں....؟“
 ”ہاں اب صرف دو ہی رہ گئی ہیں!“
 ”کیا پہلے اور بھی تھیں....؟“
 ”پوری ستائیں.... نوابزادہ ہوں....!“
 ”میں تو کسی ایسے آدمی کو ہرگز نہیں چاہ سکتی.... بڑی علطی ہوئی مجھ سے!“
 ”جس طرح تمہیں میری دلیری پسند آئی ہے.... اسی طرح دوسری عورتوں کو بھی میری

”فلکرنہ کرو!“ عمران نے کہا اور اپنے لئے دروازہ کھولنے میں اتنی دیر ہگائی کہ لڑی بھی پیش ہوئی۔
 اس نے کچھ کہے بغیر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور اندر پیش گئی تھی۔
 ”بڑی ڈھیٹ لوگ ہیں....!“ عمران نے اردو میں کہا۔
 صدر نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی چل پڑی۔
 ”تمہیں اس پر حیرت ہو گی!“ لڑی نے عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
 ”اب مجھے کسی بات پر حیرت نہیں ہوتی!“ عمران نے جواب دیا۔ ”صرف اپنی پیدائش کے
 موقع پر حیرت ہوئی تھی.... اس کے بعد سے آج تک کوئی ایسا واقعہ نظر سے نہیں گذر جس پر
 حیرت ہوتی!“
 ”تو پھر تم مجھے دھو کے باز سمجھ رہے ہو گے!“
 ”ارے میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتا!“
 ”وہ تمہیں پسند تھی....!“
 ”کون....؟“
 ”روزی....!“
 ”کون.... روزی....!“
 ”وہ جس کا تم تعاقب کرتے رہے تھے!“
 ”کیا وہ تجھے مر گئی!“
 ”ہاں.... یو کا دا انے ہیکی بتایا تھا مجھے! تم بتاؤ کیا وہ تمہیں پسند تھی!“
 ”پسند و سند خاک نہیں تھی.... مجھے آج تک کوئی لڑکی پسند نہیں آئی۔ میں تو بھاپ
 دیکھنے کے لئے ہر لڑکی کا پیچھا کرتا ہوں کہ شانکہ اس میں کوئی ناس بات ہو.... لیکن آج تک اسی کوئی ملی نہیں!“
 ”کیا خاص بات دیکھنا چاہتے ہو....!“
 ”یہ نہیں بتاؤں گا.... ورنہ لڑکیاں ایکنگ کرتی پھریں گی!“
 ”اوہ ہو تو کیا تم اتنی اہمیت رکھتے ہو کہ لڑکیاں تمہیں رحمانے کے لئے ایکنگ کرتی پھریں۔“
 ”سوال یہ ہے کہ تم کیوں میرے پیچے دوڑی آئی ہو!“

کوئی نہ کوئی بات پسند تھی..... اور اب تو صرف دوسری رہ گئی تھیں وہ کبھی ہیں چونکہ تم بالکل چند ہو اس لئے ہم کسی قیمت پر بھی تمہیں نہیں چھوڑ سکتے!“
”میں اب یوکاوا کے پاس نہیں جا سکتی!“ لزی نے پر آشیش لجھے میں کہا۔ ”یہاں اور کسی کو نہیں جانتی!“

”اگر یہ بات ہے تو آؤ میرے ساتھ میں تمہیں پناہ دوں گا!“

”لہل لیکن تم تو.... دو یویاں رکھتے ہو!“

”ارے تو کیا ہوا..... انہیں گردن میں لٹکائے تو نہیں پھرتا...!“

”نہیں.....!“ وہ من پڑی.....! ”تم شادی شدہ نہیں معلوم ہوتے!“

”عمران پچھنہ بولا..... وہ ایک سوت چل پڑا تھا۔ بالآخر ایک عمارت کے سامنے رکا۔

”یہ عمارت خالی معلوم ہوتی ہے!“ اُس نے مزکر آہستہ سے لزی کو مخاطب کیا۔ ”کوئی کھڑکی روشن نہیں ہے!“

”تو پھر....!“

”آؤ....!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ دروازہ مقفل تھا۔!

”عمران لزی کی طرف دیکھ کر ہنتا ہوا بولا۔

”ویکھا..... میں نہ کہتا تھا....!“

”تم کیا کہہ رہے ہو.... میں نہیں سمجھ سکی!“

”بس قفل توڑ کر اندر..... جب تک جی چاہے گا قیام کریں گے!“

”اب معلوم ہوا کہ دلیر ہی نہیں ڈاکو بھی ہو..... کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنسا دینا!“

”کیا تم نے دیکھا نہیں کہ مصیتوں میں پڑ کر کتنی نشاق تے نکل آتی ہوں!“

”وہ خاموش رہی..... عمران اس کی طرف پشت کر کے قفل پر جھک پڑا اور لزی اس وقت آئی۔

”بڑھی تھی جب دروازہ کھلا تھا۔

”کیا یقین تھا کہ دوسرے کے مکان میں داخل ہو رہے ہو!“ اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا

”یہاں سب کچھ اپنا ہے! میں نواب زادہ ہوں!“

صفدر سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بھی اس نے رسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے جو لیا کی آواز سنائی دی۔

”یہ خبر صحیح تھی کہ وہ لڑکی مر گئی!“

”لیکن مری کیسے..... موت کا سبب....!“ صدر نے پوچھا۔

”ول پچھت گیا..... فوری طور پر لاش کا پوسٹ مارٹم ہوا تھا!“

”بہت زیادہ بلندی سے تو نہیں گزی تھی!“

”یہ بتاؤ کہ عمران تمہیں کہاں لے گیا تھا....!“

”جواب میں صدر نے پوری کہانی سنادی۔

”تم نے انہیں کہاں چھوڑا تھا....!“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”مولڈ ناؤں کی ایک سڑک پر....!“

”دوسری طرف سے فوراً ہی کچھ نہ کہا گیا۔ تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔

”لیکن اس سڑک کی نشان دہی کر سکو گے!“

”مجھے افسوس ہے!“

”کیا مطلب....?“

”اس سلسلے میں مزید گفتگو نہیں کر سکتا...!“ صدر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے عمران کو ٹھوکر کھاتے تو دیکھا تھا لیکن بچھتا تھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لہذا اسے کیا پڑی تھی کہ خواہ مخواہ اپنی تشویش میں دوسروں کو بھی شریک کرتا۔ اسے یقیناً عمران کے بارے میں تشویش تھی لیکن اتنی زیادہ بھی نہیں کہ وہ جو لیا کو اس جگہ کا صحیح ہے بتا دیا جہاں ان دونوں کو اتنا تھا۔

ہو سکتا تھا کہ وہ عمران کی اپنی کوئی نجی دلچسپی رہی ہو.... لیکن اس لڑکی کی موت.... کیا آم کی وہ گھٹلی ہی اس کا سبب نہیں تھی....؟

وہ بستر پر لیٹا سو چتارہا..... نیند کا دوز دوڑتک پتہ نہیں تھا۔ خیالات کا ایک لامتناہی سلسلہ ذہن کو پر اگنے کرتا رہا۔



”پیلو...!“ کہتے ہی جو لیا کی آواز پھر سنائی دی۔
 ”اس فلیٹ کی تلاشی لی جا رہی ہے جس میں لڑکی رہتی تھی!“
 ”تو پھر میں کیا کروں....؟“ صدر جھاک بولا۔
 ”عمران دشواری میں پڑ جائے گا!“
 ”صرف اسی صورت میں جب تم میں سے کوئی پولیس کی توجہ اس کی طرف مبذول کرنے کی
 ووش کرے!“
 ”تو یور کے علاوہ اور کوئی ایسی حرکت نہیں کر سکتا!“
 ”اس سے کہہ دو تمہیں ایکس ٹوکی طرف سے ہدایت لی ہے کہ تو یور کو آگاہ کر دیا جائے!“
 ”لیکن مجھے تو اسی کوئی ہدایت نہیں ملی!“
 ”تو پھر براؤ راست تو یور ہی کو مل چکی ہو گی.... بہر حال میں نے تمہیں بتا دیا کہ وہ عمران کا
 الی عاملہ نہیں ہے!“
 ”اگر کسی اور نے اُسے وہاں آم کی گھٹھنی گراتے دیکھا ہو تو....!“
 ”میرا خالی ہے کہ تم آرام کرو....!“ صدر نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔



وہ مسلسل کان چائے جارہی تھی.... آخر کار عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اب بس کرو....
 ہری ستائیں عدو معلوم ہو رہی ہو....!“
 ”تم پڑھنے کیسے آدمی ہو....! مجھے ذرگ رہا ہے۔ تم غیر قانونی طور پر اس مکان میں
 اٹھ ہوئے ہو۔ اگر مالک مکان واپس آگیا تو کیا ہو گا!“
 ”دیکھا جائے گا.... بہاں نواب زادہ کو کوئی کچھ نہیں کہتا.... چاہے جو کچھ کرتے پھریں۔!“
 ”اوہ... مجھے پھر روزی یاد آگئی!“ لڑکی نے چونک کر کہا۔ ”کیا تم کبھی اسکے گھر بھی گئے تھے۔!“
 ”گھری تو نہیں معلوم تھا مجھے.... اور وہ اس طرح چپ چاپ نہ مر جاتی!“
 ”تم تو کہتے ہو کہ اس کا تعاقب کرتے رہے تھے۔!“
 ”بہت چالاک تھی.... اُسے شائد معلوم تھا کہ میں اس کا تعاقب کرتا ہوں لہذا کہیں نہ
 نیل ڈاٹ دے کر غائب ہو جاتی تھی.... اچھا تم یہی بتا دو کہ وہ کیسے مری۔!“

دفعتا پھر فون کی گھنٹی بجی اور اس نے لیٹے ہی لیٹے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لی۔
 ”پیلو...!“
 ”ایکس ٹو....!“ دسری طرف سے آواز آئی۔
 ”لیں سر...!“

”معلوم کرو کہ یو کا واب ہمیں ایڈ لفی ہی میں مقیم ہے یا کہہ چھوڑ دیا!“
 ”بہت بہتر جناب....!“ صدر نے طویل سانس لی۔
 ”میں ایک گھنٹے کے بعد دوبارہ رنگ کروں گا!“
 ”بہت بہتر جناب....!“
 دسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔ ”تو
 عمران کی خچی دچپی نہیں تھی!“ وہ بڑا اور تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا۔
 میں منت کے اندر ہی اندر وہ ایڈ لفی پہنچ گیا تھا۔ اس نے صرف کاٹھر پر کمرہ نمبر بیانی
 متعلق معلومات حاصل کیں بلکہ کرے کی طرف بھی گیا۔ کمرہ مغلبل ملا۔
 پھر وہ ایک گھنٹہ پورا ہونے سے قبل ہی گھر واپس آگیا۔ ایکس ٹو کو پورٹ دینی تھی۔
 فون کی گھنٹی وقت کے تعین کے مطابق ہی بجی.... اس نے رسیور اٹھا لیا۔
 ”کیا رہا....؟“ دسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز آئی۔

”کمرہ الزبتھ فاؤلر کے نام پر ہے.... اُس کے ساتھ کوئی مرد نہیں رہتا.... البتہ اکثر لوگ
 اُس سے ملنے کے لئے آتے رہے ہیں۔ یو کا دنام کے کسی آدمی سے وہاں کا کوئی ملازم واقف نہیں
 ہے۔ اس کے ملنے جلنے والوں میں کسی جیلانی کا سارا غنیمہ ملتا۔!“
 ”اچھی بات ہے۔ اب آرام کرو۔ عمران کے بدلے میں کسی کو کچھ بتانے کی شہادت نہیں۔!
 ”کیا آپ کو سارے حالات کا علم ہو چکا ہے جناب....!“
 ”ہاں میں جانتا ہوں....!“
 ”وہ.... اس لڑکی.... کی موت....!“
 ”غیر ضروری باتیں نہیں....!“ سخت لہجے میں جواب ملا اور ساتھ ہی سلسلہ بھی منقطع کر دیا۔
 ”مجھے کیا....؟“ صدر بُرا سامنہ بنا کر بڑا یا اور رسیور رکھ دیا۔ لیکن فوائی گھنٹی بجی۔

”غلط سمجھا تھا.... اس نے تو کبھی مجھ سے بات بھی نہیں کی۔!“
 ”اے بھی جھوکو چہم میں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔!“
 ”کنی میں پیدل چلتا پڑے گا۔!“ عمران بولا۔
 ”پرواہ نہیں....!“
 ایک بار پھر وہ سڑک پر نکل آئے دن بھر کی تپش کے بعد رات کسی قدر خوش گوار ہو گئی تھی۔
 ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور مطلع صاف تھا۔
 وہ چلتے رہے....! عمران خاموش تھا.... اور لزی بھی خلاف موقع زبان روکے ہوئی تھی۔
 ایک جگہ انہیں بالآخر ایک خالی ٹیکسی مل ہی گئی۔
 ”یہ رات ساحل پر کیوں نہ گزاری جائے۔!“ لزی نے کہا۔
 ”مجھے کوئی اعتراض نہیں....!“ عمران سپاٹ لہجے میں بولا۔
 اور پھر وہ ساحلی تفریح گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔
 ”ایڈ لفی میں تمہارا اسمان ہو گا....!“ عمران نے کچھ دیر بعد کہا۔
 ”میں نئے سرے سے زندگی شروع کرنا چاہتی ہوں.... پچھے سڑک نہیں دیکھنا چاہتی۔!“
 ”اگر سب اسی طرح نئے سرے سے زندگی شروع کرنے لگے تو ہو میں والے کنگال ہو جائیں!“
 ”کیا مطلب....؟“
 ”پچھے سڑک نہیں دیکھیں گے تو ان کے واجبات کون ادا کرے گا۔!
 ”تم اس کی فکر نہ کرو....!“
 ”ایسی ہی عورت کی تلاش تھی مجھے جو ہر طرف سے بے فکر کر دے۔!
 ”مگر تم....!“
 ”مگر میں....?“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔
 ”تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو....!“
 ”میں تو فرشتہ ہوں.... آدمی کہہ کر میری توین نہ کرو....!“
 ”واقعی تم فرشتہ ہی ہو....!“ وہ جعلے کئے لہجے میں بولی۔
 ”ساحل پر پہنچ کر وہ ہی سائیڈ ہیون کی طرف روانہ ہو گئے....! یہاں شہر کے منسلکے شب

”سڑھیوں سے اتر رہی تھی پیر پھسلا نیچے چلی آئی اور مرگی! یوکا دا نے مجھے یہی بتایا تھا۔
 ”جلپانی مجھے اچھے نہیں لگتے....!“ عمران نہ اسامنہ بنا کر بولا۔ ”پتہ نہیں تم یورپ میں لا
 انہیں کیوں پسند کرتی ہو....!“
 ”پسند کا سوال ہی نہیں.... ملازمت جہاں بھی مل جائے۔!
 ”اچھا میں تمہیں کسی یورپ میں ہی کی ملازمت دلوادوں گا۔!
 ”میں تمہارے ساتھ رہوں گی سمجھے۔!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔
 ”بقیہ پچھیں کسی وقت بھی دابیں آسکتی ہیں۔!
 ”میں نہیں ڈرتی کسی سے مجھے اخھائیسوں سمجھو....!
 ”خیہیں نہند کب آئے گی۔!
 ”کھانا کھائے بغیر نہیں سوتی.... مجھے بھوک لگ رہی ہے۔!
 ”یہ تو نہیں سنائی۔.... اخھائیسوں کی گنجائش نہیں بجٹھ میں....!
 ”میرے پرس میں خاصی بڑی رقم موجود ہے۔!
 ”اگر یہ بات ہے تو ایک سواخہ نہیں بھی نہیں۔!
 ”پلے کہیں چلیں....!
 ”رات کے دس بجکار ہے ہیں....! یہاں ٹیکسی بھی آسانی سے نہیں ملتی۔!
 ”پیدل ہی چلیں گے۔!
 ”چلو....!“ عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ ”تمہارا باس یوکا دا کہاں رہتا ہے....?
 ”اے جہنم میں جھوکو...! اس کا تذکرہ اب مت کرتا....!
 ”چھا گلیارہ نو میری کا پکڑ سمجھا دو....!
 ”وہ.... وہ شائد شادی کرتا چاہتا تھا.... روزی نے اس کے لئے گیارہ نو مبر طے کی
 لیکن وہ ایک ہفتہ قبل اپنے وعدے سے پھر گئی۔ یہاں چلی آئی یوکا دا بھی پچھے پچھے آیا۔
 آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ وہ اپنے وعدے سے کیوں مخفف ہو گئی تھی۔! تم نے شاندار
 کلب میں گیارہ نو میر کا حوالہ دیا تھا۔ لس وہ بھڑک اخھا سمجھا کہ شائد تم ہی ان دونوں کے
 آگرے تھے۔!

بیداری کیا کرتے۔

انہوں نے بھی ایک میر سنجال لی۔ اور عمران ویٹر کو بلا کر آرڈر لکھوانے گا۔

اتنے میں نہ جانے کدھر سے یوکاوا تازل ہو گیا اور کھڑے ہی کھڑے بڑی سے غصیلے لجھے بولا۔ ”ایک بار پھر تمہیں سمجھانا چاہتا ہوں۔!“

”آج جون کی امداد رتارخ ہے۔!“ لزی نے محکمہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ”میں چاہوں کہ یہ تاریخ بھی تمہارے لئے یاد گاردن بن جائے۔... آج ہی تو وہ بھی مری ہے۔!“

”ترفی رکھئے جتاب۔...!“ عمران اٹھتا ہوا بڑے ادب سے بولا۔

”میں زندگی مھر تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ ورنہ اسے سمجھاؤ۔!“ یوکاوا نے اس کی بائی جاتب والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”میں سمجھاؤں۔...!“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ تم۔۔۔!“

”ارے انہوں نے تو خود مجھے سمجھا سمجھا کراہہ مر اکر دیا۔ اب مجھ میں رکھا ہی کیا ہے تمہارا حکم بجا لاؤں۔!“

”نہیں مذاق میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔!“

”مشر میں سبجدہ ہوں۔.. اور رتا ہوں کہ کہیں اب مجھ پر رنجیدگی کا بھی دورہ نہ پڑ جائے۔

”تم خاموش بیٹھو۔...!“ لزی نے اس طرح کہا جیسے کوئی ماں اپنے بیو قوف بچے کو بہت زبواس کرنے سے روکتی ہے۔!

اور عمران نے بھی اسی طرح سختی سے ہونٹ بھینچ لئے جیسے براسعادت مند ہو۔

”تم اب تک اسی کے لئے توجیہت رہے ہو۔!“ لزی نے یوکاوا سے کہا۔ ”اب دہ مر گئی تو میر لئے کیوں بے چین ہو۔!“

”اس کی بات اب نہ کرو۔...!“ یوکاوا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”پچھے بھی ہو۔... میری واپسی ممکن نہیں۔...!“

”میں بہت خطرناک ہو جاؤں گا لڑی۔...!“ یوکاوا نے سخت لجھ میں کہا۔

”تم نے جس آدمی کو شکست دی تھی پہلے میں اس کی سیکریٹری تھی۔ اس کی شکست کے بعد:

تمہارے پاس آئی تھی اب تم نے اس سے شکست کھائی ہے لہذا مجھے اس کے پاس ہونا چاہئے۔!“
”اگر یہی بات ہے تو میں مشریو کا دوسرے شکست کھانے کو تیار ہوں۔!“ عمران بول پڑا۔
”میں نے کہا تھا کہ تم خاموش رہو۔...!“ وہ اس طرف دیکھ کر غرائی۔

”میں نے اس سے شکست نہیں کھائی۔!“ یوکاوا آنکھیں نکال کر بولا۔ ”جب مجھے محسوس ہوا کہ اس کے سلسلے میں مجھے غلط فہمی ہوئی تھی تو میں نے معاملہ رفع کرنے کی کوشش کی۔ تم اسے شکست نہیں کہہ سکتیں۔!“

”مشریو کاوا۔...! میری واپسی ناممکن ہے۔!“
اتنے میں ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لا کر میز پر لگانے لگا۔
”آپ کیا کھائیں گے مشریو کاوا۔!“ عمران نے بڑے ادب سے پوچھا۔
”پچھے نہیں۔۔۔ اشکریہ۔۔۔!“ وہ غریا۔

”مجھ سے کیوں خفا ہو گئے۔۔۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔!“
”پہنچ نہیں تم کون ہو۔۔۔ اور کہاں سے آکو دے۔!“

”میر انام علی عمران ہے اور کو دنا چاہندتا میری ہو بی۔۔۔ لیکن یہ رنگ ٹرانی زبردستی گلے پڑی ہے۔ انجھے خدا معااف کرے۔!“

”اچھا تو میں اسے زبردستی لے جاؤں گا۔!“

”یہ نامکن ہے مشریو کاوا۔۔۔ لظوظ زبردستی میرا مودہ خراب کر دیتا ہے۔ لہذا اب تو وہی ہو گا جو یہ رنگ ٹرانی چاہے گی۔۔۔ میں نے اسے نہیں جیتا بلکہ اس نے مجھے جیت لیا ہے۔!“

”یا مطلب؟“

”اب یہ اگر مجھے چھوڑتا بھی چاہے تو ایسا نہیں کر سکتی۔!“

”تم کیا کرو گے۔۔۔؟“ یوکاوا نے پھر نہنچے پھلائے۔

”چھوڑنے کی کوشش کر کے دیکھ لے۔۔۔ پہنچ جائے گا۔!“

”تم دھمکی دے رہے ہو۔۔۔!“

”دھمکی دیتا میرے نہ دیکھ کریں بُن ہے۔۔۔ میں اظہار حقیقت کر رہا تھا۔!“

”تواب تم اسے نہیں چھوڑو گے۔!“

”میں کہتی ہوں جہنم میں جھوکواس لڑکی کو... اب تم میرے علاوہ اور کسی لڑکی کے بارے نہیں سوچوں گے!“

”بہت اچھا...!“ عمران نے سعادت مندانہ لمحے میں کہا۔

وپر کوبل کی رقم ادا کرنے کے بعد بھی وہ ویس پیشہ رہے!“

”لیکن مجھ رات تین گزرے گی...!“ لڑکی بولی۔

”مجھ کوئی اعتراض نہیں...!“

”جی بناو... کیا وہ مکان تمہارا نہیں تھا...?“

”ہرگز نہیں... لیکن مجھے علم میں تھا کہ وہ عرصہ سے خالی ہے!“

”تو کیا تم نقشبند زن ہو۔ چور ہو...!“

”جو چاہو سمجھ لو... نوابزادوں کی کی زندگی بسر کرنے کے لئے سب پچھہ کرنا پڑتا ہے!“

”پولیس ترہتی ہو گی تمہارے پیچھے!“

”بھی آگے رہتی ہے اور بھی پیچھے!“

”کیا مطلب...?“

”مطلوب خود بھی نہیں معلوم...!“

”اب شائد تمہیں نیند آرہی ہے دماغ قابو میں نہیں۔“ وہ چڑھانے کے سے انداز میں بُنی۔

”نیند... نیند... نیند... چلو انہو... میں کہیں تمہارے سونے کا انتظام کروں۔!“ عمران نے جھلائی کامظہرہ کیا!



صفدر بے خبر رہا تھا... لکھنی کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ کوئی مسلسل کال مل کاٹن دباتے رہا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ عمران ہی ہو سکتا تھا کیونکہ رہ رہ کر بُنی دباتے کا یہ فضوی انداز اسی کا تھا۔

اس نے بڑی جلدی میں سلپینگ گاؤن پہننا اور صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس کا خیال درست تھا... دروازہ کھلتے ہی عمران مسمی صورت بنائے دکھائی دیا۔

”فرمائیے...!“ صدر دروازت پر دانت جما کر بولا۔

”نہیں مسٹر یو کاوا...!“ عمران سر ہلا کر مغموم لمحے میں بولا۔“ یہ میری زندگی میں پہلی لڑکی ہے!“

لیکن تم تو اپنی دوسرا یو یوں کاتند کر رہے تھے۔!“ لڑکی نے کہا۔

”مغض امتحان تھا تمہارا... میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ لگاؤ کتنا مضبوط ہے!“

”تم کسی اندر ہے کونیں میں کرنے والی ہو...!“ یو کاوا نے لڑکی کو ہوتے کہا۔

عمران اور لڑکی نے کھانا شروع کر دیا تھا کوئی پچھہ نہ بولا۔

ٹھوڑی دیر بعد عمران نے سر اٹھا کر کہا۔ ”مسٹر یو کاوا کیا تم کافی پینا پسند کرو گے!“

”نہیں...!“ وہ جملائے ہوئے لمحے میں بولا۔

”تو پھر چلتے پھرتے نظر آؤ...!“

”اچھی بات ہے...!“ یو کاوا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کا انجام اچھا نہیں ہوا۔

”نہایا...!“ عمران نے کہا اور پھر کھانے میں مشغول ہو گیا۔

لڑکی کے چہرے پر ناگواری کے آثار تھے۔ اس نے کہا۔ ”تم نے بہت اچھا کیا مجھے اڑا تھا کہ خواہ تنوہ گنتگو کو طول دے رہے ہو۔ ارے گریبان پکڑ کے اخھا بنا تھا!“

عمران کچھ نہ بولا۔ کھانے کے بعد کافی طلب کی گئی۔ عمران کے چہرے پر فکر مندا پائے جاتے تھے۔

”تم خاموش کیوں ہو... کیا سوچ رہے ہو...!“ لڑکی نے کچھ دیر بعد کہا۔

”میں... میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ تمہیں کچی بات بتا دوں۔!“

وہا سے حرمت سے دیکھنے لگی۔

عمران کی آنکھیں اب بھی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور وہ خلائیں گھورے جا رہا تھے۔

کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”وہ مجھے اچھی لگتی تھی۔ اس لئے جہاں کہیں بھی دکھا

تعاقب شروع کر دیتا۔ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ اس میں دلچسپی لیئے والے دوڑا بیں وہ بھی اس کا تعاقب کرتے تھے۔ صورت سے اچھے آدمی نہیں معلوم ہوتے۔

سوچ کہیں یہ لڑکی کو کوئی نقصان نہ پہنچا میں لہذا باقاعدہ طور پر میں لڑکی کی نگرانی کر۔

ہدایت پر میں نے اسے گرانے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن یقین کرو.... اگر یہ معلوم ہوتا کہ گرتے ہی مر جائے گی تو!“

”میرا خیال ہے کہ چیف بھی اس کی موت کا خواہاں نہیں تھا!“ صدر جلدی سے بولے۔

”پچھے نہیں.... اس کے آگے بلکہ آٹھ ہے!“ صدر مکرایا۔

”اور اب یہ لڑکی آپ کے لگے پڑی ہے!“ صدر مکرایا۔

”پچھے سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں!“

”یوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں!“

”فی الحال... اتنا پلے پڑا ہے کہ وہ اس لڑکی کو کیوں گرانا چاہتے تھے!“

”آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی اس کو مار دالنے ہی کے لئے گرانا چاہتے تھے!“

”میرا بھی خیال ہے!“

”یوکا واؤ کون ہے....؟“

”انجیز... ایک فیکٹری میں مشین لگوارہا ہے.... اسی کمپنی کی طرف سے آیا ہے جس سے مشین خریدی گئی ہیں!“

”تو پھر اب آپ کیا کریں گے!“

”میاں میں خود کچھ نہیں کرتا... رپورٹ دے دی ہے۔ تمہارے چیف کو لل... لیکن یہ لڑکی کس کی خدمت میں پیش کی جائے!“

”آپ اُنے کہاں سلا آئے ہیں!“

”یونٹ نمبر چھ میں....!“

”میری رائے ہے کہ اب آپ اُھر پلٹ کر ہی نہ جائیے!“

”کونسے دے گی!“

”میا فرق پوتا ہے!“

عمران کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ٹھنڈی سانس لی اور انٹھ کر کھڑکی کے قریب گیا۔ باہر اندر گھر سے میں کچھ دیکھتا رہا پھر پلٹ آیا۔

”میں دراصل اس وقت ان کو تمہارا گھر دکھانا چاہتا تھا!“ اس نے صدر کی آنکھوں میں

عمران نے ٹھنڈی سانس لی اور دردناک آواز میں گفتگو۔ ”شکریہ! اے یار تیرا شکریہ! تو اندر تشریف لا یئے نا...!“ صدر پیچھے ہٹا ہوا بولا۔

اندر آ کر عمران بیٹھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ صدر سے کچھ سننا چاہتا ہو۔ اور صدر کی جھنجڑاہٹ اس کی خاموشی سے اور بڑھ رہی تھی۔

”ڈھانی بیجے ہیں....!“ صدر سے گھورتا ہوا بولا۔

”اچھا...!“ عمران نے حیرت سے کہا اور پھر اپنی گھڑی دیکھ کر بولا۔ ”ٹھیک چل رہا ہے“ ”اوہو.... تو کیا گھڑی ملانے آئے تھے!“

”نہیں... شکوہ کرنے.. کیا ضرورت تھی بیچ میں کو پڑنے کی۔ مجھے مر جانے ہی دیا ہو:“

”آخر ہوا کیا....؟“

”کلو رو فارم سکھا کر نکل بھاگا ہوں۔ پانچ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتاد سے دمغ چانے جادی تو“

”آخر وہ ہے کون....؟“

”اے یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو....!“ عمران آنکھیں نکال کر دہاڑا۔

”بس ختم کیجئے.... اور دے سر پھٹا جا رہا ہے!“

”یہاں بیچ دوں....!“ عمران نے رازدارانہ لمحے میں پوچھا۔

صدر بھی سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ ان سے تکلیف کا اظہار ہو رہا تھا۔

”میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے....!“ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”اور وہ لڑکی جو مر گئی!“

”وہ بھی میرے لئے اجنبی تھی۔ اور اصل مجھ سے پہلے دو آدمی اور بھی اس کا تعاقب تھے۔! تمہارے چیف نے ایک دن شاہزاد دنوں کی گفتگو سن پائی۔ ان میں سے ایک کہ کہ لڑکی کو کس طرح گرتا چاہئے۔ شاہزاد وہ لوگ پہلے سے بھی اسے گرانے کی تدبیر کر کچے لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آخر ان سخھوں کی نگرانی میرے مقدر میں آئی۔ اسی میں اس چاپانی یوکا اپر بھی نظر پڑی کیونکہ ان دنوں آدمیوں کو اسی سے ہدایات ملتی تھیں۔

”میں اس لڑکی کی موت کے بارے میں پوچھ رہا تھا!“

”ہوں....!“ عمران نے طویل سانس لی چند لمحے خاموش رہا۔ پھر بولا۔ ”تمہارے پا

”اے... تم بھی ساتھ چلو..!“ عمران صدر کی طرف دیکھ کر گھکھلایا ”مجھے ذرگ رہا ہے..!“

”پوری فوج لے چلو... لیکن میں آج فصلہ کر کے رہوں گی..!“

فتا صدر ان کی راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔ ”جب تک یہ معاملہ میری سمجھ میں نہ آجائے آپ لوگ باہر قدم نہیں نکال سکتے!“

عورت نے عمران کا گریبان چھوڑ دیا اور صدر کو خون خوار نظروں سے گھورنے لگی۔

”وکھو تو تم نہ ذر جانا....!“ عمران خوف زده لبجے میں بولا۔

”اے مجھ سے شادی کرنی ہی پڑے گی..!“ فتح عورت حلق چھاڑ کر چینی۔

انتہی میں عمران نے صدر کو اشارہ کیا کہ وہ خود نکل ہمگنا چاہتا ہے..!

”آپ مجھے پوری بات بتائیے!“ صدر نرم لبجے میں بولا۔ ”شائد میں آپکی کوئی مدد کر سکوں..!“

اچاک عمران نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی اور دوڑتا چلا گیا۔ اس کے بعد تو صدر نے عورت کا راستہ روک ہی لیا تھا۔ وہ چینچ رہی۔

”آپ صبر سے کام لیں محترمہ....!“ صدر بولا۔ ”مجھے ساری بات بتائیے... میں یقیناً آپ کی مدد کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں..!“

”مجھے جانے دو....!“

”بھگڑے کی وجہ معلوم کئے بغیر یہ ناممکن ہے..!“ صدر کے لبجے میں نرمی بدستور قائم رہی۔

”اچھی بات ہے...!“ فتح عورت بھی ڈھیلی پڑی۔

”میرے ساتھ تشریف لایے..!“

صدر ادب و احترام کا مظاہرہ کرتا ہوا اس کوڈرائینگ روم میں لایا۔

دونوں بیٹھنے لگئے... اور عورت نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”مجھے کافی پلاو...!“

”فی الحال تو میں اس قسم کی کوئی خدمت نہ کر سکوں گا کیونکہ باہر کھاتا پیتا ہوں۔ میرے پاس کوئی ملازم بھی نہیں..!“

”غیر شادی شدہ ہو...!“

”میں ہاں...!“

”شادی کیوں نہیں کر لیتے..!“

دیکھتے ہوئے کہا۔

”کن کی بات کر رہے ہو...!“

”جب سے لڑکی سر پڑی ہے..... برادر تعاقب ہو رہا ہے..!“

فتا کسی نے بہت زور زور سے دروازہ پینشا شروع کر دیا۔

”یہ کون الحق ہے..!“ عمران دیدے پنجا کر بولا۔ ”انہا ہتے کیا... کال بل کاموں نہیں دکھائی دیتا..!“

صدر اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا اور تیزی سے چلتا ہوا صدر دروازے تک پہنچا۔ دروازہ پینٹے کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔

”کون ہے...؟“ صدر نے اوچی آواز میں پوچھا۔

”دروازہ کھولو...!“ باہر سے جھلائی ہوئی نسوانی آواز آئی۔

صدر نے طویل سانس لی اور دروازہ کھولنے لگا۔ اس کا نیال تھا کہ عمران کے سر پڑنے والا لڑکی ہی ہوگی۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی نئی صورت دکھائی دی۔ اس نے شوخ رنگ کی لپ اسکا رکھی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور کسی تدریش میں بھی معلوم ہوتی تھی۔

”کہاں ہے وہ...؟“ جنی عورت چینی۔ ”اے باہر نکا لو... اور تم سب سور ہو۔“

”میں نہیں سمجھا آپ کیا کہہ رہی ہیں..!“

”تم ہٹو سامنے سے... میں خود ہی اسے کھینچتی ہوئی لے جاؤں گی..!“

”میں نہیں جانتا آپ کون ہیں...!“ صدر نے ناخوش گوار لبجے میں کہا۔ اسے کسی تدریش بھی آگیا تھا۔ غصے کی بات بھی تھی وہ اس طرح شور مچاری تھی کہ پڑوسیوں کی نیند بھی اچٹ جائی۔

”میں پوچھ رہی ہوں... عمران کہاں ہے..!“ وہ پہلے سے بھی زیادہ زور سے چینی۔

اور پھر صدر کو عمران بھی دکھائی دیا۔ چپ چاپ سر جھکائے کھڑا تھا۔

عورت اس کی طرف چھپتی اور اسے جھنجور جھنجور کر کہنے لگی۔ ”میری زندگی رہا کہ اب چھپتے پھر رہے ہو...! میں تمہارا خون کر دوں گی..!“

”اے باپ رے...!“

”چلو میرے ساتھ...!“ اس نے اس کا گریبان پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔

”ابھی مالی حالت اتنی مستحکم نہیں ہوئی۔“
 ”کسی مال دار عورت سے کرو...!“
 ”آج تک کوئی ملی ہی نہیں۔“
 ”میں تمہیں اچھے حلقوں میں متعارف کر سکتی ہوں۔!“
 ”دراصل مجھے دچپی ہی نہیں.... لیکن یہ کس قسم کی باتیں چھڑ گئیں۔ میں تو آپ کی کہا
 سنا چاہتا ہوں۔!“
 ”میری کہانی یہ ہے کہ تم بالکل گدھے ہو...!“ وہ نہیں پڑی۔
 اور صدر بے ساختہ چوک پڑا کیونکہ یہ ہنسی تو جولیانا فائزہ واڑی کی تھی۔

”تم...!“
 ”ہاں میں... اب مجھے اپنی اس صلاحیت پر مغزور ہو جانا چاہئے۔ تم بھی نہ پہچان سکے۔!
 ”کمال کامیک اپ ہے۔!“
 ”اب پلوادہ کافی۔!“

”ہاں... ہاں... ضرور...! لیکن یہ سب کیا تھا...!“
 ”مجھے ایکس ٹوکی طرف سے ہدایت ملی تھی کہ تمہارے گھر پہنچ کر عمران کے سلسلے میں ا
 قدم کا بھگڑا اٹھاؤں۔!“
 ”کچھ سمجھ میں نہیں آتا...!“ صدر اپنی گدھی سہلا تا ہوا بولا۔
 ”تم مجھے صرف اس لڑکی کے بارے میں بتا دو جو زینے سے گر کر مر گئی۔!
 ”میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتا کہ وہ ہمارے چیف ہی کے حکم پر ہوا تھا۔ عمران کا
 بیان ہے۔!
 ”یعنی ایکس ٹوکی ہدایت پر وہ زینے سے گرائی گئی تھی۔!
 ”ہاں۔!“

”جہنم میں ڈالو... میں بہت تھک گئی ہوں۔! مجھے فوراً کافی چاہئے۔!
 ”صدر اٹھا اور کچن میں آکر کافی کے لئے پانی رکھنے لگا۔ دفتار نے محسوس کیا جیسے فون کی
 نگر ہی ہو۔ تیزی سے خواب گاہ میں پہنچا۔ ریسیور اٹھایا اور دوسرا طرف سے ایکس ٹوکی آواز سنی

”لیں سر...!“
 ”میا جولیا چلی گئی....؟“
 ”نہیں جتاب.... ابھی بیہیں ہے۔!
 ”اس سے کہو کہ جس طرح چینی چلاتی وہاں پہنچی تھی اسی انداز میں فوراً رخصت ہو جائے۔!
 ”بہت بہتر جتاب...!“
 اور پھر سلسلہ مقطوع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ ڈرانیگ رومن میں جولیا
 کانی کی منتظر تھی۔
 ”مجھے افسوس ہے فائزہ واڑی تم کافی نہ پی سکو گی۔!“ صدر نے اس سے کہا۔
 ”کیوں...?
 اس نے اسے ایکس ٹوکی کاں کے بارے میں بتایا اور وہ نہ اسامنہ بنا کر بولی۔ ”یہ شخص غالباً ہر
 وقت جاگتا رہتا ہے۔!
 ”بے خوبی کام ریاض معلوم ہوتا ہے۔!“ صدر نے بلکل ہی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
 ”وہ تو ہم سب ہو جائیں گے کسی دن۔!“ جولیا نے برا سمانہ بنا کر کہا اور اٹھ گئی۔
 اس کے بعد وہ پہلے ہی کے سے انداز میں شور بھاتی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی تھی۔



یوکا و اکی گاڑی ایک طویل دیر یعنی عمارت کی کپاؤند میں داخل ہوئی اور پورچ میں جار کی۔
 گاڑی سے اتر کر وہ عمارت کے صدر دروازے سے گذرتا ہوا ایک کمرے میں پہنچا اور فون کا
 ریسیور انھا کر ماڈ تھیں میں بولا۔ ”اث ازیو کاوسر...!
 ”لیں...!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔

”پوست مارٹم کی رپورٹ بھی بتاتی ہے کہ اس کا دل پھٹ گیا تھا۔!
 ”کماش تم میں سے کوئی اسے گرتے دیکھ سکا ہوتا۔!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔
 ”میں گرتے وقت کی صحیح پوزیشن معلوم کرنا چاہتا ہوں۔!
 ”پوزیشن جتاب....؟ میں نہیں سمجھا....!
 ”وہ کسی پہلو پر گردی یا پیٹ کے بل....؟“

پرے اسی کا ایک ہموطن اتر کر آگے بڑھا۔
 ”مجھے دیر تو نہیں ہوتی!“ اس نے یوکا واسے پوچھا۔
 ”نہیں تھیک ہے.... اور غالباً ہم وہیں پہنچنے ہیں جہاں پہنچنا چاہئے تھا!“
 ”عمارت تو یہی ہے!“ وہ سامنے والی عمارت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”لیکن یقین کے
 ساتھ فلیٹ کا یقین نہیں کیا جاسکتا!“
 ”پھر کیا صورت ہو گی!...!“ یوکا وانے پر تشویش لجھے میں کہا۔
 ”ٹھیک پائچ منٹ بعد میں ایک مخصوص اشارہ کروں گا!“ دوسرے آدمی نے گھری پر نظر
 ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اس کے بعد اگر اشارے کا جواب ملا تو اس کی موجودگی ظاہر ہو جائے گی ورنہ
 پھر دوسرے ادکامات کا منتظر رہتا پڑے گا!“
 یوکا وانے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اتنی دیر میں
 ہم ایک سگریٹ ختم کر سکتے ہیں!“
 دوسرے آدمی نے سگریٹ لے کر سلکایا اور گھری پر نظر جماعتے رہا۔
 ”ٹھیک پائچ منٹ بعد اس نے انگرزاں لیتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے کراس بنا یا اور سامنے والی
 عمارت کی ایک کھڑکی سے بڑے بالوں والے چھوٹے سے سفید کتنے سڑک پر چھلانگ لگائی اور
 اپنے منہ میں دبے ہوئے کاغذ کے ایک ٹکڑے کو ان کے قریب گراٹا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔
 یوکا وانے جھک کر وہ کارڈ انھالیا تھا دوسرے آدمی بھی اس کے قریب آگیا۔ کارڈ پر تحریر تھا۔
 ”گیارہ نومبر....!“
 ”میرا کام ختم ہو گیا.... اب تم جاؤ....!“ دوسرے آدمی نے کہا اور اپنی اسپورٹ کار میں
 بٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔
 یوکا وانے کارڈ لئے کھڑا رہا۔ جب اسپورٹ کار اگلے موڑ پر نظر دیں تو آہستہ
 آہستہ عمارت کی طرف بڑھتے لگا۔
 تھوڑی دیر بعد وہ ایک فلیٹ کے بند دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دروازہ کھلا سامنے ایک
 اور جیز عمر کا آدمی کھڑا نظر آیا۔
 یوکا وانے وہی کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا جو سڑک پر کتے کے منہ سے گرا تھا!

”اس کا پتہ لگنا و شوار ہے جتاب....!“
 ”خیراب دوسرے کیس پر بخوبی نظر رکھنا!“
 ”بہت بہتر ہے جتاب....!“
 ”ہاں.... اس کے بارے میں کیا رپورٹ ہے!“
 ”جبکہ جتاب وہ مجھے صرف ایک ابواش آدمی معلوم ہوتا ہے۔ ابھی رات وہ اپنے دوست کے
 گھر گیا تھا۔ وہاں ایک عورت بھی آپنی وہ دراصل اسی کی تلاش میں تھی اور غصے سے پاکن نہ
 آرہی تھی!“
 ”تو پھر ہمیں اس سے کیا!“ دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔
 ”مطلوب یہ کہ وہ اس سے شادی کرنے پر مصر تھی اور وہ نکل بھاگا تھا میں دراصل اس واقعے
 سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسے لڑکوں کے چکر میں رہنے کی عادت ہے!“
 ”پھر اس نے گیارہ نومبر کا حوالہ کیوں دیا تھا....؟“
 ”لڑکی نے رپورٹ دی ہے کہ وہ ہمارے دو آدمیوں کو روزی کے بارے میں گفتگو کرتے
 سن ہی کر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے ان کی زبان سے گیارہ نومبر کے متعلق بھی کچھ
 سن پایا ہو۔!“
 ”کچھ بھی ہو....! میں کسی قسم کا ہنگامہ نہیں چاہتا۔ مجھے سکون سے اپنا کام کرنا ہے!“
 ”آپ مطمئن رہیں جتاب!...!“ یوکا وابلا۔ ”سارے کام آپکی مرضی کے مطابق ہوں گے!“
 ”لب سختا رہو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور سلسلہ مقطوع ہو گیا۔
 ایک بار پھر اس کی گاڑی سڑک پر دوڑ رہی تھی کچھ دیر بعد ایک میلی فون بو تھے کے قریب
 رکا۔ اس میں داخل ہو کر کسی کے نمبر ڈائل کے اور ماڈم پیس میں بولا۔
 ”میلو.... کون ہے.... اچھا دیکھو....! میں سکس تھرٹین کے پاس ملوں گا!“ ٹھیک در
 منٹ بعد۔ ٹھیس وہاں موجود رہنا چاہئے!“
 کال ڈسکنٹ کر کے وہ پھر گاڑی میں آبیٹھا اور شہر کے اس علاقے میں جہاں سکتھو اسٹریٹ
 اور تھرٹیٹھ اسٹریٹ کا سگم تھا پہنچ کر ایک جگہ گاڑی پار کر دی۔
 بار بار گھری دیکھے جا رہا تھا۔ پھر ایک نیلے رنگ کی اسپورٹ کار بھی اسی کے قریب آر کی اس

”اندر آ جاؤ...!“ اجنبی نے کہا۔ یہ کسی مغربی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا!

یوکا داکرے میں داخل ہوا۔ اجنبی نے ایک کریمی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”بیٹھ جائی۔ پھر وہ اُسے وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ یوکا دا نے دوسرا سگر بیٹ سلاگیا اور بُلہ کش لیتا رہا۔

تقریباً پانچ یا چھ منٹ بعد اجنبی پھر واپس آیا۔ اس نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ غالباً کہیں اور جانے کی تیاری تھی۔

”چلو...!“ اس نے یوکا دا سے کہا اور یوکا دا چپ چاپ اٹھ گیا۔

ٹھوڑی دیر بعد یوکا دا اپنی گاڑی ڈرائیور رہا تھا اور اجنبی اس کے برابر بیٹھا ہوا اُسے راستوں کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔

شہر کی مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے وہ موڈل کالونی میں داخل ہوئے۔



عمران اس وقت میک اپ میں تھا۔ صبح ہی سے یوکا دا کے تعاقب میں رہا تھا۔ اب اس نے اس کو اس سفید فام آدمی کے ساتھ موڈل کالونی کی ایک عمارت میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس نے اپنا اسکوڑ عمارت کے سامنے سڑک کی دوسری جانب روک دیا۔

یوکا دا نے بھی اپنی گاڑی سڑک ہی پر چھوڑ دی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے تک وہ ان کی واپسی کا منتظر رہا۔ لیکن وہ عمارت سے برآمدہ ہوئے۔ یوکا دا کی گاڑی اب بھی سڑک ہی پر موجود تھی۔

عمران اس حصے میں اپنے اسکوڑ سے اس طرح الجھتا رہا تھا جیسے اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ پورے ڈیزائی بعد یوکا دا کا سفید فام ساتھی عمارت سے برآمدہ ہوا اور یوکا دا کی گاڑی نہ بیٹھ کر روپنگر ہو گیا۔ عمران نے اس کے اس انداز میں کوئی خاص بات محسوس نہیں کی۔

وہ اسی حیض بیض میں رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے اور گاڑی اگلے موڑ پر نظریوں سے او جھل ہو گئی۔ چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اُسے اُس کے پیچھے نہ جانا چاہیے اُس نے سیٹ کے نیچے سے?

بُلہ کالا اور عمارت کی طرف بڑھتے لگا۔

بیگ میں ایک انشور نش کپنی کا لڑپر تھا جو عمارت کے کینونوں سے تعارف حاصل کرے۔

میں بد و گار نبات ہوتا۔

برآمدے میں پہنچ کر اس نے کال بل کا میش دیا۔ دیتا ہی رہا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ دو منٹ گذر گئے۔ پھر اس نے دروازے کا پینڈل گھمایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا۔ رہداری سنان پڑی تھی۔ وہ آگے بڑھتا گیا۔ عمارت میں اس کے قدموں کی آواز کے علاوہ اور کسی قسم کی آواز نہیں تھی۔ سارے کمرے خالی نظر آئے....! پکن میں آیا اس کی حالت سے معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے عرصہ سے استعمال نہ کیا گیا ہو۔

ایک بار پھر وہ کمرے میں آیا اور جیسے ہی ایک باتھ رومن کا دروازہ کھولا جہاں کھڑا تھا کھڑا رہ گیا۔ یوکا دا از میں پر چوت پڑا تھا.... اور.... اور اس کی گردن کٹی ہوئی تھی!

عمران بہت احتیاط سے آگے بڑھا.... لاش کے سر کے قریب ایک کارڈ پڑا نظر آیا جس پر ”لیارہ نومبر“ تحریر تھا!

اس نے جیب سے اپنی کیسرہ نکالا اور لاش کی تصویریں کئی زاویوں سے کھینچیں۔ پھر سارے کروں کے دروازوں کے پینڈل صاف کرتا پھر۔

ٹھوڑی دیر بعد اس کا اسکوڑ شہر کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

صادر اور وہ ساتھی ہی چلتے تھے.... صدر اپنی گاڑی میں تھا۔

اور عمران نے اسکوڑ سنبھالا تھا۔ پھر اس جگہ سے دونوں کی راہیں الگ ہو گئی تھیں۔ جہاں سے یوکا دا کا پہلا ساتھی رخصت ہوا تھا۔

صدر نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا اور عمران یوکا دا کا تعاقب کرتا ہوا موڈل کالونی کی اس عمارت تک جا پہنچا تھا اور پھر اس کا تعاقب کا اختتام یوکا دا کے قتل پر ہوا۔

شہر پہنچ کر سب سے پہلے اس نے ایک پیک ٹیلی فون پر ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا۔ جو لیا نے کال رسیوکی تھی۔

عمران نے ایکس ٹوکی آواز میں کہا۔ ”موڈل کالونی کی تیسری سڑک پر کوئی نمبر سات میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دو.... اور پولیس کی تفتیش سے آگاہ رہو۔ میں کی وقت روپورٹ طلب کرلوں گا۔!“

”بہت بہتر جناب....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے سلسہ مقطع کر دیا۔

یو کا دا کی رہائش گاہ کا علم اسے نہیں تھا۔ آج بس یو نہیں ایک جگہ مذبحیز ہوئی تھی اور اس نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ ویسے نکلا تھا اس کی کٹلائش میں۔

پھر جب وہ نیپ ناپ میں ناشتہ کرنے لگا تھا تو عمران نے فون کر کے صدر کو بھی وہیں طلب کر لیا تھا۔ ایسا نہ کرتا تو اس وقت شائد وہ افسوس کر رہا ہوا تکیوں کے یو کا دا کے بعد پھر ان میں کوئی آدمی نظر میں نہ رہتا۔ صدر کی موجودگی کی بناء پر کم از کم وہ اس کے ساتھی کا تعاقب تو کراہی سکا تھا۔

آج تین عمارتیں بھی علم میں آئی تھیں! پہلی وہ عمارت جہاں یو کا دا تہبا گیا تھا دسری وہ جہاں سے ایک سفید قام غیر ملکی اس کے ساتھ ہوا تھا اور تیسرا وہ جہاں اس کی لاٹ پائی گئی تھی۔ واپسی پر عمران نے سب سے پہلے اس عمارت کا رخ کیا جس کی ایک کھڑکی سے کتا کو دا تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ سفید قام غیر ملکی پھر وہیں واپس گیا ہو بہر حال اسے تو دیکھنا ہی تھا۔

فلیٹ کے دروازے پر دستک دیتے وقت بھی اسے پوری طرح یقین نہیں تھا کہ وہاں کوئی موجود ہو گا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کسی نے دروازہ کھولا اور عمران بھوپنچ کارہ گیا۔ یہ لزی تھی۔ لیکن اس نے تو اسے کہیں اور جھوڑا تھا۔ چلتے وقت لزی نے اس سے کہا تھا کہ وہ وہیں اس کا انتظار کرے گی اور تھبا بہر نہیں جائے گی۔ تم کون ہو... اور کیا چاہتے ہو!“ اس نے عمران سے درشت لمحے میں پوچھا۔

”میں پر اپنی ٹیکدیشن آفس سے آیا ہوں!“ عمران بولا۔

”تو پھر مالک مکان کے پاس جاؤ... ہم تو کرایہ دار ہیں!“

”آپ اس فلیٹ کا کتنا کرایہ دا کر تی ہیں!“

”ان کا نام ہمفرے نکوالی ہے!“

”میا کرتے ہیں...؟“

”کسی فرم کے شیخ ہیں شائد...!“

”میا آپ انداز آبھی اس فلیٹ کا کرایہ نہ بتا سکیں گے!“

”جی نہیں.... مجھے افسوس ہے!“

”بات دراصل یہ ہے کہ غیر ملکیوں سے یہ لوگ زیادہ کرایہ وصول کرنے لگے ہیں اور یہ ہماری حکومت کو پسند نہیں!“

”آپ کے آفس میں آپ کو مطلع کر دیا جائے گا!“

”برہا کرم پڑھ نوٹ فرمائے!“

عمران ملیگویشن آفس کا پتہ اسے لکھوا کر پھر سڑک پر واپس چلا آیا۔

اُسے اُس غیر ملکی کا انتظار تھا جو موڈل کالونی والی عمارت سے یو کا دا کی گاڑی میں فراز ہوا تھا۔ ممکن ہے اسی کا نام ہمفرے نکوالی رہا ہو۔ لیکن یہ لڑکی لزی؟ یہ تو یو کا دا کے ساتھ تھی! اور اب یو کا دا کے قاتل کے فلیٹ میں نظر آ رہی ہے!

اُسے بہر حال وہیں رک کر لزی کے متعلق بھی معلومات فراہم کرنی تھیں۔ آدھے گھنٹے تک وہ اسی سڑک پر وقت گزاری کر تارہا۔ آخر کار وہ سفید قام بھی دکھائی دیا لیکن یو کا دا والی نہیں تھی! گاڑی چھوڑ کر وہ فلیٹ میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک وزنی سماں یک اٹھائے ہوئے پھر واپس آیا۔ لزی اس کے ساتھ تھی.... دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے۔

کافر چل پڑی اور عمران کو میک اپ پر بھی ریڈی میک اپ چڑھانا پڑا۔ وہی پھولی ہوئی تاک اور گھنی مو بچپوں والا میک اپ جو ہر وقت بیگ میں پڑا رہتا تھا۔ اگر فلیٹ میں لزی سے ملاقات نہ ہوئی تو پھر اس کی ضرورت نہیں پیش آتی۔

تعاقب جاری رہا۔ کچھ دیر بعد اگلی گاڑی کیسے ار گنوں کے سامنے رکی! غالباً وہ وہاں لج کرنا چاہتے تھے۔ ان کے ہال میں داخل ہو جانے کے بعد عمران نے بھی اسکوڑ سڑک کے کنارے نشپا تھے سے لگا کر کھڑا کر دیا تھا۔

ہال میں پہنچا تو اتفاقاً ان دونوں کے قریب ہی دو تین میزیں خالی نظر آئیں اور اس نے ان میں سے ایک اپنے لئے منتخب کر لی۔ یہاں سے وہ ان کی گفتگو بخوبی سن سکتا تھا۔

”لزی کہہ رہی تھی۔“ میر امشورہ ہے کہ تم بھی میرے ساتھ چلو....!“

”نہیں...! اس طرح کھلیں بگز جائے گا! تمہیں مجھ سے ملتا ہی نہیں چاہئے تھا۔ خیراب بیال سے سیدھی وہیں جانا جہاں مقیم ہو!“

”پھر تم کہاں ملوگے!“

”مجھے تم تھری ناٹ فائیو سکس ٹورنگ کر سکتی ہو! کیا تمہاری موجودہ قیام گاہ میں فون بھی ہے؟“
”ہے...! لیکن مجھے نمبر یاد نہیں! تم اپنے نمبر نوٹ کر کے مجھے دے دو میں تم سے رہا
قام کر لوں گی!“

اس نے اپنی نوٹ بک سے ایک ورق پھاڑ کر نمبر لکھے اور لزی کو دیتا ہوا بولا۔ ”اب مجھے دیا
ہے کہ وہ لوگ تم سے رابطہ قائم کرتے ہیں یا بات صرف یوکاڈا کی حد تک رہ جاتی ہے!“
”میں زیادہ تر اس آدمی کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں جس پر یوکاڈا نے مجھے مسلط کیا تھا!
وہ کیسا آدمی ہے!“

”کچھ پتہ ہی نہیں چلتا...! کبھی بچوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور کبھی ایسا معلوم ہوتا
ہے بہت زیادہ چالاک ہو!“

”مجھے اس کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ!“

لزی عمران کی کہانی شروع کر دیتی ہے!
”یوکاڈا نے اُسے روزی کا تعاقب کرتے دیکھا تھا اور پھر وہ ایک دن ”گیارہ نومبر“ کا خا
بھی دے بیٹھا۔ اس سے اسے تشویش ہوئی اور اس نے اس کی اصلاحیت جانی چاہی! مجھے اس
پیچھے لگایں۔ خود اس کے ساتھ چلدی۔ بہر حال مقصد بھی تھا کہ میں اس کے بارے میں پور
طرح چھان بین کر کے یوکاڈا کو روپورٹ دوں! لیکن اب میں کس کے روپورٹ دوں گی۔ کہا
تمہارے بیان کے مطابق تو یوکاڈا وسری دنیا میں پہنچ پکھا ہے!“

”اگر کسی نے تم سے روپورٹ طلب کی تو میرے لئے بڑی آسانی ہو جائے گی۔ لیکن!
کے بعد ان کا اور کوئی آدمی فی الحال میری نظر میں نہیں ہے!“

”لیکن یہ ہوا کیسے....؟“

”پھر بتاؤں گا.... تم جلدی سے لج کرو.... اور یہاں سے نیکسی لے لینا۔ میں اب تھا
ساتھ باہر دیکھا جانا پسند نہ کروں گا۔ بہت محاط رہنے کی ضرورت ہے!“

لزی کچھ نہ بولی۔ انہوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ کافی پی اور پھر لزی اُسے دیں!
کہاں پہنچ لیں گی۔

عمران ہمفرے نکوالائی کے اٹھنے کا منتظر رہا۔ اس دوران میں وہ بھی کافی پیتا رہا تھا۔ لزی کے
رنگت ہو جانے کے بعد اس نے دیڑ سے بل طلب کرنے میں جلدی کی تھی! پہنچ کر

ہمفرے بھی اٹھ جائے اور وہ اس کا سر اغ کھو بیٹھے!

ہمفرے اطمینان سے بیٹھا پاپ کے کش لیتا رہا۔ قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی قسم کی
لمحن یا بے چینی کا شکار ہے۔ اس کا چہرہ بالکل پر سکون تھا۔ وہ معزز ضرور تھا لیکن آنکھوں سے
فائز ہونے والی تو انکی حیرت انگریز تھی اور تو قوی مضبوط معلوم ہوتے تھے۔

توہڑی دیر بعد اس نے پاپ کی راکھ ایش ٹرے میں جہاڑی اور اٹھ گیا۔

عمران اس وقت اٹھ گیا تھا جب وہ اپنیا پاپ خالی کر رہا تھا۔ پھر جب تک وہ اپنی گاڑی تک پہنچتا
عمران سڑک پار کر کے اپنے اسکوڑ تک پہنچ چکا تھا۔

ایک بار پھر تعاقب شروع ہو گیا۔ لیکن اس بار سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ ہمفرے نکوالائی نے
ای عمارت کے سامنے گاڑی روک دی جہاں یوکاڈا پہلے گیا تھا۔ وہ سوٹ کیس ہاتھ میں لٹکائے
ہوئے گاڑی سے اتر اور عمارت میں داخل ہو گیا۔

عمران نے سر کو خیف سی جنگش دی اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس کی دانست میں بھی ہمفرے
کی منزل تھی۔

اسے پہلے ہی سے یقین تھا کہ خود اس کا تعاقب نہیں کیا گیا لیاں ہدایہ یہاں سے سینہ حا ایک ایسے
ہوٹل میں پہنچا جاں ایک کمرہ پہلے سے کراچے پرنس لے رکھا تھا۔

یہاں اس نے میک اپ واش کر کے لباس تبدیل کیا اور گھر کی طرف چل پڑا۔ لزی کو
فی الحال نہیں چھیننا چاہتا تھا۔ اس سے قبل صدر سے روپورٹ لینی تھی!

فون پر اُس کے نمبر ڈائل کئے۔ لیکن جواب نہ ملا۔ شاہد وہ ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا۔

اب اس نے ہیڈ کوارٹر کے نمبر ڈائل کئے۔ ساری کالیں جو لیا ہی ریسیو کرتی تھی۔ دوسرا
طرف سے اس کی آواز سن کر بھیت ایکس ٹوبولا۔

”صدر کی کوئی کال آئی تھی!“

”نہیں جتاب...!“

”توہڑے.... توہڑے و قہے سے اُسے فون کرتی رہو...! جب ملے تو کہنا جو روپورٹ

عمران کو دینی تھی براہ راست مجھے دے۔!

”بہت بہتر جناب....!

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور ایکس ٹووالے فون سے انجی ٹیپ ریکارڈر کا جائزہ لیتا ہے۔ پھر اُس سوچ آن کر کے کمرے سے باہر آگیا۔ اب اسکی عدم موجودگی میں صدر کی کال ریکارڈر ہو سکتی تھی۔ پکھ دیر بعد وہ پھر سڑک پر نظر آیا۔ لیکن اس بار اُس نے اسکوڑر گیراج میں کھڑا کرے گاڑی نکالی تھی۔

توہڑی دیر بعد اس عمارت تک جا پہنچا جہاں لڑی کے قیام کا انظام کیا تھا۔ وہ موجود تھی شب خوابی کے لباس پر اس نے ریشمی سلپنگ گاؤن پہن رکھا تھا۔

”تم کہاں تھے۔!“ وہا سے دیکھ کر اٹھلائی۔

”بس کیا بتاؤں۔۔۔ کوئی ایسا فارمولہ۔۔۔ تلاش نہیں کر سکا۔!

”کیسا فارمولہ۔۔۔؟“

”یہی کہ تمہیں مذہب بھی تبدیل نہ کرنا پڑے اور شادی بھی ہو جائے۔!

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”شادی۔۔۔ اور کیا مطلب۔۔۔؟“

”کس کی شادی۔۔۔؟“

”تمہاری اور میری۔۔۔!“ عمران نے شرم کر کہا اور بالکل چغد نظر آنے لگا۔

”یہ وہم کیسے بیدا ہوا کہ میں تم سے شادی کروں گی۔!“

”تب تو پھر مشکل ہے۔!“

”کیا مشکل ہے۔۔۔؟“

”ہم مسلمان لوگ تو شادی کے بعد ہی محبت کر سکتے ہیں۔!“

”یہ تو کوئی بابت نہ ہوتی۔۔۔!“

”محبوبی ہے۔۔۔ تم فی الحال ناحرم ہو۔!“

”یہ کیا ہوتا ہے۔!“

”وہی ہوتا ہے کہ اس سے محبت نہیں کی جاسکتی! شادی کے بعد حرم ہو جاتا ہے۔!“

”تم واقعی بالکل احمق معلوم ہوتے ہو۔۔۔ میں نے تمہارے لڑپچر کے ترینے پڑھے ہیں۔

”اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔!“

”ناول پڑھے ہوں گے۔!“

”ہا۔۔۔!“

”وہ سب غیر اسلامی ناول ہیں۔ ان کے مصنفوں جہنم میں جائیں گے کیونکہ پرانی بہو نہیں
کے پیچھے ہیر وال گفتے ہیں۔!“

”میں نے ناول کلی کا ترجمہ پڑھا تھا۔۔۔ براخو بصورت ڈرامہ ہے۔!“

”کیا انجام ہوا تھا ناول کلی کا یہ بھی یاد ہے۔۔۔!“ عمران نے پکانہ خوف و دہشت کا اظہار
کرتے ہوئے پوچھا۔

”تم نہ ہی آدنی بھی نہیں معلوم ہوتے۔!“

”کچھ بھی ہو۔۔۔ میں شادی کے بغیر محبت نہیں کر سکتا۔!“

”مت کرو۔۔۔!“

”لیعنی کہ۔۔۔ لیعنی کہ۔۔۔ تو پھر۔۔۔؟“ عمران نے احتقانہ انداز میں آنکھیں پھیلا کر پوچھا۔

”تو پھر کچھ نہیں! تم نے یو کا دا کو شکست دے کر مجھے جیتا ہے۔!“

”اے تو جیت کر کیا اچار ڈالوں۔۔۔!“

”اچار کیا۔۔۔؟“

”مربے کا بھیجا۔۔۔! تمہیں اچار کیسے سمجھاؤں۔۔۔ البتہ چکھا سکتا ہوں۔!“

”تم بہت زیادہ تھکے ہوئے لگتے ہو آرام کرو۔۔۔!“

”نہیں میں آرام نہیں کر سکتا۔!“

”کیوں۔۔۔؟“

”پہلے اس کا یصلہ ہونا چاہئے۔!“

”کس کا۔۔۔؟“

”میں تم سے شادی کروں یا نہ کروں۔!“

”شادی فضول چیز ہے۔!“

بڑا۔ اب تین چار گھنٹے تک آرام سے سوتی رہو۔!

بھی فون ڈر انگر روم ہی میں تھا! اپس آگر اس نے جولیا سے بھیت ایک ٹورابٹے قائم کیا۔

صفر سے ابھی تک رابٹے قائم نہیں ہو سکا جتاب....! جولیا نے اطلاع دی۔

”موزل کا بونی والی عمارت کا کیا رہا۔!

”دہاں پولیس نے کوئی لاش نہیں پائی۔ عمارت کرایہ پر دینے کے لئے خالی ہے۔!

”کب سے....!“ عمران نے پوچھا۔

”چھلے ایک ماہ سے جتاب....!

”مالک کون ہے....؟“

”کر شل بیک کی تحویل میں ہے! مالک غیر ممالک میں رہتا ہے۔!

عمران نے اسکے بارے میں بھی تفصیل مانگی، جو بھی فون نمبر لزی کو ہمدرے گولوائی سے ملا تھا۔

”میں نے نوٹ کر لیا ہے جتاب....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”معلوم کرو کہ یہ نمبر کس کے نام الاث ہوا ہے اور شہر کی کس عمارت میں ہے۔!

”بہت بہتر جتاب....!“

”میں آدھے گھنٹے بعد رنگ کروں گا۔!

”بہت بہتر جتاب....!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ جیب سے چیو گم کا پیکٹ نکال کر ایک پیس منہ میں ڈالا اور اسے پر تھکر انداز میں آہستہ آہستہ کھلتا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد صدر کے نمبر ڈائل کرنے کا فون آنکج ملا۔۔۔ ریسیور کھکھڑی پر نظر ڈالا۔ چار بھج رہے تھے۔

پندرہ منٹ بعد اس نے پھر صدر کے نمبر ڈائل کرنے کے۔ اس بار گھنٹی بجنے کی آواز آرہی تھی۔

پھر صدر کی آواز سنائی دی۔

”تم کہاں عاشر ہو گئے تھے۔!“ عمران نے بھیت عمران پوچھا۔

”لیں کچھ نہ پوچھے۔۔۔ وہ تو جانپانوں کا ایک ہوش ہے۔۔۔ اپندرہ بیس عدد دہاں مقیم ہیں۔۔۔ یہ شخص جس کا میں تعاقب کر رہا تھا۔۔۔ پتہ نہیں کہاں کہاں لئے پھرا۔۔۔ آخر کار اس عمارت تک

”پھر محبت کیسے کر سکوں گا۔!

”کیا محبت ضروری ہے۔!

”ناولوں میں یہی پڑھا ہے میں نے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو محبت ہو جاتی ہے۔!

”تمہارا کیا گیڑے گا۔ ہو جانے دو۔!“ وہ شراحت آمیز انداز میں مسکرائی۔

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ وہ سنجیدگی اختیار کرتی ہوئی بولی۔ ”مجھے حیرت ہے۔!

”کس بات پر....!

”سارا دون گذر گیا لیکن تمہاری ایک بھی فون کاں نہیں آئی۔!

”کس کی آتی....؟ میرا بس وہی ایک دوست ہے جس سے تم بھی واقف ہو۔!

”اور کسی سے دوستی نہیں۔!

”نبیں.... مجھے کبھی ضرورت ہی نہیں محسوس ہوئی۔ دوست وقت بر باد کرتے ہیں اور قرض لیتے رہتے ہیں۔!

”تمہارے فون کا کیا نمبر ہے۔ انش رومنٹ پر موجود نہیں۔!

”چچاں ہزار دو سو بارہ....!

”اچھی بات ہے! میں کچھ دیر سونا چاہتی ہوں۔ رات کی ناٹ کلب میں گزار دیں گے۔!

”ناتا۔۔۔!“ عمران ہاتھ بلکر بولا۔

وہ سونے کے کمرے کی طرف چل گئی اور عمران ڈر انگر روم ہی میں بیٹھا رہا۔ اس انکھیں بند تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ تک یہی حالت پھر چوٹا اور گھری پر نظر ڈالی۔

اب وہ دبے پاؤں لزی کی خواب گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر اسے آہستہ دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ قفل کے سوراخ سے اندر جانا کا وہ چٹ لہی سو رہی تھی۔

ہینڈ بیگ عمران کے ہاتھ میں تھا اس نے اس میں سے ایک چھوٹا سا گیس سلندر نکالا۔

سے ربر کا ایک پلا سا پاپ بھی مسلک تھا۔ اس نے پاپ کا سرا قفل کے سوراخ کے ذریعے دوسری طرف خواب گاہ میں پہنچا کر سلندر سے گیس خارج کرنی شروع کی۔ گھری بھی دیکھے تھا۔ دو منٹ بعد گیس کے اخراج کا سلسلہ منقطع کر کے ٹکلی قفل کے سوراخ سے نکالا

جلد ببر ۱۵
”لیں باس.... الگن روڈ پر پہلی عمارت۔“
”ٹھیک.... افور آزادانہ ہو جاؤ۔“
”اچھا باس....!“
عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



تقریباً آٹھ بجے لڑی جائی۔ کمرے میں گہر اندر ہیرا تھا۔ اس نے اٹھ کر روشنی کی اوپر جماہیاں لئی ہوئی سلپینگ گاؤن پہننے لگی۔
کمرے سے نکلی تو غلاف توقع دوسرا بے کمرے میں روشنی دیکھی۔

”ہوں.... تو بے چارہ احمق موجود ہے۔“ وہ خفیت سی مسکراہست کے ساتھ بڑھائی۔
لیکن ذرا بینگ روم میں قدم رکھتے ہی بوکھلا گئی۔ کیونکہ وہاں بے چارے احمق کی بجائے ایک گھم خیم نیکرو بیٹھا نظر آیا تھا۔ اُسے دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ خاکی وردی میں تھا اور دونوں جانب ہولشوں میں دوریوں اور لٹک رہے تھے۔

”تھ.... تم کون ہو....!“ لڑی ہکلائی۔

”میں جوزف ہوں۔“ اس نے خشک لبج میں جواب دیا۔
”یہاں کیوں آئے ہو۔!“

”باس کا حکم۔“

”باس... کون باس....!“

”میں انہیں صرف باس کہتا ہوں۔ اپنی گندی زبان سے ان کا نام نہیں لے سکتا۔!“

”وہ کہاں ہے۔!“

”پتہ نہیں....!“

”کیا میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی یہاں موجود نہیں۔!“

”نہیں۔!“

”وہ فون کی طرف بڑھی اور ہمفرے کے دیے ہوئے نمبر ڈائیل کرنے لگی۔ لیکن فون میں زندگی کے آثار نہیں تھے۔

تک پہنچا جہاں ان لوگوں کا قیام ہے۔ لیکن وہ خود ان سے الگ رہتا ہے۔ وہ ایڈ لفی ہی میں مقیم ہے۔
کمرہ نمبر گیارہ گراؤنڈ فلور۔.... اُس نے ایڈ لفی میں اپنا نام نا تو پنگ درج کر لایا ہے۔“

”اس پر گہری نظر رکھو....!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب اس نے پھر گھڑی دیکھی اور ہیڈ کوارٹر کے نمبر ڈائیل کئے۔

دوسری طرف سے جو لیا کی آواز آئی۔ اسپ سے پہلے اس نے صدر کی روپورٹ پیش کی تھی
پھر اس میں فون نمبر کے بارے میں بتا شروع کیا۔

”وہ نمبر کسی ڈاکٹر ہوندرے کا ہے۔ عمارت گیارہ پر نشن روڈ....!“

”گیارہ....!“ عمران غرایا۔

”جی.... گیارہ نمبر ہے عمارت کا....!“

”اچھا....!“ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ وہی عمارت ثابت ہوئی جہاں یوکاوا پہلی بار گیا تھا اور جو اسکے قاتل ہمفرے کی بھی منزل تھی
عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا پھر اس نے اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے دوسری طرف

سے سلیمان نے کال ریسیو کی تھی۔ عمران نے ماڈ تھ پس میں کہا۔ ”جو زف کو فون پر بھیجو۔!“

”بھیج دوں گا جناب۔.... لیکن آٹا ختم ہو چکا ہے.... اور پیسے بھی ختم ہو گئے۔!“

”اُدھار لے کر کام چلاو۔.... میں دو تین دن کے لئے شہر کے باہر گیا ہوا ہوں۔!“

”پیسے دے کر جیا بکھے۔!“

”اچھا بے....!“

”میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔!“

”اچھا جوزف کو بھیج... کوکا سیند....!“

دوسری طرف سے پھر کچھ نہ کہا گیا۔.... کچھ دیر بعد جوزف کی آواز آئی۔!

”لیں باس....!“

”نمبر چھ میں فوراً بہنچو۔!“

”اچھا باس....!“

”نمبر چھ یاد ہے۔!“

لڑی خاموش ہو گئی۔
 تھوڑی دیر بعد اس نے نرم لمحے میں پوچھا۔ ”کھانے پینے کا سامان کہاں ہے۔؟“
 ”پکن میں.... سب کچھ موجود ہے! ریفریگریٹر بھل رہا ہے۔!“ جوزف نے جواب دیا۔
 وہ ڈرائیکٹ روم سے اٹھ کر پکن میں آئی۔ جوزف کے بیان کے مطابق وہاں سب کچھ موجود تھا۔
 وہاں کا جائزہ لے چکنے کے بعد دروازے کی طرف مڑی تو جوزف کو کھڑا پایا۔
 ”اوہ....!“ وہ مسکرائی۔ ”کالے لوگ مجھے ہمیشہ سے اچھے لگتے ہیں۔!“
 ”لگتے ہوں گے۔!“ جوزف نے لاپرواٹی سے شانوں کو جتنش دی۔
 ”زر آکافی کے لئے پانی رکھ دو....!“ وہ اٹھلائی۔
 ”یہ نیبر اکام نہیں ہے۔ باس نے جتنا کہا ہے اتنا ہی کروں گا۔!“
 ”لیکہ ہاہے باس نے....؟“
 ”تمہاری گمراہی.... تمہیں باہر نہ جانے دوں۔!“
 ”اچھی بات ہے....! میں خود ہی کافی بنا لوں گی۔!“ وہ نہ کریو۔ ”بالکل اپنے باس ہی کی
 طرح معلوم ہوتے ہو۔!“
 جوزف کچھ نہ بولا۔ لڑی نے کافی کاپانی ہیٹر پر رکھ دیا۔ اور مز کر جوزف کو نیم واں گھنٹوں
 سے دیکھنے لگی۔ جوزف تو اس کے چہرے کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ آخر سے بول کر ہی اپنی
 طرف متوجہ کرنا پڑا۔
 ”کیا تم کافی پیو گے....؟“
 ”مجھے ضرورت ہو گی تو خود بنا کر پی لوں گا۔!“ جوزف نے خنک لمحے میں جواب دیا۔
 ”اگر میں پیش کروں گا....؟“
 ”میں انکار کروں گا۔!“
 ”انسانیت چھو کر نہیں گزری۔!“
 اک ریمارک پر جوزف خاموش ہی رہا۔ اب لڑی ریفریگریٹر سے کھانے کے لئے کچھ چیزیں
 نکال رہی تھی۔
 پندرہ میں منٹ میں اس نے کھانا بھی کھالی اور کافی کی دوپیالیاں بھی ختم کیں! جوزف جہاں

”اوہ لائیں ڈیٹے ہے۔!“ وہ جوزف کو گھورتی ہوئی بولی۔
 جوزف کچھ نہ بولا۔ لڑی نے ریسیور کھ دیا۔ چند لمحے خاموش رہی پھر بولی۔ ”اس ر
 تمہیں کیوں بلایا ہے۔!“
 ”میں نہیں جانتا۔!“
 ”اچھا میں کچھ دیر کے لئے باہر جا رہی ہوں وہ آئے تو کہہ دینا۔!
 ”یہ ناممکن ہے۔!“
 ”کیوں....؟“
 ”تم باہر نہیں جا سکتیں۔!
 ”کیا مطلب....؟“
 ”میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ تم باہر نہیں جا سکتیں۔!
 ”اوہ....!“ اس نے کہا اور تنکے تنکے سے انداز میں بیٹھ گئی۔
 جوزف بھی اس کے سامنے ہی بیٹھ گیا۔
 تھوڑی دیر بعد لڑی نے کہا۔ ”کھانے کے لئے تو باہر جانا ہی پڑے گا۔!
 ”سب کچھ نہیں موجود ہے۔ باہر نہیں جانا پڑے گا۔!“ جوزف بولا۔
 ”تمہارا باس کیا کرتا ہے۔!
 ”میں نہیں جانتا۔!
 ”اوہ.... تو اس نے وقتی طور پر تمہاری خدمات حاصل کی ہیں۔!
 ”میں کئی سال سے اُن کی ملازمت میں ہوں۔!
 ”اس کے باوجود بھی تمہیں نہیں معلوم کہ وہ کیا کرتا ہے۔!
 ”نہیں۔!
 ”تم جھوٹے ہو....!
 ”اگر یہ بات کسی مرد نے کبی ہوتی تو میں اس کی گردون توڑ دیتا۔!
 ”میں باہر جانا چاہوں تو تم مجھے روکنہ سکو گے۔!“ وہ دلاؤر انداز میں مسکرائی۔
 ”کوشش کر کے دیکھو....!
 ”

تمہاوہیں بت بنا کھڑا رہا۔ حق مجھ کسی بت ہی کی طرح ساکت و صامت تھا۔

وہ پکن سے نکل اور مز کرد کیجھے بغیر ڈرائیگ روم میں آئیں جو زف بیچھے بیچھے آیا تھا۔

”آخر یہ کس قسم کی نگرانی ہے۔!“ وہ جھپٹلا کر بولی۔

”تین دن تک اسی طرح مسلسل نگرانی کروں گا۔!“ جوزف نے جواب دیا۔

”کیوں....؟“

”میرے قبیلے کا یہی روایج ہے۔!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”باس میری شادی تم سے کرنا چاہتے ہیں۔!“ جوزف نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”کیا؟“ لزی بو کھلا کر کھڑی ہو گئی۔

جوزف اپنی رو میں بوتا رہا۔ ”بعض اوقات مجھے باس کی زیر دستیاں پسند نہیں آتیں۔ لیکن مجبوری ہے! میں انہیں باپ بھی تو کہتا ہوں۔ مجھ سے بولے جوزف تم تو کر سچیں ہواں لئے تمہاری شادی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔ لڑکی کو نہ ہب بھی تبدیل نہ کرنا پڑے گا..... میں نے کہا باس میں شادی نہیں کروں گا انہوں نے اداں ہو کر کہا پھر اس لڑکی کا کیا ہو گا۔ میں مسلمان ہوں اس لئے کسی کر سچیں لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا اور اسے بھی پسند نہیں کرتا کہ اس سے نہ ہب تبدیل کرنے کا کہوں! لہذا تم کرلو شادی۔ سواب میں تمہاری نگرانی کر رہا ہوں۔ میرے قبیلے کا یہی روایج ہے۔ مرد اپنی مفتیت کی دن رات بہتر گھٹنے نگرانی کرتا ہے پھر شادی ہو جاتی ہے۔!

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس بکواس کا کیا مطلب ہے۔!“ وہ الجھ کر بولی۔

”میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا۔!“ جوزف نے براسمنہ بنالیں چند لمحے پچھے سوچتا رہا پھر بولا۔

”کیا تم نے کبھی ان کے سامنے بھی کہہ دیا تھا کہ تمہیں کالے آدمی پسند ہیں۔!“

”جنہیں گیا وہ بھی..... اور تم بھی..... مجھے جانے دو..... ورنہ ہنگامہ برپا کر دوں گی۔!“

”کالی آندھی آجائے جب بھی تمہیں نہیں جانے دوں گا..... باس کا حکم۔!“

”میں چیختا شروع کر دوں گی۔!“



عمران نے ایٹھی کے روم نمبر گیلڈ کے دروازے پر دستک دی۔ وہ ریڈی میڈ میک اپ میں خا

”دروازہ کھلتے ہی عمران کی زبان سے نکلا۔“ گیارہ نومبر....!“

”برہا کرم اندر آ جائیے۔!“ دروازہ کھونٹے والے نے بے حد نرم لمحے میں کہا۔ وہ عمران کی پھولی ہوئی تاک اور گھنی موچھوں والے میک اپ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

عمران کمرے میں داخل ہو کر بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

”دروازہ کھونٹے والا صورت سوال بنا کھڑا تھا۔

”آج تم نے یو کا دا کو کس کے سپرد کر دیا تھا....!“ فتحاً عمران نے سوال کیا۔

”میں نہیں جانتا۔!“

”بنیٹھ جاؤ....!“ عمران نے دوسرا کسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ اسے پہلے ہی کی طرح گھورتا ہوا بیٹھ گیا۔ عمران اسے شوٹے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

”مسٹر نا تو پنگک اکیا تمہیں یقین ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو اس میں غلطی کا امکان نہیں۔!“

”کیسی غلطی....! کیا بات ہے صاف صاف کہو۔!“

عمران نے اپنے بریف کیس سے ایک لفافہ نکالا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔

اس نے بڑی بے صبری سے لفافہ لے کر اسے چاک کیا تھا اور اب کئی تصویریں اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں تھیں۔

”یہ.... یہ.... لگ.... کیا....!“ وہ عمران کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

”لیکیا یو کا دا نہیں ہے۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”ہاں.... ہاں.... وہی ہے.... لیکن....!“

”تم دونوں سکس ٹھر میں کے چورا ہے پر کس کا انتظار کر رہے تھے۔!“

”تت.... تم کون ہو....؟“

”تمہارا بھی بیکی حشر ہو سکتا ہے۔!“

اس نے یو کا دا کی لاش کی تصویریں میز پر ڈال دیں اور مفتر بانہ انداز میں ہاتھ ملے لگا۔

”تم یو کا دا کو دیں چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”تم ہتاک.... تم کون ہو....؟“

”میں یہاں اس کا جواب نہیں دے سکتا انہوں اور میرے ساتھ چلو۔!“

"نہیں....!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں نہیں جاؤں گا!"

"کیا....?" عمران کا لیج قہر آلوہ تھا۔

دفتار پنگ نے اپنے ہپ پاکٹ سے ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا۔

" بتاؤ تم کون ہو....؟" اس نے ریو اور کارخ عمران کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھے۔!" عمران مٹھکے اڑانے والے انداز میں ہنا۔

" بتاؤ.... ورنہ فائز کر دوں گا۔!"

"تم سب یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو۔!" عمران لاپرواہی سے بولا۔ "کیوں شوداںی....

ایم او کا ایک ایڈی اس طرح مار لیا جائے گا۔!"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں تم کون ہو....؟"

"اچھا آؤ.... میرے قریب آؤ....!" عمران اپنا بریف کیس کھولتا ہوا بولا۔

اس نے اس میں سے ایک چھوٹا سا شیپ ریکارڈر نکالا جس سے ایک ایئر فون بھی اٹھ تھا۔ ایئر

فون اسے دیتا ہوا بولا۔ "لو سنو....! شاکر تمہیں یقین نہ آسکے۔!"

پنگ نے ایئر فون عمران سے لے کر کان میں لگایا۔ عمران شیپ ریکارڈر کا سوچ آن کر کے

اسے بغور دیکھا رہا۔

پہلے اس کے ہاتھ سے پستول گرا تھا۔ پھر آنکھیں پھیل گئی تھیں اور پھر وہ لوز کھڑا تھا جو ادیوار

سے جا لگا تھا۔ ایئر فون اس کے کان سے نکل کر زمین پر گر گیا۔

عمران اس کو اسی حال میں چھوڑ کر شیپ ریکارڈر کو احتیاط سے بریف کیس میں رکھنے لگا تھا۔

پھر وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "چلو! نانی اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔"

پستول جہاں گرا تھا وہیں پڑا رہا اور وہ کمرے سے باہر آگئے۔ پنگ کا ہاتھ اب بھی عمران کے

ہاتھ میں تھا اور وہ کسی سحر زدہ کی طرح اس کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔



رات کے گیدھ نگے اور لزی ذرائیںگ رومنہی میں بیٹھی جزو سے بھگلتی رہی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے ان کے اپنے خاندانی جھگڑے بھی آج ہی طے ہو جائیں گے۔ جزو کہہ رہا تھا۔ "مجھے موڈرن ازم کی ہوا بھی نہیں گلی۔ میں تو اپنی بیوی کو جانوروں کے باڑے میں باندھ سکتا ہوں۔!"

"ش اپ....؟" لزی چھین۔

"شادی ہو جانے دو.... پھر دیکھوں گا.... یہ گز بھر کی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے گی۔"

"تم بکواس بند نہیں کرو گے۔!"

"میرے قیلے کی عورتیں.... شوہروں کو دیوتا بھتی ہیں۔!"

لزی نے دونوں ہاتھوں سے کان بند کرنے لئے... اتنے میں کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی۔ لزی کو وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے جو زفاف اٹھ گیا.... لزی وہیں بیٹھی رہی غصے سے کاپ رہی تھی.... اور پھر میسے ہی عمران کی شکل دکھائی دی.... بھوکی شیرنی کی طرح جھپٹ پڑی لیکن جزو بڑی پھرتی سے اُنکے درمیان آتا ہوا بولا۔ "باس یہ حال ہے اس کا۔ کیا میرے ساتھ بناہ کر سکے گی۔!"

"سب نیک ہو جائے گا....! تم فکرہ کرو۔!"

"کیا نیک ہو جائے گا۔!" لزی حلق پھاڑ کر چھین۔

"بھی کہ شادی کے بعد تم دونوں کے صحیح حالات شروع ہو جائیں گے۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔"

"خفا ہونے کی بات نہیں! میں ہی کر لیتا لیکن نہ ہی اختلاف کی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا جزو کر سکیں ہے۔!"

"تم کون ہوتے ہو فیصلہ کرنے والے۔!"

"فرض ہے میرا جب کہ اس طرح سر آپڑی ہو۔!"

"میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔!"

"شادی سے پہلے یہ ناممکن ہے۔!"

"جانے دو بس....؟" جزو گڑگرایا۔ "میں شادی کر کے کیا کروں گا۔! معاف کر دو۔!"

"گردن توڑوں گا اگر تو نے بکواس کی۔!"

"میں تو کہہ رہا تھا.... خواہ مخواہ کیا فائدہ۔!"

"بکواس بند کرو.... تمہیں اس یقین لڑکی کا ہاتھ پکڑنا ہی ہو گا۔!"

”انہیں معلوم ہے کہ میں کہاں ہوں۔!“
 ”جب تک وہ پہنچیں گے تمہاری شادی جوزف سے ہو چکی ہو گی۔ ابھی ایک پادری نہیں
 آئے گا.... اور....!“
 اتنے میں گھٹی بھی.... اور عمران نے جملہ نامکمل چھوڑ کر جوزف سے کہا۔ ”دیکھو شاہزاد
 پادری صاحب آگئے۔!“
 ”اے آہماں والے مجھ پر رحم کر....!“ جوزف کراہتا ہوا کمرے سے چلا گیا۔
 ”یک بیک تم بدل کیوں گے۔!“ لڑی کے لجھ میں بے چارگی تھی۔
 ”میں صرف تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔!“
 ”مجھے مدد کی ضرورت نہیں ہے۔!“
 ”بعض اوقات آدمی اپنی ضروریات سے بھی لا عالم رہتا ہے۔!
 ”آخر چاہتے کیا ہو....؟“
 ”میں چاہتا ہوں کہ جوزف کی زندگی میں بہار آجائے۔!
 ”یہ ناممکن ہے از برستی کرو گے تو خود کشی کر لیں دوں گا۔!
 ”دیکھو مسٹرانی بات نہ بڑھاؤ ورنہ میں تمہیں خود کشی کر لینے دوں گا۔!
 جوزف کمرے میں داخل ہو کر بولا۔ ”پتہ نہیں کس نے گھٹنی بجائی تھی۔!
 ”کوئی غلطی سے آگیا ہو گا۔ تم اپنی مخصوص دعائیں پڑھنا شروع کر دو۔!
 ”لکھ کیوں باس....؟“
 ”برکت کے لئے.... پادری ضرور آئے گا میں نے اُسے تاکید کر دی تھی۔!
 ”کیا چھکارے کی کوئی صورت نہیں ہے باس....!“
 ”ہے تو بشر طیکہ یہ عورت حق بولنا شروع کر دے۔!
 ”کیا مطلب....؟“ دوں نے بیک وقت پوچھا۔
 ”بیٹھ جاؤ....!“ عمران نے لڑی سے کہا۔ اس کے لجھ کا کھلنڈ راپن غائب ہو چکا تھا.... لڑی
 خاموشی سے بیٹھ گئی۔
 عمران نے کوٹ کی اندر ونی جیب سے یوکا اور لاش کی تصویر نکالی اور لڑی کی طرف بڑھا دی۔

”اچھا بس....!“ جوزف مردہ سی آواز میں بولا۔
 ”اب میں پاگلوں کی طرح چینا شروع کر دوں گی۔!
 ”باس مجھے پاگل عورتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے اور یہ مجھے صحیح الدماغ نہیں لگتی۔ مجھ
 رحم کر دو بس....!“
 ”تم خاموش رہو.... سب ٹھیک ہو جائے گا۔!
 ”باس پھر سوچ لو....!
 ”اگر تو میر اکہنا نہیں مانے گا تو بھر ظلمات کی خون خوار کافی چھلی تیری خوش بختی کو گل لے لے گی।
 ”نہیں بس....!“
 ”اور بھر مردار سے اٹھنے والی متعفن آندھی۔!
 ”بس.... بس.... خدا کے لئے باس رحم....!“ جوزف نے اپنے دونوں کان بند کر لئے اور
 چیخ کر بولا۔ ”میں شادی کرلوں گا.... مجھے کوئے نہ دو....!
 اتنے میں لڑی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ عمران نے اُس کا بازو پکڑ لیا۔
 ”چھوڑو.... مجھے جانے دو.... میں لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتی۔!
 ”تو میری ٹرانی ہو....!“ عمران بوكھلانے ہوئے لجھ میں بولا۔
 ”شتاپ....!
 ”جانے دو....!“ جوزف گھکھلیا۔
 ”تو خاموش رہو رہنہ ہمیاں توڑ دوں گا۔!
 ”میں پولیس کو اطلاع دے دوں گی۔!
 ”کس بات کی....?
 ”جس بے جا کا الزام رکاوں گی۔!
 ”سوال یہ ہے کہ پولیس تک پہنچو گی کس طرح۔!
 ”تم یہ نہ سمجھنا کہ میں بالکل بے سہارا ہوں۔!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔
 ”تم اپنے حمایتیوں کو بھی اپنے حال سے آگاہ نہ کر سکو گی۔ کیونکہ فون کی لائن پہلے ہی کا
 دی گئی ہے۔!

”چے نہیں.... میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا....!“

”تم کچ کہہ رہی ہو....!“

”اُس کے سارے بھی نہیں دیکھا۔ ہمفرے اس کا معتمد ہے۔ اسی کے ذریعے سارے ہلے ہیں۔ اور یہ مجھے اس کے نوٹس لا کر دیتا تھا اور میں انہیں ثابت کر کے فائل باتی تھی!“

”اگر میں تمہیں چھوڑ دوں تو تم کہاں جاؤ گی!“

”م..... میں.... پتہ نہیں کہاں جاؤ گی۔ مجھے ذرگ رہا ہے۔ کیا یہ کچ یوکاواکی لاش اپنے ہے!“

”مجھ سے اُن کی کوشش نہ کرو مس ٹرانی...!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا یا۔

”م..... میں جھوٹ نہیں کہہ رہی!“

”تم اتنی ذرپوک نہیں ہو....! اس وقت تمہارے چہرے پر پیشانی کے آثار نہیں شھجب تم بگا کے قتل کے متعلق ہمفرے سے گفتگو کر رہی تھیں!“

”تم کہاں تھے؟ تم کیا جانو....!“

”غیر ضروری سوالات سے گریز کرو اور میری باتوں کا جواب دو!“

”گستے میں پھر کسی نے اطلاعی گھنٹی بجائی اور عمران نبڑی کو گھورتا ہوا اٹھ گیکا۔ پھر دروازے کی رف ہاتھا ہوا جوزف سے بولा۔ اسے کڑی نگرانی میں رکھو.... میں تھوڑی دیر بعد واپس آؤں گا!“



برآمدے میں صدر نظر آیا۔

”یا اس سے پہلے بھی تم نے ہی گھنٹی بجائی تھی!“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”کہاں.... لیکن مجھے شبہ ہوا تھا جیسے کوئی میرے تعاقب میں ہو۔ لہذا فوری طور پر یہی نسب سمجھا کہ اس شبے کی تقدیم کرلوں!“

”تو پھر....؟“

”وہم تھا...!“

”آنندہ مختار ہنا.... یہاں جوزف ہے تمہارے چلے جانے کے بعد ہی اس نے دروازہ کھولا تو اور تم اس طرح نظر آجاتے تو بیدرنی فائز کر دیتا!“

”یہ..... یہ....!“ ”زبی ہکلائی تھی۔

”یوکاواکی لاش کی تصویر ہے....!“

”تت.... تو پھر.... تو پھر....!“

”تم اس کے قاتل کو جانتی ہو۔!“

”یہ جھوٹ ہے....!“ تصویر اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑی۔

”کھلی ختم ہو چکا ہے مس ٹرانی.... ہمفرے نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ تمہیں اس کے ساتھ ز دیکھا جانا چاہئے!“

”کیا....!“ ”زبی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

”بیٹھ جاؤ.... میں ایک پیشہ دربیک میلر ہوں۔ تمہیں اسکی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی!“

”زبی پر بد حواسی کا دورہ پڑ چکا تھا۔

”جوف اسے بھادو....!“ عمران نے تکمانہ لجھ میں کھا۔

”جوزف اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ وہ خود ہی بیٹھ گئی۔

”سب سے پہلے میں یوکاواکی کہانی سنوں گا!“ عمران بولا۔

”میں کچھ نہیں جانتی!“

”مس ٹرانی میں بہت نر آدمی ہوں۔!“

”یقین کرو.... میں کچھ نہیں جانتی!“

”یوکاوا پر تمہیں کس نے مسلط کیا تھا....!“

”زبی کا چہرہ زرد تھا.... اور سارے جسم پر کچکی سی طاری تھی۔

”کچھ دیر بعد اس نے کامپنی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اگر تمہیں کچھ معلوم ہو جائے تو تم کیا کرو گے!“

”غیر ملکی مجرموں سے خران و صول کرتا ہی میرا پیش ہے!“

”مجھے اس کے ساتھیوں کی تعداد معلوم کرنی تھی۔ پتہ لگانا تھا کہ وہ کہاں کہاں مقیم ہیں۔!“

”تو پھر....!“

”مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکا۔!“

”موندرے کیسا آدمی ہے۔!“

”اب وہ گفتگو کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔!“ صدر بولا۔

”چلو....! پہلے اسے ہی دیکھیں....!“ عمران نے کہا اور مڑ کر دروازہ باہر سے مغلول کر دنوں کپاؤٹنے سے نکل کر سڑک پر آگئے۔

”آخر وہ اعصابی اختلال میں کیسے بتلا ہو گیا تھا۔!“

”ایک ایسا گیت شیپ کر رکھا ہے میں نے جو آدمی کو عالم بالا کی سیر کرادیتا ہے۔ بھی بھی سناؤں گا۔!“

وہ بیدل ہی چل پڑے تھے شائد قریب ہی کہیں جانا تھا۔

ای لائن کی ایک عمارت کی کپاؤٹنے میں مرتے ہوئے صدر نے کہا۔ ”مجھے دور پورٹ پر ہی ہیں.... ایک آپ کو ایک چیف کو....!“

”فکر نہ کرو....!“ عمران بولا۔ ”کار پہ کثرت.... تجربات میں اضافہ بھی ہو رہا۔

طرح اور....!“ اس نے جملہ پورا کئے بغیر خاموشی اختیار کر لی۔

عمارت میں داخل ہو کر وہ ایک کمرے میں پہنچ چہاں نا تو پنگ ایک کرسی سے بندھا ہوا

انہیں دیکھ کر وہ جھلانے ہوئے لجھ میں بولا۔ ”تم لوگ کون ہو اور مجھے کیوں کر رہے ہو۔!“

عمران اسے خاموشی سے بغور دیکھا رہا پھر ایک قدم آگے بڑھ کر نرم لجھ میں پوچھا۔

”قانونی طور پر یہاں آئے ہو۔!“

”یقیناً.... میرے اس دعے کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا.... کافیں موجود ہیں اور

نہیں ہیں.... ہمارے سفارت خانے سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔!“

”یو کا واسے تمہارا کیا تعلق تھا....?“

”وہ میرا دوست تھا....!“

”لیکن حقیقتاً تم اس کے دشمن تھے۔!“

”یہ غلط ہے۔!“

”اگر یہ غلط ہے تو پھر تم اسے سکس تھر میں کے چورا ہے پر تھا کیوں چھوڑ گئے تھے۔!

”پھر کیا کرتا۔....؟“

”یا تم نے ہی اسے اس فیکٹ میں بھیجا تھا۔!“

”میں کیوں بھیجا۔!“

”تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ بعض احکامات تم تک بر اور است بھی پہنچتے رہے ہیں۔!“

”کیسے احکامات....?“ نا تو پنگ چونک پڑا۔

عمران نے اس تجدیلی کو غور سے دیکھا اور لہجہ بدلت کر بولا۔ ”خیر اسے چھوڑو.... میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارا تعلق انقلابی جماعت ”کیو شوپنگ من آر گناہریشن“ سے ہے جو اپنے

ملک میں ایک غیر ملکی غلبے کے خلاف انقلاب لانا چاہتی ہے۔!“

”تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔!“ نا تو پنگ ایک دم بھڑک اٹھا۔ ”میں یہاں تہاری حکومت کی رضا مندی سے بھیثیت یکشاںکل انجینئر خدمات انجام دے رہا ہوں اور مجھے یہاں بھجوانے کی ذمہ داری میرے ملک کی حکومت ہے۔!“

”تو تمہیں یو کا وہی موت سے صدمہ نہیں پہنچا۔!“

”میں یقین ہی نہیں کر سکتا۔!“

”یا تم نے لاش کی تصویر نہیں دیکھی تھی۔!“

”میں اس پر یقین نہیں کر سکتا۔....!“

”یقین نہ کرنے کی وجہ۔....!“

پنگ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔.... اس کے ہونٹ سختی سے بھنچتے ہوئے تھے اور آنکھیں کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔!

عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”تمہاری جماعت کو جس خطرے کا سامنا ہے اس سے بھی میں والف ہوں۔!“

”اب مزید گفتگو اسی صورت میں ہو سکے گی جب تم مجھے اپنے بارے میں بتاؤ گے۔!“ پنگ نے

کہے تیروں کے ساتھ کہا۔

”میں وہی ہوں جس پر یو کا وہ لزی کو مسلط کیا تھا۔....!“ عمران بولا۔

”اوہ....!“

”اب تم بتاؤ کہ اس فیکٹ میں کون تھا۔....?“

”لیکن محض اتنا کافی نہیں ہے... مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور ان معاملات میں کیوں لے رہے ہو!“
 ”تا تو پنگ تم یہاں اس لئے نہیں لائے گئے کہ گفتگو کے لئے شرطیت بیش کرو!“
 ”میری زبان نہیں کھل سکتی!“
 ”تم نے ایڈ لفی سے باہر قدم نکالنے سے بھی تو انکار کر دیا تھا!“ عمران کا الجھ طنزیہ تھا
 ”تا تو پنگ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اس کی آنکھوں
 الجھن کے آثار تھے۔
 ”میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کسی ذہنی یا جسمانی اذیت میں مبتلا کروں!“ عمران نے اس
 آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہی اُس سینٹر کی طرف سے کبھی تمہیں بھی احکامات ملے ہیں!“
 ”کبھی کبھی....!“
 ”میں پھر اپنا سوال دھراوں گا کہ سکس تھرٹین کے چوراہے پر تم دونوں کیوں ملے تھے؟“
 ”یوکا دانے مجھے وہاں طلب کیا تھا....!“
 ”کس لئے....?“
 ”اے احکامات ملے تھے! لیکن مجھے ان کی نوعیت کا علم نہیں! اویسے کچھ ہی دیر قل مجھے بھی حکم
 ملا تھا کہ اگر یوکا دا کے ساتھ سکس تھرٹین کے چوراہے پر جانا ہو تو ایک مخصوص وقت پر ہاتھوں سے
 کراس بالوں تب سامنے والی عمارت کے کسی فلیٹ سے ”مقدس عہد“ کی نشان دہی ظاہر ہو گی!“
 ”یعنی گیارہ نومبر....؟“
 ”ہاں.... تم پارٹی کے متعلق سب کچھ جانتے ہو.... بہر حال نشان دہی ظاہر ہو جانے کے
 بعد مجھے یوکا دا کو وہیں چھوڑ دینا تھا.... سو میں اُسے وہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا!“
 ”تمہیں یقین ہے کہ صرف تم دونوں ہی کو احکامات ملتے تھے.... تمہارے کسی اور ساتھی کو نہیں!“
 ”ہاں مجھے یقین ہے!“
 ”کیا یوکا دا کا سینٹر کوئی سفید فام آدمی بھی ہو سکتا ہے!“
 ”ہرگز نہیں....!“ پنگ بے ساختہ بولا۔
 ”کیوں....?“
 ”پارٹی کسی سفید فام پر اعتماد نہیں کر سکتی!“
 ”تو پھر لڑی کو ساتھ رکھنے کا کیا مقصد تھا....!“
 ”سینٹر کی طرف سے یوکا دا کو بہادیت ملی تھی کہ وہ اُس لڑکی سے دوستی کرے!“
 ”مقصد....?“
 ”یوکا دانے مجھے نہیں بتایا....!“
 ”وہ لڑکی جوزیوں سے گر کر مر گئی اس کی مگر انی کیوں ہو رہی تھی!“
 ”اس کا علم بھی یوکا دا ہی کو تھا....!“
 ”اب اور کون زیر مگرانی ہے....?“

”یوکا دا مارڈا لا گیا.... اب تمہاری باری ہے!“
 ”تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں!“
 ”کیا یوکا دا تمہارا لیڈر رہا....?“
 ”ہاں.... ہم میں وہی سینٹر تھا....!“
 ”پھر وہ کس کے احکامات کی قیمتی کرتا تھا....?“
 ”اپنے سینٹر کے احکامات کی....!“
 ”وہ کون ہے....?“
 ”یوکا دا نے اس کے بارے میں مجھے نہیں بتایا!“

”آج سے دس دن بعد خود لزی زیر گرانی آجائے گی۔!“

”کیا مطلب....؟“

”میں تفصیل سے واقف نہیں ہوں.....! یو کا وانے تذکرہ کیا تھا کہ دس دن بعد لزی کی کم اس طرح گرانی شروع کردی جائے گی جیسے روزی کی ہوتی رہی تھی۔!“

”اور اس گرانی کے دوران میں اُسے گرایا جائے گا۔“

”ہاں....!“

”کیوں....؟“

”اس کے بارے میں یو کا وکو بھی علم نہیں تھا۔ وہ خود اس پر تحریر رہتا تھا....!“

”تم اپنے بھی ساتھیوں سے کٹ کر ایڈ لفی میں کیوں مقیم تھے؟“

”لزی کی دیکھ بھال کے لئے.... لزی وہیں مقیم تھی۔!“

”اور یو کا وکہاں رہتا تھا....!“

”بھی لزی کے ساتھ اور بھی دوسروں کے ساتھ!“

”اچھا تم آرام کرو....!“

”تت.... تم آخر.... ہو کون....!“

”میں اپنے ملکی قوانین کا وفادار ہوں۔!“ عمران بولا۔ ”تم اس کی پرواہ نہ کرو.... ایک بات“

”باتا۔ کیا تمہیں احکامات انگریزی زبان میں ملتے ہیں۔!“

”نہیں.... قوی زبان میں۔!“

”اور لبھ بھی تمہارا اپنا ہی بتاہے۔!“

”یقیناً....!“

”لیکن تمہیں یہ سن کر حیرت ہو گی کہ یو کا وکو اس فلیٹ سے ایک سفید فام آدمی دوسرے“

”علائقے کی ایک عمارت میں لے گیا تھا اور پھر اسی عمارت میں یو کا وکی لاش پائی گئی۔!“

”میرے لئے یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے۔!“

”تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔!“

”تو کیا میں خود کو قیدی سمجھوں....!“

”نی المآل... یو کا وکا قتل میرے ملک میں ہوا ہے اس لئے....!“
”میں یقین نہیں کر سکتا۔... میں یقین نہیں کر سکتا۔!“



چکھ دیر بعد عمران اور صدر پھر سڑک پر نظر آئے۔ دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اُسی
ہارت کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں لزی اور جوزف کو چھوڑا تھا۔

”اب کیا رادہ ہے....!“ صدر نے پوچھا۔

”لزی کو نکل جانے کا موقع دے کر اس کا تعاقب کیا جائے۔!“ عمران بولا۔

”اُسکیم کیا ہے....؟“

”میرا خیال ہے کہ وہ لوگ ان انقلابیوں کے ساتھ لزی کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔ ان
لوگوں کی گرانی لزی سے کرتے رہے ہیں اور لزی کی گرانی ان لوگوں سے۔!“

”لیکن لڑکوں کو گرانے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔!“

”جو میرے ہاتھوں گری تھی اس کا نجام تو دیکھیں چکے....! اب اس کا بھی دیکھ لینا۔!“

”آخر ہے کیا پچکر....!“

”بھی تو دیکھنا ہے.... ویسے یو کا وکا اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ تو صاف ہو گیا۔ اس کے
ساتھ کسی سفید فام آدمی کا پایا جانا اور پھر اس کا قتل اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ
انقلابی غلبے والے ملک کی سکریٹ سروس ان لوگوں کا مستقر اور کر رہی ہے۔!“

”لیکن یہاں ہمارے ملک میں کیوں....!“

”جہاں بھی موقع ملے.... والی پالیسی ہے۔!“

”ہاں آپ کسی ڈاکٹر موندرے کا بھی ذکر کر رہے تھے۔!“

”تمہرے نے جو ٹیلی فون نمبر لزی کو دیا تھا وہ ڈاکٹر موندرے کا ہے۔!“

”یہ کون ہے....؟“

”ڈاکٹر موندرے.... ایک فرانسیسی ہے۔... بہت عرصہ سے یہاں مقیم ہے اور مقامی جری
بوجوں پر ریڑھ کر رہا ہے۔!“

”وہاں عمارت کے قریب پہنچ کر رک گئے۔“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا...! صاف صاف کہہ رہا تھا کہ تمہیں اس شب تار کے بچے سے شادی کرنی ہے!“

”دماغ تمہارا چل گیا ہے...! میں اس سے شادی کروں گی؟“
”بھائی آئی ہے... وہ بھی تو کر سکتی ہے آخر...!“

”خاموش رہو... میں اس مسلسلے میں کچھ نہیں سننا چاہتی...! میں نے ابھی تک کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا۔ مجھے شوق سے بلیک میل کرو!“

”عمران تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔“ اچھی بات ہے اندر آ جاؤ...! اب میں تمہیں زندہ رہنے کے گر سکھاؤں گا!“

”میری زندگی اسی میں ہے کہ تم خاموش رہو!“
”وہ دونوں پھر اندر گئے!“

”کیا آج کل تم کوئی دو استعمال کر رہی ہو؟!“ عمران نے اس سے پوچھا۔
”کیا مطلب...؟“ وہ چونکہ کراس کی طرف مڑی۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا...؟“

”موندرے کی سیکریٹری اور ناٹک نہ استعمال کرے! بڑی عجیب بات ہو گی! بات دراصل یہ ہے کہ جزوی بوئیوں پر تحقیق کرنے والے کوئی نہ کوئی حریت الگیز دوا ضرور بناتے ہیں ایسی جو مرتبے دم تک جوان رکھ سکے!“

”لوگی نہ سپڑی اور بولی۔“ تمہارا اندازہ بالکل درست ہے! ڈاکٹر ایک ایسا عرق بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں، جو آدمی کو حریت الگیز تو انائی بخشاتی ہے! اصرف تمیں دن مسلسل استعمال کرنے کا پالپٹ جاتی ہے!“

”اور تم میں دن سے استعمال کر رہی ہو اور تمہاری کایا پلنٹی میں ابھی دس دن باقی ہیں!“
”تم کیا جانو...!“ تمہیں اس کا علم کیوں نکر ہوا...!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔ ”اس کا علم تو یو کا دا کو بھی نہیں تھا!“

”کسی نہ کسی کو تعلم ہو گا ہی....!“
”صرف.... وہ جانتا ہے.... بخفرے!“

عمران بولا۔ ”اب تمہیں لڑی پر نظر کھنی ہے... وہ بھی ایڈیٹری ہی میں مقیم تھی! تم کا کمرہ دیکھے ہی چکے ہو...! میرا خیال ہے کہ وہ یہاں سے نکل کر سید گھی ویس جائے گی۔ اس کی فون کا لین شیپ کرنے کی کوشش کرتا...!“

پھر وہ اسے وہیں چھوڑ کر عمارت کے اندر آیا۔

یہاں جوزف اور لڑی چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو نہرا بھلا کہد رہے تھے! نہیں غالباً خیال نہیں تھی کہ کرنے میں ان کے علاوہ اور کوئی بھی موجود ہے!“

دفعتاً عمران چیخ کر بولا۔ ”میں تم دونوں کو نکال باہر کروں گا سمجھے!“
”دونوں خاموش ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔“

”شادی سے پہلے غل غپاڑہ چانے کی اجازت نہیں دے سکتا!“ عمران نہیں گھونساد کھا کر بولا
”میں ہرگز اس سے شادی نہیں کروں گا بابا...!“

”کیوں...؟“ عمران نے آنکھیں نکالیں...!
”بڑی دیر سے گالیاں دے رہی ہے۔ اگر تمہارا خیال نہ ہوتا تو گردن مردود ہیتا!“

”شادی کے بعد میرا خیال نہ رکھنا...!“

”لڑی پھر ابل پڑی! ایک سانس میں نہ جانے کیا کیا بک گئی تھی۔! اچانک عمران گر جا!“
”نکل جاؤ...!“ تم دونوں یہاں سے نکلو...! میری نظروں سے دور ہو جاؤ!“

”بب.... بابا...!“ جوزف ہکلایا۔

”چلے جاؤ...!“ عمران نے اسے دروازے کی طرف دھکا دیا اور گھونسا تاں کر لڑی طرف چھپا۔

غرضیکہ ذرا ہی سی دیر میں دونوں کو نکال باہر کیا۔ لڑی بھی اسے ارے کر تی رہ گئی۔
تفیریا پیندرہ منٹ بعد عمران باہر نکلا تو لڑی برآمدے میں دیوار سے لگی کھڑی نظر آ لیکن جوزف کا کہیں پتہ نہ تھا۔

”تم نہیں ہوا بھی تک....!“ عمران غریا۔
”اس حال میں کہاں جاؤ...!“ لڑی روہا نہی ہو کر بولی۔ ”تمہارا تو کچھ پتہ نہیں چلا کہ چاہتے ہو۔!“

”کیا یہ نائک تمہیں ڈاکٹر موندرے سے ملا تھا...؟“
”میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ میں نے آج تک موندرے کو نہیں دیکھا! ہمفرے اس کا صفت
خاص ہے! اسی سے مجھے نوٹس ناپ کرنے کے لئے ملتے تھے اور یہ نائک بھی اُسی نے دیا تھا... کہ
تم نے ہمفرے پر بھی ہاتھ ڈال دیا ہے...!“

”ابھی تو نہیں...! اس کے لئے مجھے تمہاری موت کا انتظار کرتا پڑے گا...!“
”کیا مطلب...؟“

”آج سے ٹھیک دس دن بعد... وہ تمہیں بھی گرانے کی کوشش شروع کر دیں گے۔!“
”کیا کہنا چاہتے ہو...؟“ وہ بوکھلائے ہوئے لجھ میں ہوئی۔

”وہ روزی کی گرفتاری کیا کرتے تھے اور اسے گرانا چاہتے تھے! جانتی ہو پوسٹ مارٹم کی روپورٹ
نے کیا بتایا ہے...!“

”نہیں... میں نہیں جانتی...!“
”گرتے ہی اس کا دل پھٹ گیا تھا اور وہ مر گئی تھی...!“

”نہیں... نہیں... میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا! روزی ہم میں سے نہیں تھی۔! میں
نے اسے موندرے کی کوئی میں کبھی نہیں دیکھا...!“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا...!“
”تم خواہ مخواہ سہارہ ہے ہو...!“

”لوڈکار وہ نائک...!“
”لڑکے بلاؤز کے گرباں میں ہاتھ ڈال کر نیلے رنگ کے شیشے کا ایک ٹیوب نکلا اور عمران
کی طرف بڑھا دیا۔ ٹیوب میں کوئی سیال مادہ تھا اور ٹیوب وہ تھامی خالی ہو چکا تھا۔

”اور اب تم باہر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ...!“ عمران نے کہا۔
”کہاں... پتہ نہیں تم کیا کر رہے ہو۔! تم نے مجھے باہر نکال دیا تھا... اگر میں چلی جاتی تو...!“

”میری اسکیمیں بدلتی رہتی ہیں! جلدی کرو...!“
”کہاں لے چلو گے...؟“

”میڈیکل چیک اپ کراؤں گا۔!“

”تم نے مجھے نروس کر دیا ہے...!“ لڑکی کپکپاتی ہو کی آواز میں ہوئی۔ ”لیکن وہ مجھے کیوں مار
ڈالنا چاہے گا۔!“

”اگر تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو چلتی پھر تی نظر آؤ...! میں تو پہلے ہی تمہیں باہر نکال چکا
تھا۔ پھر خیال آیا خواہ مخواہ ایک اور زندگی کیوں ضائع ہو۔!“
”چھا چلو... کہاں چلتے ہو...!“ لڑکی نے کہا اور تھکے تھکے سے انداز میں ایک کری
میں ڈھیر ہو گئی۔!
”

وسری صبح لڑکی کی آنکھ ایڈ لفی کے اسی کرہ نمبر بیاسی میں کھلی تھی جہاں وہ پہلے مقیم تھی۔!
وہ متین ناظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگی! اسے اچھی طرح یاد تھا کہ وہ عمران کے ساتھ
میڈیکل چیک اپ کرانے کے لئے روانہ ہوئی تھی! اور پھر شاکر اسے گاڑی ہی میں نیزند آگئی تھی۔
اور اب آنکھ کھلی تو یہاں لیکن میڈیکل چیک اپ تو رہ ہی گیا تھا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ
اس کی نوبت آئی ہو! پھر وہ یہاں کیسے بچنی۔

پھر اسی روزی سے متعلق عمران کی گفتگو یاد آئی... تو کیا جچ اس کا بھی وہی انجام ہونے
والا تھا... اس خیال سے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی! اسے نیلے رنگ کا وہ ٹیوب یاد آیا جو عمران نے
اس سے لیا تھا اور پھر واپس نہیں کیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بے حس و حرکت پڑی رہی! پھر انہی
اور فون پر سپر وائز سے رابطہ قائم کر کے ناشیت طلب کیا۔

اب وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کہنا چاہئے! ہمفرے نے اسے جو نمبر دیئے تھے کیا ان پر اس
سے رابطہ قائم کرے! لیکن اس سے کہے گی کیا...؟“ تھے جانے کیوں اس کا دل چاہا کہ عمران سے
ہونے والی گفتگو کے بارے میں اسے کچھ بھی نہ بتائے!

لیکن اسے تو ہمفرے نے ہدایت کی تھی کہ عمران کا ساتھ نہ چھوڑے اور اب وہ ایڈ لفی میں
تھی۔! یہاں اپنی موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گی۔

ناشیت کے بعد جب جسم میں کسی قدر توانائی محسوس ہونے لگی تو اس نے اٹھ کر لباس تبدیل
کیا اور ایڈ لفی سے باہر آگئی۔! ہمفرے سے رابطہ قائم کرنے کے لئے ہوٹل کا فون استعمال کرنا
مناسب نہ معلوم ہوا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پلک ٹیلی فون یو تھے تھا...! اس نے وہاں سے

ہمفرے کے دیے ہوئے نمبر ڈائل کئے!

”کون ہے؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”الزبتھ فاؤلر...!“ لڑی نے ماڈ تھ پیس میں کہا۔

”اوہ... کہو... کیا بات ہے؟“

”نکولائی... وہ مجھے اس عمارت میں تھا جھوٹ کر غائب ہو گیا! میرے لئے ایک تحریر چڑھا

گیا ہے لکھتا ہے کہ تم پتہ نہیں کیوں میرے پیچے پڑ گئی ہو...! میں یہاں سے جا رہا ہوں... اگر

تم اسی عمارت میں مقیم رہیں تو تمہیں گذشتہ چہ ماہ کاریہ ادا کرنا پڑے گا جو میں بعض مجبوریوں کی

بناء پر ادا نہیں کر سکا۔ میں ایڈ لفی میں واپس آگئی ہوں۔“

”کیا وہیں سے گفتگو کر رہی ہو...!“

”نہیں اس کے قریب والے پیلک میں فون بو تھے سے!“

”ٹھیک ہے! اچھا دیکھو ایڈ لفی کے گروئنڈ فلور پر کمرہ نمبر گیارہ میں ایک آدمی نا تو پنگ مقیم

ہے! وہ میری کال کاجوab نہیں دے رہا کیا وہ وہاں موجود نہیں ہے معلوم کر کے مجھے مطلع کرو۔“

”میں دیکھ لوں گی...!“ لڑی نے کہا۔ ”ایک غلطی ہو گئی ہے!“

”کیسی غلطی...؟“

”اس بھاگ دوڑ میں میراثیوب کہیں گر گیا۔!“

”اوہ... کب...؟“

”کل...!“

”تو کل تک تم نے وہ ناٹک استعمال کیا تھا۔!“

”ہاں... کل استعمال کیا تھا...!“

”اس دوران میں کسی دن ناگہ تو نہیں ہوا۔!“

”نہیں...!“

”پابندی سے ایک ماہ استعمال کرنا چاہئے...! لکنے دن ہو چکے ہیں۔!“

”کل بیسوال دن تھا...!“

”دس دن اور استعمال کرنا ہے... تم فکر نہ کرو... میں آج ہی تمہارے لئے مہیا کروں گا۔!“

”ٹھکریہ نکولائی... اور کچھ...!“

”تم گیارہ نومبر کے حوالے سے نا تو پنگ سے مل بھی سکتی ہو... اور اب تمہیں یہ بھی معلوم کرنا ہے... کہ اس کے مزید کتنے ساتھی یہاں مقیم ہیں!“

”جسی بات ہے...!“ لڑی نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر رسیور کھلا دیا۔ اس کا چہرہ پینے میں دوبارہ احتفا... دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا... ایسا گھوس کر رہی تھی جیسے ہزاروں زینے طے کر کے یہاں تک پہنچی ہوں!“

بو تھے سے باہر نکلی تو ایسا لگا جیسے پیک پوری قوت سے زمین پر نہ پڑا رہے ہوں۔ تو حقیقتاً یہ لوگ اسے کسی تحریب کی بھیئت چڑھا رہے تھے۔ کہ اس کے پینے میں نفرت کا لاد اُبل پڑا۔

شانکر وہ احتیٰج تھی کہہ رہا تھا... وہ سوچتی رہی... روزی کی گمراہی تحریب کے سلسلے میں کرائی جا رہی تھی... یوکاوا کے مارے جانے کا اسے غم نہیں تھا۔ لیکن روزی تو سفید قام ہی تھی! اسی کی طرح یور و ڈین ہی تھی۔ اپتہ نہیں خود اس کا کیا انعام ہو...! ہمفرے نے اس ناٹک کی دس خواراکیں آئیں مہیا کرنے کا وعدہ کیا تھا تاکہ ناغہ نہ ہو... اور وہ بھی ایک دن کے کی موت مر جائے!

کسی نہ کسی طرح اپنے کمرے میں پہنچی اور بستر پر گر گئی۔ سر چکر اڑا تھا۔ ذرا ہی دیر میں دل ڈھنڈتا ہوا محسوس ہونے لگا..... تو کیا وہ بھی روزی ہی کی طرح مر جائے گی۔ کیا کچھ لوگ اس کی گمراہی بھی کر رہے ہوں گے۔ اسے بھی گراوینے کے درپے ہوں گے۔ اسے کیا کرنا چاہئے۔! نہیں وہ اس طرح بے بی سے نہیں مر جائے گی۔

بستر سے اٹھ کر فون کے قریب آئی۔ رسیور اٹھایا اور آپ پر یہ سے کہا کہ وہ روم نمبر گیارہ سے رابطہ چاہتی ہے۔!

تحوڑی دری بعد دوسری طرف سے کسی قسم کی انسانی آواز آئی۔ پہنچ نہیں اس نے بچھ کہا تھا کہا تھا...!

”کیا بات ہے... تم کیا کہہ رہے ہو...!“

”کون ہے... اوہ... وہ...!“

”میں یوکاوا کی دوست ہوں.... دو دن سے اس کی تلاش میں ہوں۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ تم جیل لفی میں رہتے ہو... کیا نام ہے تمہارا...!“

کراہ کے ساتھ کہا گیا۔ ”نا تو پنگ....!“
”ہاں اس نے یہی نام بتایا تھا... ہو سکتا ہے اس نے تم سے میرا بھی ذکر کیا ہو... مل لے
فاؤ لہ ہوں!“

”تم کوئی بھی ہو... خدا کے لئے میرے پاس آ جاؤ... میرا نچلا دھر مفلوج ہو چکا ہے
سے انھی نہیں سکتا۔ اگر فون سرہانے نہ ہوتا تو میں تم سے گفتگو نہ کر سکتا۔ اگھنی بھتی رہتی!“
”مم.... میں آرہی ہوں....!“ لزی نے کہہ کر ریسیور کھ دیا۔

پھر وہ باہر نکل اور روم نمبر گیارہ کی طرف چل پڑی۔
ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا تھا.... وہ اندر داخل ہوئی۔ اسامنے ہی ایک جالپائی نہ

چٹ پڑا تھا۔ اس کے داخل ہوتے ہی اس نے گردن گھمانی۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں
”ان لوگوں نے پتہ نہیں کس قسم کا نجکشن دیا تھا کہ میری ناٹکیں مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں!“
”کن لوگوں نے....؟“ لزی نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”کیا تم یو کاوا کی دوست ہو....!“

”ہاں.... میں دودن سے اس کی ملاش میں ہوں!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ کیا چکر ہے... پرسوں رات میں یہیں اپنے کمرے میں تھا کہ
آدمی آیا.... اس نے مجھ سے کہا کہ یو کاوا قتل کر دیا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں کیسے یقین کر
اُس نے اپنے چرمی بیگ سے ایک چھوٹا سا نیپ ریکارڈر نکالا اور اس سے اٹھج ڈائیر فون
طرف بڑھاتا ہوا بولان ”لو سنو!“ بیوت مل جائے گا۔ جیسے ہی میں نے ایز فون کان سے لے
زبردست دھماکا سنائی دیا کہ فوری طور پر میرا اعصابی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ پھر
نہیں کہ وہ مجھے کس طرح یہاں سے لے گیا تھا!“

”وہ تمہیں کہاں لے گیا تھا....؟“

”اس کا ہوش نہیں.... اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہاں واپس کیسے آیا۔ ابھی کچھ
پہلے مجھے ہوش آیا ہے!“

”وہ آدمی کیا تھا.... جو تمہیں یہاں سے لے گیا تھا....!“

”اگھنی موچھوں اور پھولی ہوئی ناک والا....!“

لزی سوچنے لگی.... وہ عمران نہیں ہو سکتا۔ پھر جو کنک کر بولی۔ ”تم یو کاوا کے قتل کی بات
کر رہے تھے!“

”ہاں.... وہ لوگ مجھے یہی باور کرنا چاہتے تھے کہ یو کاوا قتل کر دیا گیا....!“
”لیکن کس نے قتل کیا....!“

”مجھے یقین نہیں ہے.... پتہ نہیں وہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں!“
”مقامی ہی آدمی ہے!“

”ہاں مقامی ہی.... لل.... لیکن اب میرا کیا ہو گا!“
”میں سپروائزر سے بات کرتی ہوں کہ کسی اچھے ڈاکٹر کا انتظام کر دے!“

نا تو پنگ کچھ نہ بولا۔ وہ پھر کرائے گا تھا۔

لزی اس کے کمرے سے نکل کر پھر پلک ٹیلی فون بو تھ کی طرف چل پڑی۔
دوبارہ ہمفرے نکولاٹی کے نمبر ڈائیکل کے اور اسے نا تو پنگ کے بارے میں اطلاع دی۔!
”یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں....!“ ہمفرے پوری کہانی سننے کے بعد بولا۔

”میں کیا بتائیں گے ہوں....!“

”تمہاری دانست میں وہ آدمی تو نہیں ہو سکتا جس کے ساتھ تم ابھی تک رہی تھیں!“
”اڑے وہ....!“ لزی ہنس پڑی۔ ”وہ تو بالکل گاودوی تھا!“

”غیر.... یہ بہترین موقع ہے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”اس وقت تم اس کے
بیچے ساتھیوں ہ پتہ معلوم کر سکتی ہو!“
”کیا وہ بتا دے گا!“

”تم کو شش کرو....! نا تو پنگ سمیت گیارہ آدمی ہیں!“

”میں اس سے کہہ آئی ہوں کہ ڈاکٹر کا انتظام کرنے جارہی ہوں!“
”کوئی مضاہدہ نہیں.... یہ تم کر سکتی ہو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ایک گھنٹے بعد
پھر رنگ کر لینا!“

لزی نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور کھ دیا اور بو تھ سے
باہر آگئی۔

لیکن اسے دوبارہ بو تھے ہی کی طرف پلٹ جانا پڑا ذہن میں ایک نئے خدشے نے سر احمد اتھار
اُس نے جلدی جلدی پھر وہی نمبر ڈائیل کئے! دوسری طرف سے بھفرے ہی کی آواز آئی۔
”مجھے مشورہ چاہئے۔!“ لرزی بولی۔

”اب کیا ہے....؟“ بھفرے کے لبجے میں جھلاہٹ تھی۔!

”ڈاکٹر کو وہ اپنے مفلوج ہو جانے کی وجہ ضرور بتائے گا اور ڈاکٹر پہلی فرصت میں پولیس کو
مطلع کر دے گا!“

”جہنم میں جائے.... تمہیں کیوں فکر ہے۔!“

”غور طلب مسئلہ ہے۔!“ لرزی بولی۔ ”پولیس اُس سے یو کادا کی کہانی پوچھے گی اور وہ مجھے یو کادا
کی دوست کی خیشیت سے پیش کر دے گا... کیا میں اس طرح دشواری میں نہ پڑ جاؤں گی۔!“

”ہاں یہ بات تھی۔!“

”تو پھر مجھے کیا کرنا چاہئے۔!“

”اچھا تو تم اسے کسی طرح یہاں لے آؤ۔!“

”کہاں....؟“

”ٹھیک ہے تمہیں اس عمارت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم..! ٹھہردا ایک منٹ ہو لڑ کرو“
وہ ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہی۔... ساتھ ہی گھر ایسی ہوئی نظر میں باہر بھی ڈالنی جاتی تھی۔
ٹھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ ”تم اسے سکس ایک روڑ لے جاؤ... کچھ دیر بعد ایک نیلے رنگ
کی دین ایڈ لفی پینچ گی... پسرو اندر سے کہنا۔ وہ اسٹرپچر کا انتظام کر دے گا۔!“

”اور کچھ....؟“ لرزی نے پوچھا۔

”بس... جاؤ... اور انتظار کرو... اسی عمارت میں تمہارا ناٹک بھی مل جائے گا...
ایڈ لفی سے ناتوپنگ کا حساب صاف کراؤ یا۔!“

لرزی ہوٹل پینچ کر پھر ناتوپنگ کے کمرے میں پہنچ... وہ پہلے ہی کی طرح چٹ پڑا کر ہے جاہاں
”میں تمہیں یہاں سے لے چلوں گی۔!“ اُس نے کہا۔

”کہاں لے چلوگی....؟“

”کسی محفوظ جگہ... ورنہ اگر ڈاکٹر نے وجہ پوچھ لی تو کیا کرو گے۔!“

”ہاں... مجھے پوری کہانی دہرانی پڑے گی... تم بہت سمجھ دار معلوم ہوتی ہو کیا یو کادا کی
ب اچھی دوست ہو۔!“

”ہم دوستی سے بھی آگے بڑھ چکے ہیں۔!“ وہ گلوگیر آواز میں بولی۔

”کچھ دیر خاموشی رہی! پھر لرزی نے کہا۔ ”میں اسٹرپچر کا انتظام کرنے جا رہی ہوں... اور
ہاں کا حساب صاف کئے بغیر وہ تمہیں جانے نہ دیں گے۔!“

”حساب بے باق کر دو...!“ ناتوپنگ کر لے۔ ”میرے پرس میں کافی رقم موجود ہے۔!“

”وہ گھنٹے کے اندر اندر وہ بھفرے کی بتائی ہوئی عمارت میں منتقل ہو گئے تھے۔!

ایک غیر ملکی ڈاکٹر نے ناتوپنگ کا معاشرہ کیا اور چلا گیا۔ ٹھوڑی دیر بعد دسرا آیا اور اس نے
ب انجشن دے کر مکمل آرام کی تاکید کی۔!

پھر کچھ دیر بعد دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی بجی۔ لرزی نے کال ریسیو کی تھی۔

”دوسری طرف سے بھفرے کی آواز آئی۔“ تم نے اس کے ساتھیوں کا پتہ لگایا۔!

”ابھی نہیں جلد بازی ٹھیک نہیں۔!“

”وقت نہ ضائع کرو... پتہ نہیں کس نے اُسے اس حال کو پہنچا۔!“

”اگر وہ لوگ ایسے ہی ہیں تو پھر ہمارا تعاقب بھی ہوتا رہا ہو گا۔!“

”یہی معلوم کرنے کے لئے تو تمہیں اس عمارت میں منتقل کیا گیا ہے۔!
”تو پھر کی رہا۔...؟“

”ابھی تک اسی کوئی رپورٹ نہیں ملی۔...! لیکن اب تم اسی عمارت تک محدود رہنا۔!
”اوہ میرا ناٹک....؟“

”وہ تمہیں کچھ دیر بعد مل جائے گا۔!“

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر لرزی نے بھی ریسیور رکھ دیا۔ اس کا تھلاہونٹ
نوں میں دبا ہوا تھا اور پیشانی پر شکنیں تھیں۔

پھر وہ ناتوپنگ والے کمرے میں آئی اور وہ دروازے کی طرف اشارہ کر کے نحیف آواز میں

”اوہ یہ یکٹ... کسی نے نیچے سے اندر سر کیا تھا۔... وہ...!“

لرزی کو دروازے کے قریب براؤن رنگ کا ایک لفافہ پڑا نظر آیا۔... وہ آگے بڑھی اور جھک

کے بھی کسی تجربے کی بھیث چڑھا دے گا۔
اُسے پھر فون کی گھنٹی سنائی اور وہ اسی کمرے کی طرف لپکی جہاں فون تھا۔
بھی تھفرے ہی کی کال تھی اور تو ناقوپگ کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بھی چین تھا!
”نہیں بتاتا... کہتا ہے کہ یو کا وہ اکے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا!“ لزی نے ماٹھ تھیں میں کہا۔
”جبھی بات ہے تو پھر مجھے ہی آنا پڑے گا!“
”میرا ناٹک....؟“
”اوہ... شام تک پہنچ جائے گا۔ اور پوری طرح مطمئن ہو جانے کے بعد میں بھی آؤں گا!“
”مچھی طرح اطمینان کر لیتا۔ میں مطمئن نہیں ہوں!“ لزی کہتی ہوئی زیبر لیے انداز میں مسکرا لے۔
”تم فکر نہ کرو....!“ دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسہ مقطوع ہونے کی آواز آئی۔
اس کے بعد لزی شام تک زیادہ سے زیادا مپانی چیڑی تھی۔

تقریباً سات بجے ایک بھی سی سیاہ گاڑی کپاڈوٹ میں رکی۔ اس پر سے تین آدمی اترے۔ لزی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ عجیب ساغوف ذہن پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔ وہ برآمدے میں آئے اور کال بل کا ٹین دبایا گیا۔ لزی غیر ارادی طور پر صدر دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے دروازہ کھولا۔
بھفرے ایک آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ دوسرا شائد باہر ہی رہ گیا تھا۔

”وہ کہاں ہے....؟“ بھفرے غریا۔
”مم.... میرے ساتھ آؤ....!“ لزی بولی۔
”تمہیں کیا ہوا.... کیا تم خائف ہو....!“ وہ اسے گھورتا ہوا بولा۔
”نہیں.... میں کیوں خائف ہوتی!“

وہ اُس کمرے میں لاٹی جہاں تو ناقوپگ لیٹا ہوا تھا۔

اب لزی نے بھفرے کے ساتھی کو دیکھا صورت اس کے لئے نہیں تھی۔ لیکن وہ آنکھوں سے خخت کیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ نسل آسیغید فام ہی تھا۔
ناقوپگ بنے انہیں دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کی اور چین مار کر پھر لیٹ گیا۔ اُس کا یہ فعل قطعی

کرا سے اٹھا لیا۔ لفافے پر صرف ”لزی“ تحریر تھا اُس نے بڑی بے صبری سے لفافہ چاکی اُس میں سے کئی پرچے برآمد ہوئے۔ ایک خط بھی تھا۔
”لزی....! تمہاری بے ہوشی کے دوران میں ایک میڈی یکل ایکسپرٹ نے تمہارا طبع کیا تھا۔ روپرٹ بھیج رہا ہوں۔ اسے غور سے دیکھو.... اگر زندگی عزیز ہے تو اب اس ناکل!“
قطرہ بھی اپنے جسم میں داخل نہ ہونے دینا.... اگر مزید دس دن اور تم اس کا استعمال رکھتیں تو تمہارا بھی وہی حشر ہوتا جو روزی کا ہوا تھا.... ڈاکٹر نے کچھ مشورے تحریر کی ابھی سے ان پر عمل شروع کر دو.... میں بُرا آدمی ضرور ہوں لیکن اتنا بھی نہیں کہ انہیں کی میری نظر میں کوئی وقت نہ ہو۔ جن کے لئے تم کام کر رہی ہو وہ بے ضمیر ہیں۔ انہیں رہنے کام سے کام ہے۔ تمہاری زندگی اگر ان کے کسی تجربے کی بھیث چڑھ جائے تو اس کی پرانیں سمرت ہو گی۔ میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اب تم جانو ان سارے کاغذات کو نذر آتش کر دینا.... یہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا!“

لزی اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں آئی اور میڈی یکل روپرٹ دیکھنے لگی۔
نے آخر میں ہدایت کی تھی کہ اُسے زیادہ سے زیادہ مقدار میں پانی پیتے رہنا چاہئے۔
کچھ اور ہدایات تھیں جنہیں ذہن نشین کر لینے کے بعد اُس نے ان کاغذات کو جلا دی۔
اب وہ عجیب سا اطمینان محسوس کر رہی تھی۔ تو ناقوپگ کے کمرے میں آکر اس سے ہی
”کسی چیز کی ضرورت تو نہیں!“
”نہیں شکر یہ....! میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھلوں گا!“ اُس نے گلوگیر آواز میں کہا
”لیکن تمہارا اور کوئی دوست بیہاں نہیں ہے!“ لزی نے پوچھا۔ لیکن اُس نے فوری طور
سوال کا جواب نہ دیا!

”تم کیا سوچنے لگے.... مجھے بتاؤ....! میں اُسے تم تک لانے کی کوشش کروں گی!“
”بیہاں میرا کوئی دوست نہیں ہے....!“ تو ناقوپگ بولا۔
اور وہ مطمئن ہو گئی اب وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کی بھی جاہی کا باعث بنے۔
وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ان جیپانیوں میں سے ایک بھی زندہ نہ چھوڑا جائے گا۔ بھفرے
اس کے منہ سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔ لیکن یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ بھفرے

طور پر افطراری معلوم ہوا تھا۔ لڑی خاموش کھڑی تھی۔ ہونٹ سختی سے چھپے ہوئے تھے۔
”کیا تم مجھے پہچانتے ہو...!“ ہمفرے نے ناتوپنگ سے پوچھا۔

”نہیں.... تم شاند اسی رحم دل خاتون سے تعلق رکھتے ہو!“

”میں بلاشبہ اسی خاتون کا ساتھی ہوں.... لیکن رحم دل ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔“

”ارے!“ ناتوپنگ نے ہنسنے کی ناکام کوشش کی اور بولا۔ ”مجھ پر تو تم لوگوں نے برا کرم کیا ہے۔“

”تمہارے بقیہ نواساتھی کہاں ہیں...؟“

”مم.... میرا تو کوئی بھی ساتھی نہیں یو کاوا کے علاوہ...!“

”تم جھوٹے ہو.... میری اطلاع کے مطابق پورے گیارہ عدد میری تلاش میں آئے تھے۔“

”تت.... تو یہ صحیح ہے کہ.... تم نے یو کاوا کو مارڈالا....!“

”ہاں یہ صحیح ہے.... لیکن صرف تمہیں زندہ رکھا جائے گا.... اس شرط پر کہ اپنے بیٹا ساتھیوں کی نشان وہی کر دو....!“

”میرے خدا....!“ ناتوپنگ کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں ایسا معلوم ہوا۔

جیسے قوت گویائی ہی کھو بیٹھا ہو۔

وہ لوگ خاموش کھڑے رہے۔

آہستہ آہستہ ناتوپنگ کی آواز دلتی گئی۔ اسی دوران میں ہمفرے غرایا۔

”اب تم بے ہوشی کاڑھوگ کرو گے۔ لیکن تمہیں زبان کھولنی ہی پڑے گی۔!“

”میں بے ہوشی کاڑھوگ نہیں کروں گا۔“ ناتوپنگ نے اپنی آواز پر قابو پاتے ہوئے پر کما

لنجھ میں کہا۔ ”مرنے کے لئے تیار ہوں۔!“

”اسے دھمکی نہ سکھنا... یو کاوا بھی اسی لئے مارا گیا اس نے بقیہ لوگوں کا پتہ بتانے سے الگ دیا تھا۔!“

”تو مجھے بھی مارڈالو.... گیارہ نومبر کی قسم تم میری زبان سے کچھ بھی نہ سن سکو گے۔!“

ہمفرے نے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکالا اور جب اسے کھولا تو اس کی کڑکڑاہٹ کمرے

خاموش فہماں گونج کر رہ گئی۔

لڑی نے بوکھلا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اسے اپنادم گھٹتا سا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے

محوس ہو رہا تھا جیسے زمین ہل رہی ہو۔ اس مغلوب آدمی کو ذبح کر دینے کا تصور بھی اس کے لئے اذیت ناک تھا۔

”بیاوا...!“ ہمفرے کسی خون خوار درندے کی طرح غرایا اور لڑی نے آنکھیں کھول دیں۔
ناتوپنگ بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

دفعتہ ہمفرے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ”اسے ذبح کر دینے میں میری مدد کرو!“
ٹھیک اسی وقت تیرا آدمی اندر داخل ہو کر بولا۔ ”مجھے شہید ہے کہ آس پاس کچھ آدمی چھپے ہوئے ہیں۔!“

”جاوا... دیکھو...!“ ہمفرے نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ دونوں باہر چلے گئے۔
پھر ہمفرے لڑی کی طرف مڑا۔ کھلا ہوا چاقو اپنے بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔

”یہ فون تک تو نہیں پہنچ سکتا تھا...!“ اس نے لڑی سے پوچھا۔
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا!“ وہ حکوم نگل کر بولی۔ ”خود سے کروٹ تک تو لے نہیں سکتا
اور پھر میں اس وقت سے اب تک اس کی غرفانی کرتی رہی ہوں۔!“

”تم بھول رہی ہو...!“ ناتوپنگ نہیں کر بولا۔ ”ایک بار تم آدمی گھنٹے کے لئے یہاں سے
چل گئی تھیں۔“

اور وہ دونوں ہی تیزی سے اس کی طرف مڑے۔
”ارے....!“ لڑی اچھل پڑی۔

ناتوپنگ کی بجائے اسے عمران نظر آیا تھا اس بار اور پھر.... وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔
”چاقو زمین پر ڈال دو....!“ اس نے ریو اور کارخان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی
وہ دروازے کی طرف بھی بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ دروازے کو بولٹ کر کے.... وہ پھر ہمفرے

سے بولا۔ ”تم نے ابھی تک چاقو نہیں چھوڑا۔!“
ہمفرے نے چاقو زمین پر گردایا۔

”لڑکی....! چاقو اٹھا کر میرے پاس لاو....!“ عمران بولا۔
لڑی نے چاقو اٹھایا اور عمران کو تھیر آمیز نظروں سے گھورتی ہوئی اس کی طرف بڑھنے لگی اور

ٹھیک اسی وقت ہمفرے لڑی کو ڈھال بنا کر عمران پر ٹوٹ پڑا۔ لڑی ان کے نیچے دب کر چینی تھی!

جلد نمبر 16

زین مغلہ تھا۔ دریش کے طور پر وہ روزانہ کئی آدمیوں سے زور کرتا تھا۔ انہیں کھلی اجازت ہوتی تھی کہ جس طرح چاہیں حملہ کریں۔ لیکن وہ انہیں تھکامار تھا۔ لیکن اس وقت وہ پہنچنے میں شرابور تھا اور بُری طرح ہاتھ رہا تھا۔ اس کے برخلاف عمران کے پہنچے پر کھلڈری سی مسکراہٹ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ محض تفریج ہمفرے سے لپٹ پڑا ہو۔ ہمفرے نے بالآخر اسکے ہاتھ اپنی گردن سے ہٹادیے۔ لیکن اچھال چینکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ باہر سے دروازے پر نکریں ماری جا رہی تھیں۔ لڑی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس نے تمہیر کر لیا تھا کہ اگر دروازہ ٹوٹ گیا تو وہ فائرگن شروع کر دے گی!

”تم تھک گئے ہو شاہد!“ عمران نے ہمفرے سے کہا۔ ”اچھی بات ہے تھوڑی دیر آرام کرلو۔“ پھر لڑی نے دیکھا کہ وہ اُسے چھوڑ کر دور ہٹ گیا۔ ”تم پاگل تو نہیں ہو گئے!“ وہ بو کھلا کر بولی۔

”سب ٹھیک ہے....!“ عمران نے احتقانہ انداز میں کہا اور پیچھے بٹتے بٹتے دیوار سے جال گا۔ پھر جیسے ہی ہمفرے نے اٹھ کر لڑی کی طرف چھلانگ لگائی۔ عمران نے کوئی چیز اس کی طرف پیچکی اور وہ دھم سے فرش پر جا رہا۔ غالباً لڑی سے چاقو یا ریو اور چینن لینے ہی کے لئے اس کی طرف جھپٹتا ہوا۔ ہمفرے نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن اب یہ ناممکن تھا کیونکہ اس کی دونوں ٹانگیں ایک ٹکلی سی ڈور کے پھندے میں پڑ گئی تھیں جس کا دوسرا اسر عمران کے ہاتھوں میں تھا۔ دروازے پر بدستور ضریبیں پڑ رہی تھیں۔

پھر لڑی نے دیکھا کہ ہمفرے کی جدوجہد اُس کے لئے مزید مصیبتیں لارہی ہے۔ جب بھی وہ اٹھنے کی کوشش کرتا عمران اس ڈور کو ڈھیل دے کر اس طرح گردش دیتا کہ وہ ہمفرے کے گرد پٹکا چلی جاتی اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم اُس ڈور میں جکڑ کر رہ گیا۔ آخر میں عمران نے اُسے کسی بندل کی طرح بھیست کر ایک کنارے ڈال دیا اور لڑی سے بولا۔ ”اب تم میرے لئے ایک کپ کافی ہے لاو۔ اتنے میں میں ان دونوں کو بھی پیک کئے دیتا ہوں۔!“ ”لڑی کیتا تو پچھتا نے گی۔!“ ہمفرے دہڑا۔

”بہت طاقت ور ہو....!“ عمران لڑی کے بولنے سے پہلے بول پڑا۔ ”اگر اس ڈور کو توڑ کر دکھاؤ تو تمہارے لئے بھی ایک کپ کافی ہو گا۔!“

اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ پس کر رہا جائے گی۔ پھر اچانک ان میں سے کسی کا بازو داں کر دانتوں میں آگیا ہے وہ جکڑتی ہی چلی گئی اور پھر اُسے اُن کے نیچے سے نکل جانے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ بھاگ کر دور جا کھڑی ہوئی۔

دونوں گھنے ہوئے تھے ریو اور ایک جانب پڑا تھا۔ لیکن چاقو کہیں نظر نہ آیا۔۔۔ وہ پہلے ہی اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اتنے میں کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔ لیکن لڑی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

دفعہ ہمفرے بولا۔ ”لڑی.... ریو اور اٹھا لو.... بیدار لیخ فائز کر دواں پر۔!“ لڑی چوکی۔ آگے بڑھی۔۔۔ ریو اور اٹھا۔

”اندر کیا ہو رہا ہے... دروازہ کھولو!“ باہر سے آواز آئی۔ غالباً یہ ہمفرے کا کوئی ساتھی ہی تھا۔ ”لڑی دروازہ کھولو دو....!“ ہمفرے ہانپتا ہوا بولا۔

”ضرور سو رکے بچے... ضرور کھولوں گی دروازہ....!“ وہ دانت میں کر بولی۔ ”ابھی تم نے مجھے ڈھال بنا لیا تھا۔!“

”تم پاگل ہو گئی ہو....!“ وہ چینجا۔ ”نہیں لڑی... ڈار لگ۔۔۔ تم دروازہ ہرگز نہ کھولنا۔!“ عمران چڑانے والے انداز میں بولا۔ اتنے میں لڑی کو چاقو بھی نظر آگیا۔ وہ نہیں دونوں کے نیچے دبارہ گیا تھا۔

اُس نے جھپٹ کر اُسے بھی قبضے میں کر لیا۔ ”شabaش....!“ عمران بولا۔ ”یہ کام کیا ہے تم نے... اب میں اسے کپڑوں گا اور پھرے میں بند کر کے تمیں دن تک وہی ناٹک پلاوں گا۔!“

”ہم دروازہ توڑ دیں گے۔!“ باہر سے آواز آئی۔ ”ضرور توڑ دو!“ لڑی بھی چیخ کر بولی۔ ”دو گولیاں کافی ہو گئی۔ میرے ہاتھ میں ریو اور رہے۔!“ ”ارے... تم تو جون آف آرک کی طرح بول رہی ہو۔ شabaش....!“ عمران نے کہا اور اس بارہمفرے کو کمر پر لاد کر دے پڑا۔

اب وہ اس کے سینے پر سوار اس کا گلگھونٹ رہا تھا۔ لیکن ہمفرے نے اس کے ہاتھ کپڑ لئے۔ لڑی ہمفرے کی قوت سے بخوبی واقف تھی۔ بیک وقت کئی آدمیوں سے تھا پنچا اس کا محبوب

”شٹ اپ....!“ ہمفرے پھر دہاڑ۔
”اور تم میرے لئے دس خوراکیں ٹاک کی لائے ہو!“ لزی مخفیکہ اڑانے والے انداز میں فرمی
”کیا سچ مج تیر ادما غر خراب ہو گیا ہے!“

عمران انہیں وہیں چھوڑ کر بائیں جانب والے دروازے سے گزر اچلا گیا۔
”روزی کون تھی نکولائی....؟“ لزی نے پر نفترت لجھے میں پوچھا۔
”میں نہیں جانتا!“

”تم نے یہ تو سوچا ہوتا کہ وہ بھی اپنوں ہی میں سے تھی!“
”تم بکالی گئی ہو.... میں اچھی طرح سمجھتا ہوں!“

اتنے میں دوسرا طرف سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کچھ لوگ آپس میں مکاراں ہوں۔ دروازے پر ضریبیں پڑنی بند ہو گئی تھیں۔

لزی بل بھر کے لئے ادھر متوجہ ہوئی اور پھر نہ کر بولی۔ ”اب وہ ان دونوں کو ٹھیک کرنا ہے۔ بلا کا آدمی ہے.... اور ہاں شائد تمہیں نہ معلوم ہو کہ یہ وہی آدمی ہے!“

”کون....؟“
”جس پر یو کا وانے مجھے مسلط کیا تھا!“
”اوہ....!“

”اور یہ تو تم دیکھی ہی چکے ہو کہ وہ کس طرح نا تو پچ سے عمران بن گیا تھا!“
”لزی تم اپنے ملک سے غداری کر رہی ہو.... ہوش میں آؤ!“

”لعت ہے تم پر اور تمہارے ملک پر.... میں اپنی توہین سمجھتی ہوں درندوں کی اس بستی کی باشندہ کہلانے میں!“

”کیتا....!“ ہمفرے دہاڑ۔
”تحووو....!“ لزی نے اس کے منہ پر تھوکتے ہوئے ایک ٹھوک کر بھی رسید کی اور ہمفرے کی زبان سے گالیوں کا طوفان امنڈنے لگا۔

”ولی ڈن....!“ عمران بائیں جانب والے دروازے سے اندر داخل ہوتا ہوا بولا۔ ”اب“
تمہاری شادی اس کلوٹے سے ہرگز نہیں کروں گا!“

پھر آگے بڑھ کر دوڑاڑہ کھولا جس پر باہر سے نکریں پڑتی رہی تھیں۔

سامنے ہی ہمفرے کے دونوں ساتھی فرش پر لبے لبے لیٹھے نظر آئے دونوں بے ہوش تھے۔
عمران ان کی تا نگیں پکڑ کر انہیں بھی اسی طرح کمرے میں گھیٹ لایا۔

ہمفرے فرش پر پڑا اس طرح پلکیں جھپکا رہا تھا جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آرہا ہو!۔
عمران نے اس کے بے ہوش ساتھیوں کے ہاتھ پیر بھی جکڑ دیئے۔

”تم آخر کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....؟“ ہمفرے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
”پہلے تم بتاؤ کہ تم کون ہو....!“

”میں ڈاکٹر موندرے کا اسٹرنٹ ہوں اور تم نے جو کچھ بھی کیا ہے نمطلا کیا ہے!“
”میاڑا کٹر موندرے تہاری ان حرکتوں سے واقف ہے!“

”یہ میرے نجی معاملات ہیں ان کا اور کسی سے کوئی تعلق نہیں!“
”لیکن تم اس طرح یو کا داکے قتل کے الزام سے تو نفع سکو گے! تمہیں اسکی نہ ضرور ملے گی!“

”لزی نے بتایا تھا کہ تم بلیک میلر ہو.... بتاؤ اس راز کی کیا قیمت مقرر کرتے ہو!“
”تمہاری اپنی زندگی....!“ عمران جیب سے چیو گم کا پیکٹ نکال کر اُسے چھاڑتا ہوا بولا۔ پھر ایک

پیں نکال کر لزی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”چیو گم تمہاری سانسوں کو قابو میں لائے گی!“
”بڑی سے بڑی جو رقم چاہو....!“ ہمفرے لجاجت سے بولا۔

”خاموش پڑے رہو.... ہاں لزی کافی....!“
”میں ابھی لائی!“ لزی نے کہا اور عمران کے قریب آکر اس کے گالوں کو بڑے پیارے چھپھاتی ہوئی کر رہے سے چل گئی۔

”بڑی سے بڑی رقم.... تمہیں یہاں بھی مل سکتی ہے.... اور اگر تم چاہو تو سو بیٹر لینڈ کے کیا بیٹک میں تمہارے نام سے جمع بھی کرائی جاسکتی ہے!“

عمران کچھ نہ بولا۔ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور ہمفرے کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد لزی واپس آگئی اس کے ہاتھوں میں کافی کی دو پیالیاں تھیں۔ ایک اس نے عمران کی طرف بڑھا دی اور دوسرا سے خود پیتی رہی۔

”کیا تم نے اس شخص کی اصلی ٹھکنہ بھی دیکھی ہے!“ عمران نے ہمفرے کی طرف اشده کر کے کہا۔

ہاں میں تھا۔ اس نے میں وقت پر اُن سہوں کو گرفتار کر دیا۔ جو نجی گئے تھے کچھ دنوں کے بعد انہوں نے دوبارہ جماعت کی تنظیم کی اور اس تاریخ کو اپنے لئے مقدس عہد قرار دیا۔ جب ان کی جماعت کے بہترین دماغ گرفتار کئے تھے۔ وہ تاریخ گیرہ نومبر تھی ساتھ ہی انہوں نے قسم کھائی تھی کہ کمی برناڑ کو اس کے یونٹ سمیت نیست و نابود کر دیں گے۔ برناڑ حقیقتاً ان سے دہشت زدہ ہی ہو کر وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔ وہ اس کی تلاش میں رہے۔ پھر انہیں کسی طرح علم ہوا کہ وہ پیاس ہے۔ لہذا گیرہ آدمیوں کی ایک جماعت مختلف طریقوں سے بیباں پہنچی۔ یوکاوا ان کا سر برہ تھا۔ یوکاوا اور ناتوپنگ اپنی جماعت کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور کمی برناڑ انہیں پہنچتا تھا۔ ہر حال وہ بیباں آئے اور کمی برناڑ کے ہتھنڈوں کی وجہ سے پھر اُس سے مار کھا گئے۔ ان لوگوں کے لیڈروں میں ایک شخص کیوتا بھی تھا۔ گیرہ نومبر کے بعد سے وہ ایسا لایپٹہ ہوا کہ پھر اس کا سراغ نہ مل سکا۔ کمی برناڑ اس سے بھی واقف تھا کیوتا بہت سینٹر تھا اور اس نے پارٹی کے لئے بہت بڑے بڑے کام کئے تھے۔ ہر حال برناڑ صرف ان دونوں کو دیکھتا ہے اور یقین نہیں کہ سکتا کہ صرف یہ دو ہی ہوں گے۔ لہذا ایک دن وہ یوکاوا کو فون پر اطلاع دیتا ہے کہ وہ ان کا گمشدہ لیڈر ناکیوتا ہے اور عرصہ دراز سے کمی برناڑ کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ وہ یوکاوا سے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ اس کے سامنے نہیں آسکے گا وہ اسے بتاتا ہے کہ کمی برناڑ یہیں ہے لیکن محل کر سامنے نہیں آ رہا ہے۔ اس کے پیچھے لوگ نظر میں ہیں ان کی گمراہی کی جائے۔ پھر وہ اُسے روزی کا پتہ بتاتا ہے اور لزی کے لئے کہتا ہے کہ یوکاوا اس سے دوستی کرنے کی کوشش کرے۔ روزی حقیقتاً برناڑ کی داشتہ تھی۔!

عمران خاموش ہو گیا۔ صدر کچھ دیر بعد بولا۔ میں نے آپ سے اس ناٹک کے بارے میں پوچھا تھا!“ بتاتا ہوں۔۔۔ میں دراصل برناڑ کی سفاکی پر غور کرنے لگا تھا۔۔۔ وہ اس کی داشتہ تھی اور اس نے تجربے کے طور پر زہر اس پر آزمائالا تھا۔ لزی جو اس کی رفیق کا رہ تھی اُسے بھی نہیں چھوڑا تھا۔“ تو یہ ڈاکٹر موندرے۔۔۔!

”نہیں موندرے قطعی بے قصور ہے۔ اول تو وہ برناڑ کی اصلیت سے واقف نہیں تھا۔“ دسرے یہ کہ اُس نے وہ محلوں کی دوسرے مقصد کے تحت تیار کیا تھا۔ کمی طرح برناڑ کو علم ہو گیا کہ اُس کا مسلسل استعمال دل کو اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ معمولی سماشک بھی اس کے چیختے اڑادے۔ اس نے اس محلوں کی خاصی بڑی مقدار ڈاکٹر کی لاعلی میں چراںی اور اُسے آدمیوں پر

”اصلی ٹھکل سے کیا مراد ہے؟“

”نہ اس کا اصل نام ہمفرے گولوائی ہے اور نہ یہ اس کی اصلی صورت!“

”دونوں ہی باتیں میرے لئے حیرت انگیز ہیں!“ لزی نے کہا۔

”آپ مسٹر کمی برناڑ ہیں۔۔۔ اپنے ملک کی سیکریٹ سروس کے اس یونٹ کے سربراہ جاپان میں انقلابیوں کا قلع قلع کرنے کے لئے متعین کیا گیا تھا!“

”یکواں ہے۔۔۔!“ ہمفرے حلق کے مل چینا۔

”بیسے میں نے اپنے چہرے پر ناتوپنگ کا چھالا چڑھار کھاتھا اسی طرح اس نے بھی کسی چھکلے ہی کی آڑ لے رکھی ہے۔ کہو تو اساردوں وہ چھکلا!“

”خبردار میرے قریب نہ آنا۔۔۔!“ ہمفرے غریباً۔

لیکن عمران آگے بڑھا اور اس کے قریب دوزانوں بیٹھے کر اس کی گردون ٹوٹ لئے نگاہ اور پھر لزی نے پچھے ہمفرے کے چہرے سے غلاف سائز تے دیکھا۔

سر پر پائے جانے والے سفید بال بھی چھکلے کے ساتھ ہی اترنے پلے گئے تھے اور اب ایک بہت ہی توٹا اور جوان چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

”مسٹر کمی برناڑ۔۔۔!“ عمران گھمبیر آواز میں بولا۔ ”مجھے اس سے قطعی سروکار نہیں کہ تم کیا ہو۔ میں تو اس قتل کے سلسلے میں تمہیں حرast میں لے رہا ہوں جو میرے ملک میں تمہارے ہاتھوں ہوا۔۔۔ یوکاوا کا قتل۔۔۔ اور اوہ میں اس بیچاری روزی کو تو بھول ہی گیا اور یہ لزی کچھ دنوں کے بعد گرا کر مار ڈالی جاتی۔!“

عمران خاموش ہو گیا۔ کمرے کی فضا پر گہر اسکوت طاری تھا۔ دفتار لزی عمران کی طرف بڑھی اور اپنے ہونٹ اسکی پیشانی پر رکھ کر سکیاں لینے لگی۔ گرم گرم قطرے اسکی آنکھوں سے ڈھلتے رہے۔



دوسرے دن صدر اور عمران ”ادارہ تحقیقات نفسی“ کی عمارت کی طرف جا رہے تھے۔ صدر

کارڈرائیور ہاٹھا اور عمران اس کے برابر بیٹھا کہہ رہا تھا۔ ”تین سال گزرے“ کیو شو انقلابی جماعت“ نے ایک بیر وی اقتصادی غلبے سے نجات پانے کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا تھا۔“ ایسے تمام مقامی افراد کو ختم کر دینا چاہتی تھی جو اس غلبے کے حامی تھے۔ لیکن برناڑ عرصہ سے ان کی

آزمائے لگا۔ ڈاکٹر نے جانوروں پر تجربات کے سچے خود برناڑ نے اعتراف کیا کہ موندرنے اس سلسلے میں قصور وار نہیں! بہر حال اس کے متعلق پوری طرح اطمینان کئے بغیر فی الحال اس کے بارے میں اظہار خیال غیر ضروری ہے۔ اسے بھی دیکھیں گے بہر حال وہ ناتوپنگ سے اور یوکارا سے کام بھی لیتا رہا اور انہیں ختم کر دینے کے درپے بھی رہا۔ اس نے لڑی اور روزی کے بارے میں بتایا تھا کہ یہ برناڑ کے پوٹ سے تعلق رکھتی ہیں۔! برناڑ اس کھیل کو جلد سے جلد ختم کر دیا چاہتا تھا کیونکہ ایک غیر متعلق آدمی یعنی میں بھی سچ میں آگوادا تھا۔ خواہ میری حیثیت کچھ رہی ہو۔ لہذا وہ یوکارا سے اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھتا ہے۔ لیکن یوکارا نے اب خطرے کی بو سو نگھ لی تھی۔ اس نے بتانے سے انکار کر دیا اور برناڑ نے اسے قتل کر دینے ہی میں بہتری کیمی اس کی دانت میں ناتوپنگ زیادہ ذہین نہیں تھا اس لئے فی الحال اسے زندہ رکھ کر اس کے بقیہ ساتھیوں کا سراغ پاتا چاہتا تھا تم نے جس ہوش کے بارے میں بتایا تھا اس میں بڑی تعداد میں جیپانی آباد ہیں۔ ان میں بقیہ تو آدمیوں کو نکال لینا آسان کام نہیں تھا۔!

”کیا لڑی مر جائے گی۔؟“

”اگر وہ ڈاکٹروں کے مشوروں پر عمل کرتی رہی تو اس کا خدشہ نہیں رہے گا۔ ویسے اس زبر سے دل متاثر ہو چکا ہے۔ وقت لگے گا سدھرنے میں۔!“

”یوکارا کی لاش کا کیا ہوا۔۔۔ پولیس کو تو اس عمارت میں نہیں ملی تھی۔!“

”تمفرے کے دونوں ساتھیوں نے اس کی نشاندہی بھی کر دی ہے اسے ایک جگہ دفن کر دیا گیا تھا۔ بہر حال وہ برآمد کی جا چکی ہے۔ ابھی خاصی دشواریاں پیش آئیں گی۔!“

”کیسی دشواریاں۔۔۔؟“

”وہ لڑی۔۔۔ مسلط ہو گئی ہے میرے سر پر۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ اس دشواری کا تعلق آپ حضرات کی ذات شریفہ سے ہرگز نہ ہو گا اور نہ وہ میاں ایکس ٹو سلمہ، ہی ذمہ داری لیں گے۔ وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ تمہاری قبر میں گھس جاؤں گی۔ تم نے کیوں جان پچائی میری۔۔۔ کیا آج میں تمہیں زیادہ بے وقف لگ رہا ہوں۔!“

صادر نے ساتھیوں سے اسے دیکھا۔۔۔ وہ ایسا منہ بنائے بیٹھا تھا جیسے ڈاٹھ میں درد ہو رہا ہو۔

﴿ ختم شد ﴾

عمران سیریز نمبر 55

مناروں والیاں

(پہلا حصہ)

یہ ایک طویل کہانی کا پیش خیسہ ہے!

اس دوران میں عمران پندوں کے لاتعداد خطوط موصول ہوئے، جو چاہتے ہیں کہ ”بوغاسیریز“ قسم کا ایک سلسلہ پھر پیش کروں!

در اصل ارادہ یہی تھا کہ ”مناروں والیاں“ منفرد کہانی ہو! لیکن جب اس کے پھیلوں کے امکانات کا جائزہ لیا تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے کسی سلسلے کی ایک کڑی ہی کی حد تک رکھنے پر اکتفا کر لیا جائے ورنہ ایک بار پھر آپ مجھ پر کہانی کا گلا گھونٹ دینے کا الزام عائد کریں گے!

ظفر الملک کی واپسی کا تقاضا بھی عرصے سے جاری تھا۔ میں نے سوچا اس طرح آپ کی یہ خواہش بھی پوری کر سکوں گا! اس سلسلے کا دوسرا ناول خاص نمبر جلد ہی پیش کرنے کی کوشش کروں... انشاء اللہ....!

والسلام

ابن صفحہ

پیشرس

اس کتاب کے بارے میں کچھ عرض کرنے سے پہلے میں ان دونوں حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے پچھلے ناول ”دھوان ہوئی دیوار“ میں ایک فروگذشت کی طرف توجہ دلائی ہے.... براؤ کرم آپ بھی صحیح بکر لیجئے!

صفحہ ۱۰۰ پر ساتویں سطر میں ”وہ ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا“ قمزد کر لیجئے!

ہوا یہ کہ اس بے چارے کے دونوں ہاتھ پہلے سے پشت پر باندھ چکا تھا.... اس کے بعد یہ ہوا ہو گا کہ کوئی صاحب آٹپکے ہوں گے اور چھیردی ہوں گی روں اور امریکہ کی باتیں (روں اور امریکہ میزی بھی کمزوری ہیں۔ کیونکہ روی برف باری کے دوران میں بھی آکس کریم بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ اور امریکہ میں ہالی وڈپیا جاتا ہے) بہر حال جب وہ صاحب تشریف لے گئے ہوں گے اور میں نے دوبارہ قلم سنبھالا ہو گا تو یہ بھول گیا ہوں گا کہ اس بے چارے کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے!

اب آئیے ”مناروں والیاں“ کے بارے میں کچھ عرض کروں

”ہے کپتان صاحب مجھے بھی یقین نہیں آتا....!“

”تو جانتا ہے تیری اس بے ہودگی کا کیا تجھے ہو گا۔!“

”میری کیا خطاب ہے جناب.... میں بالکل بے قصور ہوں۔!“

”کیا عمران نے تم سے کہا کہ اس طرح میرا وقت بر باد کرو....!“

”وہاب اس دنیا میں کہاں جناب....! جو مجھ سے کچھ کہیں گے۔!“

”کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں یہاں پکڑ لے لواؤں....!“

”بودل چاہے کہتے....! میں تو اب زندہ ہی نہیں رہنا چاہتا۔!“ سلیمان نے دوسری طرف کے کھار پھر رونے لگا۔

فیاض نے رسیور کریڈل پر بیٹھتے ہوئے اسے ایک گندی سی گالی دی اور فائل کیلف متوجہ ہو گیا۔ پھر آدھے گھنٹے بعد دوبارہ فون کی گھنٹی بھی تھی اور اس کے پر ش استنشن نے دوسری طرف سے اُسے اطلاع دی تھی کہ عمران کا لازم سلیمان اُس سے ملتا چاہتا ہے۔

”بھیج دو!“ وہ ماٹھ پیس میں غرایا اور رسیور کریڈل پر ٹھنڈیا۔ پھر وغصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ قوزی دیر بعد سلیمان کرے میں داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں متور اور سرخ تھیں۔ چچ یا معلوم ہوتا تھا جیسے دیر تک رو تارہا ہو! فیاض سے نظر ملتے ہی پھر دہائیں مارنے لگا۔

”تو کیجچ کچ....!“ فیاض ابوکھلا کر اختبا ہوا بولा۔

سلیمان نے بدستور روتے ہوئے سر کو اشتابی جبشن دی۔!

”لیکن کب.... کیوں نکر....!“

سلیمان نے جیب سے ایک لفاف نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا اور فرش پر اکڑوں بیٹھ کر اس کو اپنا منہ دبائے رکھنے کی کوشش کرنے لگا جیسے اپنی موجودہ حالت پر قابو پانا چاہتا ہو۔!

لفاف پہلے ہی سے چاک تھا.... فیاض نے اس میں سے خط نکالا۔ تحریر عمران ہی کی تھی اور ٹاطب سلیمان سے تھا۔

”سلیمان....!“ میں خود کشی کرنے جا رہا ہوں۔ نگاہ آگیا ہوں اس زندگی سے! آخر میرے چیز کا فائدہ ہی کیا۔ کوئی بھی تو ایسا نہیں ہے اپنا کہہ سکوں۔ میرے فلیٹ میں جو کچھ بھی موجود ہے تم اور جوزف آپس میں تقسیم کرو میرا یہ خط کیپٹن فیاض تک پہنچا دینا۔ تمہارے بعد سب

فون کی گھنٹی بھی اور کیپٹن فیاض نے جملائے ہوئے انداز میں رسیور اٹھا لیا۔

اس وقت وہ ایک ایسے فائل میں الجھا ہوا تھا جسے اپنی میز پر دیکھنا ہرگز پسند نہ کرتا تھا لیکن اپر والوں کا حکم....!

ماٹھ پیس میں وہ حلقت چھاڑ کر چینا۔ ”بیلو...!“

لیکن دوسری طرف سے دہائیں مار مار کر رونے کی آواز آئی۔!

”کون ہے....!“

”نج....نج....جی میں ہوں۔!“

”تم کون ہو.... نام بتاؤ....!“ فیاض جھلا کر دہائیں۔

”سس.... سلیمان....!“

”کون سلیمان....?“

”اب.... یہ وقت آگیا ہے کہ.... کون سلیمان.... ہے۔!“

”کیا بک رہا ہے.... کیا عمران کا باور چی....!“

”جی انہوں نے مجھے کبھی باور پی نہیں سمجھا.... ہے.... اب کیا ہو گا اسے میرے

مالک۔!“ دوسری طرف سے رونا بدستور جاری رہا۔

”آخر بکتا کیوں نہیں.... کیا بات ہے۔!“

”صاحب نے خود کشی کر لی....!“

”تیر ادماغ تو نہیں چل گیا۔!“

سے پہلے فیاض ہی کو میری موت کی اطلاع لئی چاہئے اور کسی کو کچھ نہ بتانا!“
فیاض نے طویل سانس لی... پشت پر خود اُس کے نام پیغام تھا۔

”فیاض...! تمہیں میری لاشِ مودل کالونی کی کوئی نمبر چھ سو چھیاٹھ میں ملے گی۔“
فیاض کے پھرے پر الجھن کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

اس نے سلیمان کی طرف دیکھا جو کسی حد تک اپنی حالت پر قابو پا کا تھا!“
”کوئی نمبر چھ سو چھیاٹھ...! مودل کالونی...!“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا اور سلیمان نے

پوچھا، ”جوزف کہاں ہے...؟“
”پتہ نہیں جناب...!“ فیاض نے تصحیح کی۔

”اب ذہن پر اچھی طرح زور دے کر بتاؤ۔ جب یہ کیس ہمارے پاس تھا تو عمران نے کسی قسم
کی دل اندازی کی یا نہیں!“

”نہیں جناب...!“ دور دور تک پتہ نہیں تھا!“
”ہوں...!“ فیاض کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

”کیا بدل اندازی کر رہے ہیں!“ ماجد نے پوچھا۔
فیاض صرف اُسے گھوڑ کر رہ گیا بولا نہیں۔ انداز سے ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اُس کی زبان سے
اس سوال کو نامناسب سمجھتا ہو۔!

”اٹھو...!“ خود فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ ”ہمیں فوراً کوئی نمبر چھ سو چھیاٹھ تک پہنچا ہے!“
مودل کالونی کی طرف روکنی فیاض کی کار کے ذریعے ہوئی تھی جسے ماجد ڈرائیور کر رہا تھا اور
فیاض پچھلی سیٹ پر تھا۔ وہ حظِ مرائب کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ ماجد کی موجودگی میں خود کار ڈرائیور
کرنے سے اس کی شان گھٹ جاتی تھی۔

کوئی نمبر چھ سو چھیاٹھ کا پھانک مقفل نظر آیا اور پر Tolet کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا۔
فیاض نے طویل سانس لی اور پیشانی پر ٹکینی ڈالے اس بورڈ کو گھوڑ تازہ۔

”پھانک کی ذیلی کھڑ کی تو مقفل نہیں معلوم ہوتی!“ انپکٹر ماجد نے کہا۔
”ہاں... اتر چلو...!“ فیاض چوک کر بولا۔

گاڑی سے اتر کر وہ پھانک کے قریب آئے اور ماجد نے کھڑ کی کابوٹ سر کاتے ہوئے دھکا دیا۔
لال پر دیرانی چھائی ہوئی تھی ایسا محبوس ہوتا تھا جیسے عرصے سے اسکی دیکھ بھال نہیں ہوئی ہو۔!

”کوئی نمبر چھ سو چھیاٹھ...!“ فیاض بڑبڑایا اور تیزی سے فائل کی ورق گردانی کرنے
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ ایک صفحے پر رکا اور تیزی سے اس کا جائزہ
کے بعد فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”سیلو...! ماجد...! فوراً آؤ...!“ اس نے ماڈ تھ پیس میں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکہ
مضطربانہ انداز میں ہاتھ لٹے لگا۔

کچھ دیر بعد انپکٹر ماجد کمرے میں داخل ہوا۔ فیاض اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے فائل کے
الٹا ہوا بولا۔ ”یہ فائل پھر میرے پاس آگیا ہے!“

”کون سا فائل جناب...!“ انپکٹر ماجد نے فدویانہ انداز میں پوچھا۔

فیاض مجس نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھتا رہا۔
برآمدے میں پہنچ کر وہ ماجد کی طرف مڑا۔

” دروازہ کھولو...!“ اس نے صدر دروازے کی طرف اشارہ کر کے گھبرا۔
ماجد نے پینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیا اور وہ کھلتا چلا گیا۔

” یہ بھی معقل نہیں ہے۔!“ فیاض پر تشویش لجھ میں بڑیا اور ہاتھ اٹھا کر اسے آگے بڑھانے سے روک دیا۔

” بدی عجیب بات ہے۔!“ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ” ذلیل کھڑکی بھی معقل نہیں ہے اور صدر دروازہ بھی۔!“

ماجد خاموشی سے پہنچے ہٹ آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لمحن کے آثار تھے۔
” میرا خیال ہے کہ اندر کوئی موجود ہے۔!“ فیاض پھر بولا۔

” ہو سکتا ہے لیٹ لارڈ خود موجود ہو۔!“

” ہشت لینڈ لارڈ ہی کا توپہ نہیں چل سکا آج تک۔ اس عمارت کا کوئی بھی دعویدار نہیں ہے۔
تو پھر کرایہ پر دینے کے لئے بورڈ کس نے لگایا۔“

” یہ بھی دیکھنا پڑے گا۔!“

وہ کھلے ہوئے دروازے سے راہداری میں گھورتے رہے جو اعتمام تک سنان پڑی تھی۔
فیاض نے مڑ کر لان کی طرف دیکھا اور ماجد سے کہا۔ ” وہ پھر اٹھا لو۔!“

ماجد نے اسے حیرت سے دیکھا اور چپ چاپ برآمدے سے لان میں اتر آیا۔
پھر وہ پھر فیاض نے راہداری میں اس طرح لڑھکایا تھا کہ فرش پر پھسلتا ہوا دوسرے تک چلا جائے۔

اُس کے شور سے راہداری گونج اٹھی تھی اور پھر پہلے ہی کائنات اس طرزی ہو گیا تھا۔
” چلو...!“ کچھ دیر بعد فیاض نے ماجد سے کہا۔ ” عمارت خالی معلوم ہوتی ہے۔!
ماجد اس سے یہاں آنے کی وجہ بھی نہیں پوچھ سکتا تھا۔ فیاض کے ماتحتوں میں اتنی جگہ
نہیں تھی۔ وہ خود اگر مناسب سمجھتا تو ان سے کسی مسئلے پر گفتگو کر لیتا ہو کسی بات کو سمجھنے کے
بھی اس سے کسی قسم کا سوال نہیں کر سکتے تھے۔!

وہ دونوں صدر دروازے سے راہداری میں داخل ہوئے! دونوں جانب کروں کے دروازے تھے اور ان میں سے کوئی بھی کھلا ہوا دکھائی دیا۔ لیکن اندر سے کوئی بھی بولٹ کیا ہوا نہیں ملا۔

قائد انہوں نے سارے دروازے دھکے دے دے کر کھول دیئے۔

فیاض کا نیچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور پیشانی پر شکنیں تھیں۔

” یہ عمارت....!“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ” یقینی طور پر کسی کے استعمال میں رہی ہے۔ کہیں بھی گرد کا نام و نشان نہیں۔!“

ماجد خاموش کھڑا تھا۔

وفتح راہداری گھنٹی کی آواز سے گونج اٹھی! پہلے تو فیاض کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے معاملے کی نوعیت سمجھی ہی میں نہ آئی ہو! پھر تیزی سے راہداری کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ” شاند برآمدے میں کوئی ہے۔!“

اس نے حصکے کے ساتھ صدر دروازہ کھولا تھا۔

برآمدے میں دو آدمی نظر آئے۔

دونوں کے بال بے تھاشہ بڑھے ہوئے تھے اور ایک کے چہرے پر بے مرمت ڈاڑھی بھی تھی۔ دونوں جوان العمر تھے بغیر ڈاڑھی والا خوش تھکل اور جیہہ تھا۔ آنکھوں سے ظاہر ہونے والی توائی کی بناء پر اس کی جسمانی قوت کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا تھا۔

” ہم اشتہار دیکھ کر آئے ہیں۔!“ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

” کیا اشتہار...؟“ فیاض کا الجہہ درشت تھا۔

” وہ تو کیا اس عمارت کا نمبر چھ سو چھایا سٹھ نہیں ہے۔!“

” یقیناً ہے۔!“ فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

” کیا سے کرائے پر اٹھانے کے لئے اشتہار نہیں دیا گیا تھا۔...؟“

” ہرگز نہیں۔!“

وفتح ڈاڑھی والا آگے بڑھ کر بولا۔ ” کتنی بو تکوں کافی تھے مسٹر۔!“

” کیا مطلب...؟“ فیاض غریا۔

اس نے اپنے تھیلے سے تازہ اخبار کاں کام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ” یہ کیا ہے؟“

جلد نمبر 16

”تو پھر آپ کون ہیں جناب....! اور یہاں کیا کر رہے ہیں۔!“ دوسرے آدمی نے سوال کیا۔
”بناو....!“ فیاض انپکٹر ماجد کو گھورتا ہوا بولا اور ماجد نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”ہم بھی اشتہار
دیکھ کر آئے تھے۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔!“ دوسرے آدمی بڑھا۔ ”ہم تو احمد ہیں کہ سیل کیا ہوا قتل نہ دیکھ سکے
اور اندر چلے آئے لیکن آپ جیسے عقل مند آدمیوں کو کیا ہوا تھا۔!“
”یا مطلب....?“ فیاض اسے پھر گھورنے لگا۔

”ہمیں کیا....؟“ ڈاڑھی والے نے لاپرواں سے کہا۔ ”اگر ہم نے ضروری سمجھا تو پولیس کو
مطلع کر دیں گے۔!“

”کس بات سے جناب عالی....!“ انپکٹر ماجد نے طنزیہ لمحے میں پوچھا۔
”تھی کہ کوئی نمبر چھ سو چھیساٹھا ب مقتل نہیں رہی۔!“ ڈاڑھی والے نے برا سامنہ بنا کر کہا۔
”مار دگوئی.... ہمیں کیا....!“ دوسرے آدمی نے لاپرواں سے شانوں کو جنم دی اور اپنے
ساتھی سے بولا۔ ”چلوا ٹھو....!“

”آپ لوگ اپنے نام اور پچھے لکھوائے بغیر نہیں جاسکتے۔!“ ماجد بولا۔
دوسرے آدمی نہ پڑل ڈاڑھی والا کسی بد مزاج بندر کی طرح دانت نکال کر ماجد کو گھورنے لگا تھا۔
دوسرے آدمی نے اپنے سینے پر کلے کی انگلی رکھ کر کہا۔ ”بعض لڑکیاں مجھے پرنس چار منگ
کہتا ہیں اور میں ان کے دلوں میں رہتا ہوں۔ یہ تو ہوا۔... میرا نام اور پچھے.... اور یہ اپنानام اور
پچھے خود ہی بتائے گا۔!“

”وہ ڈاڑھی والے کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔
میں اپنानام اور پچھے نہیں بتا سکتا۔!“ ڈاڑھی والا غرباً۔

فیاض نے جیب سے قلم نکالا اور ماجد سے بولا۔ ”اگر یہ نام اور پچھے نہ بتائیں تو انکے ہتھکڑیاں لگادو۔!
”یا مطلب....?“ دونوں کی زبان سے بیک وقت نکلا۔

”تمہیں اس اشتہار سے متعلق جواب دہی کرنی پڑے گی۔!“ فیاض غرباً۔ ”اس عمارت میں
”نکل ہونے کے لئے تم لوگوں نے اشتہار کا بہانہ تراشا ہے۔!“

”بہانہ....؟“ ارے کیا تمہیں انگریزی نہیں آتی۔ اخبار تمہارے ہاتھ میں ہے۔!

فیاض نے اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر بتائی ہوئی جگہ پر نظر ڈالی جسچہ اس عمارت کو کراں
پر اٹھانے کے لئے اشتہار دیا گیا تھا۔

”ہوں....!“ وہ انہیں گھورتا ہوا بولا۔ ”اچھا اندر آ جاؤ....!“

دو نوں اس کے ساتھ ایک کمرے میں آئے یہاں متعدد کر سیاں پڑی ہوئی تھیں۔

فیاض نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور جیب سے نوٹ بک نکال کر اس کی درق گردانی کرتا ہوا بولا۔
”اپنے نام بتاؤ۔!“

”میا ہم شادی کرنے آئے ہیں یہاں۔!“ ڈاڑھی والے نے حیثت سے پوچھا۔

”یہ کیا کواس ہے....؟“ فیاض کی کپٹیاں گرم ہو گئیں۔

”بیمسن.... یو شٹ اپ....!“ دوسرے آدمی بولا۔ ”مجھے بات کرنے دو!“ پھر اس نے فیاض
سے کہا۔ ”غنتگو کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے! قاعدے کے مطابق پہلے ہمیں مکان کو کرایہ پر دبے
کی شر اٹھ سے آگاہ کیا جانا چاہئے۔ جب ہم رضا مند ہو جائیں گے تو اپنے نام بھی بتا دیں گے۔!
فیاض پر نظر انداز میں اسے گھورتا رہا۔

”کرایہ کتنا ہے۔!“ خوش شکل آدمی نے کچھ دیر بعد سوال کیا۔

”میا تم نے چاٹک پر لگے ہوئے قفل کو غور سے نہیں دیکھا۔...؟“ فیاض نے دفتار میں
اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں....! ہم ڈیلی کھڑکی سے اندر داخل ہوئے تھے۔!
فیاض کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے لیکن پھر فوراً سنبھل کر بولا۔ ”یہ بات نہیں۔

”قفل پر کپڑا چڑھا ہوا ہے اور سلائی کے جوڑوں پر سیلیں لگی ہوئی ہیں۔!
”اب اگر یہاں قفلوں کو بھی کپڑے پہنانے جاتے ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور۔!“ ڈاڑھی
والے نے مضمکانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

فیاض کے چہرے پر ناگواری کے آثار نظر آئے لیکن پھر فوراً سنبھل کر بولا۔ ”یہ بات نہیں۔
میرا خیال ہے کہ یہ عمارت پولیس کسٹڈی میں ہے۔!
”کیا مطلب....?“ دوسرے آدمی چوک پڑا۔

”پولیس نے غالباً اس عمارت کو مغلل کر کے سیل کر دیا تھا۔!“ فیاض بولا۔ ”لیکن کسی نے ذلیل
کھڑکی کھول لی۔!
کھڑکی کھول لی۔!

”اشہار بھی خود تم نے ہی چھپوایا ہو گا!“ فیاض نے خشک لبجھ میں کہا۔

”تم قیقداً کوئی سخنے ہو!“ داڑھی والا وحشیانہ انداز میں پہن۔

”مکواں بند کرو...!“ فیاض آپ سے باہر ہو گیا۔

”استے میں ماجد اپنے ہینڈ بیک سے ہتھڑیاں نکال چکا تھا!“

”تو اس کا یہ مطلب کہ... پپ... پولیس...!“ دوسرا آدمی سمجھی گی سے بولا۔

”ہتھڑیاں لگ جانے کے بعد تم سب کچھ سمجھ جاؤ گے!“ فیاض نے خشک لبجھ میں کہا۔

”ویل مسٹر آفیسر...!“ دوسرا آدمی سمجھی گی سے بولا۔ ”یقین کرو کہ اس اشہار سے ہلا کوئی تعلق نہیں!“

”اب تمہیں یہ ثابت کرنا پڑیا کہ تم اتنی بڑی عمارت کا کرایہ ادا کریں گی حیثیت رکھتے ہو یا نہیں!“

”یہ ہم ثابت کر دیں گے...!“ داڑھی والے نے غصیلے لبجھ میں کہا۔

وفتحا عمارت کے کسی دور افتادہ حصے سے ایک چیخ ابھری... بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا چیز کی عورت پر حملہ کیا ہو!“

چیخ پھر سنائی دی لیکن اس بار کچھ کھٹی کھٹی سی تھی۔

”ویکھو...!“ فیاض اٹھتا ہوا ماجد سے بولا۔



اُس نے اپنا چہرہ اور کوٹ کے اٹھے ہوئے کالر میں اس حد تک چھپا رکھا تھا کہ رائگیر و لک نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

وہ شہر کے ایک گنجان آباد علاقے کی گلیوں سے گذر رہا تھا۔ وفتحا ایک جگہ رک کر وہ مڑا اور نہ روشن گلی کے سرے کیطڑ دیکھنے لگا۔ پھر بائیں جانب والے ایک مکان کے دروازے پرستک دیا۔ اس جگہ اتنی روشنی نہیں تھی کہ اس کے چہرے کو بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ اسی لئے اس نے اوور کوٹ کا کالر نیچے گرا دیا تھا۔

دروازہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھلا اور اندر داخل ہو گیا۔ سامنے ایک دلیلی تکنی لڑکی کھڑی تھی।

”نہیں... نہیں...!“ ڈیڈی گھر پر موجود نہیں۔!“ وہ سہی ہوئی آواز میں بولی۔

”میں انتظار کروں گا!“ اُس نے مڑ کر دروازہ بولت کرتے ہوئے کھل۔

اب اُسکا چہرہ روشنی میں تھا۔ خوفناک آنکھوں والا یہ آدمی کسی مغربی ملک سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن سانوں ہی تھی لیکن اسکرٹ اور بلاؤز میں ملبوس تھی۔ وہ قریب والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیکن جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔

وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ لیکن چہرے پر ایسے ہی آثار تھے جیسے اس آدمی کے روپ میں ملک الموت نے دروازے پر دستک دی ہو۔!

”ڈیڈی گھر پر موجود نہیں!“ وہ ایک بار پھر کپکاتی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میں اس کی واپسی کا انتظار کروں گا!“ جواب ملا۔

”مم... مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے!“ لڑکی روشنی کے سے انداز میں بولی۔

انہی نے تاریک شیشوں کی عینک نکالی اور اسے آنکھوں پر چڑھاتا ہوا بولا۔ ”خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور میرا بہت اچھا دوست ہے۔!“

عینک لگاتے ہی گویا اس کی شخصیت ہی بدلتی تھی۔ چہرے پر پائی جانے والی کر خلکی کا اب کہیں پہنچنے تھا۔ پتلے ہوئے نہیں اور ستواں ناک کی بناء پر وہ ایک ناک مزاج آدمی معلوم ہونے لگا تھا!

”تم کھڑی کیوں ہو...!“ اس نے کچھ دیر بعد نرم لبجھ میں کہا۔ ”بیٹھ جاؤ!“

”شش... شکریے!“ وہ ایک گوشے میں پڑی ہوئی کرسی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم اتنی نزوں کیوں ہو!“

”لگک... کچھ نہیں...!“

”لوسی... تم جھوٹ بول رہی ہو!“

”نن... نہیں...!“

”کچھ بد اخلاق بھی ہو گئی ہو! تم نے مجھ سے چائے کو بھی نہ کہا!“

”چائے...؟“

”ہاں... چائے... آج ٹھنڈک زیادہ ہے!“

”آپ کو تھا میٹھا پے گا!“

”تم اس کی پرواہ نہ کرو... میں الماری سے کوئی کتاب نکال لوں گا!“

لوسی اٹھ گئی اسکے انداز میں ہنگکاہت تھی! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اسے تہرانہ چھوڑنا چاہتی ہو۔

وہ مسہری کو گھوڑا تارہا... پھر آگے بڑھ کر فرش تک لبراتی ہوئی چادرالٹ دی۔

مسہری کے نیچے ایک بھاری جسم والا آدمی چت پڑا نظر آیا۔

”لڑاں نک مسٹرڈی سوزا...!“ اُجھی نے زہری لیے لجھ میں اُسے مخاطب کیا۔

موٹے آدمی کی سانسیں اور تیزی سے پھولنے لگی تھیں اور وہ کسی خوف زدہ پرندے کی طرح

سے ایک نک دیکھے جا رہا تھا۔

”باہر نکلو...!“ دفعتاً اُجھی غرایا۔

مونا آدمی لیٹھے ہی لیٹھے مسہری کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔

اُجھی کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک ہو گئی تھیں۔ اس نے ذی سوزا کا گریبان پکڑا۔

اسے فرش سے اٹھاتے ہوئے ایک کری پردہ حکیل دیا۔

”موت کے فرشتے کا دوسرا نام کر شوپاڈ لس ہے۔!“

”مم... موسیو کر شوپاڈ لس...!“ ذی سوزا گڑ بڑایا۔

”تم مجھ سے چھپتے کیوں پھر رہے ہو۔!“

”مم.... میں خائف ہوں.... موسیو....!“

”کس سے خائف ہو....؟“ کر شوپاڈ لس غرایا۔

”وہ پھر کوئی نمبر پچھ سوچھا شاہ کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔!“

”تم تو پولیس سے خائف ہو۔!“ کر شوپاڈ لس کے لجھ میں بے اعتباری تھی۔

”میں آپ سے خائف ہوں موسیو....!“

”کیوں...؟“

”کوئی کی نگرانی میرے ذمے تھی۔! پولیس نے اُس کے قتل کو سمل کر دیا تھا۔ اس کے وجود بھی وہ ہمارے ہی استعمال میں تھی لیکن...!“

”لیکن کیا...؟“

”کسی نے اُس کو کرائے پر دینے کے لئے اشتہار دے دیا۔!“

”ہوں....! مجھے علم ہے۔!“ کر شوپاڈ لس نے خشک لجھ میں کہا۔ ”لیکن تم اس طرح چھپ بول رہے تھے۔!“

”تم کیا سوچنے لگیں۔!“

”پچھے نہیں۔!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

اُجھی بیٹھا رہا۔ وہ بالکل کسی بہت کی طرح بے حس و حرکت نظر آ رہا تھا۔

تحوڑی دیر بعد لڑکی چائے کی ٹرے سنبھالے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ انھا اور اس کے ہاتھ سے ٹرے لے کر چھوٹی میز پر رکھ دی۔ پھر نرم لجھ میں بولا۔ ”لوسی! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں.... بیٹھ جاؤ۔... بہت زیادہ نزوں ہو! میں خود ہی چائے بنالوں گا۔

تم کتنی شکر پیتی ہو....؟“

”اوہ... آپ تکلف نہ کریں.... میں بنالوں گی۔!“

”نہیں تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔!“

”وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھتی ہوئی ہے کلائی۔“ ”پپ... پتا نہیں... ذڑ... ذیڈی کب آئیں۔!“

”اچھا میں چائے پی کر چلا جاؤں گا.... تم کتنی قسم کا باراپنے ذہن پر نہ لو۔!“ اُجھی نے کہا اور چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھا دی۔

”شکریہ جناب...!“ لوسی نے اٹھ کر بڑے ادب سے چائے کی پیالی اُسکے ہاتھ سے لے لی۔

دونوں خاموشی سے چائے پیتے رہے۔ لڑکی کی آنکھیں نیند کے دباو سے بو جھل ہوئی جا رہی تھیں۔ پیالی میز پر رکھ کر اس نے جماہی لی اور اس طرح آنکھیں چھاڑانے لگی۔ تھی جیسے نیندے چھٹکارا پانے کی کوشش کر رہی ہو۔!

پھر دفعتاً وہ کرسی کی پشت گاہ سے نکل گئی۔ اس کی آنکھیں پوری طرح نہ ہو گئی تھیں۔ پوٹوں میں ہلکی سی جنمیں بھی باقی نہیں رہی تھی۔

اُجھی نے آنکھوں سے عینک الگ کر کے جیب میں ڈالی اور اٹھ کر لڑکی کے قریب آیا۔ اس کی پیشانی پکڑ کر ہلاتے ہوئے ہلکی ہلکی آوازیں بھی دیں لیکن لوسی کی آنکھیں نہ کھلیں وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔!

پھر اُجھی اُسے دیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ اب وہ ایسے انداز میں ایک ایک کرہ دیکھتا پھر رہا تھا جیسے کسی کی تلاش ہو۔! بالآخر بیدر روم میں داخل ہوا۔... یہاں ایک بڑی مسہری تھی اور پچھے تھوڑا سافر نیچر سلیقے سے لگایا تھا۔

”جواب دی سے بچنے کے لئے موسیو!“ وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔
”تم جتنے موٹے ہو... اتنے ہی احمق بھی ہو۔ تمہاری اس بدحواسی کی بناء پر لوسی پریشان
ہو گئی تھی۔ آخر تم نے اسے کیا بتایا تھا!“

”کچھ بھی نہیں.... وہ جانتی ہے کہ میں آپ کا مقروض ہوں اور اس لئے چینے کی کوشش
کر رہا ہوں کہ ادا کرنے کے لئے رقم نہیں ہے!“

”مجھے خواہ خواہ اسے چائے میں بے ہوشی دینی پڑی!“

”اوہ....!“ ڈی سوزا ماضی طرزے انداز میں اٹھ کھرا ہوں۔

”بیٹھ جاؤ....!“ کر شوپاڈلس نے خشک لبج میں کہا۔ ”وہ سنگ روم میں سورہی ہے۔ مجھے
شہہ تھا کہ تم گھر میں موجود ہوا ہی لے!“

دفعتہ گھنٹی کی آواز گونجی اور کر شوپاڈلس خاموش ہو کر ڈی سوزا کو گھورنے لگا۔

”پتہ نہیں کون ہے....!“ ڈی سوزا تھوک بگل کر بولا۔

”جاود کیمبو....! لیکن ٹھہر و... لوسی کو سنگ روم سے اٹھا کر اس کے کمرے میں پہنچا دینا۔
دو گھنٹے سے پہلے اس کی نیند ختم نہیں ہو گی!“

”بہت اچھا موسیو....!“ ڈی سوزا نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

کر شوپاڈلس پر تھس نظر دوں سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

تحوڑی دری بعد ڈی سوزا اپس آگیا۔

”کون ہے....?“ کر شوپاڈلس نے پوچھا۔

”چھ سو چھاٹھ والے تھے خانے کا حافظ... میں اسے سنگ روم میں بٹھا آیا ہوں۔ کوئی
ضد ری بات کرنا چاہتا ہے۔ کیا آپ ہماری گنتگو سیں گے؟“

”ہاں چلو...!“ کر شوپاڈلس اٹھتا ہوا بولا۔

ڈی سوزا سنگ روم میں داخل ہوا۔ یہاں ایک طویل قامت آدمی آرام کر کی پر شم دراز تھا۔
لڑکی کو ڈی سوزا نے کر شوپاڈلس کی ہدایت کے مطابق پہلے ہی یہاں سے دوسرے کمرے میں
 منتقل کر دیا تھا۔

وہ آدمی ڈی سوزا کو دیکھ کر کرسی سے اٹھ گیا۔

”بیٹھو بیٹھو....!“ ڈی سوزا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”بہت اچھا ہو اکہ تم آگئے۔ ورنہ میں خود ہی تم
سے رابطہ قائم کرتا۔ کوئی کو کرایہ پر دینے کے لئے اشتہار تمہاری دلانت میں کس نے دیا ہو گا!“

”بھی میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں!“

”بڑی عجیب بات ہے!“

”میں نے ان دونوں آفیسروں کو پکڑا یا ہے!“

”میا مطلب....?“

”ایک مکہ سراغ رسانی کا سپرمنڈنٹ ہے اور دوسرا انپیکٹر...! جس وقت وہ دونوں عمارت
میں داخل ہوئے تھے میں وہیں موجود تھا۔ مجبور اتہم خانے میں پناہ لئی پڑی۔“

”میں پوچھ رہا ہوں تم نے انہیں کیوں پکڑا....?“

”نہ پکڑتا تو خود پکڑا جاتا... پہلے وہ دونوں آئے تھے۔ پھر دو آدمی اور آئے جو اشتہار دیکھ کر عمارت
کرانے پر حاصل کرنے آئے تھے۔ وہ دونوں اسکے سر ہو گئے اور انہیں گرفتار کر لیئے کیا دھمکی دی!“

”میں پوچھ رہا ہوں تم نے انہیں پکڑا کیوں...?“ ڈی سوزا ایک دم بھڑک اٹھا۔

”تھہ خانے میں لاکھوں روپے کا مال موجود تھا جس کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔“

”تو پھر....?“

”دیکھنے مشر ڈی سوزا مجھے ایسے کسی موقع کے لئے کوئی مخصوص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔ لہذا
جو یہری سمجھ میں آیا کر گزر ا... لیکن یقین سمجھنے ان دونوں کے بارے میں ان کے مچکے کو قطعی علم
نہیں کہ وہ کہاں ہوں گے۔ انہوں نے اپنی روائی انہیں تحریر کی تھی۔ دوپھر سے اس وقت تک میں

اسی ٹوہہ میں رہا ہوں۔ ان کے ماتحتوں اور آفیسروں کو ان کے غائب ہو جانے پر تشویش ہے۔“

ڈی سوزا کچھ سورج رہا تھا تھوڑی دری بعد اس نے پوچھا۔ ”تم نے انہیں پکڑا کیوں نکری....?“

”ایک عورت کی چیخ کار زیکار ڈوب جا کر.... بوکھلاہٹ میں وہ دونوں تھہ خانے کے راستے کے

قریب آپنچھ تھے بس پھر میں نے انہیں چھان لیا!“

”اور ان دونوں کا کیا ہوا جو عمارت کرانے پر حاصل کرنے آئے تھے!“

”انہیں بھلا کیوں نکر جانے دیتا... مجبور انہیں بھی پکڑنا پڑا۔ وہ ان آفیسروں کو تلاش کرتے

پھر ہے تھے کہ ان پر بھی میر ادا چل گیا!“

”اور وہ چاروں اس وقت اسی تہبہ خانے میں موجود ہیں!“ ڈی سوزا نے پوچھا۔

جواب اثبات میں پاکزدہ اٹھتا ہوا بولا۔ ”اچھا تم بیٹھوں میں تمہارے لئے چائے تیار کروں۔ اتنی دیر میں شائد کوئی معقول تغیر بھی سوچ جائے!“

”شکریہ...! آج ٹھنڈک بڑھ گئی ہے!“

وہ اسے سٹنگ روم میں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں واپس آیا۔ کر سٹوپاؤل سی ہیاں موجود تھا۔ ”اس سے حماقت سرزد ہوئی ہے!“ وہ غرایا۔ ”umarat کو مقفل کر دینے کے بعد وہ لوگ صرف اس کی ملکیت کے بارے میں چھان میں کرتے رہے تھے۔ اسے خانے کا علم انہیں بھی زہر ہو سکتا۔ لیکن اس حق نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔“ وہ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولا۔ ”آخر اشتہار کس نے شائع کرایا۔ محض اشتہار کی بناء پر وہ دوبارہ عمارت کی طرف متوجہ ہوئے!“

”میں خود یہی سوچ رہا ہوں جتاب...!“ ڈی سوزا نے بھراہی ہوئی آواز میں کہا۔

”اب اس احتمال کا زندہ رہنا ہمارے لئے مناسب نہ ہوگا۔“

”کس کا جتاب...!“ ڈی سوزا نے بوکھلا کر پوچھا۔

”جسے چائے پلانے جا رہے ہو.... اچھی بات ہے.... تم جا کر اُسے باتوں میں لگاؤ...!“ میں

چائے تیار کروں گا۔!

”آپ.... یعنی کہ آپ....؟“

”ہاں.... جاؤ...!“ وہ اسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

”میں یہی چائے پکنپاؤں گا.... وہ مجھے نہیں جانتا!“

”لیکن.... لیکن....!“ ڈی سوزا دععتاً بہت زیادہ خائف نظر آنے لگا۔

”تم خطرے میں ہو ڈی سوڈا.... وہ یقیناً توف آؤ ہے۔ اگر پکڑا گیا تو ہم تک پولس کی رہنمائی کر دے گا۔!“

”اوہ.... نج... جی ہاں...!“

”اچھا۔ ٹھہر و.. اگر تم نہیں چاہتے کہ میں اسکے سامنے آؤں تو تم ہی اندر آ کر چائے لے جائیں۔“

”جی ہاں.... جی ہاں....!“ وہ جلدی سے والا۔ ”یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔!“

وہ سٹنگ روم میں واپس آگیا اور پانچ چھ منٹ تک اس سے اس عمارت کے متعلق مزید گفتگو

کرنا بہ پھر چائے کے لئے اٹھ گیا۔

کچن میں کر سٹوپاؤل سی نے چائے کی ٹرے سجاوی تھی۔!

”ویکھو....!“ اس نے ڈی سوزا سے کہا۔ ”یہ نیلے رنگ کی پیالی اس کے لئے ہے! اگر دھوکے سے تم نے اس میں چائے پی لی تو تم بے ہوش ہو جاؤ گے اور وہ بیٹھا رہ جائے گا!“

”یہوش....؟“

”ہاں ہاں....! اسے یہوش کر کے میں ہیاں سے ہٹالے جاؤں گا!“ چائے کی ٹرے اٹھاتے وقت ڈی سوزا کے ہاتھ کا پپ رہے تھے۔ سٹنگ روم میں پہنچ کر اس نے ایک بار پھر ذہن میں دھر لایا کہ اس آدمی کے لئے کس پیالی میں چائے اٹھ یعنی ہے۔!

ان دونوں نے خاموشی سے چائے کے پہلے گھونٹ لئے اور خاموشی ہی سے مر گئے وہ آمنے سامنے بیٹھے تھے اور ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہوں کہ یہ کیا ہو گیا۔

دروازے کاپر وہ ہٹا کر کر سٹوپاؤل سی کمرے میں داخل ہوا اور میز کے قریب آکھڑا ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر سفاک سی مکراہٹ تھی۔ آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوف ناک نظر آنے لگی تھیں۔ وہ دونوں یلاشبہ مرچکے تھے۔ اس نے انہیں ہلا جلا کر دیکھا تھا۔ لا شیں حیرت انگیز طور پر اکثر کی تھیں۔ وہ پھر اندر آیا۔ اس کمرے میں پہنچا جہاں لا کی سوری ہی تھی۔

اس کے سر کے نیچے سے تکیہ نکال کر منہ پر ڈال دیا اور جھک کر گلا گھونٹنے لگا۔ وہ نبڑی طرح چکی تھی اور بالآخر ساکت ہو گئی تھی۔ کر سٹوپاؤل سی کے انداز سے قطعی نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں ہے یا کسی قسم کی بے اطمینانی میں مبتلا ہے۔ چاروں طرف عجیب سامنے انگیز سنا تاطری تھا۔

تینوں لا شیں وہیں چھوڑ کر وہ چھت پر چڑھا اور عقبی دیوار سے لگے ہوئے سینٹری پاپ کے سہارے گلی میں اتر گیا۔ گلی بالکل تاریک تھی۔!



فیاض اور ماجد تہبہ خانے سے لکھنے کا راستہ تلاش کرتے پھر رہے تھے اور وہ دونوں دیوار سے یک لگائے بیٹھے انہیں ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے ان سے پھر کوئی بڑی حماقت سرزد

ہونے والی ہو۔

دفعتۂ فیاض ڈاڑھی اور تیزی سے ان کے قریب پہنچ کر دہاڑا۔ ”یہ سب کیا ہے۔؟“

ڈاڑھی والا اٹھتا ہوا بولا۔ ”ہمارا ممبرہ۔!“

”بکواس بند کرو۔!“

”آپ تو سمجھی میں نہیں آتے جناب۔....!“ دوسرا نے کہا۔ ”سوال کرتے ہیں جواب دیا جاتا ہے تو اس پر تاؤد کھاتے ہیں۔ پتہ نہیں کس گریڈ کے آفیسر ہیں۔!“

”شش اپ۔....!“

ماجد بھی پلٹ آیا تھا! وہ گھونسہ تان کر بولا۔ ”اگر تم لوگ خاموش شر ہے تو اچھا ہو گا۔!“

ڈاڑھی والے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”میرا نام جمیں ہے اور میں اپنے وقت کا ناہرا باکسر بھی ہوں۔!“

دفعتۂ دوسرا آدمی دونوں کے درمیان آتا ہوا بولا۔ ”اس جیل میں ہم سب قیدی ہیں۔ بات نہ بڑھے تو بہتر ہے۔!“

”تم دونوں کو اس کا خمیازہ بھگتا پڑے گا۔!“ فیاض ان کے قریب آکر آہستہ سے بولا اور ماجد کو پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔

”آپ لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!“ ڈاڑھی والے کا ساتھی ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”تم دونوں یہاں سے چل کیوں نہ رکے۔!“ فیاض نے تیز نظر دوں سے گھوڑتے ہوئے سوال کیا۔

”آپ دونوں کیوں پھنس گئے۔....؟“

”میرے سوال کا جواب دو۔....!“

”ختم کرو بار۔....!“ ڈاڑھی والا اٹھا کر بولا۔ ”ان لوگوں سے بحث کرنے میں ہماری اردو چوپٹ ہو جائے گی۔ بڑی مشکل سے تو قابو میں آئی ہے۔!“

”تم ٹھیک کہتے ہو! مجھے یہ سوچنا چاہئے کہ اگر اس تہہ خانے سے نکل گئے تو زیں گے کہاں۔!“

”تم لوگ آخر ہو کیا بلا۔....؟“

”میرا نام ظفر الملک ہے اور یہ جیمس۔... نام تحقیقتاً جن ہے لیکن جمن کہیں تو بر امان جاتا ہے۔!“

”پلیز بار۔....!“ ڈاڑھی والے نے ہاتھ اٹھا کر احتیاج کیا۔
 ”کیا کرتے ہو۔....؟“
 ”دن رات سوچا کرتے ہیں کہ کیا کرنا چاہئے۔!
 ”تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے۔....؟“
 ”جناب عالیٰ یہ سوال آپ پہلے بھی کرچکے ہیں اور میں اس کا جواب بھی دے پکا ہوں۔!
 ”علی عمران کو جانتے ہو۔....؟“
 ”علی عمران۔....؟ نام تو سناء ہے۔.... ادا اچھا۔.... وہ ڈاڑھیکش جزل کے صاحب زادے۔!
 ”وہی۔.... وہی۔....!“
 ”جی ہاں۔.... میں انہیں جانتا ہوں۔!
 ”اس نے بھیجا ہے۔ تمہیں۔....؟“
 ”ہرگز نہیں۔... اُن سے تو شائد پچھلے سال پیرس میں ملاقات ہوئی تھی۔ اکیوں جیمس۔!
 ”پلیز بار۔....!“ ڈاڑھی والا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اُس آدمی کا ذکر سننا میں پسند نہیں کرتا۔!
 ”کیوں۔....؟ تم اس سے اتنے بیزار ہو۔!“ فیاض نے نرم لمحہ میں پوچھا۔
 ”فرماڈ آدمی ہے۔! پچھلے سال مجھے تاکل معقول کر کے میری ڈاڑھی منڈ وادی تھی۔ پھر لکنی لیف اٹھائی میں نے۔.... ڈاڑھی کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔....! تھا تو رہ، ہی نہیں سکتا اڑھی کے بغیر۔!
 ”ہوں تو اتنے قریبی تعلقات ہیں۔!“ فیاض نے تلتھی لمحہ میں کہا۔
 ”لیکن ان معاملات کا عمران صاحب کی ذات سے کیا تعلق۔....!“ ظفر نے فیاض کی آنکھوں میں دلکشی ہوئے پوچھا۔
 ”بڑے احترام سے اس کا نام لے رہے ہو۔!
 ”شہر کے سارے احمق ان کی عزت کرتے ہیں۔!
 ”ہوں۔....!“ فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔ ”اس عمارت کے کرائے کے تعلق تھا اکی اندازہ ہے۔....؟“
 ”آنکھ یا نو سور و پے ماہوار۔....!“ ظفر الملک نے لاپرواٹی سے جواب دیا۔

”اور تم اتنے ذی حیثیت ہو۔!“ فیاض کا لہجہ طنزیہ تھا۔ کیونکہ ظفر الملک کے جسم پر معمول کپڑے کا سوت تھا۔ اس کے بے مرمت بال لمحے ہوئے تھے۔
 ”یقیناً....!“ وہ اکٹھ کر بولا۔ ”میں ایک کروڑ پتی کا وارث ہوں۔!“
 ”اوہ.... کیا تم مجھے اس کروڑ پتی کا نام جیسی بتاؤ گے؟“
 ”ضروری نہیں۔!“ ظفر الملک نے خنک لمحے میں کہا۔
 ”میں آپ کی زبان سے کسی ایسے آدمی کا نام سننا پسند نہیں کروں گا جو مجھے جمن کہنے پر مم ہو۔!“ جیسیں نہ اسامنہ بنا کر بولا۔

”کیا مطلب....?“ فیاض اس کی طرف مزگیا۔
 ”یہ اس آدمی کا ذکر ہے جس کے یہ وارث ہیں۔!“
 فیاض پھر ظفر الملک کو گھورنے لگا۔

”ماں! ذیر آفسر بیان سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر کیجئے۔! فضول باتوں میں وقت ضائی کرنے سے کیا فائدہ۔“ ظفر بولا ”مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ عمارت آپ کی کھڑی میں تھی اس کے باوجود بھی آپ ان تھے خانوں سے لعلم رہے۔!“

”بس....!“ فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”فضول باتیں نہیں.... اپنے گار جنین کا نام بتاؤ۔!“
 ”نواب ظفر الملک.... وہ میرے چچا ہیں۔!“
 فیاض نے ہونٹ سکوڑے لیکن سیئن کی آواز نہ نکل سکی۔ اس نے مڑ کر پر معنی انداز میں ماجد کی طرف دیکھا۔

”تو آپ وہ ظفر الملک ہیں۔!“ ماجد بولا۔
 ”کیا تم جانتے ہو....!“ فیاض نے پھر اس کی طرف دیکھا۔
 ”جی ہاں آن کے تو بہت چرچے ہیں شہر میں! سناءے ایک دن ان کے چچا ذرازیکثر جزل صاحب سے شکایت بھی کر رہے تھے۔!“

”کس بات کی....?“
 ”یہی کہ عمران صاحب نے انہیں اور زیادہ چوپٹ کر دیا ہے۔!
 ”چھپلی بار تم عمران سے کب ملے تھے۔!“ فیاض نے ظفر سے سوال کیا۔

”شاند میں پہلے ہی اس سوال کا جواب دے چکا ہوں۔!“
 ”اور اُسی نے تمہیں بیان بھیجا تھا....؟“
 ”میں کسی غلط بات کا اعتراف کیسے کروں۔!“
 ”اچھی بات ہے....! میں دیکھوں گا۔!“
 ”اُنہیں دیکھنے دو بار۔.... اور تم بیان سے نکل بھاگنے کی تدبیر سوچو۔....!“ جیسیں بولا۔
 ”شہر و....!“ فیاض نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور ظفر کو تیز نظر وہ سے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 ”تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔!“
 ”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے.... کروڑ پتی بچا۔....!“
 ”نہیں....!“ فیاض سر جھک کر بولا۔ ”مجھے اس کا علم ہے کہ نواب صاحب تمہیں اپنے گھر میں نہیں گھسنے دیتے۔!“
 ”اگر انہوں نے میرے لئے کوئی کزن پیدا کی ہوتی تو دیکھتا کیسے نہ گھسنے دیتے۔!
 ”پھر فضول باتیں شروع کر دیں۔!“
 ”جناب عالیٰ میں نے بڑی نشایا بات کی ہے! دراصل تمہائی کی زندگی نے انہیں چڑھا بنا دیا ہے۔ اُوہ جیسیں.... مائی کاؤڑات کے کھانے کا وقت ہو گیا۔!“ ظفر نے گھری پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
 پھر اس نے اپنے تھیلے سے ایک ڈبل روٹی نکالی اور اُسے بچے سے توڑ کر آدمی فیاض کی طرف ہلاکتا ہوا بولا۔ ”لیجھے.... اپنی روٹی میں جیسیں ان صاحب کو حصہ دار بنالے گا۔!“
 ”نہیں.... شکریہ....!“ فیاض نے خنک لمحے میں پیش کش مسترد کر دی۔
 ”خیر کوئی بات نہیں....!“ ظفر نے وہ گلوا جیسیں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
 ”دونوں کھانے لگے۔
 ”یہ حال ہے تم لوگوں کا اور اتنی بڑی عمارت کرائے پر حاصل کرنے آئے تھے۔!“ فیاض نے چھتے ہوئے لمحے میں کہا۔
 ”اس پر میں پہلے ہی بزنس کر چکا ہوں۔!“ ظفر منہ چلاتا ہوا بولا۔
 ”کیا مطلب....?“
 ”اس شہر کے بہترے شریف کنووارے موجود ہیں جنہیں کہیں سرچھپا نے کو جگہ نہیں ملتی۔

”عمارت سے نکلنے والے کا تعاقب کون کر رہا ہے؟“

”صدیقی...!“

”اس کی طرف سے کوئی اطلاع...!“

”نہیں جناب...!“

”عمارت کی گلگانی جاری رہے گی۔!“

”بہت بہتر جناب...!“

”اوور اینڈ آل...!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور صدر نے ریسیور پھر ڈالش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

اُس نے اپنی گاڑی کو بھی نمبر جوہ سو چھی سٹھ سے ٹھوڑے فاصلے پر کھڑی کی تھی۔ یہاں کچھ گاڑیاں پہلے سے بھی موجود تھیں۔ جن کا تعلق غالباً آس پاس کی دوسری عمارتوں سے تھا۔ لیکن کسی گاڑی میں کوئی آدمی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ سیٹ کی پشت سے نکل کر سگریٹ سلاگنے لگا۔ اتنے میں قدموں کی چاپ سنائی دی اور دو عورتیں اس کی گاڑی کے قریب ہی آر کیں۔! یہاں اتنی روشنی نہیں تھی کہ وہ ان کے چہرے صاف دیکھ سکتا۔ لیکن ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن سکتا تھا۔!

”آج سردی بڑھ گئی ہے۔!“ ایک کہہ رہی تھی۔

”پروانہ کرو....!“ دوسری آواز آئی۔ ”تھوڑی تکلیف اٹھاؤ اور اپنے شوہر کے کرتوت سے آگاہ ہو جاؤ۔!“

”مجھے یقین نہیں آتا....!“

”بس جیسے ہی وہ آئے۔۔۔ تم اس گاڑی کے پیچے چھپ جانا اور دیکھنا کہ وہ کیسے انداز میں مجھ سے اظہار عشق کرتا ہے۔!“

صدر بے حس و حرکت بیخاہ رہا۔ دوسری نے کہا۔ ”تم خواہ مخواہ مجھے پریشان کرتی ہو! مجھے اس سے سروکار نہیں کہ وہ باہر کیا کرتا ہے۔!“

”مجھے حیرت ہے تم کیسی عورت ہو....!“

”میں بھی تو خاور کو چاہتی ہوں۔۔۔ اور اسے اس کا علم نہیں۔!“

اتئے ذی حیثیت بھی نہیں ہیں کہ کسی ایسے علاقے میں مکان حاصل کر سکیں جہاں کنوبارے بن کر شہبے کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو۔۔۔ میں نے ایسے دس عدد کنووارے مہیا کر لئے ہیں جو سور و پر ماہوار تک رہائش پر صرف کر سکتے ہیں۔ یہ عمارت ہم دونوں سمیت ان کے لئے کافی ہوتی۔ میر کئی دنوں سے مختلف مقامات پر ایسی عمارتیں دیکھتا پھر رہا ہوں۔!“

”پکھہ دیر پہلے تم اپنے کروڑ پتی چیا کا حوالہ دے رہے تھے۔!“

”برنس سیکرٹ بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے مسٹر آفیسر۔۔۔!“

”میں تمہارے بیان سے مطمئن نہیں ہوں۔!“

”اس تھہ خانے میں مجھ سے زیادہ مطمئن آدمی ملتا مشکل ہے۔!“ ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا اسکرایا۔

”اب بیاس لگ رہی ہے بس....!“ دفعٹا جیسن بولا۔

”پانی یہ لوگ مہیا کریں گے۔!“ ظفر نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یہ دونوں پاگل ہیں۔!“ فیض نے ماجد سے کہا۔ ”آؤ.... راستہ جلاش کریں۔!“

”یہ ہوئی آفیسر ان بات۔!“ ظفر نے طویل سانس لی اور دیوار سے نکل کر فرش پر بیٹھ گیا۔

”میں کھانے کے بعد کافی ضرور پیتا ہوں۔۔۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔!“ جیسن بولا۔

ظفر نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔۔۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس تھہ خانے میں گھنٹن کا احساس نہیں تھا۔ دیواروں پر الیٹرک لیپ نصب تھے جن کو روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ جب وہ یہاں آئے تھے اس وقت بھی وہ لیپ روشن ہی تھے



ٹرانسیمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور صدر نے گاڑی کے ڈالش بورڈ والے خانے سے ریسیو

کال لیا۔

”بیلو....!“ وہ ماڈ تھے جیسیں میں بولا۔ ”اث از صدر۔۔۔!“

”کیا پوزیشن ہے....؟“ دوسری طرف سے ایکس ٹوکی آواز آئی۔

”سرشام ایک آدمی عمارت سے نکلا تھا۔ اس کا تعاقب جاری ہے۔ کسی نے اندر داخل ہو۔ کی کوشش نہیں کی۔!“

”دوسری کے لئے میں قربانی دینے کو تیار ہوں۔!“
صدر اچھل پڑا۔ کیونکہ یہ عمران کی آواز تھی۔ جتنی دیر میں وہ دوبارہ سنبھالتا عمران دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھے چکا تھا۔

”اب چلتے پھرتے نظر آؤ....!“ اُس نے سر ہلا کر کہا۔
”لیکن.... لیکن.... یہاں....؟“

”مگر نہ کرو.... نہ می ڈانٹیں گی اور نہ پیا خفا ہوں گے۔ چلو....!“
صدر نے بوکھلا ہٹ میں ان جن اشارت کر کے ایکسلریٹر پر داؤ ڈالا اور گاڑی جھنکنے کے ساتھ آگے بڑھی۔ دونوں عورتوں نے قہقہہ لگایا۔

”کہدھ....؟“ صدر نے آہستہ سے پوچھا۔
”سی بریز....!“ بڑی سہاہی رات ہے۔!
”اتی ٹھنڈک میں....؟“

”یہاں کی ٹھنڈک ان دونوں کے لئے ناکافی معلوم ہوتی ہے اور جناب بھی محبویت کا اظہار کرتے ہوئے خواہ خواہ تو فٹی دوست ہو جائیں گے۔!
”بن کیا بتاؤں حماقت ہو گئی۔!“

”حماقت پر اظہار افسوس اس سے بھی بڑی حماقت ہے لہذا....!“
صدر غاموش ہو گیا۔ دفتہ بچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ ”دوسرے کی شکل تو دیکھی ہی نہیں۔!
”شائد ہم دونوں ہی منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جائیں۔!“ عمران بولا۔
”کیوں....؟“

”دونوں گھر سے بھاگے ہوئے ہیں۔!
”بیویوں سے تنگ ہو گے۔!“

”لا حول ولا قوّة... کر دیا کباڑا۔!“ عمران کر اہا۔
”کیوں....؟“

”بیویوں کا نام کیوں لیا تم نے.... ہم تو خود کو کنوار سمجھ کر دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔!
”کہدھ چل رہے ہو....؟“

”تب تو اور بھی اچھی بات ہے.... اس وقت تم اسے پکڑو.... اور اسی کو بنیاد بنا کر اس سے چھکارا حاصل کرو۔!“

”کس لئے....؟“

”اس لئے کہ خاور سے شادی کر سکو۔!“

”ہشت! اس کے بعد مجھے کسی دوسرے خاور کی طلاش ہو گی۔ شوہر ایک ضرورت ہے اور محبوب.... ہا.... کسی محبوب کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔!“

”کمال ہے....؟“

”میں اپنے ذہن کو اچھی طرح سمجھتی ہوں.... مجھے اس میں بڑی لذت محسوس ہوتی ہے کہ میرا شوہر خاور کے وجود سے لامع ہے۔!“

صدر کی کھوپڑی سلنے لگی۔... وہ قطعی بھول گیا کہ یہاں اس کی موجودگی کس بنا پر ہے۔ اس نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ ”آپ بلاشبہ شوہر سے چھکارا حاصل کر کے خاور سے شادی کر سکتی ہیں! محبوبیت کے لئے میں اپنی خدمات پیش کر دوں گا۔!“

”یہ کیا بے ہودگی ہے....!“ دونوں نے بیک وقت کہا۔

”مجھے وہم ہے کہ میں بہت خوبصورت ہوں....!“

”شٹ اپ....!“

”خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔!“ دوسری بولی۔ ”ان سے کہوڑا مشکل تودھا میں۔“
پہنچنے کیوں صدر سنک گیا تھا۔ شائد زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اس سے اس قسم کی کوئی غیر سنجیدہ حرکت سرزد ہوئی تھی۔ اس نے گاڑی کے اندر کی لاٹ کا سوچ آن کر دیا۔

”واتفی خوبصورت ہو....!“ دوسری نے گاڑی کی بچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے کھاڑ مرکراپنی سا تھی سے بولی۔ ”تم بھی آؤ.... انہیں کہیں زیادہ روشنی میں دیکھیں گے۔!
دیکھتے ہی دیکھتے دونوں اندر بیٹھ گئیں۔! صدر نے لاٹ پہلے ہی آف کر دی تھی۔ یہ کیا

حماقت سرزد ہو گئی۔ اس نے سوچا.... عجیب سی جھلاہٹ ذہن پر مسلط ہو گئی تھی۔
”میں صرف ایک کو لے جاسکتا ہوں۔!“ اس نے یو نہیں بے سمجھ بوجھے داغ دیا۔ کسی نہ کسی طرح بیچھا چھترانا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی زبان سے یہ جملہ نکلتے ہی باہمیں جانب سے آواز آئی۔

”نار تھو پول...!“
”کسی اچھی جگہ چلتا...!“

”سی بریز پر رکنے کے بجائے سیدھے ساحل کی طرف نکل چلتا!“ عمران نے جھک کر آہستہ سے صدر کے کان میں کھلا۔

”یہ سر گوشیاں کیسی...؟“ پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

”میرادوست ڈرپوک ہے...!“ عمران بولا۔ ”اس کا دل بڑھا رہا تھا۔ اس کی بیوی اتنی خون خوار ہے کہ سالیوں تک سے مذاق نہیں کر سکتا!“

”لیکن ہم ڈرپوک نہیں ہیں....! اسے اچھی طرح ذہن میں رکھنا!“

”دنیا کی کوئی عورت ڈرپوک نہیں.... وہ صرف اداکاری کے لئے پیدا ہوتی ہے!“

”عورتوں کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تم لوگ...!“

”دنیا کی پہلی عورت نے شیطان کو بہکایا تھا.... وہ بخود دار سمجھے کہ شانک خود انہوں نے اسے بہکایا۔ لہذا آج ان کا کہیں پتہ نہیں اور عورت ہر ہر قدم پر ہمارے لئے جنت تعمیر کر رہی ہے!“

”کیا تم نشے میں ہو...؟“

”ہاں دو بوقلوں کا نشہ ہے....!“ عمران جھومتا ہوا بولا اور جھومتا ہی رہا۔

درالصل وہ بار بار صدر کے کان کے قریب منہ لے جا کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ ”اسکیم بدلتی۔ اگلے چورا ہے سے بائیں جانب موڑ لینا... مہمان خانہ نمبر پانچ کی طرف چلو!“

مہمان خانہ نمبر پانچ بظاہر ایک دیہی ہستال تھا۔ لیکن حقیقتاً ایکس ٹو کے ماتحت یا الجنت یہاں مختلف قسم کے کام انجام دیتے تھے۔



فیض اور ماجد تھے خانے کا راستہ دریافت نہیں کر سکتے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ جملہ کر ظفرالملک اور اس کے ملازم پر چڑھ دوڑتے۔!

اس وقت بھی وہ ان سے اگھے ہوئے تھے۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا....!“ ظفرالملک پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”آخر آپ عمران صاحب کو کیوں گھیٹ رہے ہیں۔ ہر چند کہ وہ بھی کنوارے ہیں لیکن میری اسکیم میں شامل نہیں!“

”میں مسٹر علی عمران کو تعطی پسند نہیں کرتا!“ جیسن بولا۔ ”لیکن حالات کا تقاضہ یہی ہے کہ اس وقت ان کی حمایت کی جائے!“

اس پر فیاض اور پھر گیا تھا ماجد کے تیور ایسے تھے جیسے مار پیٹ کی نوبت آجائے گی۔

”میں جوڑو بھی جانتا ہوں!“ جیسن نے انہیں اطلاع دی۔

”خاموش رہو...!“ ظفرالملک نے اسے جھٹکی دیتے ہوئے کہا۔ ”بیکاری میں اگر انہیں جوڑو سیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا تو عہدے کی دھونس جما کر تم سے مفت یکھ لیں گے۔ تجارتی نکتہ نظر ملحوظ رکھا کرو!“

”تجارتی نکتہ نظر...!“ جیسن ڈاڑھی میں کھجاتا ہوا بولا۔ ”تجارتی نکتہ نظر سے تو اس وقت ہمیں بستریوں پر ہونا چاہئے تھا!“

فیاض دانت پیس رہا تھا۔ اس کے جزوں کی وریدیں ابھر آئی تھیں۔ ٹھیک اسی وقت ہلکی سرسر اہب تھے خانے کی فضائل لہرائی اور بائیں جانب والی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔

دونقاپ پوش ہاتھوں میں روپ اور لئے دروازے میں کھڑے نظر آئے۔

”کوئی اپنی جگہ سے جنم بھی نہ کرے!“ ان میں سے ایک غریباً۔

غیر ارادی طور پر ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

”سمجھ میں نہیں آتا کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے!“ ظفر براہامنہ بناؤ کر بڑا لیا۔ ”آئے تھے کرائے پر مکان حاصل کرنے اور اب سواری قبرستان کی طرف جا رہی ہے!“

”اگر تم لوگ جہاں ہو وہیں خاموش کھڑے رہے تو ہم تمہیں گولی نہ ماریں گے!“ وہی نقاب پوش بولا۔

پھر وہ انہیں کو رکنے کھڑا رہا اور دوسرا آگے بڑھا۔ وہ داہنی جاتب والی دیوار کی طرف جا رہا تھا۔

وہ لکھیوں سے اسے دیکھتے رہے۔ فرش کے تائیلوں پر وہ اس طرح چل رہا تھا جیسے کوئی کسی گندی جگہ پر غلافت سے نجیق کر چلے۔

پھر جیسے ہی وہ دیوار کے قریب پہنچا بلکی سی سر اہب تھے ساتھ اس میں بھی دروازہ نمودار ہوتا دکھائی دیا۔ ظفرالملک بڑے غور سے اسے چلتے دیکھا رہا تھا۔

نقاب پوش دروازے سے گزر کر نظر وہیں سے او جھل ہو گیا۔

وہ نقاب پوش جس نے انہیں کور کر کھا تھا.... وہیں کھڑا رہا جہاں پہلے تھا۔
 ”آخر ہمیں بہاں کیوں قید کیا گیا ہے؟“ فاخت ظفر الملک نے نقاب پوش سے پوچھا۔
 ”میں کہتا ہوں خاموش رہو...!“ وہ ریوالور والے ہاتھ کو جبکش دے کر بولا۔
 اتنے میں دوسرا نقاب پوش ایک برا سایکٹ ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے داہنی جانب والے
 دروازے سے برآمد ہوا اور دوسرے نقاب پوش سے بولا۔ ”ایسے ہی چھپیکٹ اور ہیں!“
 ”تم انہیں اور پہنچاؤ... میں ان لوگوں کی خبر گیری کروں گا!“ دروازے والا بولا۔
 جیسیں اور ظفر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر منکرائے اور جیسے ہی پیکٹ لے جانے والا
 دوسرے نقاب پوش کے قریب پہنچا جیسیں جنپڑا۔ ”ارے پیکٹ میں سے کیا اگر رہا ہے؟“
 فوری طور پر ریوالور والا اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ ظفر الملک نے اس پر
 چھلانگ لگادی۔

جیسیں بھی اس سے پیچھے نہیں رہا تھا۔ وہ پیکٹ والے کی گردان دبوچ بیٹھا۔ ریوالور دوسرے
 نقاب پوش کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ماجد نے اسے اٹھا لینے میں پھرتی دکھائی۔
 اور پھر فیاض نے اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور شیر کی طرح دہاڑا۔ ”ہٹ جاؤ سب الگ ہٹ
 جاؤ ورنہ سب کو شوٹ کر دوں گا!“

”مجھے بھی حصہ عالی...؟“ جیسیں نے اپنے شکار کو چھوڑ کر ہٹتے ہوئے پوچھا۔
 ”خاموش رہو!“

”ظفر الملک دوسرے نقاب پوش کو چھوڑ کر ہٹ چکا تھا۔
 ”ماجد... تمہارے بیگ میں ہٹکلریوں کے کتنے جوڑے ہیں!“ فیاض نے پوچھا۔
 ”لیکسہ بہبہ چٹاپ...!“

”اُن دونوں کے ہاتھوں میں ایک ایک ہٹکلری ڈال دو...!“
 نقاب پوش خاموش کھڑے تھے۔ ماجد بیگ سے ہٹکلریاں نکال کر ایک کی طرف بڑھا۔
 ”تم بھی اسی کے قریب آ جاؤ...!“ فیاض نے ریوالور والے ہاتھ کو جبکش دے کر دوسرے
 نقاب پوش سے کہا۔

اس نے اپنی جگہ سے جبکش بھی نہ کی۔ فیاض کچھ کہنے والا تھا کہ ظفر نے نقاب پوش کی گردان

دبوچ اور دوسرے کی طرف دھکیل دیا۔
 دونوں کے ایک ایک ہاتھ میں ہٹکلریاں ڈال دی گئیں!“ تین چار ہٹکلریوں کی ایک زنجیر
 دونوں ہٹکلریوں کو ایک دوسرے سے ملاتی تھی۔
 پھر ماجد نے ان کے چہروں سے نقاہیں ہٹادیں۔
 ”خوب....!“ فیاض ماجد کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”جانی پہچانی صورتیں ہیں!“
 ”ہم سے بھی تعارف کرائیے!“ ظفر نے فیاض سے کہا۔
 ”دونوں عادی مجرم اور ہشتری شیخڑی ہیں۔ اب یہ تائیں گے کہ ان کا باس کون ہے؟“
 ”اس پیکٹ میں کیا ہو سکتا ہے؟!“ جیسیں بولا۔
 ”خبر دار اسے ہاتھ نہ لگانا....!“ فیاض نے اسے لکھا۔
 ”جیسیں خاموش کھڑے رہو...!“ ظفر بولا۔
 ”اوے کے باس....!“
 ”اُدھر دیکھو...!“ فیاض نے دوسرے دروازے کی طرف اشارہ کر کے ماجد سے کہا۔
 وہ ادھر چلا گیا اور فیاض دونوں قیدیوں کو مخاطب کر کے بولا۔
 ”اس بار تم دونوں دس دس سال سے کم کے لئے نہ جاؤ گے!“
 وہ کچھ نہ بولے۔
 ”کیا اب ہمیں اجازت ہے....؟“ ظفر الملک نے پوچھا۔
 ”ہرگز نہیں.... تم دونوں بھی ساتھ ہی چلو گے!“
 ”آخر ہمیں لیجا کر کیا کیجھ گا جناب عالی!“ جیسیں نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
 ”بکواس بند کرو...!“
 ”ظفر الملک نے جیسیں کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور اس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینٹ لئے!



صغر کی گاڑی تیز رفتاری سے راستے طے کر رہی تھی اور عمران او گلگھ رہا تھا۔
 ”اے تم لوگ کدھر جا رہے ہو!“ پچھلی سیکٹ سے کسی عورت نے کہا۔
 صدر نے کوئی جواب نہ دیا۔ گاڑی کی رفتار کم ہو رہی تھی۔ اسے عورتوں نے بھی محسوس کیا

اور دوسری آواز سنائی دی۔ ”ارے یہ تو دیرانہ ہے!“
گاڑی رکتے ہی عمران چوک کر سیدھا ہو بیٹھا۔
”یہ کہاں لائے ہو....؟“ ایک نے اس کا شانہ جھینجھوڑ کر پوچھا۔
”ہسپتال....!“
”کیا مطلب....؟“

”مطلوب یہ کہ یہاں خاص قسم کے امراض کا علاج ہوتا ہے!“
”تم لوگ پاگل تو نہیں ہو گے!“

”ہو جاتے... اگر تم دو سے زیادہ ہوتیں.... چلو آئو...!“ عمران اپنی طرف کا دروازہ
کھول کر اترتا ہوا بولا۔ ”تم لوگ شریف آدمی ہیں!“
وہ انہیں دیہی ہسپتال کی عمارت میں لایے۔ اُن کے چہرے ہوا ہور ہے تھے۔
”ہم شہر سے کتنی دور ہیں!“ ایک نے ہاتھ پر ہوئے پوچھا۔
”زیادہ دور نہیں ہو...!“
”یہاں اس دیرانے میں کیوں لائے ہو!“

”وہ ترکیب بتانے کے لئے کہ شوہر بھی سر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مجھے شوہروں سے
نفرت ہے جب تک روئے زمین پر ایک بھی شوہر باقی ہے جیتن سے نہ بیٹھوں گا!“
صفدر وہاں سے ہٹ گیا تھا اور عمران اپنے چہرے پر حماقتوں کے ڈوٹکرے بر ساتا ہوا ان
دونوں سے ہم کلام تھا۔

”پتہ نہیں تم لوگ کون ہو... اور کیا چاہتے ہو!“
”صرف میری بات کرو... وہ لیا... بیوی کے خوف سے اس پر بہارت ایک ہو گیا ہو گا!“
”تم نہیں ڈرتے اپنی بیوی سے!“

”میری بیوی... کہاں کی ہاںک رہی ہو...! شوہروں کے خلاف ایک تحریک کا بانی خود
شوہر ہونا کیسے گوارا کرے گا!“

”تم نشے میں ضرور ہو...! لیکن خطرناک آدمی نہیں معلوم ہوتے!“
”شکریہ...! خیر ہاں تو اسکیم یہ ہے کہ تم دونوں اپنے بال کھول دو...! مجھے یہ منارے پسند

نہیں ہیں جو تم نے اپنے سروں پر بنا کر ہیں!“
”واہ کیوں کھول دیں...! پچھر پچھر تو پے دے کر سیٹ کرائے ہیں بال!“
”ڈیڑھ سورو پے مجھ سے لے لو... لیکن بال کھول دو!“
ان میں سے ایک نے اپنا ہینڈ بیگ کھولنا چاہا۔
”نہیں!“ عمران اوچی آواز میں بولا۔ ”ہینڈ بیگ زمین پر ڈال دو میرے ہاتھ میں ریو اور ہے!“
دونوں نے اپنے ہینڈ بیگ زمین پر گراوایے۔ اور اب وہ بہت زیادہ غافل نظر آرہی تھیں۔
عمران نے صدر کو آواز دی اور اُس کے آنے پر بولا۔
”ان کے بال کھول دو!“
”نہیں... نہیں... کیا چاہتے ہو تم لوگ...!“ وہ بیک وقت بولیں۔
”ہم دونوں نفیا تی مریض ہیں۔ عورتوں کے بال بگاڑ کر تیکین پاتے ہیں اس کیلئے بڑی سے
بڑی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔ صرف بال بگاڑیں گے اور اسکے علاوہ تمہارا بال بھی بیکانہ ہو گا!“
”واہ استاد... کیا لڑ پچھ فرمایا ہے اس وقت!“ صدر نہیں کر بولا۔
”شعری مت کرو آگے بڑھ کر ان کے بال کھول دو۔ ڈھادوان میnarوں کو!“ عمران کا الجھے
فلی مکالے ادا کرنے کا ساتھ۔
”کیا آپ سمجھیدے ہیں!“ صدر نے پوچھا۔
”جلدی کرو!“
”نہیں... نہیں...!“ وہ گڑاڑ نے لگیں۔ اُن میں سے ایک نے روتا بھی شروع کر دیا تھا۔
صدر نے ایک کے بالوں پر ہاتھ ڈالتا چاہا۔... لیکن وہ اس سے لپٹ پڑی۔ عمران نے آگے
بڑھ کر ان کے ہینڈ بیگوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ صدر نے اُسے دھکا دیا۔ وہ دوسری طرف جا پڑی اور
دونوں ہی تسلی اور پر نیچے گریں۔
”اچھا شہر و...!“ عمران نے صدر سے کہا۔ ”میں وہنی اور سی ٹوکو بھیج دو...!“
وہ چلا گیا۔... دونوں عورتیں فرش پر بیٹھی رہیں۔ اوفغاں میں سے ایک نے غصیلی آواز میں
کہا۔ ”تم دیکھا اس جگہ کی ایسٹ نک جائے گی۔ شاید تم ہمیں پیشہ درستھے ہو۔!“
”میں تمہیں انقلاب فرانس کی آخری یادگار سمجھتا ہوں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ پتہ نہیں تم

”فوری طور پر اس کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم نے بن عورتوں کو پکڑا ہے وہ چیف تک تمہاری رہنمائی نہ کر سکتیں گی۔!“
”بخوبی اس کی پرواہ نہیں۔ میں تو صرف اس آدمی سے ملتا چاہتا ہوں خواہ کسی طرح بھی ہو۔!
”اچھی بات ہے۔ اکل صبح دس بجے تمہیں جواب مل جائے گا۔!“ رانس میٹر کا کوئی سوچ کچھ اپنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں یونہی چلنے دیں۔!

”بہت اچھا....!“ عمران نے کہا اور سر کو پر معنی جنبش دی۔
صادر خاموشی سے اُسے گھوڑے جادہ تھا۔ دونوں عورتوں کے چہروں پر مرد فی چھاگئی۔
عمران نے پہلا نوں کا اشارہ کیا کہ ان دونوں عورتوں کو وہاں سے لے جائیں۔
صدر نے اُس کے چہرے پر گھرے تنکر کی جھلکیاں دیکھیں۔ اُوہ بے حد سنجیدہ نظر آیا تھا۔
عورتیں خاموشی سے رخصت ہو گئی تھیں۔ اوفوٹا عمران نے صدر کو بھی باہر چلنے کا اشارہ کیا۔
برآمدے میں پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”پسندی سے شیشے کے دو خالی مرتبان لے آؤ
اور فوری طور پر ایک کداں کا انتظام کرو۔ دیرینہ لگانا۔!
ان چیزوں کی فراہمی میں دو تین منٹ سے زیادہ وقت نہ صرف ہوا تھا۔

اُس نے ان رانس میٹرزوں کو شیشے کے مرتبانوں میں رکھ کر اُن کے ڈھلن مضمبو طی سے بند کر دیئے تھے۔ پھر صدر نے اُسے پائیں باغ میں ایک گڑھا کھو دتے دیکھا۔
”کیا چکر ہے....؟“ اس نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

”ان دونوں کو دفن کرنا ہے۔!
کیوں....؟“

”کام ختم کرنے کے بعد گفتگو ہو گی....!
”

”تحوڑی دیر بعد وہ پھر اسی کمرے میں آبیٹھے جہاں ان دونوں عورتوں کے جوڑے کھولے گئے تھے۔!
”

”چیو نگم....!“ وہ صدر کی طرف چیو نگم کا پیکٹ بڑھاتا ہوا بولا۔
”سانس درست کرلو....!“ تمہاں پر ہے ہو....!
”میں نے جوڑے نہیں کھولے تھے۔!“ صدر مسکرا یا۔

دونوں اتنی خائف کیوں ہو....! میں تو اس شعر کی صداقت آزمانا چاہتا ہوں۔

گورے مکھڑے پر زلفیں نہ بکھرائے!

چاند بدی نیں چپ کر ستم ڈھائے گا!

”ہم دونوں ذی حیثیت عورتیں ہیں۔!“ وہ عمران کی بکواس کو نظر انداز کرتی ہوئی بولی۔

انتہے میں دو چمیں شیخم پہلا ڈی اور تین نرسوں کے لباس میں اندر داخل ہوئیں۔

”ان دونوں کے جوڑے کھول دو....!“ عمران نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

”اچھا ساب....!“ ان میں سے ایک بولی اور ان دونوں کو کھڑے ہو جانے کا اشارہ کیا۔

دونوں عورتیں ان سے ہاتھ پائی پر آمادہ نظر آنے لگی تھیں۔ لیکن انہوں نے ذرا ہی کی دیر

میں دونوں کو فرش پر گردایا اور ان کے بال کھولنے شروع کر دیئے تھے۔

عمران گندی گندی گالیاں سن کر اس طرح مسکرا ہاتھا ہیسے یہ بھی اٹھبار محبت کا کوئی نیا طریقہ

ہو۔ اس کا اپنا ایجاد کر دہ۔ اُن کے جوڑے کھلتے ہی دو دو زندگی چیزیں فرش پر گریں۔

عمران جھپٹ کر انہیں اٹھاتا ہوا بولا۔ ”خوب....!“

”کیا ہے....؟“ صدر نے اس طرف بڑھتے ہوئے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”رانس میٹرز....!“

”اوہ....!“

”ولچپ....!“ عمران انہیں بغور دیکھتا ہوا بڑی بڑی۔ ”بالکل نی و وضع کے ہیں۔!“ پھر وہ اُن

دونوں رانس میٹرزوں کو اپنے چہرے کے قریب لا کر غرایا۔ ”یہ دونوں اب میرے قبضے میں ہیں۔!
”تم کون ہو....؟“ رانس میٹرزوں سے آواز آئی۔

”وہی جس نے کوئی نمبر چھ سو چھایا سٹھ کو کراچے پر دینے کے لئے اشتہار شائع کرایا تھا۔!
عمران نے جواب دیا۔

”کیا چاہتے ہو....!“

”جو کوئی بھی ان حرکتوں کی پشت پر ہے اس سے ملاقات....!
”مکن ہے....؟“ آواز آئی۔

”ملاقات کا طریقہ....! کیا ہونا چاہئے۔!
”

”فرض کر لو تم ہاپ رہے ہو....!“

”لائیے جناب....!“ صدر اس سے چیو نگم کا پیکٹ لیتا ہوا کہا۔
”جو لوگ پان نہیں کھاتے انہیں چیو نگم استعمال کرنی چاہئے۔ ہر وقت منہ چلاتے رہناز
کی دلیل ہے!“

”میں پوچھ رہا تھا انہیں میڑ کیوں دفن کر دیئے!“

”میرا خیال ہے کہ وہ نہ صرف یہاں کی گفتگو کہیں اور پہنچاتے رہے تھے بلکہ اپنی موجودگی
سمت بھی اشارہ کرتے رہے ہوں گے۔ اگر میں انہیں دفن نہ کر دیتا!“ وہ بات ادھوری چھوڑا
پکھ سوچنے لگا۔

پکھ دیہ بعد صدر بولا۔ ”شاید آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں سے ان ٹرانس میڑ وہ
تعلق ہے وہ یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ ٹرانس میڑ نشان دہی کر دیں گے!“

”ہاں میرا یہی خیال ہے... خیر کل دس بجے تک اسے بھی دیکھ لیں گے!“
”چکر کیا ہے....?“

”عرصہ سے ان بیناروں والیوں کی گمراہی کرتا رہتا۔ بالآخر آج ان کا تعلق کوئی نبھر چھیاٹھ سے ظاہر ہو گیا!“

”میں اس... نامموقول کوئی کے بارے میں بھی پکھ نہیں جانتا!“
” بتانا نہیں چاہتے!“

”پہلے کافی....! آج سردی بڑھ گئی ہے!“
صدر کے جاتے ہی عمران نے اپنا بھی ٹرانس میڑ نکالا اور اس کا سوچ آن کر کے بیک ز
سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس میں دیر نہیں گی تھی۔ دوسرا طرف سے بیک زیر و کی آواز سن کر بولا۔ ”کیا خبر ہے۔
”کوئی نبھر چھ سوچھیاٹھ کی گمراہی اب بھی جاری ہے!“ دوسرا طرف سے آواز آئی۔
”اس دوران میں کئی واقعہ ہوئے۔ اسر Sham ایک آدمی کوئی نبھی سے نکلا تھا۔ اس کا تعاقب کیا گیا۔
کریم آباد کے ایک مکان میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک وہیں ہے اور مکان کی نگرا

”بڑی ہے۔ اس مکان پر ہری ڈی سوزا کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔!“
”دوسرے اقع.....!“ عمران نے سوال کیا۔

”وں نج کر پیدرہ منٹ پر دو آدمی کوئی نبھر چھ سوچھیاٹھ میں داخل ہوئے اور نبھیک گیا رہ
بچ کیپن فیاض اور انپکٹر ماجد چار آدمیوں اور کچھ سامان سمیت کوئی سے برآمد ہوئے۔ ان میں
سے دو آدمیوں کے ہتھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اور گاڑی میں بیٹھ رہے تھے کہ بھی دو آدمی جن کے
ہتھڑیاں نہیں لگی ہوئی تھیں بھاگ نکلے!“

”وہ دونوں کون تھے.....؟“ عمران نے پوچھا۔
”ظفر الملک اور جیمس....!“

”گذ.....!“ عمران بولا۔ ”اور کچھ.....!“
”نہیں جناب....!“ بیک زیر و کی آواز آئی۔

”اُم چھی بات ہے... کوئی کی گمراہی ختم کر دو۔ لیکن ہری ڈی سوزا کے مکان پر نظر کھی جائیگی!“
”بہت بہتر جناب....!“
”اور اینڈ آل....!“ عمران نے کہا اور ٹرانس میڑ کا سوچ آف کر دیا۔ کمرے کی فضا پر بو جمل
سماکوت طاری تھا۔



”سوال یہ ہے کہ ہم کب تک یہاں لیے رہیں گے!“ جیمس نے ظفر الملک سے کہا۔

”جب تک کہ ایک نینڈ لے کر بالکل ترو تازہ نہ ہو جائیں!“ ظفر بولا۔
وہ ایک ٹرک کے نیچے سڑک پر لیٹے ہوئے تھے!

”نینڈ آجائے گی آپ کو....!“ جیمس نے پوچھا۔

”بھلا میری نینڈ کو کون روک سکتا ہے۔ تم بھی سو جاؤ!“

”جی نہیں! میں عالمِ خواب سے عالم بالا کی طرف مراجعت کرنے کے لئے تیار نہیں!“

”ارے.... ارے.... تو تو بڑی گاڑی اردو بولنے لگا ہے! مطلب سمجھا اس کا...!“

”مطلب یہ کہ اگر سوتے وقت کسی نے ٹرک چلا دیا تو کیا ہو گا!“

”اُسٹریم ہی نہیں ہے اس میں.... غالباً مرمت کے لئے نکلا گیا ہے اور اس کی حالت

باتی ہے کہ کئی دن سے میں کھڑا ہے۔!
”تو پھر میں استراحت فرماؤں۔!
”جیسون... اگر اب میں نے تیرے ہاتھ میں اردو کی کوئی کتاب دیکھی تو گردن توڑوں گا!
”اردو کا لکھنے کا مطلب...؟“ جیسون ان پر غرایا۔
”چپ چاپ تکل چلو...!“ ان میں سے ایک بولا۔ ”پورے شہر میں تم لوگوں کے لئے پلیس کی گاڑیاں دوڑتی پھر رہی ہیں۔!
”تم کون ہو...؟“ ظفرالملک نے پوچھا۔

”ہمدرد ہی سمجھ لو... پلو بیٹھ جاؤ گاڑی میں... تفصیلات میں پڑنے کا وقت نہیں ہے۔!
”ظفرالملک نے جیسون کو گاڑی میں بیٹھے کا اشارہ کیا۔
وہ سب اس گاڑی میں بیٹھ گئے اور اجنبیوں میں سے ایک بولا۔ ”تم دونوں نے اس وقت قتل مندی کا ثبوت دیا ہے۔!
”

دوسری صبح رحمان صاحب کے آفس میں فیاض کی طلبی ہوئی! طلبی نہ ہوتی تو وہ خود ہی کوشش کرتا کہ کسی طرح رحمان صاحب تک رسائی ہو جائے۔
”نام براؤں کیس دوبارہ بھیجا گیا تھا... کیا ہوا اس کا...!“ رحمان صاحب نے فیاض کو گھوڑتے ہوئے پوچھا۔
”کوئی نہ بڑھ چھ سوچھیا ٹھے سے نشیات کے چھ بڑے پیکٹ برآمد ہوئے ہیں جناب....!
”اب برآمد ہوئے ہیں...؟“ رحمان صاحب کے لبھ میں حیرت تھی۔

”جی ہاں... نام براؤں پولیس کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ وہ کوئی نہ بڑھ چھ سوچھیا ٹھے پر قابلِ تھا لیکن حقیقتاً اس کا مالک نہیں تھا۔ کوئی کے اصل مالک کا پتہ نہ لگنے کی بنا پر وہ مقتول کر کے سیل کر دی گئی تھی۔ لیکن جب فالک دوبارہ میز پر آیا تو میں نے پھر اس کوئی کی طرف توجہ دی! وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ سیل لگا ہوا تھا۔ سب سرور موجود ہے لیکن چالک کی ذیلی کھڑکی کھول لی گئی ہے۔ اندر کا دروازہ بھی مقتول نہیں تھا۔ سہر حال اندر جانے پر پتہ چلا کہ وہ مقتول کردیے جانے کے بعد بھی استعمال کی جاتی رہی ہے۔ دو عادی مجرم وہاں ہاتھ آئے۔ ان سے کسی ہنری ڈی سوزا کا پتہ معلوم ہوا جو نام براؤں کے بعد اس برس نے کوئی نہیں کر رہا تھا۔ اس کے ٹھکانے پر پہنچ تو

پھر دفعٹا کسی نے ان کی تالگین پکو گرانہیں ٹرک کے نیچے سے گھیٹ لیا تھا۔
”تین آدمی تھے اور قریب ہی ایک بھی سی کار کھڑی ہوئی تھی۔
”اس بے تکلفی کا مطلب...؟“ جیسون ان پر غرایا۔

”چپ چاپ تکل چلو...!“ ان میں سے ایک بولا۔ ”پورے شہر میں تم لوگوں کے لئے پلیس کی گاڑیاں دوڑتی پھر رہی ہیں۔!
”تم کون ہو...؟“ ظفرالملک نے پوچھا۔

”ہمدرد ہی سمجھ لو... پلو بیٹھ جاؤ گاڑی میں... تفصیلات میں پڑنے کا وقت نہیں ہے۔!
”ظفرالملک نے جیسون کو گاڑی میں بیٹھے کا اشارہ کیا۔
وہ سب اس گاڑی میں بیٹھ گئے اور اجنبیوں میں سے ایک بولا۔ ”تم دونوں نے اس وقت قتل مندی کا ثبوت دیا ہے۔!

”شٹ اپ...!“ کہہ کر ظفر نے کروٹ بدی اور اوٹھنے لگا۔
وہ اس وقت بھاگ نکلے تھے جب کیپٹن فیاض تہہ خانوں سے برآمد ہونے والی جیزیں اور قیدیوں کو لے کر باہر نکلا تھا۔ دو دو بنڈل ان دونوں نے کھی اٹھا کر تھے۔
لیکن جیسے ہی فیاض کی گاڑی کے قریب پہنچ بنڈل پیٹنک چھلا ٹکنیں مارتے ہوئے یہ جادہ جا ان کی نظروں سے او جھل ہو گئے۔ قیدیوں کو مابعد کی گمراہی میں چھوڑ کر فیاض خود ان کے پیچھا تھا اور وہ اس ٹرک کے نیچے جا گئے تھے۔

پھر تھوڑی دیر بعد جب جیسون نے میدان صاف ہو جانے کی اطلاع دی تھی تو اس نے تھا۔ ”اب اس وقت کون باہر نکل۔ میں پڑے رہو۔!
”لیکن یورپی نس...! نیچے زمین کتنی ٹھنڈی ہے۔!
”تصور کر لو کہ تمہارے چاروں طرف آگ روشن ہے... نیند آجائے گی۔!
”ظفر جماہی لیتے ہوئے کہا۔

”نیند یہاں...؟“ جیسون اچھل پڑا۔
”جب تم اس طرح کی بات پر حیرت ظاہر کرتے ہو تو بالکل الو نظر آتے ہو۔!
”یہ جو ابھی آپ نے آگ کے تصور کے بارے میں کہا تھا اس کو مراقبہ آٹھی کہتے ہیں!
”جیسون کہیں تیر ادا نہ خراب ہو جائے۔!
”قصوف کے بارے میں بھی پڑھ رہا ہوں۔!
”اچھا بکواس ختم کرو...! مجھے نیند آ رہی ہے۔!
لیکن جیسون پر تھوڑے تھوڑے وقفے سے بکواس کے دورے پڑتے رہے تھے۔

”میا تم نے ظفر کو پوچھ گئے کے لئے روکا تھا...!“
 ”جی ہاں.... لیکن اس کے خلاف کوئی چارج لگانا ممکن نہیں!“
 فیاض حتی الوضع کہانی کے اس غلڑے کو صاف چھپا جانے کی کوشش کرتا رہا تھا جس میں خود
 سے تہہ خانوں کی سیر کرنی پڑی تھی۔
 رحمان صاحب کچھ دیر خاموش رہ کر بولے۔ ”میں نے تمہیں اس لئے بلا یا تھا کہ کیس کے
 دبادہ شروع کئے جانے کی وجہ تمہیں بتا دوں تاکہ تم مختارہ کر کام کر سکو....!“
 ”لیکن آخر حکمہ خارج کا اس سے کیا تعلق....؟ نام براؤں ایک غیر ملکی تھا۔ پولیس کے
 اخنوں مارا گیا.... گروہ ٹوٹ گیا!“
 ”گروہ ٹوٹ گیا....؟“ رحمان صاحب پر تغیر لجھے میں بولے۔ ”تمہارا دماغ تو نہیں چل
 یا۔ ابھی کچھ دیر ہی پہلے تم مجھے کوئی نمبر چھوپ چیا اسکی کہانی سنارہے تھے!“
 ”میں معافی چاہتا ہوں....!“ فیاض گزگزایا۔ ”میں کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ دراصل پے
 روپے.... واقعات....!“
 ”خاموش رہو....!“ رحمان صاحب ہاتھ انداز کر بولے۔ ”تمہیں شرم آئی چاہئے کہ
 درسے حکمہ تمہاری غلطیوں کی طرف توجہ دلانے لگے ہیں!“
 ”مم.... میں.... اپنی غلت پر شرمندہ ہوں جناب....!“
 ”بس جاؤ....!“ رحمان صاحب نے ہاتھ جھٹک کر کہا۔
 فیاض چپ چاپ انداز اور باہر نکل آیا۔ اس کے دانت سختی سے بھپھے ہوئے تھے۔ اگر اس وقت
 دلی ماہت ہوتا تو اسے عرصے تک پہنچتا پڑتا!



ظفر الملک کراہ کر اٹھ بیٹھا.... جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی محسوس ہوا تھا جیسے
 پرانا جسم بچوڑا بن گیا ہو!
 طویل انگڑائی کے ساتھ اس نے برابر والے بستر پر نظر ڈالی۔ جیسیں بے خبر سورہا تھا۔ نہ
 بالے کیوں اس وقت اسے اس کی ڈاڑھی مختکہ خیز معلوم ہوئی۔ عجیب انداز میں بل رہی تھی۔
 اکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ ڈاڑھی سے سانس لے رہا ہے۔

وہاں تین لاشیں ملیں۔ ایک ہنری ڈی سوزا کی لاش تھی اور دوسرا اس کی بیٹی لوہی کی تیسری
 لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہو سکی۔ ان دونوں عادی مجرموں کے لئے بھی وہ اجنبی تھا....!“
 فیاض خاموش ہو گیا اور حمان صاحب کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔
 تھوڑی دیر بعد انہوں نے کہلہ اس کیس کو حکمہ خالجہ کے سکریٹری نے دبادہ شروع کرایا ہے۔“
 ”اوہ....!“ فیاض بے سانتہ چونک پڑا۔ اسے فوری طور پر عمران کا خود کشی نامہ یاد آگیا تھا۔
 ”بڑی عجیب بات ہے جناب میرے لئے پچھلا دن بے شمار جیرتیں لایا تھا!“
 ”کیا مطلب....؟“
 فیاض نے جیب سے عمران کا خط نکلا اور حمان صاحب کی طرف بڑھا دیا۔
 ”یہ کیا ہے....؟“
 ”ملاظہ فرمائیے.... یہ حضرت میری عقل پھرادریتے ہیں۔ اس خط سے کچھ ہی دیر بعد پہلے
 نام براؤں کیس کا فائل میرے پاس پہنچا تھا!“
 رحمان صاحب نے عمران کا خط پڑھ کر نہ اسامنہ بنا لیا اور مستفسرانہ نظر وہ سے فیاض کی
 طرف دیکھنے لگے۔
 ”بھی نہیں.... کل ہی کسی نے اس عمارت کو کراہی پر دینے کے لئے اشتہار بھی شائع کراہا
 تھا لیکن اخبار کے دفتر سے اشتہار شائع کرنے والے کا صحیح نام اور پتہ نہ معلوم ہو سکا۔“
 ”ہوں.... تو یہ بات ہے....!“ رحمان صاحب نے طویل سانس لی۔
 ”کچھ عجیب ہی اتفاقات پیش آتے رہے ہیں جناب عالی.... میں وہیں تھا کہ دو آدمی اس
 اشتہار پر ہاں آپنے.... اور عمارت کے متعلق پوچھ گئے کرنے لگے۔ یہ بھی ہمارے لئے اجنبی نہ
 تھے۔ نواب مظفر الملک کا بھیجا ظفر الملک.... یہ بھی عمران کے خاص دوستوں میں سے ہے!“
 ”ظفر الملک آیا تھا....؟“
 ”جی ہاں.... اور اس کا ملازم....!“

”ہوں.... اچھا.... یہ ہنری ڈی سوزا کون تھا....؟“
 ”ایک مقامی فرم.... پورچو گیز اپورٹر ز کا ملکجہ.... ان دونوں ملازموں کے بیان کے
 مطابق نام براؤں کی موت کے بعد سے وہی غشیات کے اس کاروبار کی نگرانی کرتا رہا تھا!“

”بدر گاہ قاضی الحاجات بعد مناجات میں نے کچھی شب یہ عرضداشت پیش کی تھی کہ
ٹوہار دنیور کمس (Tomorrow Never Comes) جو کچھ بھی عطا کرنا ہے آج ہی عطا کر دے۔
”کلاسیک اردو میں انگریزی کیوں ٹھوک ماری تو نے!“ ظفر آنکھیں نکال کر بولا۔
ناشہ کر کے وہ دونوں لڑکی کی خلاش میں نکل کھڑے ہوئے تاکہ اُس کی مدد کر سکیں۔
لیکن پوری عمارت میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔

”وہ یہر دنی برآمدے تک آگئے۔ باہر لان بھی سنہاں تھا اور جب چھانک پر پہنچے تو جیسن“ یا
”ظہر الحبوب....!“ کافر نہ مار کر اچھل پڑا۔ کیونکہ بائیں جانب گلی ہوئی شم پلیٹ پر ”ظفر الملک ایم
لیس سی“ تحریر تھا۔ پھر وہ ظفر کے سامنے تعطیہ جھلتا ہوا بولا۔ ”یورہاںس! خادم حاضر ہے!“
ظفر خاموش کھڑا حقانہ انداز میں پلکیں جھپکارہتا۔

”اندر تشریف لے چلیں یورہائی نس....!“ جیسن پھر پڑے ادب سے بولا۔

”کیا چکر ہے....؟“ ظفر سر کھجاتا ہوا بڑا بڑا۔

”میں سینکڑوں بار آپ سے کہہ چکا ہوں کہ اس خطناک آدمی کے چکر سے نکلے ورنہ کسی
دن گروں کٹ جائے گی۔!“
”بکواس بند کرو....!“

”مجھے کوئی دلچسپی نہیں یورہائی نس.... میرا خیال ہے کہ میں نے ایک کمرے میں لاہوری
دیکھی تھی.... ہو سکتا ہے اردو کی بھی کچھ کتابیں ہوں۔ میرا وقت بہر حال اچھا گذرے گا۔!
ظفر کچھ نہ بولا۔

”وہ دونوں پھر اندر چلے آئے... یہاں تھج ایک کمرے میں کتابوں کی الماریاں بھی موجود تھیں۔
ظفر نے ان کا سر سری جائزہ لیا۔ لیکن جیسن کو ایک میں اردو کی کچھ کتابیں بھی مل گئیں اور
وہ بڑے انہاک سے ان کی ورق گردانی کرنے لگا۔

انتہے میں کھنڈی کی آواز گو نجی اور وہ دونوں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔
”دیکھو.... کون ہے....؟“ ظفر نے جیسن سے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ میں یہاں بھی سکون سے مطالعہ جاری نہ رکھ سکوں گا!“ جیسن نے
ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”خوڑی دیر تک وہ اے دیکھتا ہا بھرا پنے بستر سے اٹھا اور اے چھوڑ ڈالا۔
”واث از دیث....؟“ جیسن ہر بڑا کر اٹھتا ہوا ہڑا۔

”اردو.... اردو....!“

”میں اپنی اس از خودر فلگی پر محبوب ہوں۔!“ جیسن آہستہ سے بولا۔
ظفر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔!

اس نے جھپٹ کر دروازہ کھول دیا اور پھر لڑکھڑا تھا ہوا پیچھے ہٹ آیا۔ ایک بہت خوبصورت
لڑکی سامنے کھڑی تھی اس نے فرانسیسی لباس والی انگریزی میں اُس سے کہا۔ ”تم لوگ کتنی دیر میں
فارغ ہو سکو گے۔ امیز پر ناشتہ لگانا ہے۔!“

”ابھی.... ابھی.... بہت جلد....!“ ظفر نے کہا اور لڑکی چل گئی۔
”فرانسیسی معلوم ہوتی ہے۔!“ جیسن بولا۔

”دس منٹ کے اندر اندر وہ ناشتہ کے لئے تیار ہو گئے۔!

وہی لڑکی پھر آئی اور انہیں ڈائینگ روم کا راستہ بتاتی ہوئی بولی۔ ”اپنی مدد آپ کرو۔ میں اس
وقت بالکل تھا ہوں اور مجھے دوسرا کام بھی کرنے پڑے۔!“

”شکریہ.... شکریہ....!“ جیسن نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

”اگر تم لوگ چاہو تو ناشتے کے بعد میری بھی مدد کر سکتے ہو۔!“

”یقیناً.... ہم ہر قسم کی خدمت کے لئے حاضر ہیں۔!“

کچھلی رات جو اجنبی انہیں ٹرک کے نیچے سے نکال کر یہاں لائے تھے ان میں سے کوئی بھی
اس وقت نہ ذکھائی دیا۔ ناشتے کی میز پر صرف وہی دونوں تھے۔!

”یہ خونہائے رنگا رنگ.....!“ جیسن سر ہلا کر بولا۔ ”کاش سناء معنو اواز ہوتی صدائے
چنگ.... ہو گا اس میں بھی کوئی حیلہ فرگ۔...!“

”کیا بک رہا ہے....؟“ ظفر اسے گھوڑتا ہوا بولا۔

”آج کل آغا حشر کے ڈرامے بھی پڑھ رہا ہوں۔!“ جیسن نے لاپرواں سے کہا اور ناشتے پر ٹوٹ پڑا۔

”پتے نہیں یہ نیک دل لوگ کون ہیں جنہوں نے ہمیں باسی روٹی سے بچا لیا۔!“ ظفر کا الجے
بے حد غم ناک تھا۔

پھر تھوڑی دیر بعد واپس آگر بولا۔ ”وہی محترمہ ہیں جو ہمیں ناشتے کی میز پر تھا چھوڑ کر۔!“

”تو اس طرح گھنٹی بجا کر آنے کی کیا ضرورت تھی۔!“

”فرماتی ہیں پہلے میری حیثیت اور تھی اب کچھ اور ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا۔!“

”جا کر سمجھ لیجئے.... میں فسادہ عجائب پڑھ رہا تھا۔ جان عالم نے طوطا خرید لیا ہے۔!“

”اور تو انہیوں کی دو چار گولیاں خرید لے۔!“ ظفر نے کہا اور ڈرانگ رومن کی طرف پل دیا۔

”وہ لاکی اُسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ انداز موداباہ تھا۔ صبح کی گفتگو کے انداز سے بالکل مخفف۔!“

”اب میں آپ کی سیکریٹری ہوں....!“ اُس نے کسی قدر پچھلچاہت کے ساتھ کہا۔

”اور ناشتے سے پہلے کیا تھیں....؟“

”اُس وقت میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کی حیثیت کیا ہے۔!“

”اور اب....؟“

”آپ میرے باس ہیں....!“ وہ دلاؤیز انداز میں مسکرا کر بولی۔ ”اوڑ خدا کا شکر ہے انگریزی

بول اور سمجھ سکتے ہیں۔!“

”تم فرانسیسی ہو....!“

”جی ہاں....!“

”میرا خیال ہے کہ تم انگریزی بولنے میں بھی تکلیف محسوس کرتی ہو۔!“ ظفر الملک نے

فرانسیسی میں کہا۔ ”لہذا میں تمہاری مادری، ہی زبان میں گفتگو کرنا زیادہ پسند کروں گا۔!“

”اوہ خدایا.... میں کتنی خوش قسمت ہوں.... آپ فرانسیسیوں کے سے انداز میں میر کی

زبان بول رہے ہیں۔!“

”تم لوگوں کو میر انام کیسے معلوم ہوا۔....؟“

”اوہ.... میں سمجھی.... شاہزاد آپ اپنے نام کی تختی پچانک پر دیکھ کر متین ہیں۔!“

”کیا یہ حرمت کی بات نہیں ہے۔!“

”بالکل نہیں.... آپ کی جیب میں آپ کاوز یونگ کارڈ موجود تھا۔!“

”لیکن اسکی کیا ضرورت تھی... تم لوگوں کا اتنا ہی احسان کافی تھا کہ چھت میر آگئی تھی۔!“

”پولیس تھی تمہارے پیچے۔!“

”وہ لوگ خواہ خواہ ہمارے پیچے پڑ گئے ہیں۔ ہمیں کرانے پر ایک بڑے مکان کی ضرورت تھی۔ جس میں کم از کم دس آدمی رہ سکیں۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ مکان پولیس کشندی ہے۔ کچھ بھی ہو میں اپنے ان ہمدردوں کا ممنون ہوں۔ پچھلی رات وہ تین آدمی تھے۔!“

”وہ سب میری ہی طرح بس کے ملازم ہیں۔!“

”باس....؟ کون باس....!“

”آپ میرے باس ہیں۔ فی الحال اس سے سروکار رکھتے۔ خود کو الجھن میں ڈالنے سے کیا فائدہ۔!“

”ہوں....!“ ظفر نے شانوں کو جنبش دی۔

اتنے میں فون کی گھٹھی بجی اور لڑکی نے بڑھ کر ریسیور اخالیا۔ ”اوہ“ کہہ کر وہ صرف سنتی رہی سچھ بولی نہیں۔... بالآخر ریسیور کریٹل پر رکھ کر ظفر کی طرف مڑی۔!

”مجھے ہدایت ملی ہے کہ آپ دونوں کو آرام کرنے کا مشورہ دوں۔!“ اُس نے کہا۔

”کس سے ہدایت ملی ہے....؟“

”باس سے....!“

”میں اپنے محجن کے بارے میں سب کچھ جانتا چاہوں گا۔!“

”میرا مشورہ ہے کہ آپ اس چکر میں نہ پڑیں۔ ویسے آپ لوگ بے حد خوش قسمت ہیں کہ باس خود بخود آپ پر مہربان ہو گیا ہے۔!“

”ان کی اس عنایت کی وجہ ہی بتا دو۔....!“

”وہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے معتمد ہے.... اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی۔!“

”خیر....!“ ظفر نے طویل سائنس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔



صفدر بُری طرح چکرایا ہوا تھا۔ عمران نے ابھی تک اسے پوری بات نہیں بتائی تھی۔ پچھلی رات جب وہ کافی تیار کر کے کمرے میں واپس آیا تھا تو عمران وہاں نہیں ملا تھا۔ پھر یقینہ رات صدر نے وہیں بُر کی۔ صحیح اخاتو معلوم ہوا کہ جب وہ سورہ تھا عمران ان دونوں عورتوں کو بھی وہاں سے کہیں اور لے گیا۔

جس کے دونوں اطراف میں دور دور تک گھنی جھاڑیاں تھیں!۔

صفدر نے اب بھی نہ پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں!۔

”ریو الور ہے.....؟“ عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”ہے....!“ صدر اپنا بلغی ہو لشہر مٹولتا ہوا بولا۔

ایک بُجھے عمران نے کڑی جھاڑیوں کے اندر موڑ دی اور اُسے کچھ دور لے جا کر انہیں بند کر دیا۔

”اب اُتر چلو....!“ اُس نے صدر کے شانے پر اتھر رکھ کر کہا۔

پھر اُس نے ذکر کے سے ایک مانوسٹ کیس نکالا اور وہ دونوں جھاڑیوں سے نکل کر پھر کچھ راستے پر آگئے۔ صدر نے مز کر دیکھا... لہری جھاڑیوں میں اس طرح چھپ گئی تھی کہ اُس کے دیکھ لئے جانے کا ممکن نہیں تھا!۔

”اب بیدل کتنی دور چلانا پڑے گا!“ صدر نے پوچھا۔

”بس تھوڑی دور.... کیا تم ادھر کبھی نہیں آئے!“

”میرا خیال ہے کہ کبھی نہیں....!“

”اوہر....!“ عمران بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ایک چھوٹی سی عمارت ہے جس پر ایکشو کا قبضہ ہے!۔

”اور وہ زیادہ تر آپ کے استعمال میں رہتی ہے!“ صدر مسکرا یا۔

”باتوں کا وقت نہیں ہے!“ عمران گھری دیکھتا ہوا بولا۔ ”سازھے نوبجے ہیں۔ آدھے گھنٹے بعد وہ نامعلوم آدمی مجھ سے ٹرانس میٹر پر لفٹنگو کرے گا اس نے پچھلی رات و عددہ کیا تھا!۔

”لیکن ٹرانس میٹر تو نمبر پانچ میں دفن ہیں....!“

”نہیں....!“ عمران نے سوٹ کیس کی طرف اشارہ کیا جسے ہاتھ میں لٹکائے چل رہا تھا۔

کچھ اور آگے چل کر کچار استروں سمتیوں میں تقسیم ہو گیا۔ اب وہ بائیں جانب مڑتے تھے۔ اور پھر جلد ہی وہ اس چھوٹی سی عمارت تک جا پہنچ جس کا تذکرہ عمران نے کچھ دیر پہلے کیا تھا۔ وہ اس طرح گھنٹے درختوں کے درمیان چھپی ہوئی تھی کہ کچھ راستے پر سے نہیں دیکھی جاسکتی تھی۔ اُس کی دیواریں بھی زیادہ اوپنجی نہیں تھیں!۔

”آخر....! یہاں عمارت کا کیا مقصد....!“ صدر بڑا یا۔

پھر اس نے سوچا کہ خود اُسے بھی وہاں سے چل دینا چاہئے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کی گاڑی عمران لے گیا تھا۔ آٹھ بجے تک وہ جھنچلاہٹ کا شکار رہا۔ پھر کچھ کر گزرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ عمران دکھائی دیا لیکن وہ تھا تھا۔

”ناشہتہ میرے ساتھ کرنا....!“ وہ قریب اکر آہستہ سے بولا تھا۔

”مشکر یہ....!“ صدر کا ہجھے بے حد خشک تھا۔

”چلو چھوڑو.... ذیثی سے خفا نہیں ہوا کرتے!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی کی طرف کھینچ لے گیا تھا۔

اب وہ کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑے جا رہے تھے اس بار خود عمران ڈرائیور کر رہا تھا۔

”پچھلی سیٹ پر رکھی ہوئی باسکٹ میں ناشتے کا سامان موجود ہے!“ اُس نے صدر سے کہا۔

صدر نے باسکٹ اٹھائی اور خاموشی سے کھاتا رہا۔ پھر تھر موس سے کافی انٹی میلی اور ایک سکریٹ سلکا کر چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔

لیکن اس نے عمران سے یہ نہ پوچھا کہ اب وہ کہاں جا رہے ہیں!۔

”دونوں عورتیں تمہیں بے تھا شہزاد کر رہی تھیں!“ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”جہنم میں جائیں....!“

”تمہیں ساتھ لئے بغیر ہر گز نہ جائیں گی کیونکہ تم نے بڑے سعادت مندانہ انداز میں خود کو بھیتیت محبوب پیش کیا تھا!۔

”لیکن میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں مجھ سے کوئی حماقت سرزد نہیں ہوئی تھی کیونکہ میری وہی حرکت آپ کی کامیابی کا باعث بنی!۔“

”ای لئے تو میں حماقتوں کا پر چار کرتا ہوں کیونکہ عموماً یہی کار آمد ہوتی ہیں۔ آج کی حماقت کل کا فلفہ کھلاتی ہیں!۔“

”لیکن میری کل کی حماقت آج مجھے خود کو اُلو سمجھنے پر مجبور کر رہی ہے!۔“

”کیوں تمہیں اس سے کیا نقصان پہنچا ہے!۔“

”جو کچھ کھایا ہے خدار اُسے ہضم ہو جانے دیجئے!“ صدر رُزج ہو کر بولا۔

عمران نے لاپرواں سے شانوں کو جنبش دی۔ کار سرٹک سے کچھ راستے پر اتار دی گئی تھی۔

”جب تک کہ مقصد نہ معلوم ہو... یہ ناممکن ہے!“
”میں نے سنا ہے کہ وہ بہت خوب صورت آدمی ہے لیکن مجھے یقین نہیں آتا!“ عمران
ایں آنکھ دبا کر بولا۔ اس کے ہونٹوں پر شرات آمیز مسکراہت تھی!

”تم اس وقت کہاں ہو! آواز آئی!“

”میں تمہیں اپنا صحیح پختہ نہیں بتا سکتا!“

”پھر ہمارے چیف کو کیسے دیکھ سکو گے!“ آواز آئی۔

”تم ہی کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ میری جان بھی نہ جائے اور تمہارے چیف کو بھی دیکھ لوں!“

”اچھی بات ہے....!“ آواز آئی۔ ”ٹھیک گیارہ بجے دوبارہ گفتگو ہو گی۔ میں چیف سے مزید
گفتگو کرنے بغیر کوئی صحیح جواب نہیں دے سکتا!“

عمران نے پر معنی انداز میں سر کو جبش دی اور ٹرانس میٹر کا سوچ آٹ کر کے جیب میں ڈال لیا۔

”مجھے یقین ہے کہ ان کے ٹرانس میٹر ان کی صحیح راہنمائی کریں گے!“

”کیا مطلب....?“

”وہ اس درخت تک پہنچ جائیں گے جس پر میں نے دونوں ٹرانس میٹر کھے ہیں!“

”تو کوئے اڑتے پھر رہے ہیں۔ کبھی آپ کے اندازے غلط بھی ہوئے ہیں!“

”صرف ایک بار... ایک اندازہ غلط ثابت ہوا تھا۔ جسے آج تک بھگت رہا ہوں!“

”اوہو.... یقیناً لوچ پکھانی ہو گی!“

”دو جملوں کی کہانی ہے!“

”اتمنی مختصر....?“

”ہاں سنو.... میرا خیال تھا کہ پیدا نہ ہو سکوں گا.... لیکن ہو گیا!“

”میں اس پر قوچہ لگاؤں یا سر پیڈوں....!“

”میں اب تمہارا سر پیٹا شروع کر دوں گا.... جو تجربہ میں نے کیا ہے اُس کے نتیجے کے لئے
ناک پر ہاتھ... اور ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ ہمیں کچھ راستے کے
قریب ہی رہنا چاہئے!“

صادر پھر خاموشی سے اُسکے ساتھ چلنے لگا اور وہ کچھ راستے کے قریب والی جگہاں میں آچھے۔

جس جگہ وہ رکے تھے اس طرف کی دیوار میں کوئی کھڑکی یاد روازہ نہیں تھا۔

عمران دیہی زمین پر بیٹھ کر سوت کیس کھولنے لگا۔ سوت کیس سے ایک دوسرا بکس برآمد
ہوا... دراصل یہ وزن اسی بکس کا تھا۔ اس بکس کے کھلنے پر صدر کو اس میں وہی دونوں ٹرانس
میٹر نظر آئے جنہیں عمران نے بچپلی رات و فن کر دیا تھا۔

عمران نے انہیں بکس سے کھال کر کوت کی جیبوں میں ڈالا اور اپنے جو تے اتار دیئے۔

اور پھر صدر نے دیکھا کہ وہ قریب ہی کے ایک درخت پر چڑھ رہا ہے۔

کچھ دیر بعد وہ اتر اور سون کیس اٹھاتا ہوا صدر سے بولا۔ ”آواز دیہی وہیں چلیں جہاں
گاڑی کھڑی کی تھی!“

”یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں!“

”ابھی تو کچھ بھی نہیں... نتیجہ برآمد ہونے کے بعد ہی بتا سکوں گا!“

”عورتیں کہاں ہیں....؟“ صدر اس کے پیچے جھپٹتا ہوا بولا۔ عمران کی رفتار خاصی تیز
تھی۔ صدر پیچھے رہ گیا تھا۔

”عورتیں کہاں نہیں ہیں...!“ جواب ملا۔

صدر بھنا کر رہ گیا۔ بڑی تیز قدری سے وہ اس جگہ پہنچے تھے جہاں گاڑی کھڑی کی تھی۔

”آن ٹرانس میٹروں کا سسٹم عجیب ہے لیکن میں ان سے اپنا ایک ایسا آپریٹر ایجاد کر آیا ہوں
کہ اپنے ٹرانس میٹر پر بھی کال رسیو کر سکوں گا!“ عمران جبکی ٹرانس میٹر نکالتا ہوا بولا اور
اس کا سوچ آن کر دیا۔

وہ بار بار کھڑی بھی دیکھ لے جا رہا تھا۔ ٹھیک دس بجے ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ ”ہیلو...
ہیلو... ان نون... ہیلو... ان نون... ان نون... ہیلو... دس بجے ہیں!“

”ہیلو... اسٹ از ان نون...!“ عمران بولا۔

”تم کون ہو....!“ آواز آئی۔

”اگر یہ بتانا ہو تو بچپلی رات اسی تباہی تھی!“ عمران بولا۔ ”دونوں عورتیں حفاظت اور بخیریت ہیں!“

”تم کیا چاہئے ہو....!“

”بچپلی رات بھی میں سنے تمہارے چیف سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی!“

دفعتاً صدر نے محسوس کیا کہ جیسے عمران کچھ سنتے کی کوشش کر رہا ہو۔

اور پھر ذرا ہی سی ذریں وہ آواز اسے بھی سنائی دے گئی۔ آواز بلاشبہ کسی ہیلی کو پڑکی تھی۔ اب عمران صدر کا ہاتھ پکڑے ایک طرف گھیٹے جا رہا تھا۔ اپنی گاڑی سے کافی دور تک جانے کے بعد عمران رک کر مڑا۔

”اوه دیکھو....!“ اس نے صدر کے ہاتھ کو جھنکا دے کر کہا۔ ”ہیلی کو پڑ اسی درخت کے اوپر چکر لگا رہا ہے.... بیٹھ جاؤ... بیٹھ جاؤ!“

صدر کا بھی ہندزادہ تھا کہ وہ اس عمارت کے اوپر ہی منڈل رہا ہے۔

”اس ہیلی کا پڑ میں یقینی طور پر کوئی ایسا آپریٹس موجود ہے جس نے یہاں ان ٹرانس میٹروں کی نشاندہی کی ہے!“ عمران پھر بولا۔

”لیکن! یہ تو حکمہ زراعت کا ہیلی کا پڑ معلوم ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ کھیتوں پر جرا شیم کش دوا چھڑ کی جاتی ہے!“ صدر اسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔

”کئی ملک ہمیں زراعتی ترقی میں مدد دے رہے ہیں اور کئی ملکوں کے ایسے ہیلی کا پڑ حکمہ زراعت کے پاس موجود ہیں نہ صرف ہیلی کا پڑ بلکہ غیر ملکی ماہرین زراعت بھی!“

دفعتاً اس جگہ سے گہرے دھوکیں کا بادل فضائیں بلند ہوتا نظر آیا جہاں وہ چھوٹی سی عمارت تھی اور ہیلی کا پڑ مغرب کی طرف اڑتا چلا گیا۔

”یہ دھوائیں.... لیکن کیا کوئی دھماکہ ہوا تھا!“ صدر بوكھلانے ہوئے انداز میں بولا۔

”نہیں.... کوئی دھماکہ نہیں ہوا.... لیکن دھماکے کے بغیر یہ ناممکن ہے!“

”تو پھر کیا ہوا....؟“

”پتہ نہیں... مجھے خود حیرت ہے۔ دھماکے کے بغیر فوری طور پر اس قسم کا دھواں ناممکن ہے!“ اچانک ہیلی کا پڑ کی آواز کارخ بدلتا ہوا سامحسوس ہوا۔

”کیا وہ پھر واپس آ رہا ہے!“ صدر چونک کر بولا۔

”اگر ٹرانس میٹر محفوظ ہیں تو یہ ممکن ہے.... انھوں.... اور پھر بھاگو... میرا خیال ہے کہ اب وہ بڑے بڑے چکر لے رہا ہے!“

عمران کا خیال غلط نہیں تکا تھا۔ ذرا ہی دیر بعد انہوں نے دوسرا جگہ سے دھواں اٹھتے دیکھا۔

اس بارہ دھماکہ بھی ہوا تھا اور انہوں نے دوڑھائی فرلانگ کے فاصلے سے آنچ بھی محسوس کی تھی۔

”ہزاری ختم!“ عمران بڑا بڑا۔ ”یہ یعنی کچھ کے دھماکہ تھا اور اب یہ نامعقول یہاں نہیں ٹھہرے گا!“

یہ اندازہ بھی غلط نہ تکا.... ہیلی کا پڑ کی آواز بتندر تک دور ہو جاتی جاتی تھی۔

پھر کچھ دیر بعد فضا پہلے ہی کی طرح پر سکون ہو گئی۔ البتہ دھواں چاروں طرف پھیل رہا تھا۔

”اب کیا خیال ہے....!“ صدر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”سوچ رہا ہوں کہ اس گاڑی کے بدے تمہیں کون سی گاڑی دلوائی جائے!“

”فی الحال کہیں سے دو موڑ فراہم کیجئے.... تاکہ ہمیں پیدل نہ چلتا پڑے!“

”اب بھی کام ختم نہیں ہوا!“

صدر کچھ نہ بولا۔ عمران کہتا رہا۔ ”زریعی ترقی کا ایک مرکز یہاں کہیں قریب ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی اس دھوکیں کی طرف متوجہ ہو کر ادھر آنکلے.... لہذا تمہارے لئے ایک تجویز ہے اس پر عمل کر کے تم پیدل چلنے سے بچ جاؤ گے!“



زریعی ترقی کے مرکز سے دھوکیں کے بادل صاف دکھائی دے رہے تھے۔ لوگوں کو اس سے متعلق تشویش تھی۔

استنسی میں انہیں وہ ہیلی کا پڑ دکھائی دیا جو کچھ دیر پہلے کھیتوں پر دوائیں چھڑ کنے کے لئے جلیا گیا تھا۔

ہیلی کو پڑ نے لیئڑ کیا اور اس پر سے دو سفید فام غیر ملکی اترے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے جہازیوں کے درمیان سے ایسا دھواں اٹھتے دیکھا ہے جیسے کوئی عمارت جل رہی ہو!

ان لوگوں نے آس پاس کسی عمارت کی موجودگی سے لا علی ظاہر کی۔ پھر ایک آدمی بولا۔

”کچھ بھی ہو.... ہمیں دھوکیں کی وجہ معلوم کرنی چاہئے!“

”یقیناً.... یقیناً....!“ غیر ملکی بولا۔ ”لیکن درختوں کے جھنڈ سے نیچے نہیں دیکھا جاسکتا۔ لینڈ کرنے کی کوئی جگہ نہیں.... ہم نے لمبا چکر لگا کر دیکھا تھا!“

”کوشش تو کرنی ہی چاہئے!“

وہاں دو ہیلی کو پڑ اور بھی موجود تھے۔

”عمارت میں کوئی دھاکہ نہیں ہوا تھا... لیکن کہیں قریب ہی ہوا تھا وہ وہ ادھر کیا دھووال
ہے... میرے خدا کیا میری گاڑی بھی تباہ ہو گئی!“
”میا گاڑی کہیں اور تھی؟...؟“

”ہاں عمارت تک نہیں لائی جاسکتی تھی۔ اُسے دور جھاڑیوں میں پار ک کیا تھا!“
ہیلی کو پڑ دوسرا طرف بڑھا... اور بد حواس آدمی نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا۔ بلاشبہ
میری کار بھی تباہ ہو گئی۔ دھاکہ اُس کی نینکی پھٹنے سے ہوا ہو گا۔ یہ سب کیا ہے یہ سب کیا ہے
تباہ مجھے تباہ!“

وہ چیختے چیختے مذہل ہو کر گر گیا۔ ایسا معلوم ہو تا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو!

اسی حالت میں اسے لے کر وہ مرکز کی عمارت میں پہنچ۔ اُسے ایک آرام دہ بسٹر پر لٹا دیا گیا
دونوں غیر ملکی بھی وہاں موجود تھے۔ پائلٹ انہیں بیہوش آدمی کے متعلق بتانے لگا۔
”کسی تجربہ گاہ تھی؟...؟“ ایک نے پوچھا۔

”یہ بتانے سے پہلے ہی وہ بیہوش ہو گیا تھا!“

”اُسے ہوش میں لاؤ... پولیس کے حوالے کریں گے۔ اس نے غیر قانونی طور پر آتش گیر
مادوں کا ذخیرہ کر رکھا ہو گا!“ غیر ملکی بولا۔

وہ اُسے ہوش میں لانے کی کوش کرنے لگا۔

پچھے دیر بعد اس نے آئکھیں کھولیں اور بوکھلانے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔
”تم کون ہو؟...؟“ غیر ملکی نے آگے بڑھ کر تحکمانہ لبجھ میں سوال کیا۔

”مم... میں.... صدر سعید ہوں۔ ذاکر صدر سعید... تباہ ہو گیا۔ ساری محنت ضائع
ہو گئی۔ اب مجھے دنیا کی کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہی۔ سب کچھ جنم میں جائے!“

اسنے میں ایک لڑکی شور مچاتی کر کے میں داخل ہوئی۔ یہ بھی غیر ملکی ہی تھی۔ یہاں بھی
دیکھ کر یکخت خاموش ہو گئی اور مستفسرانہ نظروں سے ایک ایک کی طرف دیکھنے لگی۔

دونوں غیر ملکیوں نے ہاتھ ہلا کر اُسے واپس جانے کا اشارہ کیا تھا لیکن وہ کھڑی رہی۔
”تم کیسی تباہی کا ذکر کر رہے تھے؟“ غیر ملکی نے صدر سے پوچھا۔

”میری تجربہ گاہ تباہ ہو گئی.... میری گاڑی تباہ ہو گئی۔ میں نہیں جانتا یہ سب کیوں نکر ہوا!“

آخر یہ طے پیا کہ تینوں ہیلی کو پڑ ایک ساتھ اڑیں اور دھوئیں کے آس پاس لینڈ کرنے کی
جلہ تلاش کریں۔ دونوں غیر ملکی اس پر متفق نہ ہو سکے۔

”تم اب نہیں جائیں گے!“ نہیں سے ایک بولا۔ ”تم میں سے جو بھی جانا چاہے جاسکتا ہے“
مقامی آدمیوں میں صرف ایک پائلٹ تھا اس لئے صرف ایک ہی ہیلی کو پڑ استعمال کیا جاسکا۔
اس پر دو آدمی اور بیٹھے تھے اس نے دھوئیں کے گرد ایک چکر لگایا۔ دوسرے چکر میں پرلاز
کا دارہ کچھ اور وسیع کرتے ہوئے پائلٹ نے کہا۔

”مجھے چیخ کوئی آدمی دکھائی دیا تھا؟“

”کدھر...؟“ دوسرے نے چیخ کر پوچھا۔

”ٹھہر وہ!“ پائلٹ نے کہا اور پھر چکر لگاتے ہوئے ایک جگہ ہیلی کا پڑ کو فضاہی میں روک دیا۔

”وہ دیکھو... باہمیں جانب... کوئی آدمی ہاتھ ہلا رہا ہے!“

”لیکن اور جھاڑیوں میں لینڈ کرنے کی جگہ نہیں ہے!“

”کچھ... اور آگے بڑھا کر سیر ہی پیچکو...؟“

”ہاں.... یہ نہیں ہے!“

انہیں کے شور کی وجہ سے چیخ چیخ کر گفتگو کر رہے تھے۔

ہیلی کو پڑ کو باہمیں جانب کچھ اور بڑھا کر رسیوں کی سیر ہی چیخ چیخ کی گئی اور وہ آدمی اپر
چڑھنے لگا۔ بالآخر انہوں نے اُسے ہیلی کو پڑ میں کھینچ لیا۔

”مم... میں.... تباہ ہو گیا.... بر باد ہو گیا!“ وہ ہاپتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”میری تجربہ گاہ جل
گئی.... راکھ کا ذہر ہو گئی.... میں کیا کروں!“

”کوئی اور بھی ہے....؟“ ایک آدمی نے پوچھا۔

”نہیں میں تباہ تھا.... لیکن آگ کیسے لگی میں نہیں جانتا۔ تباہ میں کیا کروں۔ میری تین
سال کی محنت بر باد ہو گئی!“

”کیا اب ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں؟“

”کچھ نہیں... اب کیا مدد کرو گے۔ اب تو ایسا لگتا ہے جیسے... وہ بارود کی دیواریں رہیں ہوں!“

”ہم نے دھاکہ بھی سناتا ہے!“

”کس قسم کی تجربہ گاہ تھی!“

”میں چوہوں کی ایک نسل پر تجربہ کر رہا تھا!“

”کس قسم کا تجربہ تھا....؟“

”میں اس وقت تفصیل سے گفتگو نہیں کر سکتا! میری ذہنی حالت صحیح نہیں ہے۔!“

”تمہاری تجربہ گاہ میں آتش گیر ماڈہ تھا....؟“

”یہ جھوٹ ہے.... اگر کوئی ثابت کر دے تو چنانکی پر چڑھ جانے کو تیار ہوں۔!“ صدر

چیخ کر کہا اور جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

”تمہیں پویں اشیش چنان پڑے گا۔!“

”میں کیا کوئی چور ہوں.... چلو جہاں چلتے ہو....!“ وہ بستر سے اتر آیا۔

دونوں غیر ملکیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اُس لڑکی کی طرف متوجہ ہو

جواب بھی دروازے میں کھڑی تھی۔

انہوں نے اس کو کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔ دفعتاً وہ آگے بڑھ کر بولی۔!

”کیا قصہ ہے....؟“

”غیر قانونی طور پر ذخیرہ کئے ہوئے آتش گیر ماڈے میں آگ لگ گئی۔!“ ایک سفید فام بوا

”یہ جھوٹ ہے....!“ صدر پھر حلق پھاڑ کر چینا۔

”مجھے پوری بات بتاؤ....!“ لڑکی دونوں کوباری باری سے دیکھ کر بولی۔

”کیا تم لوگ میر امماشہ بناؤ گے۔!“ صدر غرایا۔ ”تمہیں مجھ سے ہمدردی ہونی چاہئے۔!“

”تم مجھے بتاؤ کیا بات ہے....؟“ لڑکی آگے بڑھ کر نرم لبج میں بولی۔

”میرا سب کچھ بتاہ ہو گیا۔!“

”مجھے افسوس ہے.... چلو تم میرے ساتھ چلو.... یہ سب جنگلی ہیں انہیں کھتی باڑی

ملادہ دنیا کی اور کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔!“

”رینا....!“ ایک غیر ملکی نے غصیلے لبج میں لڑکی کو مخاطب کیا۔

”تم چپ رہو.... میں نے بھی دھواں دیکھا تھا۔!“ لڑکی نے سرد لبج میں کہا اور صد

ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ ”چلو....!“

کلائی پر اس کی گرفت مضبوط تھی اور وہ اُسے کھینچ لئے جا رہی تھی۔

اس عمارت سے تھوڑے فاصلے پر ایک عمارت اور تھی۔ وہ اُسے اس عمارت میں لائی۔....

اور ایک کرہ میں بٹھا کر خود باہر چلی گئی۔ صدر پر تجسس نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ عمران کی بدایت کے مطابق اس نے یہ سب کچھ کیا تھا اور اب نتیجے کا منتظر تھا۔

لڑکی کچھ دیر بعد اپس آگئی اس کے ہاتھوں پر ایک کشش تھی جس میں چائے کے لوازمات نظر آرہے تھے۔

”ڈاکٹر سعید پلینز.... اپنی مدد آپ کرو....!“ وہ مسکرا کر بولی۔ ”میں نہیں جانتی کہ تم کس قسم کی چائے پیتے ہو۔!“

”میں چائے پیوں گا.... اس وقت....؟ نہیں ہرگز نہیں.... اتنا بڑا.... نقصان ہو جانے کے بعد میں شاید ہی اپنے معدے کی طرف توجہ دے سکوں۔!“

”اگر میں اس بات پر ہنس دوں تو تم برا تو نہ مانو گے۔!“

”تم ہنسو گی....؟ یعنی کہ میرے نقصان پر ہنسو گی۔!“

”جب تک کہ نقصان کی نویعت نہ معلوم ہو جائے میں اس پر افسوس بھی تو نہیں ظاہر کر سکتی۔!“

”میں اس سلسلے میں تجربات کر رہا تھا کہ غلے کو چوہوں سے کس طرح بچالیا جاسکتا ہے۔!“

”ہونہے! یہ نویعت تھی تھہارے تجربات کی....!“ لڑکی خاترات سے بولی۔

”کیوں!“ صدر چوک کر بولا۔ ”تمہاری نظروں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں! میرا یہ کارنامہ

ماری دنیا کیلئے خوش حالی لاتا۔ جانتی ہو یہ چوہے دنیا کا ہزاروں نن غلہ ہر سال کھا جاتے ہیں۔!“

”اُرے اس کا نہایت آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی چوہے کھانا شروع کر دے۔ غلہ محفوظ

ہو جائے گا۔ سستے داموں فروخت ہو گا۔ لوگ چوہے پالنا شروع کر دیں گے۔ اس طرح یہ زور

گدی کا مسئلہ بھی کسی حد تک حل ہو جائے گا۔!“

”تم کھا سکتی ہو چوہے....؟“ صدر نے جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

”یقیناً.... ذرا سلیقے سے تلے جانے چاہئیں۔!“

”لندی باتیں نہ کرو!“ صدر نے اسامنہ بنا کر بولا۔ ”تم اتنی خوبصورت لڑکی چوہے کھاؤ گی۔!“

”ڈاکٹر چائے پیو....!“ سخنداں ہو جائے گی۔!

”لیکن تم مجھے حل کر بھی نہ کھا سکو گی۔!“
”بہت سیلے سے تکوں گی۔!“

”بن تلتی ہی رہ جاؤ گی۔!“ صدر نے پھر جھنگلا کہ اور انتہا ہوا بولا۔ ”میرا وقت ضائع نہ کرو۔!
”باہر نکلے اور پولیس کے حوالے کئے گئے اسی وقت تک محفوظ ہو جب تک میرے مہمان رہو گے۔!
وہ ہم سے بیٹھ گیا۔... اور اُسے کھا جانے والی نظرؤں سے دیکھتا رہا۔



جیسن نے ”فسانہ عجائب“ ختم کر لی تھی اور اب ظفر الملک کو بور کر رہا تھا۔ پل بھر کے لئے
اموش ہوا اور پھر بولا۔ ”آپ کی سیکریٹری کا کیا نام ہے جناب والا۔!“

”لو سیل دے سوندے۔....!“
”لو سیل کا مخفف کیا ہو گا۔!“
”مخفف کیا۔....?“

”شارٹ فارم۔... آپ اردو پڑھئے جناب۔....!“

”تو مجھ سے انگریزی میں ہی گفتگو کیا کر۔... میری سات پتوں پر احسان ہو گا۔!
”ہو گا۔... مجھے کیا۔... اب میں تو تبدیل الصور پڑھنے جا رہا ہوں۔!“

”یہیں۔....!“

”لیں یوز بائی نس۔....!“

”کیا تجھے ان حالات پر حیرت نہیں۔....!“

”مکاں کی ادب پڑھئے۔... آپ بھی ذرا اسی بالتوں پر حیران ہونا چوڑ دیں گے۔!“

”کیا مطلب۔....?“

”ہر بائی نس پر نس جانعالم اپنی روح کو دوسراے جسموں میں منتقل کر سکتا تھا۔ ہم تو صرف
ہر کسے اس عمارت میں منتقل ہوئے ہیں۔!“

”تیر ادمان خراب ہو جائے گا۔!“

”اگر کلاں کی ادب سے مل بھیڑنے ہو جاتی تو یہاں تجھ میرا دماغ خراب ہو جاتا۔... میں تو
اب غزلیں بھی کہوں گا۔ سننے ایک شعر ہوا ہے۔

”اب تو ایک گھونٹ بھی نہ لے سکوں گا۔ تم نے طبیعت بد مرہ کر دی۔!“

”در اصل مجھے زراعت اور انتاج کے موضوع سے فترت ہو گئی ہے۔ میرے دونوں بھائی
ماہرین زراعت ہیں اور میں یہاں ان کے ساتھ جھک مار رہی ہوں۔!“

”اچھا۔... وہ دونوں شریف آدمی جو مجھے پولیس کے حوالے کر دینے کی دھمکی دے رہے تھے۔“

”ہاں وہی۔....!“

”لیکن انہیں شاکنداں کا علم نہیں کہ میں اس سلسلے میں حکومت سے بھی مدد لے رہا تھا
میری تجربہ گاہ میں کوئی غیر قانونی کام بھی نہیں ہوا۔!“

”میں اس مسئلے پر تم سے بحث نہیں کروں گی۔... تم چائے پیو۔....!“

”اچھی بات ہے۔....!“ صدر نے سکیوں کے سے انداز میں کہا اور چائے انڈیلے لگا۔
لڑکی اُسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

”تمہارے ساتھ کتنے آدمی کام کر رہے تھے۔....؟“ لڑکی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”میرے دو اسٹنٹ تھے۔... لیکن اس حادثے کے وقت موجود نہیں تھے۔!“

”وہ اس وقت کہاں ہوں گے۔....؟“

”اپنے گھروں پر۔... یا شاید کہیں اور۔... آج در اصل میں نے انہیں چھٹی دے دی تھی۔“

”کیوں۔....؟“

”آرام کرنا چاہتا تھا۔!“

”ویسے تم کہاں رہتے ہو۔....!“

”میں زیادہ تر تجربہ گاہ میں ہی رہتا تھا۔....!“

”پختہ نہیں کیوں مجھے ایسا محosoں ہو رہا ہے جیسے کسی جوہے سے گفتگو کر رہی ہوں۔!“

”اوہ تو کیا تم میرا نمائاق اڑاؤ گی۔!“

”سارے مرد چوہے ہوتے ہیں۔... چھپ چھپ کر کھانے والے اور ذرا اسی آہٹ پر بھاگ
کھڑے ہونے والے۔!“

”اور ساری عورتیں بندریاں ہوتی ہیں۔ بات بات پر منہ چڑھانے والی۔!“ صدر بھنا کر بولا

”چڑھے چوہے مجھے پسند ہیں۔!“

آدھے گھنے بعدہ گرانٹ ہول کے ڈائینگ ہال میں نظر آئے۔
”آپ کو ایک مصور ہی کارول ادا کرنا ہے!“ لو سیل نے آہتہ سے کھا اور ظفر جہت سے
انے دیکھنے لگا!

”یقین کیجئے کہ یہ سب کچھ آپ کے فائدے ہی کے لئے ہے!“
”اچھی بات ہے.... تم مجھے پیچھے نہیں دیکھو گی!“

”میں بھی چاہتی ہوں.... آپ اس کی پروانہ کیجئے کہ آپ حقیقتاً مصور نہیں ہیں!“
”تمہیں یہ سن کر خوش ہو گی کہ میں ہوڑا بہت پیش کر سکتا ہوں!“

”تب تو مزہ ہی آجائے گا!“
”مجھے پوری بات بھی تو بتاؤ!“

”ابھی میں آپ کو ایک ایسے آدمی سے ملاوں گی جو آرٹسٹوں کا قدر داں ہے!“
”لیکن مجھے کیا کرنا ہو گا!“
”مشکل آسان ہو گئی!“

”تم معمول میں بات کر رہی ہو.... صاف صاف کہو...!“

”آپ اگر پیش کر سکتے ہیں تو اس سے کھل کر گفتگو ہو سکے گی۔ وہ دراصل ایک قطبی غیر معروف آرٹسٹ کی تصادیر کی نمائش کر کے اسے دنیا کے بہترین مصوروں کی صفت میں جگہ دلانا چاہتا ہے!“
”اس کی وجہ....!“

”وہی بہتر بتا سکے گا!“

”میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری ایک تصویر بناوں!“
”میں اتنی اچھی تو نہیں ہوں!“

”مجھے فرانسیسی عورتیں بہت پسند ہیں۔ اونہ سچ عورتیں ہوتی ہیں۔ بڑے نازک احساسات رکھتی ہیں۔ عورت پن برقرار رکھنے کو آرٹ کا درجہ دیتی ہیں!“

”آپ بہت کچھ جانتے ہیں فرانسیسی عورتوں کے بارے میں!“
”میں نے اپنی زندگی کے دو سال پیوس میں گذارے ہیں!“
”وہاں کے مصوروں سے بھی رابطہ رہا ہو گا!“

240
اُف یہ تیرا تیر نظر رخی جگر جاؤں کدھر
ہے آج سنڈے جان من چھٹی پہ بیس سب ڈاکٹر

”بکواس بند...!“ ظفر گونہ تان کر کھڑا ہو گیا۔
اتنے میں سیکریٹری آگئی.... اور ظفر پیٹھ گیا۔

”کیا آپ مشغول ہیں....؟“ اس نے ظفر سے پوچھا۔
”نہیں کہو.... کیا بات ہے....!“

”کیا آپ کہیں باہر نہ چلیں گے۔ شام بڑی خوش گوار ہے!“
”یقیناً....!“ جیسن بولا۔ ”آپ کو ضرور جانا چاہئے یور بائی نس....!“

”تم خاموش رہو...!“

”تمہاری چاہتا ہوں جتاب عالی....! مجھے اپنی غزل مکمل کرنی ہے!“

”میں تمہیں....!“ ظفر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔
بہر حال جیسن اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔

ظفر باہر نکلا تو ایک بڑی شاندار گاڑی برآمدے کے سامنے کھڑی نظر آئی۔

”آپ خود ڈرائیور کریں گے۔ یا ذرا یور طلب کیا جائے!“ لو سیل نے پوچھا۔

”پہلے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ پولیس میری تلاش میں ہو گی۔ میں تمہیں اس کے متعلق بتاچکا ہوں!“

”یہ کون سی بڑی بات ہے.... اندر چلنے.... اس کا بھی انظام ہو جائے گا!“

”کیا انظام ہو جائے گا!“

”میک آپ....!“

”مجھے میک آپ کرنا نہیں آتا!“

”مجھے تو آتا ہے.... اگر کوئی آپ کو پہچان سکے تو جو سزا میرے لئے جھویز کریں گے مجھے منتظر ہو گی!“

ظفر ہوڑے سوچ بچار کے بعد اُس پر تیار ہو گیا تھا۔ پھر جب وہ دوبارہ کار کے قریب آیا تو اس کے چہرے پر بڑی خوبصورت ڈالا ہی تھی کوئی فرانسیسی مصور معلوم ہوا تھا۔

”آپ کو حیرت نہ ہونی چاہئے موسیو...!“ ظفر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”آپ نے میری باتیں سمجھنے کی کوشش کی میں آپ کا منون ہوں... لوگ نہ میری باتیں سمجھتے ہیں اور نہ مجھے بیکاری سے نجات ملتی ہے۔!“

”آپ میرے لئے پینٹ سمجھے... جتنا زیادہ کر سکیں... میں آپ کو اونچے طبقوں میں تعارف کراؤں گا۔ آپ کی تصاویر کی نمائش ہو گی۔!“

”میرا خیال ہے کہ پہلے آپ میری کوئی پینٹنگ دیکھ لیں۔!“
”یہ تجویز بھی معقول ہے۔!“

”کل شام تک میں کچھ نہ کچھ ضرور پیش کر دوں گا۔ آپ سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!“
”میں کل دوپہر کو تمہیں مطلع کر دوں گا۔!“ کر سٹوپاؤ لس نے لو سیل سے کہا۔

”بہت اچھا موسیو...!“

اس کے بعد پھر وہ کھاتے پیتے رہے تھے اور اوہر اور ہر کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔
ظفر اب کھل کر گنتگو کر رہا تھا... اور انداز گنگو میں پیرس کی انٹلکچر میں قسم کے آرٹسٹوں کی نقلی جاری تھی۔



صدر سوچ رہا تھا کہ اب اس رینا سے کس طرح پیچا چھڑائے۔ مسلسل اُسے چڑھائے جا رہی تھی اور اس کے دونوں بھائیوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ آخر صدر نے جھنگلا کر کہا۔ ”جب تم یہاں اتنی بوریت محسوس کر رہی ہو تو آئی کیوں تھیں۔!“

”یہاں بالکل تمہارہ جاتی۔!“

”تو اس سے کیا ہوتا ہے۔!“

”اپنے لئے خود کچھ کمانے کی عادت نہیں ہے۔ اس معاملے میں تمہارے ملک کی عورتوں سے متفق ہوں... مرد کمانے کے لئے اور عورت گھر سنجالنے کے لئے۔!“

”لیکن اب ہمارے ملک میں مرد اس کے قابل نہیں۔... عورت کمانے کے لئے اور مرد گھر سنجالنے کے لئے۔!“

”لیکن مجھے ایسے مرد پسند نہیں جو خواہ خواہ چوہوں کے پیچھے پڑ جائیں۔ آخر وہ بھی تو زندگی

”کیوں نہیں۔!“
”تب توا دقیقی آپ بے حد کار آمد ثابت ہوں گے! اوہ وہ صاحب آگے۔!“ ظفر نے اس سمت نظر اٹھائی جدھر لو سیل دیکھ رہی تھی۔

آنے والا سفید قام ہی تھا۔ اُس نے تاریک شیشوں کی عینک لگا کر کھی تھی۔ قریب آکر اس نے لو سیل کی مزاج پر سی کی اور ظفر کی طرف دیکھا۔

”آپ موسیو ظفر ہیں۔!“ لو سیل نے کہا۔ ”بہت اچھے آرٹسٹ میں اور آپ موسیو کر سٹوپاؤ لس۔!“
”آپ سے مل کر خوش ہوئی جتاب۔!“ ظفر نے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔
”میں بھی بھی کہوں گا....!“ اُس کے پتے پتے ہونوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔
پتہ نہیں کیوں ظفر نے اپنی ریڑھ کی بڑی میں سننا ہٹ سی محسوس کی تھی۔ کیا چیز تھی مقابل کی شخصیت میں.... جس نے اسے کسی قدر سہا دیا تھا۔!

”موسیو ظفر کا موضوع کیا ہے۔!“
لو سیل کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”موسیو ظفر آپ کا موضوع کیا ہے۔!“

”دنیا کا کوئی موضوع ایسا نہیں ہے جسے میں اپنا نہ سمجھتا ہوں۔!“ ظفر نے مفکرانہ شان سے کہا
”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا جتاب۔!“ کر سٹوپاؤ لس نے بے حد ذرمت لجھے میں پوچھا۔
”میں ہر چیز کا پیانہ ہوں.... میں نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔!“

”موسیو ظفر اچھے خاصے فلسفی بھی ہیں۔ موسیو....!“ لو سیل نے مسکرا کر کہا
کر سٹوپاؤ لس کچھ نہ بولا۔ وہ دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

ظفر عجیب سی الجھن محسوس کر تارہ۔ اس شخص کا قرب اُسے انجانے انہیں کی طرف دھکیلے لئے جا رہا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے اُسکے جسم سے بر قی رویں نکل کر اُس کے وجود کو جھکنے سے دے رہی ہوں۔
”بہت خوب....!“ کر سٹو تھوڑی دیر بعد مسکرا کر بولا۔ ”میں تمہارے جلوں پر غور کرنے لگا تھا۔ کافی تعلیم یافتہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ فی الحال کیا مشغلف ہے....!“

”بیکاری....!“
”مجھے حیرت ہے۔!“

موچھوں میں اس وقت وہ سچے جانور ہی لگ رہا تھا۔
 سانس پھول رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یکسار رفتار سے دوڑتا ہوا یہاں تک پہنچا ہو۔!
 ”اوہ... ڈاکٹر!“ وہ صدر کو دیکھ کر رہا تھا ہوابولا۔ ”یہ کیا ہو گیا ڈاکٹر... یہ کیسے ہو گیا ڈاکٹر!“
 ”میں نہیں جانتا... کچھ نہیں جانتا... میری گاڑی بھی تباہ ہو گئی لیکن تم یہاں تک کیسے
 پہنچ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں!“
 دونوں کے درمیان انگریزی ہی میں گفتگو ہو رہی تھی۔
 ”میں اپنا پرس گاؤں کی حیثیت میں بھول گیا تھا۔ گھر پہنچ کر یاد آیا۔ پھر واپس آنا پڑا۔ لیکن ہائے!“
 ”میں پوچھ رہا ہوں تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں!“
 ”ہاں... ایک آدمی ایک درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ آپ کو ہیلی کو پڑ کے
 ذریعہ وہاں سے لے جایا گیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کہاں ہوں گے!“
 ”ایک آدمی درخت پر چڑھا ہوا تھا!“ صدر نے حیرت سے دہرایا۔ ”اوہر تو کبھی کوئی نہیں آتا!“
 ”یقینیں کیجئے ڈاکٹر... میں نے ایک آدمی کو تجربہ گاہ کے قریب والے درخت پر دیکھا تھا اور
 اس نے مجھے اطلاع دی تھی!“
 ”تب تو یقیناً تم لوگ کسی سازش کا شکار ہوئے ہو!“ غیر ملکی نرم لمحہ میں بولا۔ ”ہم تمہاری
 ہر طرح مدد کریں گے!“
 پھر اس نے دوسرے غیر ملکی کو آواز دی اور وہ عمارت ہی کے ایک دروازے سے برآمد ہو۔
 ”شامکہ ہم چور کو پکڑ سکیں!“ اس نے دوسرے سے کہا۔ ”یہ ڈاکٹر کا استثنہ ہے اور ایک
 نئی خبر لایا ہے!“
 وہ چاروں ہیلی کو پڑ کی طرف چل پڑے۔
 تھوڑی دیر بعد ایک بار پھر ہیلی کو پڑ جگل پر پرواز کر رہا تھا۔
 ”اس درخت کی نشان دہی کرنی ہے تمہیں!“ غیر ملکی نے عمران سے کہا۔
 ”ضرور کروں گا جناب!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”اگر یہ کوئی سازش ہے تو اپنی جان لڑادونگا!“
 وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ابھی تک دھواں انٹھ رہا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر دوسری
 جگہ بھی ہلکا ہلکا سادھواں اب بھی باقی تھا۔

کے مظہر ہیں اور زندہ رہنے کے لئے کھائیں گے ضرور...!“
 ”میرا خیال ہے کہ اب تم چوہوں کا تذکرہ ختم کر دو...!“
 ”کیا...؟“ وہ متحیر انداز میں کھڑی ہو گئی۔
 ”کیوں...؟ کیا ہو گیا تمہیں...!“
 ”حیرت کی بات ہے... چوہے ابھی تک تمہاری زندگی رہے ہیں اور تم ان کے ذکر سے
 اتنی جلدی اکتا گے... تم جھوٹ بولتے ہو... یقیناً تمہاری تجربہ گاہ میں کوئی خوف ناک تجربہ
 ہو رہا تھا۔ دھماکے کی آواز یہاں تک آئی تھی۔ تمہاری تجربہ گاہ یہاں سے کتنی دور تھی!“
 ”زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین میل کے فاصلے پر...! لیکن یقین کرو کہ عمارت میں آگ لگنے
 کے کافی دیر بعد دھماکہ ہوا تھا۔ میری گاڑی کی ٹنکی پھٹی تھی!“
 ”خیر اب تم پولیس ہی کے حوالے کئے جاؤ گے!“
 ”جہنم میں جاؤ تم سب... بلاو! پولیس کو...!“
 ”واقعی بے حد پڑچڑے ہو...!“ وہ ہنس پڑی۔ اتنے میں اس کا ایک بھائی وہاں آگیا۔
 چند لمحے صدر کو گھوڑا پھر بولا۔ ”تمہارا استثنہ باہر موجود ہے!“
 ”کون سا استثنہ...!“ صدر مضطربانہ انداز میں کھڑا ہوا تو ہوابولا۔
 ”گوریلے کی شکل والا...!“
 ”اوہ... اُسے بلاو... وہ تو چھٹی پر تھا... کیسے آگیا...!“
 ”تو وہ سچے تمہارا استثنہ ہے؟“
 ”ہاں وہ میرا استثنہ ہے... لیکن میں تمہیں آگاہ کر دوں کہ اس کے سامنے اس کی
 بد صورتی کے متعلق کچھ نہ کہنا... بے حد خطرناک ہو جاتا ہے!“
 ”تم باہر چلو...!“ اُس نے خنک لبھے میں کہا۔
 صدر اُس کے پیچے بڑھا۔ لڑکی نے مسکرا کر اُسے کچھ اس قسم کا اشارہ کیا تھا جیسے کہنا چاہتی ہو
 کہ تم مجھ سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ تھوڑی ہی دیر بعد پھر میرے چکل میں ہو گے!“
 صدر اُس کے ساتھ باہر نکلا۔ سامنے عمران ریڑی میڈ میک اپ میں نظر آیا۔ اُس کی
 حالت تباہ تھی۔ لباس بے ترتیب تھا اور بال پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے۔ پھولی ہوئی ناک اور گھنی

”لی تو... سر...!“ پہلی آواز آئی۔ ”ہم نے دونوں حاصل کرنے میں۔ ایک درخت پر رکھے ہوئے تھے۔“

پھر تجربہ گاہ کی تباہی کی داستان شروع ہو گئی۔ بات صدر سے عمران تک پہنچی ہی تھی کہ دوسری آواز آئی۔

”انہیں کسی نہ کسی طرح رات تک روکے رکھو... رات کے کھانے میں بے ہوشی کی دوادو اور لو سیل دے سوندے کے سپرد کر آؤ... اور اینڈ آل...!“

پھر کوئی آوازنہ آئی۔ عمران نے جلدی سے سوچ آف کر کے ٹرانس میٹر کوٹ کی اندر ورنی جب میں رکھ لیا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھ کر دروازے کی چھٹی بھی گراوی۔

صدر سے بغور دیکھے جا رہا تھا۔.... دفعتاً دونوں کی نظریں ملیں اور عمران با میں آنکھ دبا کر مسکرا لیا۔

”مکر لیا۔ تھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ساتھ ہی آواز آئی۔“

”کیا میں اندر آسکتی ہوں۔!“

صدر کے اندازے کے مطابق یہ اسی نامعقول لڑکی رینا کی آواز تھی۔

”ضرور آؤ...!“ صدر نے غصیلی آواز بنائی۔

وہ نہتی ہوئی اندر آئی اور عمران کو دیکھ کر ٹھنک گئی پھر بولی۔

”واقعی میرے بھائی نے بچ کھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ گوریلے ایسے ہی ہوتے ہوں گے۔!“

”بخار شاد فرمایا۔!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”کیا نام ہے تمہارا۔!“

”ڈیز گوریلے۔!“

”مجھے تو ریجھ اور گوریلے کا امتران معلوم ہوتا ہے۔!“

”شیخان بھی بجا سکتے ہوں اور شہد کے چھتے کے استعمال سے بھی بخوبی واقف ہوں۔!“

”یہ تم سے کہیں زیادہ خوش مزاج معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر!“ اس نے صدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”ڈاکٹر فرشتہ ہے۔!“ عمران بولا۔

”چو ہے تل لاؤ۔!“

”بڑی خوشی ہوئی یہ معلوم کر کے کہ اب بلیاں جو ہوں کو تل کر کھانے لگی ہیں۔!“

”وہ... وہ درخت... اس طرف...!“ عمران ہاتھ اٹھا کر چینا۔

ہیلی کا پتھر نے درختوں کے جھنڈ کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر ٹھیک اسی درخت کے اوپر معلق ہو گیا جس کی طرف عمران نے اشارہ کیا تھا۔

پھر سیڑھی لٹکائی گئی جس کا دوسرا سرادرخت کے گھنے پتوں کے درمیان غائب ہو گیا۔

اب غیر ملکی نیچے اتر رہا تھا۔ بالآخر وہ ایک مضبوط سی شاخ پکڑ کر درخت پر جا شہرا۔

عمران اور صدر خاموش بیٹھے رہے۔ ویسے صدر نے محسوس کیا کہ عمران اس آپریٹس کو بغور دیکھے جا رہا تھا جو پانٹ نے اپنی گود میں رکھ چھوڑا تھا۔ اس کی سرخ رنگ کی سوئی ڈائیل کے ایک نشان پر لرز رہی تھی۔ صدر بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ دفعتاً وہ زور زور سے ہلنے لگی۔

نیچے جانے والا غیر ملکی اب پھر اور اپر آ رہا تھا۔

جیسے ہی اس نے ہیلی کو پڑ پر قدم رکھا آپریٹس کی سوئی زیر و پر آ رکی۔!

اوپر آنے والے کا پھرہ خوشی کے مارے سرخ ہو رہا تھا اس نے پانٹ کے شانے پر ہاتھ مار کر کھل ”واپس چلو۔!“

اس کی دونوں جیسیں پھوپھوی نظر آ رہی تھیں۔.... عمران نے طویل سانس لی۔! ہیلی کو پڑ راب پھر مستقر کی طرف مڑ رہا تھا۔

”کیا معلوم کیا دستو...!“ عمران نے اُن دونوں سے پوچھا۔

”یقیناً درخت پر کوئی تھا۔ لیکن اب بھاں اس کی تلاش بیکار ہے۔ ہم ابھی واپس آ کر دوسرا طریقہ اختیار کریں گے۔!“

مستقر پر پہنچ کر وہ پھر اسی عمارت میں واپس لائے گئے اور غیر ملکی انہیں ایک کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ جاتے جاتے کہہ گئے تھے کہ وہ اطمینان سے میٹھیں۔ سازشیوں کا پتہ لگا کر انہیں ان کے انجام کو ضرور پہنچایا جائے گا۔

جیسے ہی وہ باہر نکلے عمران نے دروازہ بند کر کے چھٹی پڑھادی اور اپنا جبی ٹرانس میٹر نہالا کر اس کا سوچ آن کر دیا۔

دفعتاً اس میں سے آواز آنے لگی ”ہیلو۔! اے ون۔! ہیلو۔! اے ون۔! اے ون۔!“

”پھر دوسری آواز آئی۔“ اے ون۔! ہوز دیٹ۔!“

ننان دیانتہ کر کے جس سے ان تینوں لاشوں کے متعلق پوچھ گچھ کی جاسکتی۔
ڈی سوز اظاہر نیک نام آدمی ثابت ہوا تھا۔ اُس کے فرم کے ماکان نے اس کی موت پر سخت
انوس ظاہر کیا تھا اور حکومت سے اپنی کی تھی کہ اس کے قاتل کا بلداز جلد پتہ لگایا جائے۔
دوسرے مرد کی لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔

لیکن اس سے بھی کہیں زیادہ دردسر عمران کا مسئلہ تھا۔ اس نے اس طرح اس معاملے میں
تائیگ اڑائی تھی؟ فیاض زیادہ تر اسی اوہیزیر بن میں رہا تھا۔
اس کی دامت میں اس کیس کو دوبارہ اکھاڑنے میں عمران ہی کا ہاتھ تھا۔ اُسی نے ملکہ خارجہ
کے سیکریٹری سر سلطان کو اس پر آمادہ کیا ہو گا۔
لیکن کیوں؟ ملکہ خارجہ کو میثاث کی غیر قانونی تجارت سے کیا سروکار؟ اس کا سدباب تو
خود اُس کے یا آبکاری کے ملکے کا کام تھا۔
فیاض سوچتا رہا اور عمران پر تاؤ کھاتا رہا۔



رات کا کھانا اسی کرے کی ایک میز پر لگایا گیا جس میں صدر اور عمران مقیم تھے۔
رینا اس وقت نہیں آئی تھی۔ ایک دلیکی ملازم نے دو پیش میز پر رکھ دی تھیں اور وہاں سے
چلا گیا تھا۔ عمران نے اپنی اور صدر کی پلیٹ سے تھوڑی تھوڑی چیزیں لیں اور انہیں صوف کے
نیچے ٹھوٹ دیا۔

اس کے بعد وہ دونوں آنکھیں بند کر کے اپنی اپنی کرسیوں پر پڑ رہے۔ ان کی گرفتاری نہیں پشت
گا ہوں پر ذہلکی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں غیر ملکی دبے پاؤں کرے میں داخل ہوئے اور
آن کے قریب آ کر انہیں ہالیا جایا۔

”میں گاڑی لینے جا رہا ہوں!“ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ”تم برآمدے میں ٹھہر...“
برآمدے کی روشنی گل کر کے آنے جانے والوں پر نظر رکھنا!“

پھر صدر نے قد میوں کی چاپ سنی اور دم سادھے پڑا رہا۔ ان دونوں کی دامت میں یہ لوگ
گھری بے ہوشی کی حالت میں تھے۔

شام دو منٹ بعد صدر نے عمران کی سرگوشی سنی۔ ”چجھے ہوش ہون گئے کیا... اٹھو!“

”تم دونوں سخت نالائق معلوم ہوتے ہو! عمر توں سے باش کرنے کا سلیقہ نہیں ڈاکٹر نے مجھے
بندریا کہا تھا اور تم ملی کہہ رہے ہو!“
”ڈاکٹر نے غلط کہا تھا۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ بہر حال بیان مجھے پسند ہے۔ اب کچھ
کھلادو... ورنہ کفن دفن کا خرچ تمہیں برداشت کرنا پڑے گا!“
”ٹھہر و... میں ابھی آئی...!“

اُس کے چلے جانے کے بعد عمران اس طرح اوٹھنے لگا جیسے بہت عرصہ سے کوئی اُس کی تھاں
میں نہ ہوا ہو... صدر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔
”تھوڑی دیر بعد رینا اپس آئی۔ وہ ایک پلیٹ میں کھانے کی کچھ چیزیں لائی تھی۔
صدر نے عمران کا شانہ پکڑ کر جھنجوڑا اور وہ بوکھلا کر سیدھا ہو بیٹھا۔
رینا نے پلیٹ اُسے تھاتے ہوئے کہا۔ ”فوری طور پر اس سے زیادہ کا انتظام نہیں ہو سکتا!“
”کافی ہے... شکر یہ...!“ عمران نے اُس سے پلیٹ لیتے ہوئے کہا۔

”اب کھانے کیلئے تمہیں موچھیں ہٹانی پڑیں گی... ٹھہر و میں موچھیں ہٹانی ہوں اور تم کھاؤ!“
”وچھ جائیے ہی انداز میں آگے بڑھی تھی جیسے اس کی موچھیں اور اخانے کی کوشش کرے گی۔
عمران کی پوزیشن میں ذرہ برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی وہ مسلسل اُس کی آنکھوں میں دیکھے جائیں
تھا۔ وفتادہ کھیانی ہو کر پیچھے ہٹ گئی اور عمران پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔



کیپٹن فیاض اور اس کے ماتھوں نے جبل کی آبادی میں خاص اضافہ کر دیا تھا۔ میثاث کی غیر قانونی
تجارت کرنے والے جتنے بھی افراد ان کے علم میں تھے اس بار ان کی گرفت سے نہیں بچ سکے تھے۔
لیکن ڈی سوزا کے مکان سے برآمد ہونے والی لاشوں کا معنہ حل نہ ہو سکا۔ ویسے پوست مارٹم
کی رپورٹ کے مطابق مردوں کی موت زبرخواری بنا پر ہوئی تھی اور لڑکی کا گھونٹا گیا تھا۔
پولیس کو اس قسم کے نشانات نہیں مل سکے تھے جو مجرم کی طرف اشارہ کر سکتے۔
گرفتار کئے جانے والوں سے پوچھ گچھ جاری تھی۔ لیکن ان میں ابھی تک کوئی ایسا نہیں ملا تھا
جس سے ڈی سوزا کا تعلق ظاہر ہو سکتا۔

وہ دو آدمی بھی جو کوئی نمبر چھ سو چھیسا سوچے کے تھے خانے میں ہاتھ لگے تھے کسی ایسے فرد کی

لاد کر برآمدے سے نیچے اترنے لگا۔
یہ ایک بڑی سی وین تھی۔ عمران پچھا داروازہ کھول کر کھڑا تھا۔
صدر نے بے ہوش آدمی کو اندر ڈال دیا۔ عمران نے دروازہ بند کیا اور بڑے اطمینان سے
اشیزگ کے سامنے جا بیٹھا۔ صدر نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور عمران کے براہر بیٹھ گیا۔
گاڑی تیزی سے آگے بڑھی تھی۔ چاٹک سے گذر کروہ سڑک پر آنکھ۔
یہاں سے شہر تقریباً بائیس میل کے فاصلے پر تھا۔ صدر خاموش رہا۔ دراصل بھوک کی
شدت اُس کا گلا گھونٹ رہی تھی۔
عمران بھی شائد گفتگو کرنے کے موڑ میں نہیں تھا۔ شہر پہنچ کر اس نے گاڑی کا رخ ادارہ
تحقیق کی عمارت کی طرف موڑ دیا۔
umarat کے عقبی حصے میں ایک بڑا گیراج تھا۔ جس کی کنجی ہر مجرم کے پاس رہتی تھی۔
”درزوواہ کھولو....!“ عمران نے گاڑی روک کر صدر کو ٹھوکا دیا۔ صدر اونگھ رہا تھا۔ چونکہ
کر بڑا ہیا۔ ”اس وقت شائد میں پھر بھی ہضم کر جاؤں....!“
”ہاں.... ہاں.... چلو معلوم ہے بھوکے ہو.... جلدی کرو۔!“
اس کے بعد وہ چاٹک بند کر دیا گیا تھا۔



تحوڑی دیز بعد دونوں قیدی کر سیوں پر بندھے ہوئے نظر آئے اور ہوش میں تھے۔
کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔
”آخر یہ کیوں نکر ہوا....!“ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔
”میں برآمدے کی روشنی گل کر کے وہیں ٹھہرا تھا۔ چاٹک کی نے پیچھے سے حملہ کر کے
میرا منہ دبایا تھا۔ آواز ٹکنے نکال سکا۔ پھر نے ہوشی طویل ہو گئی تھی۔!
”میں گاڑی لایا تھا اور کبرآمدے میں جا رہا تھا کہ مجھ پر حملہ کیا گیا۔“
”کیا وہ دونوں بیہوش نہیں ہوئے تھے۔!
”میرا خیال ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہماری ایکیم سے واقف ہو گئے تھے۔
”ٹھہر و....! مجھے یاد آیا.... درخت سے اتارے جانے والے ٹرانس میٹروں میں سے ایک۔“

صدر آنکھیں کھول کر سیدھا ہو بیٹھا۔ عمران اُس کے قریب کھڑا تھا۔
”وہ برآمدے میں بے ہوش پڑا ہے۔!“ عمران نے اس سے کہا۔ ”اور اب اُس کی فکر کرنی
ہے جو گاڑی لینے گیا ہے۔ یعنی طور پر وہ گاڑی برآمدے تک لاے گا۔!
”وہ بے ہوش کیسے ہو گیا۔....؟“
”شائد اس دوران تم پرچم بے ہوش رہے ہو....!“
”آخر بات کیا ہے....؟“
”کیا تمہیں علم نہیں کہ میں اٹھ کر باہر گیا تھا۔!
”نہیں....!“
”یار کہیں تم میری بھی گردناہ کٹوادیا....!“ عمران سختدی سافنی لے کر بولا۔ وہ کمرے
سے نکل کر بیردنی برآمدے میں آئے۔... یہاں تاریکی تھی۔
”ودیوار کے قریب پڑا ہوا ہے۔!“ عمران نے آہستہ سے کہا لیکن آنکھیں چڑائے رہیں
کے باوجود بھی صدر کو اندر ہیرے میں پکھنہ دکھائی دیا۔
”بہر حال اب اسے سنبھالنا ہے۔!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف نے جاتا ہوا بولا۔
”تم یہاں دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ۔!“
صدر نے خاموشی سے تسلی کی۔ اب عمران بھی اسے نہیں دکھائی دے رہا تھا۔
پکھ دیر بعد دور سے کسی گاڑی کی آواز آئی اور صدر کسی قسم کے بھی حالات سے دوچار
ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔
گاڑی جس کے ہیڈ لیپ بجھے ہوئے تھے برآمدے کے قریب آرکی۔
تاروں پھرے آسمان کے پیش منظر میں صدر نے کسی کو اُس پر سے اترتے دیکھا۔
پھر جیسے ہی برآمدے میں داخل ہونے لگا۔ ستون کی اوٹ سے دو ہاتھ نکل کر اُس کی جانب
بڑھے اور وہ لٹکڑا کر زمین پر آ رہا۔ اس کے حقن سے بلکی سی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔
اُس کے بعد اُس نے عمران کی سر گوشی سی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”تمہارے قریب ہی جو پڑا ہے
اُسے اٹھاؤ۔!“
صدر مٹلتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا۔ بالآخر اسے دوسرے بے ہوش آدمی مل ہی گیا۔... وہ اسے پینچھے پر

میں مجھے کوئی تبدیلی محسوس ہوئی تھی۔“
”تبدیلی...!“

”ہاں.... میرا خیال ہے کہ وہ لوگ بہت زیادہ چالاک ہیں۔ اس سے کوئی دوسرا آپریٹر
انچ کر کے اپنے مرانس میٹر پر ہماری گنتگو سنترے رہے تھے۔!
”تمہارا خیال درست ہے۔!“ پشت سے آواز آئی۔ لیکن وہ اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ
سر گھما کر بولنے والے کی طرف نہ دیکھ سکے۔

”وہ خود ہی آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے سامنے آگیا۔
عمران اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔ اس نے بڑے سلیقے سے بہترین پریس کیا ہوا سوت
پہنچا ہوا تھا لیکن پھرے پر حماقت کی بجائے درشتی کے آثار تھے۔
”تم کون ہو....؟“ دونوں نے بیک وقت سوال کیا۔

”سوالات کے جواب تمہیں دیتے ہیں۔!“ عمران انہیں گھوٹا ہوا بولا۔ ”اے ون کون ہیں۔!
”ہم نہیں جانتے.... تمہیں اس کے لئے جواب دہ ہوتا پڑے گا۔ ہم یہاں کے باشندے
نہیں۔ تمہاری حکومت کی درخواست پر یہاں آئے ہیں۔!
”مجھے علم ہے....!“ عمران کا لایجہ بے حد سرد تھا۔ یہاں اس وقت مجھ سے جواب طلب
کرنے کے لئے کوئی موجود نہیں ہے۔ نہ یہاں آکر کوئی تمہاری قبریں ملاش کرے گا۔“

”تم کیا چاہتے ہو....؟“
”اے ون.... کاپتہ.... اور تم دونوں کی مصروفیات کی تفصیل....!
”بکواس بند کرو.... ہم کچھ نہیں جانتے۔!
”اور لو سل دے سوندے کاپتہ....!“ عمران نے ایسے انداز میں کہا جیسے ان کی آوازیں اس

کے کافیں تک پہنچی ہی نہ ہو۔!
وہ دونوں غصے سے سرخ ہو رہے تھے۔
”یہ کریاں تمہارے لئے جہنم بھی بن سکتی ہیں۔!“ عمران کچھ دیر بعد بولا۔
”یقین کرو کہ تم دونوں ہمیشہ کے لئے پاگل بھی ہو سکتے ہو.... اور اسے بھی ذہن نشین کرلو
کہ تمہاری مدد کے لئے یہاں تک کوئی بھی نہ پہنچ سکے گا۔!
رو دیں میں کہی تھی۔

وہ دونوں پھر کچھ نہ بولے۔
”دفعتہ عمران دیوار پر لگے ہوئے سوچ بورڈ کی طرف بڑھا اور ایک پش سوچ پر انگلی رکھ دی۔
”وہ دونوں چانوروں کے سے انداز میں پیچے اور عمران نے انگلی پش سوچ پر سے ہٹا۔
”ایسے ہی تین چارائیکٹر شاکس کے بعد تمہاری روٹس جسموں پر سے پرواز کر جائیں گی۔!
ان دونوں کی آنکھیں انگلی پڑھی تھیں۔ چہروں سے ایسا لگتا تھا جیسے کچھ سوچنے سمجھنے کی
ملاحت ہی رخصت ہو گئی ہو۔!
پھر عمران انہیں اسی حال میں چھوڑ کر کمرے سے چلا گیا۔

ہوٹل سے واپسی پر ظفر الملک نے گاڑی چھانک کے اندر لے جائیکی بجائے باہر ہی روک دی۔
”کیوں؟ اندر ہی لے چلے تا...!“ لو سل بولی۔
”ٹھہر و...!“ ظفر نے کہا اور گاڑی سے اتر گیا۔ چھانک کے قریب پہنچ کر اپنے نام کی تختی
انباری اور اسے لئے ہوئے گاڑی میں واپس آگیا۔
”یہ لو....!“ اس نے تختی اس کے زانو پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”اب مجھے مستقل طور پر اسی
میک اپ میں رہنا ہے۔ اس لئے میرے اصل نام کا یہاں موجود ہونا ضروری نہیں۔!
”ہاں.... یہ بات مناسب ہے....!“ لو سل بولی۔

پھر وہ اندر آئے.... جیسیں ابھی تک جاگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک کرم خوردہ سی
لتاب تھی اور وہ آرام کر سی پر نیم دراز تھا۔
ان کی آہستہ پر مڑا.... اور.... ظفر الملک کو دیکھ کر عجیب سے انداز میں مسکر لیا۔ پھر دوبارہ
لتاب کی طرف متوجہ ہو جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ظفر نہاتھ انھا کر بولا۔ ”اس مکان پر دوڑاڑھی
والے نہیں رہ سکتے۔!
”تو پھر آپ اپنا کہیں اور انتظام کر لیجیے۔! یہاں تو کلاسیک ہی کلاسیک بھرا پڑا ہے۔ میری
بکھر میں نہیں آتا کہ ان فرانسیسی خاتون کو اور دو کلاسیک سے کیا وچھی۔!
لو سل دے سوندے ہنس پڑی اور ظفر چونک کر اسے گھورنے لگا کیونکہ جیسیں نے یہ بات
رو دیں کہی تھی۔

”یہاں اس مردود کے سامنے نہیں بتا سکتا!“ ظفر نے جیسن کی طرف اشارہ کیا۔!

”آئے.... تو دوسرے کرے میں چلیں!“

جیسن کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ جیسے بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھا رہا۔ وہ دونوں دہائی سے دوسرے کرے میں آئے۔

یہاں ایک الماری میں قد آدم آئینہ لگا ہوا تھا۔ ظفر نے اسکے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا اور مژ کر خالص رومانی بھج میں بولا۔ ”آدمی کی زندگی میں غم روزگار کے علاوہ ایک اور غم بھی شامل ہے۔“

”تہائی کا غم.... تم رات کو یہاں نہیں رہتیں!“

”میں مجبور ہوں.... ایسا کوئی حکم مجھے نہیں ملا!“

”پہلے تو رہتی تھیں شائد....!“

”یقیناً رہتی تھی! لیکن اب حکم ملا ہے کہ راتیں دوسری جگہ گزاروں!“

”کر سٹوپاؤلس مجھ سے زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے۔!“

”موسیو ظفر.... اس قسم کا تذکرہ نہ چھیڑیجے.... مجھے افسوس ہے۔!“

”فرانسیسی لڑکیاں اتنی مردہ دل تو نہیں ہوتیں!“

”میں ایک لکھنے والی لڑکی ہوں.... اور زندگی کا ایک مقصد رکھتی ہوں!“

”بہتر ہے... جاؤ... با مقصد زندگی بس کریوں لے مجھے جانور لگتے ہیں۔ بالکل جانوروں ہی کی طرح بننے ہے لکے انداز میں زندگی بس کرتے ہیں۔! آدمی اور جانور میں کچھ فرق تو ہونا ہی چاہئے۔“

”اچھا موسیو....! شب بخیر!“ وہ تیزی سے مڑی اور کرے سے باہر چلی گئی!

ظفر ٹھنڈی سانس لے کر پھر آئینے کی طرف مڑ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آئینے ہی میں جیسن کی شکل دکھائی دی۔ اور دروازے کے قریب کھڑا کہہ رہا تھا۔ ”کیا اس آئینے میں میری ڈاڑھی کے لئے بھی جگہ نکل سکے گی۔ یورہائی نس....!“

ظفر نے نقی ڈاڑھی چہرے سے الگ کر دی اور مژ کرنے سے گھوڑنے لگا۔

”بہت اچھا ہوا....!“ جیسن بولا۔

”کیا اچھا ہوا....؟“ ظفر کا لبچہ غصیلا تھا۔

”آپ پھر لگائیں گے.... میری گئی تو گئی ہمیشہ کے لئے!“

دفعتاً لو سیل رک رک کر اردو ہی میں یولی۔ ”میں آپ.... حضرات کی حیرت رفع کر دوں دراصل میں یہاں فورٹ ولیم کالج کے دور سے پہلے کی اردو نشر پریمریج کرنے آئی ہوں۔ اتنا آئیک ایسے آدمی سے ملاقات ہو گئی جو مجرموں کی نفیات پر تحقیق کر رہا ہے۔ اس نے مجھے جزوی ملازمت کی پیش کش کی تھی میں نے اس کی پیشکش منظور کر لی۔ اس کے آدمی ہر وقت مفترر مجرموں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آپ دونوں حضرات بھی اسی نکتہ نظر سے یہاں لائے گئے ہیں کہ آپ پر بعض تجربات کے جائیں!“

”تم نے یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی تھی۔“ ظفر نے بہت زیادہ سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”جب تک مجھے اس شخص سے ہدایت نہ ملتی جس کی میں ملازم ہوں آپ کو کیسے بتائی۔!“

”مکب می ہدایت....؟“

”کیا آپ نے نہیں دیکھا تھا کہ رخصت ہوتے وقت موسیو کر سٹوپاؤلس نے مجھے الگ لے جا کر گنگلگو کی تھی ان کا خیال ہے کہ اگر موجودہ حالات کے معاملے میں کسی ایجنسن کا شکار ہوئے تو ان کے تجربات کا میاب نہ ہو سکیں گے!“

”تو یہ موسیو کر سٹوپاؤلس....!“

”جی ہاں بھی میرے باس ہیں!“

”لیکن یہ مصوری وغیرہ کا پچک کیا ہے!“

”تجربہ....! لیکن میں اس تجربے کی نوعیت سے واقع نہیں ہوں۔ کل سے آپ کو اسرا واقع پینگ کر کے گزارنا ہو گا!“

”جہنم میں جائے!“ ظفر الملک نے لاپرواںی سے شانوں کو جبکش دی۔ ”ہمیں تروزگارہ رہنے کے لئے مکان چاہئے۔ لیکن یہ قطعی غلط ہے کہ ہم کسی قسم کے مجرم ہیں۔ صرف طرم کہو!“

”لیکن آپ بہر حال مفروض ہیں۔ پویس اب بھی آپ دونوں کی تلاش میں ہے.... موسیو کر سٹوپاؤلس بہت باخبر آدمی ہیں۔ اچھا باب مجھے اجازت دیجئے!“

”لیکن میں بہت بڑے خسارے میں رہوں گا!“ ظفر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”میں نہیں سمجھی!“

”تم یہاں کیوں گئے پہنچے؟“ عمران نے ڈائری اس سے لے کر لکھا۔
ظفر نے نہ اس نامہ بنایا اور ڈائری لے کر لکھنے لگا۔ ”لبی داستان ہے اتنا زیادہ لکھنا میرے نبی
سے باہر ہے۔!“

پھر عمران نے اسے اس پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ مختصر اپنی کہانی تحریر کرنے کی کوشش کرے۔
اشارة ڈیجات بھی اس پر واضح کر دی کہ آس پاس کسی ڈکھانوں کی موجودگی کا امکان ہے اس
لئے وہ گفتگو نہیں کر سکتا۔!

ظفر تیزی سے لکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کسی حد تک مطمئن ہو جانے کے بعد اس نے ڈائری
عمران کی طرف بڑھا دی۔

عمران اُسے پڑھتا رہا۔.... پھر پہل سنجائی اور لکھنے لگا۔ ”کرسٹو پاؤلس کے بارے میں
معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرو۔.... لیکن ان لوگوں کو تم پر شبہ نہ ہونے پائے۔ بہت احتیاط
سے ہر قدم اٹھانا۔.... میں حسب ضرورت تم سے رابطہ قائم رکھوں گا۔!“

ظفر نے پڑھ کر ڈائری عمران کو واپس کر دی۔.... عمران نے دروازے سے نکلنے وقت اے
اشارة کیا کہ وہ کمرے سے باہر نکلنے کی زحمت نہ کرے۔

ظفر نے طویل سانس لی اور بستر پر بیٹھ گیا۔



صفدر گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا عمران کا منتظر تھا اور پوری طرح تیار کہ جیسے ہی وہ واپس آئے
فوری طور پر گاڑی کو حرکت میں لایا جائے۔

عمارت میں داخل ہونے کا راستہ دونوں نے مل کر تلاش کیا تھا اور پھر عمران تو پاپ کے
ہمارے روشنداں تک پہنچنے کی کوشش میں لگ گیا تھا اور صدر و واپس گاڑی میں آبیٹھا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد عمران واپس آیا۔.... صدر نے ریڈیم وائی گھٹری پر نظر ڈالی ساڑھے تین
بجے تھے۔ اس نے طویل سانس لے کر انہیں اشارث کیا اور گاڑی حصکے کے ساتھ آگے بڑھی۔

”بعض اوقات ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ مجھے احمد کی بھی عقل چکرا کر رہ
جائی ہے۔ ہاں بھی۔.... جانتے ہو۔.... اندر کس سے ملاقات ہوئی۔!“

”بکومت۔.... جاؤ آرام کرو۔.... میں تہائی چاہتا ہوں۔!“
”شکر یہ یورہائی نس۔....!“

”ظفر اپنی خواب گاہ میں آیا۔.... بڑے غیر متوقع حالات سے دوچار ہو رہا تھا۔ شب خوبی کا
لباس پہننے وقت اس نے سوچا کہ وہ اس لڑکی کی سر ہمراہی کی بناء پر کتنا دا اس ہو گیا ہے۔ لیکن وہ تو
پہنچا ہے۔ اُسے ادا سیوس سے کیا سر دکار۔....؟“

وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بستر تک آیا اور دو تین منٹ کے اندر ہی اندر خراٹے بھی لیئے لگا۔
اُسے جلد نیند آتی تھی اور نیند کا کچا بھی تھا۔ آس پاس کی ہلکی سی آہست بھی اُسے بگادتی۔
وہ اکثر جیسیں سے کہا کر تاکہ فٹ پاٹھ اسکو محض اسلئے ناپسند ہیں کہ وہ ان پر سو نہیں سکتا۔
اس وقت بھی وہ زیادہ دیر نہیں سویا ہو گا کہ اچانک اسکی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں اندر ہمراہ
اچانک اُسے یاد آیا کہ سونے سے قبل اس نے کمرے کی لائٹ آف نہیں کی تھی اور بے وجہ
نیند کا سلسلہ ثوٹ جانا بھی ممکن نہیں تھا۔

پھر۔....؟ کیا وہ خطرے میں ہے۔....؟

اس نے بڑی آہستگی سے بستر چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے اپنے
تحفظ کے لئے استعمال کر سکتا۔ آہستہ آہستہ سر کتا ہوا سوچ بورڈ کی طرف بڑھتا رہا۔

اندازے سے قریب پہنچ کر ہاتھ بڑھایا۔.... یہ سوچ بورڈ ہی تھا۔ اس نے سوچ آن کر دیا۔
پھر آنکھیں حیرت سے بچل گئیں۔ عمران اس کے بستر کے قریب کھڑا نظر آیا۔

اس نے ہوتاؤں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ظفر الملک جہاں تھا وہیں رک گیا۔ عمران نے اپنی جبی ڈائری نکالی اور ظفر کے قریب پہنچ
کر ایک صفحے پر پہل سے لکھنے لگا۔

”مجھے لو سیل دی سوندے ناہی ایک عورت کی تلاش ہے اگر تم اس سے واقف ہو تو لکھ کر
جواب دو۔....!“

ظفر نے اُسے پڑھ کر تحریر نہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا اور عمران نے پہل اس کی
طرف بڑھا دی۔

”وہ رات یہاں نہیں بسر کرتی۔!“ ظفر نے لکھا۔ ”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں جاتی ہے۔!“

”لو سیل دے سوندے کی والدہ...!“

”ظفر الملک اور جیسن ادونوں بے خر سور ہے تھے!“

”نہیں...!“ صدر کے لجھ میں حیرت تھی۔ بھروسے نے پوچھا ”اور لو سیل...؟“
”وہ بھی بیٹیں رہتی ہے لیکن رات کو کہیں چلی جاتی ہے۔ فتح ہوتے ہی اس کی گرانی شرمند
ہو جانی چاہئے!“

”تو ظفر ان کے ہاتھ کیوں نکر لگا... کیا آپ تبھی چاہتے تھے!“

”ظفر کو میں نے محض اس لئے کوئی نمبر چھ سو چھیسا شھ میں بھجا تھا کہ کمپنیاں بہت
زیادہ چاق و چوبند ہو جائے۔ اُسے علم ہے کہ ظفر آج کل میری سر پرستی میں ہے!“

”آپ نے مجھے ابھی تک نہیں بتایا کہ آپ نشیات کی تجارت کرنے والوں کے پیچے کیوں
پڑ گئے ہیں!“

”محض اس لئے کہ یہ لوگ وہ طرح کی تجارت کر رہے ہیں!“

”وہ طرح کی تجارت سے کیا مراد ہے...!“

”ایک طرز کی تجارت ایسی ہے جسے وہ کھاد کھا کر چھپا رہے ہیں اس کا ایک آدمی پڑا گیا تو
دوسرے نے اس کی جگہ لے لی اور دوسری قسم کی تجارت ان مناروں والیاں جیسے شخصیتوں سے
متعلق ہے جن پر ہر کس دن اسکے ہاتھ نہیں ڈال سکتا!“

”بات میرے پلے نہیں پڑی!“

”مثال کے طور پر وہ دو عورتیں جو اس رات کوئی نمبر چھ سو چھیسا شھ کے قریب ہاتھ آلی
تھیں بہت زیادہ اونچی سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے والی تھیں۔ اپنے انہیں مناروں سمیت جن میں
ثرانس میز پوشیدہ ہوتے تھے۔ بہت بڑے بڑے سر کاری آفسروں سے ملتی تھیں۔ ان دونوں
عمر سے سے میری نظر تھی شہزادہ تھا کہ ان مناروں میں ٹرانس میز ہو سکتے ہیں!“

”آخر شہزادہ کس بناء پر تھا...!“

”آج کل جدید ترین آپ میں ہاتھ آگئے ہیں جن کے ذریعہ آس پاس ٹرانس میزوں کی
موجودگی معلوم کی جاسکتی ہے۔ بشر طیکہ وہ اُس وقت بروئے کار ہوں.... جوڑوں کے اندر
چھپائے جانے والے ٹرانس میزوں کو ہمہ وقت بروئے کار رہنا ہی انہیں کار آمد بنا سکتا ہے کیونکہ

بار بار انہیں چھپیڑا نہیں جا سکتا!“

”آخر آپ نے فیاض کو چھپتے کی ضرورت کیوں محسوس کی! نام براؤن کیس کو دوبارہ
کیوں اکھڑا لیا... اس کا فال تو الیقٹی کی نظر ہو چکا تھا!“

”بہت دنوں کی بات ہے کہ تبھی دونوں عورتیں ان اہم شخصیتوں کے ساتھ نظر آنے لگیں
جو بڑی ذمہ داریوں کے حامل ہیں۔ اسی چیز نے مجھے دوبارہ نام براؤن کیس کی طرف متوجہ کیا۔
میں نے اپنے طور پر چھان میں شروع کی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ کوئی نمبر چھ سو چھیسا شھ پولیس
کے قبضے میں ہونے کے باوجود بھی نام براؤن کے ساہیوں کا اؤڈی ہوئی ہے!“ لیکن خود میں
نے ذاتی طور پر مداخلت مناسب نہ کیجی اور فیاض کے مکملے کو کھڑکھڑا دیا۔ پھر تم نے نتیجہ دیکھا ہی
ہے اتنی لاشیں ڈی سوزا کے مقام سے برآمد ہوئیں اور اب یہ سب کچھ ہو رہا ہے!“

عمران خاموش ہو گیا۔

صدر نے گاڑی کی رفاقت کم کر کے اس سڑک کے کنارے روک دیا۔

”کیوں کیا بات ہے....؟“

”میرا خیال ہے کہ تعاقب کیا جا رہا ہے!“

”تو گاڑی روک دی تم نے....؟“

”ڈاگری یہ بھی سلکنا چاہتا ہوں!“

”اچھی بات ہے.... میں تو چلا...!“ عمران نے کہا اور باہمیں جانب والا دروازہ کھوں کر
نیچے اتر گیا۔ صدر نے اُسے باہر پہلی ہوئے اندر ہیرے میں گم ہوتے دیکھا جس گاڑی کی وجہ سے
تعاقب کا شہزادہ ہوتا رہا تھا وہ ابھی دور تھی۔

حقیقت نہیں کی جھوٹک میں اس سے یہ حرکت سر زد ہوئی تھی۔ ورنہ ایسے کسی موقع پر چلنے ہی
رہنا زیادہ مفید ہوتا ہے۔

اُسے اس وقت اپنی غلطی کا احساس ہوا جب اس نے عمران کو گاڑی سے کو دتے دیکھا۔

پھر جتنی دیر میں وہ سنبلت کچھلی گاڑی نے اسے آلیا۔ آگے بڑھ کر راہ میں حائل ہونے کے
لئے ترچھی ہوئی اور اس کے بریک زور سے چڑھائے۔

صدر عمران کی تقلید بھی نہ کر سکا۔ کیونکہ کوئی چیز اندر ہیرے میں اس وقت اس کی طرف

پکی تھی جب وہ گاڑی سے چلا گک لگا رہا تھا۔
اور پھر وہ چیز اس کے جسم سے لپٹ گئی۔ جھکا لگا... وہ گرا... لیکن دوبارہ انھ کر بھاگ ن
سکا کیونکہ اس کے بازوؤں کے گرد اس چیز کی گرفت سخت ہو گئی تھی۔
وہ رسی کا پھند اتھا جس کا دوسرا سراتیزی سے کھینچا جا رہا تھا۔
پھر کئی آدمی اس پر ٹوٹ پڑے تھے اور وہ خاموشی سے بے ہوش ہوتا چلا گیا تھا۔
لیکن اس بے بی کے عالم میں بھی اسے اپنی حادثت یاد آتی رہی تھی۔
دوبارہ ہوش آنے پر اس نے خود کو بعیدہ ویسی ہی حالت میں پیا جس میں کچھ دیر پہلے "دو نوں غیر ملکی ماہرین زراعت عمران کے ہاتھوں نظر آئے تھے۔
جسم کری سے جکڑا ہوا تھا اور کرسی بھی تو عیت کے اعتبار سے ویسی ہی لگ رہی تھی جیسی
ایک نونے اپنے ادارے کے لئے فراہم کی تھی۔

اس کے سارے جسم میں ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔ کریں خطرناک تھیں۔ قتل کر دیا جانا پرند
کر لیتا لیکن موت کے بد لے ان کرسیوں کو قبول نہ کرتا۔ اسے معلوم تھا کہ اس پر بیٹھے والا چیز چیز
کر غیر ارادی طور پر وہ سب کچھ اکل دیتا ہے جس میں چھپا تا چلا آیا ہو۔
اس کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا اپینے چھوٹا تارہ۔

کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اچانک کمرے میں اندر ہر اچھا گیا۔... چاروں
لب بجھ گئے تھے۔



پوری عمارت تاریک ہو گئی تھی۔ دفتار کی نے بے حد غصیلی آواز میں کہا۔ "اوہ... یہاں کا
ناقص بر قی انتظام.... جب دیکھو بت روشنی غائب....!"
لیکن جتاب عالی....!، دوسرا آواز آئی۔ "سامنے والی عمارتوں کے روشن و انوں میں
روشن نظر آرہی ہے۔!"

"تو پھر کیا ہوا....؟ سارے سر کٹوں کے فیوز بیک وقت نہیں اڑ سکتے۔!"
میں چیک کئے لیتا ہوں جتاب عالی۔! دوسرا آواز دبی سی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے بولنے والا بہت زیادہ خاکہ ہو۔!

"تم دیکھتے رہو.... میں جا رہا ہوں۔!" غصیل آواز اندر ہیرتے میں گوئی۔ "اُس سے سب
کچھ معلوم کر کے مجھے مطلع کر دینا۔!"
بب..... بہت بہتر جذاب....!
پھر اندر ہر اخamoشی سے ہم آغوش ہو گیا تھا۔!
تحوڑی دیر بعد میں سوچ یورڈ پر نارچ کی روشنی کا دارہ دکھائی دیا۔
ایک آدمی فیوز پلکس کا جائزہ لیتا رہا پھر سر سہلا تا ہوا بڑیا۔ "سارے فیوز ٹھیک ہیں.... اُوہ
کہیں پول پر سے نہ گئی ہو۔!"

وہ سوچ یورڈ کے پاس سے ہٹ آیا.... اور نارچ کی روشنی میں متعدد کروں سے گزرتا ہوا
آن کرے میں آیا جہاں فون تھا۔ فون پر اپر ہاؤز کے نمبر ڈائل کئے او، انہیں پول پر سے کرنٹ
ڈس لکٹ ہو جانے کی اطلاع دی۔ پھر بڑیا۔ "شائد اب وہ ہوش میں آگیا ہو۔!"

اب وہاں سے نکل کر ایک دوسرے کمرے کے سامنے رکا۔!....!
دروازے کا ہینڈل گھما کر دھکا دیتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ بائیں ہاتھ میں نارچ روشن تھی۔
روشی کا دارہ سامنے ولی کری پر پڑا جو خالی تھی۔ اسکے ہٹوں سے چڑے کے تے جھول رہے تھے
"خدیا....!" گھٹی گھٹی سی آواز اس کے حلق سے نکلی۔ سر چکرایا اور وہ دیوار سے جائٹا۔
ٹھنڈا ٹھنڈا اپسینہ اس کے سارے جسم سے چھوٹ رہا تھا۔ آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔
ہونٹ آہستہ آہستہ مل رہے تھے۔ وہ "موت... موت... موت...!" کی تکرار کے جارہا تھا۔
دفتار کی نے اس کی گردن دبوچ لی۔ لیکن ہاتھ مید پہنچی ہی بے جان ہو رہے تھے۔ گردن
چڑا لینے کے لئے جدو جہد کس طرح کرتا۔... اس پر بیٹے ہوشی طاری ہونے لگی تھی۔

صحن ہونے والی تھی لیکن صدر کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سو جانے کی خواہش مرصد سے نہ
ہوئی ہو یا تو نہیں کے دباو نے اس مصیبت میں پھنسایا تھا اب ذہنی تازگی کا یہ عالم تھا جیسے جنم جنم کی
نہیں پوری کر کے ابھی جا گا ہو۔

وہ ایک آرام کری پر شم دراز تھا اور عمران اسی کری کے تھے پر بیٹھاں کا شانہ سہلا رہا تھا۔
"عشق حقیق کی تمن منزلیں ہیں۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "پہلی منزل

اطیان کر لیتا کہ آس پاس گرانی کرنے والے موجود نہیں لیکن پھر واپسی پر ہمارا تعاقب کیا گیا۔“
عورتوں کے پاس سے برآمد ہونے والے زنان میڑوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے
کہ یہ لوگ سراغِ رسانی کے جدید ترین آلات سے لیں ہیں۔!“ صدر نے جیب میں سکریٹ کا
پیکٹ نہ لئے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ اس روشن دن میں ایکٹرک بگ موجود تھا جس کے ذریعے میں اندر
داخل ہوا تھا۔... خیر....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ ”تم آرام کرو۔!“

یہ لوگ اس وقت سائیگو میں شہزادہ تحقیقات کی عمارت کے عجی حصے کے ایک کمرے میں تھے۔!
عمران نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولنے سے پہلے جیب سے سیاہ کپڑے کا ایک خول نکال کر
چھرے پر منڈھ لیا جس میں آنکھوں کی جگہ دوسرا نئے اس طرح اس کا پورا چھپ گیا تھا۔
دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔... سامنے بستر پر وہی آدمی نیم دراز تھا۔ جسے وہ دونوں اس
تاریک عمارت سے پکڑ کر لائے تھے۔... اُس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

”لیئے رہو۔!“ عمران غریا۔

”م۔... میں۔... بے قصور ہوں۔... میں نہیں جانتا کہ وہ کری پر سے کیسے غائب ہو گیا۔“
وہ گڑگڑا نہ لگا۔ ”پوری عمارت تاریک پڑی تھی۔ جناب عالی میں بے قصور ہوں۔!“

عمران خاموش کھڑا رہا۔
وہ آدمی پھر گڑگڑا یا۔ ”میں ہمیشہ آپ کے حکم کی تعیل میں جان لڑاتا رہا ہوں۔ لیکن میں
نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کس طرح آزاد ہو گیا۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔!“

”کیا تم جانتے ہو کہ کس سے ہم کلام ہو۔!“ عمران نے لمحہ کی غرائب برقرار رکھی۔
”میرے باس کے علاوہ اور کون مجھے اس طرح بے اس کر سکتا ہے جناب عالی۔!“

”تم غلط فہمی میں بیٹلا ہو۔! میں اس کا باس ہوں جسے تم نے نیشنیشن پیٹری پر جکڑا کھا تھا۔!
دفعتا اس آدمی کا انداز بدل گیا۔! چند لمحے پیشتر چھرتے پر پائے جانے والے خوفزدگی کے آثار
یکسر غائب ہو گئے۔ اور اس نے بڑی پھرتی سے عمران پر چھلانگ لٹکای۔

عمران جانتا تھا کہ اس پر اس اکٹھاف کا کیا رد عمل ہو گا۔ لہذا پہلے ہی سے تیار تھا۔ باس میں طرف
بٹ کر جو ٹانگ ماری ہے تو وہ کئی فٹ اور اچھل کر دھڑا اس سے فوٹ پر گرا۔

معمولی جان پہچان۔... دوسری منزل زیادہ جان پہچان۔... تیسرا منزل۔... یا یہ سوچنے لگتا کہ
کاش ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی نہ ہوتے۔... بہر حال ”بوریت“ بنیادی حقیقت ہے۔ اس لئے
انکار کرنے والا جہنم کا کندہ بنے گا۔!“

”بہتر ہے کہ آپ مجھے کھلے الفاظ میں شرمندہ کرنا شروع کر دیں۔!“ صدر نے جھپٹی ہوئی
سی مسکرہ بہت کے ساتھ کہا۔

”اُسے بھول جاؤ۔...! کسی حماقت پر پچھتا نہیں سے بھی بڑی حماقت ہے۔!“

”لیکن آپ مجھ تک کیسے پہنچے۔!“

”اسی گاڑی کی چھت پر تھا۔... اور تمہیں یہ سن کر بے حد خوشی ہو گی کہ بڑی خوش گوارنیز
آئی تھی مجھے۔!“

”گاڑی کی چھت پر۔... آپ سو گئے تھے؟“ صدر کے لبجھ میں حیرت تھی۔

”لیکن منزل مقصود پر پہنچ کر سویا تھا۔ میں آنکھ لگ ہی گئی تھی۔ میرا خیال ہے کہ راستے بھر
اوگھٹا رہا تھا۔ جیسے ہی گاڑی رکی سو گیا۔ کسی بہت بڑی گاڑی کے شور کی بنا پر جاگا تھا اور
بوکھا کر گاڑی کے قریب والے ایکٹرک پول پر چڑھتا چلا گیا تھا۔“

”فوری طور پر اس عمارت میں داخل ہو جانے کا اس سے بہتر طریقہ کھڑے گھاث نہیں
سوچ رکھا کہ پول پر سے اس عمارت کی لائی ڈسکنٹ کر دیتا۔“

”اور اسی چیز سے آپ کی جیت بھی ہوئی۔ ورنہ میں ہوتا اور کنیش چیز۔... وہ مجھ سے سب
کچھ اگلوالیتے۔!“ صدر طویل سانس لے کر بولا۔

”میں نے اندر ہرے میں دہا دو آوازیں سنی تھیں۔ لیکن صرف ایک ہی آدمی ہاتھ آیا۔“
عمران نے کچھ ہوچھتے ہوئے کہا۔

”کیا اسے ہوش آیا۔!“

”عمران نے گھری پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”دو تین منٹ اور لگیں گے انگلش دے چکا ہوں۔“
عمران کی آنکھیں گھری سوچ میں ڈوبی نظر آرہی تھیں۔

صدر خاموشی سے اُس کے چہرے پر نظر جائے رہا۔
عمران کچھ دیر بعد بولا۔ ”میں نے لویں والی عمارت میں داخل ہونے سے پہلے پوری طرح

پھر اتنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پشت پر ٹھوکر پڑی اور وہ منہ کے مل ڈھیر ہو گیا۔ تیری ٹھوکر پسلی پر پڑی اور چوتھی پھر پشت پر زراہی سی دیر میں سارے کس مل نکل گئے۔
اب وہ چت پر ابیری طرح ہاپ رہا تھا۔

”تمہارا باس کون ہے....!“ عمران نے سرد لجھے میں پوچھا۔
”اے ون....!“

”اے ون کون ہے....؟“
”یہ کوئی.... بھی نہیں جانتا....!“
”وہ یہاں کیا کر رہا ہے....؟“
”اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔!“

”عمارت میں تمہارے ساتھ دوسرا آدمی کون تھا۔!“
”اے ون....!“

”اب وہ کہاں مل سکے گا۔!
”میں نہیں جانتا۔!
”آس کا حلیہ بتاؤ....!“

”کیا میں.... آپ کا حلیہ بتا سکتا ہوں.... جناب عالی....!
”نقاپ میں رہتا ہے۔!
”جی ہاں.... آج تک کسی نے اس کی ٹھیک نہیں دیکھی۔!“

”تم ایسے کتنے آدمیوں سے واقف ہو جو اس کے لئے کام کرتے ہیں۔!
”پانچ آدمیوں سے جناب عالی....!“

”میں ان کے نام اور پتے چاہتا ہوں۔!“ عمران جیب سے ڈائری نکالتا ہوا بولا۔
اُس نے پانچ آدمیوں کے نام اور پتے لکھوائے۔ ان میں دونوں غیر ملکی بھی شامل تھے جن کا
تعلق زرعی ترقیات کے مرکز سے تھا۔ اس سے عمران نے اندازہ کر لیا کہ بقیہ تین نام اور پتے
بھی غلط نہ ہوں گے۔!

”ڈکسن برادران بھی میری قید میں ہیں۔!“ عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم

دو ایسی عورتوں کو بھی جانتے ہو جو اپنے پاؤں میں ٹرانسپورٹ چھپائے پھرتی تھیں۔!
”نہیں....! میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتا۔!
”فرانسیسی لڑکی لو سل سوندے کہاں رہتی ہے۔!
”یعنی کچھے کہ یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔!
”لیکن ڈکسن برادران کے لئے تو نیا نہیں۔!
”ضروری نہیں کہ ہم میں سے ہر ایک بس کے سارے معاملات سے واقف ہو۔!
”کسی کر شوپاولس سے واقف ہو....!
”نہیں جناب عالی....!
”عمران نے طویل سانس لی اور بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم نے سارے سواں کے جوابات

بالکل صحیح دیے ہیں۔!
”خدکی قسم اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں۔!
”اس لئے تمہیں رہا کیا جاتا ہے.... اٹھو اور اپنا نام بتا کر رخصت ہو جاؤ۔!
”میرا نام ولبرینا کس ہے.... جناب عالی.... لیکن میں فی الحال رہائی نہیں چاہتا۔!
”کیا مطلب....?
”آپ مجھے زندہ رہنے دیں گے لیکن اے ون میرے لئے سزاۓ موت تجویز کر گیا۔ آپکا آدمی
میری گرفتاری میں تھا۔ آپ اُسے نکال لائے۔ ایسی فروگذاشت اُسکے زندگی ناقابل معافی ہے۔!
”کیا پہلے بھی کسی کو سزاۓ موت دے چکا ہے۔!
”ور جوں کو جناب عالی....! ولیکر کہ امتحنا ہوا بولا۔ ”تین سال گذرے اُس نے اٹلی میں
گیراہ آدمیوں کو خود اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا تھا۔!
”اٹلی میں وہ کیا کر رہا تھا....?
”مجھے اس کا علم آج تک نہ ہو سکا۔!
”یہاں تمہارے ذمے کیا کام ہے۔!
”تصویریوں کے فریم بناتا ہوں....!
”وضاحت کر دو....! میں نہیں سمجھا۔!”

”لکری کے کھوکھلے فریموں میں شنیش کی تلکیاں رکھ کر ان کی جزائی کرتا ہوں۔“
”اُن فریموں کا کیا ہوتا ہے۔؟“

”مجھے آج تک نہیں معلوم ہوا کتاب...! میں ایک ماہر فن پیٹر ہوں ان فریموں کو اگر
آپ دیکھیں تو کہہ نہ سکتیں گے کہ یہ اندر سے کھوکھلے بھی ہو سکتے ہیں اور ان میں شنیش کی تلکیاں
پوشیدہ ہوں گی۔!“

”تم سے کوئی اور لے جاتا ہو گا۔!“

”جی ہاں..... یہ کام ہار پر کے پر دہے۔! جس کا پتہ میں آپ کو لکھوا پکا ہوں۔!“

”کیا تم نے اس سے معلوم کرنے کی کوشش نہ کی ہو گی۔!“

”ہم اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے۔! ہر شخص اپنی جگہ پر سمجھتا ہے کہ جوبات بھی باس
کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے اس کا علم کسی نہ کسی طرح اسے ضرور ہو جاتا ہے۔!“

عمران تھوڑی دیر تک سوچتا ہا بھر بولا۔

”تو تم یہاں سے نہیں جانا چاہتے۔!“

”نہیں جتاب عالی....!“

”اچھی بات ہے! اب تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ لیکن اگر تم نے ہماری لاعلی میں
یہاں سے نکل جانے کی کوشش کی تو تمہیں ہر حال میں مرنا پڑے گا۔!“

”آپ مطمئن رہئے۔... جتاب عالی! ایسی کوئی بات نہ ہو گی۔!“



فون کی گھمنی ظفر کو جکانے کا باعث بنی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اُس نے رسیور اٹھایا اور بھرائی
ہوئی آواز میں کال کرنے والے کو متوجہ کرتے ہوئے جماہی لی۔

”وہ عمارت فوراً چھوڑ دو۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔!

”کون بول رہا ہے۔...؟“

”اس بجٹھ میں نہ پڑو۔... ورنہ اتنے باتھ لگ جاؤ گے جنہیں تمہاری تلاش ہے۔ جلدی کرو۔!
”لیکن جاؤں آبیاں۔...؟“

”باہر گاڑی کھڑی بے اُسے استعمال کرو۔! اُسی میک اپ میں جس میں پچھلی شام تھے۔

بڑہ جمال اشریف پہنچ جاؤ۔ اب تمہیں مستقل طور پر اسی میک اپ میں رہتا ہے۔!“
ظفر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ رسیور کھ

دہ کرے سے نکلا اور جنسن کو آوازیں دیتا ہو اآگے گے بڑھنے لگا۔
وہ اپنے سونے کا کمرہ اندر سے بند کر کے سویا تھا۔ اپنے دیر دروازہ پیٹھا پر اچھراں کی چند صیائی
آنکھوں والا چھرہ پر احتیاج انداز میں دروازے کی اوٹ سے باہر نکلا۔

”یہاں سے فوراً روانہ ہو جانا ہے۔!“ ظفر نے اُس سے کہا۔

”کیا یہاں کے باتحصہ روم پیکار ہو چکے ہیں۔!“

”پولیس....!“

پھر جنسن کو کلاسیک اوب کا بھی خیال نہیں آیا تھا۔ اُس نے بہت جلدی میں وہاں سے بھاگ
لکنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔

جمال اشریف کی گیارہ ہویں عمارت کے قریب پہنچ کر ظفر نے گاڑی روک دی اور جنسن
سے اترنے کو کہا۔ وہ پچھلی شام والے میک اپ میں تھا۔

پچھلک کھلا ہوا تھا۔... صدر دروازہ بھی مغلل نہیں تھا۔... وہ اندر داخل ہوئے۔
سب سے پہلے سینگ روم میں پہنچ، جو سلیقے سے آرائست کیا گیا تھا۔ پھر ظفر تو ہیں میٹھے گیا تھا
وہ جنسن یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ ”اگر یہاں بھی کچھ کلاسیک ہاتھ آجائے تو کیا کہنا۔!“

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا عمران سے کس طرح رابطہ قائم ہو سکے گا۔ ضروری نہیں
لے اُسے مغلل کا علم ہو ہی جائے۔ فون کاں شیپ کرنے والے کے اندریشے کی بنا پر فون پر بھی اُسے

تلاش کرنے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔

دفعتا جنسن گھبرایا ہوا کرے میں داخل ہوا۔ اس پر بد جوابی سی ظاری تھی۔

”مل.... لاش....!“ وہ آنکھیں پھاڑ کر ہٹالیا۔

”ہوں.... تو پھر تم نے ایسی ایل شروع کر دیا ہے۔!“

”خدا کی قسم.... لو سیل دے سوندے۔!“

”کیا مطلب....؟“ ظفر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔... پھر جنسن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے دروازے کی
ٹرف گھینٹا ہوا بولا۔

ظفر نے اسے تیکھی نظر دوں سے دیکھا اور نہ وقار لجھ میں بولا اس سے پہلے آپ یہ بتائیں
گے کہ آپ نے میرے ملازم سے یہ بر تاد کس بناء پر کیا ہے!“
”یہ کب سے آپ کا ملازم ہے جناب...!“
”کل شام سے...!“
”آپ اس کے بارے میں کیا جانتے ہیں!“
”یہی کہ یہ کل سے میرا ملازم ہے!“
”آپ بتائیے کہ اس کا دوسرا ساتھی کہاں ہے ورنہ آپ کو بھی ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا!“
”میں اس کے دوسرے ساتھی کو نہیں جانتا!“
”نہ جانتے ہوں گے!“ ماجد اس کی آنکھوں میں گھونٹتا ہوا بولा۔ ”میں اطلاع ملی ہے کہ
اں ایک لاش بھی ہے!“
”یقیناً ہے...!“
”کیا...؟“
”جس بات کا مجھے علم ہے اس کا اعتراف ضرور کروں گا!“ ظفر مکرایا۔
”مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے.... پولیس کو فون کرنے جاہی رہا تھا کہ آپ لوگ تشریف
لے آئے.... جی ہاں.... میری سیکریٹری لو سیل دے سوندے نے پچھلی رات کسی وقت خود کشی
لی۔ چلے آپ کو دکھاؤں!“
”وہ بہادری ہی میں تھے کہ بائیں جانب والے ایک کرے سے فون کی گھنٹی کی آواز آئی۔ ظفر
کرے میں داخل ہونا چاہا۔
”ٹھہریے!“ ماجد ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”فی الحال آپ کا لریسیونہ کر سکیں گے! مجھے دیکھنے دیجئے!“
”ضرور دیکھئے.... لیکن آپ مجھے کرے میں داخل ہونے سے تو نہیں روک سکتے!“
”ماید پکھنے بولا۔ لیکن وہ ظفر سے پہلے کرے میں داخل ہوا تھا۔
”فون کی گھنٹی نک رہی تھی.... اُس نے ریسیور اٹھا لیا۔
”یہلو.... ہوں.... آپ کس سے ملتا چاہتے ہیں ہاں ٹھیک ہے پھر....؟“
”ماجد دوسرا طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا لیکن نظریں ظفر پر جمی رہیں۔ ایک پل

”کہاں...؟“

”بب.... بیڈروم میں...!“

جیسن اسے اُس کرے میں لا یا جہاں لو سیل دے سوندے کی لاش چھٹ سے لٹک رہی
تھی۔ گلے میں رہی کا پھند اتھا اور نیچے ایک کری اٹھی پڑی تھی۔

”یہ کیا صیحت ہے...؟“ ظفر بڑا لیا۔

”بھاگ نکلے!“

”بہت زیادہ بد حواس ہونے کی ضرورت نہیں۔ آخر ہمیں ایک ایسی عمارت میں کیوں بھجا
گیا ہے جہاں ایک لاش پہلے سے موجود تھی۔!“

”آپ سوچتے ہی رہ جائیں گے.... اور....!“

دفعٹا گھنٹی کی آواز گونجی اور جیسن جملہ پورانہ کر سکا۔

ظفر صدر دروازے کی طرف جھپٹا۔ اور جیسن لاش والے کرے کا دروازہ بند کرنے لگا تھا۔
اس کے بعد وہ بھی ظفر کے پیچے ہی چل پڑا تھا۔

ظفر نے دروازہ کھولا۔ اور بھو نیکارہ گیا۔ کیپن فیاض کا استنشت انپکٹر ماجد سامنے کھڑا
ہوئے گھور رہا تھا۔ اس کے پیچے ایک بادر دی انپکٹر اور تین کا نشیل تھے۔ قبل اس کے کہ کوئی گھنٹو
ہوتی ظفر نے ماجد کو چوکتے دیکھا۔ اسے جیسن کا خیال آیا جو میک اپ میں نہیں تھا۔

پھر وہ ماجد کو ہولسٹر سے روپا اور نکالنے بھی دیکھا رہا۔ لیکن کیا کر سکتا تھا۔

”اگر کسی نے اپنی بگہ سے جنسی بھی کی تو فائز کر دوں گا!“ ماجد نے ہماری بھرم بھج میں کہا۔

ظفر نے مز کر دیکھا! ماجد کا مخاطب دراصل جیسن ہی تھا۔

”پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے ہھکڑی لگادو....!“ ماجد نے بادر دی انپکٹر سے کہا۔
وہ ظفر کو ایک طرف ہناتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ظفر سب سے الگ ہی الگ رہنا چاہتا تھا کیونکہ
اس کی اپنی ڈاڑھی مصنوعی تھی۔

پھر جب انپکٹر جیسن کے ہھکڑیاں لگا رہا تھا ماجد بولا۔ ”اس کا ایک ساتھی اور بھی ہے....
اور آپ کون ہیں جناب....؟“

اس بار اس نے ظفر کو مخاطب کیا تھا۔

کے لئے ظفر کو محسوس ہوا جیسے گفتگو خود اسی کے بارے میں ہو رہی ہو۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑا لیکن باور دی انپکٹر راستہ روکے کھڑا تھا۔

پھر ماجد کی طرف پلانا تو سکاریو اور اپنی طرف اٹھا ہوا پیلا۔ وہ فون کار سیور کریڈل پر رکھ چکا تھا۔ ظفر سوچ رہا تھا کہ جس نے انہیں یہاں بھیجا تھا اسی نے فون پر اب یہ اطلاع دی اسی ہے کہ ”میک اپ میں ہے۔“

اس کا خیال درست نکلا..... دوسرے ہی لمحے میں ماجد نے باور دی انپکٹر سے اس کی ڈاکٹر سچنگ لینے کو کہا۔

ظفر اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن قیچی نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔

پھر ظفر کے ہاتھوں میں بھی ہھھڑیاں پڑ گئیں۔ اس پر جیمن نے بندروں کی طرح دانہ نکال کر پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد بولا تھا۔ ”ماش مجھے بھی ہر ہائی فس پرن جانعالم اور طرح اپنی روح دوسرے جسم میں منتقل کر دینے کا طریقہ معلوم ہوتا۔!“

”کیا مطلب....!“ ماجد غرایا۔

”اردو کے کلائیکی ادب کی بات کر رہا ہے۔!“ ظفر فس کر بولا۔ ”فسانہ عجائب کا ہیر و جانعالم آگیا ہے۔!“

”میں آپ کی سیکریٹری لو سیل دے سوندے کے مردہ جسم میں اپنی روح داخل کر کے زندہ بھر بچے جنتا رہتا۔!“ جیمن نے پر تھکر لجھے میں کہا۔

”خاموش رہو....!“ ماجد دھڑا۔ ”تمہیں حزینہ تین لا شوں کے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا۔!“

”کون سی تین لا شیں۔!“ ظفر کے لجھے میں حیرت تھی۔

”ڈی سوزا۔.... اس کی لڑکی اور ایک نامعلوم آدمی کی لا شیں.... تم ما فیا کے ایجٹ ہو.... اس گندے بزنس کی سر بر ای تم ہی کرتے رہے ہو۔ اب دیکھنا....!“

”میں کسی ڈی سوزا کو نہیں جانتا۔!“

”لے جاؤ ان دونوں کو....!“ اس نے کائنٹیلوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور وہ دونوں اوپھی آواز میں امن کا ایک گیت گاتے ہوئے کائنٹیلوں کے ساتھ چلنے لگے۔

عمران سیریز نمبر 56

سبز ہو

(دوسری حصہ)

قانونی چارہ جوئی کروں گا۔
ہر شعبہ زندگی میں ہماری قوم کا کردار یہی بن گیا ہے کہ ”دکھ سمجھیں بی فاختہ اور کوئے اٹھے کھائیں!“

اپنے پڑھنے والوں سے گزارش ہے کہ اگر کوئی ایسی کتاب ان کے ہاتھ لے گے جس میں کسی قابل نظرالملک یا جمیں کے بارے میں کچھ لکھا ہو تو مجھے فوراً مطلع کریں۔ میں ان حضرات کی یہ غوش نہیں بھی دو رکرو یا پاہتا ہوں کہ ان کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاسکتی! بات کہاں کی کہاں جائیں چیزیں۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ میں نے کسی کو اپنی کوئی کہاں فلم بنانے کے لئے نہیں دی۔ فریدی، حمید اور عمران کے کرداروں کے لئے قطعی طور پر نئے چیزوں درکار ہوں گے! بعض پڑھنے والوں نے جو نام تجویز کئے ہیں ان کے اچھے اداکار ہونے میں کوئی شبہ نہیں، لیکن وہ میرے ان کرداروں سے ذرہ برادر بھی مشابہت نہیں رکھتے! اب آئیے ”سیز لہو“ کی طرف یہ ”مناروں والیاں“ کے سلسلے کی کتاب ہے! میں نے کوش کی تھی کہ جلد از جلد آپ کے پیغام کے! لیکن مگر اور جوں کی گرمی کہہ رہی تھی ”ہینڈز آپ“ غالباً اکبر اللہ آبادی کا شعر ہے۔

پڑھ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہِ نہیں
پڑھ کر جو کوئی پھونکدے اپریل میں جوں

اور پھر کر اچی کا موسم پلی پلی بدلتے والا۔ اچھے خاصے پیٹھے لکھ رہے تھے، اچاک ہوا میں رطوبت بڑھ گئی۔ عمران دشمن پر چھلاگ لگانے ہی والا تھا کہ وقت میں کی تبدیلی نے کھوڑی سہلائی۔ چھلاگ لگانے کا رادہ ترک کر کے حریف سے مدد بانہ بولا۔ ”بھائی صاحب کل یہیں ملے گا... خدا حافظ....“

لوگ مشورہ دیتے ہیں گریوں میں مری چلے جایا کرو اور میں ان سے بصد خلوص دعہ کرتا ہوں کہ اگلی گریوں میں ضرور چلا جاؤں گا۔ لیکن جہاں گھٹے پھر بعد ہوا بدی، یہ فلفہ سو جھا کہ آدمی تو دراصل اپنے ذہن نیں رہتا ہے! پھر مری وری کیسی؟ سب چلتا ہے.... پھر موسم میں کوئی تبدیلی آئی اور تارک الدنیا ہو جانے کو دل چاہئے گا!

کر اچی جیسے کار بدبی شہر میں تو ایسی آب و ہونہ جو بنی چاہئے۔ پتہ نہیں اللہ کی کیا مصلحت ہے!

والسلام

۱۹۶۹ء جولائی ۲

پیشہ رس

اس بار کتاب کے بارے میں کچھ کہنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے ان بے شمار پڑھنے والوں کے بے شمار خطوط کا جواب دوں، جو ایک بے بنیاد افواہ سے متاثر ہو کر میر اور اپنا وقت خلائق کرتے رہے ہیں۔

پتہ نہیں یہ افواہ کہاں سے پھیلی تھی کہ میں کسی صاحب کی فلم کے لئے کوئی کہاں لکھ رہا ہوں، جس میں فریدی کا رول ”فلال“ صاحب او اکریں گے! اب جو ان ”فلال“ صاحب سے متعلق اخبار خیال کے سلسلے میں خطوط آنے شروع ہوئے ہیں، تو میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ مجھ سے کون سا گناہ سرزد ہوا ہے، جس کی بھگستان میرے سر آپڑی ہے! صرف یہی نہیں کہ ”فلال“ صاحب ہی پر باتِ مل جاتی۔ دوسرا بے صاحبان کے لئے تجویز بھی موصول ہوتی رہی ہیں کہ وہ فریدی کا رول بہتر طور پر کر سکیں گے۔

دوستو! کیوں بور کر رہے ہو مجھے۔ میں نے کسی سے بھی فلم کے لئے کوئی معاملہ نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کسی صاحب نے یہ سوچا ہو کہ میرے علاوہ دوسرے بھی تو میرے کرداروں پر ناول لکھ رہے ہیں۔ میں نے ان کا کیا بلگاڑ لیا ہے کہ انہی کرداروں پر فلم بناؤ لئے والوں کے خلاف کوئی کارروائی کر سکوں گا۔ اگر اسی کوئی بات ہے تو وہ صاحب غلط نہیں مبتلا ہیں۔

چھوٹے موٹے پیشہ رز کے خلاف اگر میں نے کوئی کارروائی کی بھی تو وقت کی بر بادی کے علاوہ اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا! پیشہ روں سے تو عموماً معافی تلاشی ہی پر باتِ مل جاتی ہے!

لیکن فلم کا معاملہ اور ہے... میرا الگا ہوانوالہ کوئی کھاتا پسند کرے....! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے... لیکن میرے حل کا نوالہ کوئی کھاتے....! یہ کیسے ممکن ہے۔

بر صغیر کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ فریدی ”حمید“ عمران اور قاسم وغیرہ میرے ہی تخلیق کردہ کردار ہیں۔ میری طویل علاالت کے دوران میں بعض پیشہ روں کو موقع مل گیا کہ وہ میرے کرداروں پر ناول لکھوا کر فروخت کریں.... صحت یا بہ تو ایسے پیشہ رز کی کثیر تعداد نظر آئی، کس کس کے خلاف کارروائی کرتا۔ علاالت سے قبل ایک ”ابن صفحی“ کے خلاف کارروائی کی تھی اور اسی دوران میں بیمار پڑ گیا تھا۔ پھر وہ کیس بھی جہاں تھا رہ گیا تھا۔

کہنے کا مطلب یہ کہ میں چاہوں تو ان کے خلاف اب بھی قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہوں اور اگر انہوں نے میرے نئے کرداروں ظفرالملک اور جمیں وغیرہ کو استعمال کیا تو ان کے خلاف

رینا اس پر اعتراض کرتی تو جھنگلا کر اسے بھی برا بھلا کہنے لگتے۔ وہ خاموش ہو جاتی۔ اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ ان دونوں سے محبت بھی توکرتی تھی۔

سریت پندی ان تینوں کی بستر کر خصوصیت تھی۔ الہذا جب اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ تینوں اس ملک میں اپنے ملک کے مفاد کے لئے کچھ کام چوری چھپے بھی کریں گے تو اسے بڑی خوشی ہوتی تھی۔ سری ادب سے بھی اسے بہت لگاؤ تھا اسرا و سراغ کی بے شمار کہانیاں اس نے پڑھی تھیں۔

یہاں آکر اسے معلوم ہوا تھا کہ اپنے ملک کے مفاد کے لئے جو کام چوری چھپے انجام دینا ہے اس کے احکامات انہیں اے ون ”تائی شخصیت سے ملیں گے۔

اس پر اس نے اپنے بھائیوں جیری ڈکسن سے کہا تھا کہ ”یہ سب کچھ تو بہت منی خیز ہے۔! بس مزہ ہی آجائے گا۔“

”مگر تم تو بہت نیک ہو!“ جیری بولا۔ ”روان حاصل کرنا چاہتی ہو۔ یہ سب کچھ کیسے کر سکو گی؟“

”اپنے ملک کے لئے میں جان بھی دے سکتی ہوں۔!“

”ہو سکتا ہے.... کچھ گھٹایا کام بھی کرنے پڑیں۔!“

”ملک کے لئے سب کچھ گوارہ ہے۔!“

لیکن یہ حقیقت ہے کہ ابھی تک اسے کوئی گھٹایا کام نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس کے پرد صرف اتنی خدمت تھی کہ وہ روزانہ شام کو چھپے اپنے ٹرائس میٹر کا سوچ آن کر دیتی تھی۔ اگر اے ون کو کچھ کہنا ہوتا تو وہ پورہ منٹ کے اندر ہی اندر اس کی آواز سنتی اور بھائیوں کے لئے اس کا پیغام نوٹ کر لیتی۔

مگر یہ عجیب بات تھی کہ جب سے اس کے بھائی غائب ہوئے تھے اے ون کی طرف سے وے کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔

اس وقت بھی وہ ٹرائس میٹر کا سوچ آن کے بیٹھی تھی۔ اچونچ کر دس منٹ ہو چکے تھے اور آج پھر وہ ماہیوس ہی ہو جانے والی تھی کہ ٹرائس میٹر سے آواز آئی۔

”ہیلو.... آرڈی.... آرڈی....!“

”اث از آرڈی.... ہیلو....!“

”اور ٹوائے ون....!“ ٹرائس میٹر سے آواز آئی اور پھر ستائا چھا گیا۔ پھر تھوڑے وقفے سے آواز آئی ”ہیلو.... آرڈی....!“

رینا ڈکسن اپنے بھائیوں کے لئے بے حد پریشان تھی۔ وہ تین دن سے غائب تھے۔ رینا ان کی طرف سے کبھی مطمئن نہیں رہی تھی۔ ان کی شخصیتیں متوازن نہیں تھیں۔ جس کے لئے ”ہمیشہ اپنے باپ کو والرام دیتی رہی تھی۔

یہ لوگ ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ باپ و میل تھا اور ہندو فلفے کا شیدائی! اپنے گھر کو اس نے دھواں دھار بنا کر کھا تھا۔ ہر طرف بخور داؤں میں خوبیات سلکتی رہتیں! فرست کے اوقات میں گھروالوں کو اکٹھا کر تماور ہندو فلفے پر لیکھ شروع کر دیتا۔ بیٹوں کو زراعت کی طرف لگانے والا بھی وہی تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دنیا میں زراعت سے زیادہ مبرک اور کوئی پیشہ نہیں....!

حقیقتاً بیٹوں کو زراعت سے ذرہ بر ابر بھی لگاؤ نہیں تھا۔ لیکن ان کی تربیت اس ڈھنگ سے ہوئی تھی کہ وہ باپ کا حکم نہیں ٹال سکتے تھے کم از کم اس کے سامنے تو اس کے فرمانبردار ہی بنے رہتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ گھر سے قدم نکالتے ہی وہ قطی بھول جاتے ہوں کہ انہیں باپ کی نصیحت کے مطابق اسٹرے کی دھار سے گزر کر روان حاصل کرنا ہے۔

انہوں نے زرعی ادaroں میں تعلیم حاصل کی..... ڈگریاں لیں۔ کچھ دونوں اپنے ملک ہی کی خدمات انجام دیں اور اس کے بعد اپنی حکومت ہی کی طرف سے ترقی پذیر ممالک میں بھیج جانے لگے تاکہ ان کی زرعی اسکیوں کو پایہ تکمیل پہنچانے میں معاونت کریں۔

رینا کو یقین تھا کہ وہ جو کچھ بھی نظر آتے ہیں حقیقتاً وہ نہیں ہیں۔ وہ مقامی آدمیوں کے ساتھ انہیں اخلاق سے پیش آتے دیکھتی اور وہ جب چلے جاتے تو ان کا مضمکہ اڑاتے اور انہیں گالیوں دیتے۔

ون....اث از آرڈی....!

”ہیلو....!“ ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ ”آرڈی....کیا رہا....؟“

”آپ کا خیال درست تھا.... روول میں دونوں کی تصویریں موجود تھیں۔ میں نے دونوں کے پرنٹ نکال لئے ہیں۔!“

”شاپا ش.... تم بہت ذین اور پھر تیلی لڑکی ہوا اب ان تصویریں کو لفاظے میں رکھ کر اس پر کراس بناؤ اور فارم کے چھانک والے لیٹر بکس میں ڈال دو....!“

”بہت بہتر چیف....!“

”دونوں کی ایک ایک کالپی اپنے لئے بھی پرنٹ کرو.... اپنے پاس رکھو.... اگر تم ہی ان دونوں کو تلاش کر سکیں.... تو خود کو ایک بہت بڑے انعام کی مستحق سمجھو....!“

”میرا سب سے بڑا انعام یہ ہو گا کہ مجھے میرے بھائی مل جائیں۔!“

”اچھا.... اور ایڈنڈ آل....!“

ٹرانس میٹر خاموش ہو گیا اور وہ اے ون کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری کرنے لگی۔ اندھیرا اپھلی چکا تھا.... قمری سینے کی آخری نارینگیں تھیں۔ اُس نے ثارچ اٹھائی اور عمارت سے نکل کر فارم کے چھانک کی طرف چل پڑی۔

سردی آج بھی مزان پوچھ رہی تھی۔ جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے گونجتی رہنے والی فضا بالکل خاموش تھی۔

فارم کا چھانک رہائشی عمارت سے قرباً ایک فرلاگ کے فاصلے پر تھا وہ ثارچ کی روشنی میں راستہ طے کرتی تھی۔ چھانک کے قریب پہنچ کر اُس نے کسی شیر خوار بچے کے روئے کی آواز سنی اور ثارچ کا دائرہ اس طرف ریگ کیا۔ چھانک کے باہر ایک کار کھڑی نظر آئی۔

جیسے ہی روشنی کا دائرة اس پر پڑا ایک عورت بچھلی نشست کا دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ یہ بھی ریناہی کی طرح سفید فام تھی۔ لیکن اسکے چہرے پر تھکن کے آثار دور سے بھی دیکھے جاسکتے تھے۔ قریب آکر اس نے انگریزی میں کہا۔ ”مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم میری زبان سمجھ سکو گی۔!“

”میں کیا مد کر سکتی ہوں۔!“

”میرے بچے کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ سفر جاری نہیں رکھ سکتی کیا کہیں پناہ مل سکے گی۔!“

ون....اث از آرڈی....!

”ہیلو....!“ ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔ ”آرڈی....کیا رہا....؟“

”آپ کا خیال درست تھا.... روول میں دونوں کی تصویریں موجود تھیں۔ میں نے دونوں کے پرنٹ نکال لئے ہیں۔!“

”شاپا ش.... تم بہت ذین اور پھر تیلی لڑکی ہوا اب ان تصویریں کو لفاظے میں رکھ کر اس پر کراس بناؤ اور فارم کے چھانک والے لیٹر بکس میں ڈال دو....!“

”بہت بہتر چیف....!“

”دونوں کی ایک ایک کالپی اپنے لئے بھی پرنٹ کرو.... اپنے پاس رکھو.... اگر تم ہی ان دونوں کو تلاش کر سکیں.... تو خود کو ایک بہت بڑے انعام کی مستحق سمجھو....!“

”میرا سب سے بڑا انعام یہ ہو گا کہ مجھے میرے بھائی مل جائیں۔!“

”اچھا.... اور ایڈنڈ آل....!“

ٹرانس میٹر خاموش ہو گیا اور وہ اے ون کی ہدایات کو عملی جامہ پہنانے کی تیاری کرنے لگی۔ اندھیرا اپھلی چکا تھا.... قمری سینے کی آخری نارینگیں تھیں۔ اُس نے ثارچ اٹھائی اور عمارت سے نکل کر فارم کے چھانک کی طرف چل پڑی۔

سردی آج بھی مزان پوچھ رہی تھی۔ جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے گونجتی رہنے والی فضا بالکل خاموش تھی۔

فارم کا چھانک رہائشی عمارت سے قرباً ایک فرلاگ کے فاصلے پر تھا وہ ثارچ کی روشنی میں راستہ طے کرتی تھی۔ چھانک کے قریب پہنچ کر اُس نے کسی شیر خوار بچے کے روئے کی آواز سنی اور ثارچ کا دائرة اس طرف ریگ کیا۔ چھانک کے باہر ایک کار کھڑی نظر آئی۔

جیسے ہی روشنی کا دائرة اس پر پڑا ایک عورت بچھلی نشست کا دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ یہ بھی ریناہی کی طرح سفید فام تھی۔ لیکن اسکے چہرے پر تھکن کے آثار دور سے بھی دیکھے جاسکتے تھے۔ قریب آکر اس نے انگریزی میں کہا۔ ”مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم میری زبان سمجھ سکو گی۔!“

”میں کیا مد کر سکتی ہوں۔!“

”میرے بچے کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ سفر جاری نہیں رکھ سکتی کیا کہیں پناہ مل سکے گی۔!“

"یقیناً ایک منٹ تھہر و....!" رینا نے کہا اور لیٹر بکس کی طرف مڑ گئی۔! الفاظ اُس میں ڈ کر پھر اچھی عورت کی طرف پلت آئی۔

کار میں پچھے ابھی تک روئے جا رہا تھا۔

"کیا تم تمہاں ہو....؟" رینا نے پوچھا۔

"نہیں میرا شوہر بھی ساتھ ہے۔ وہ تو کہہ رہا ہے کہ تھوڑی دیر بعد ہم شہر پہنچ جائیں۔" لیکن میرے لئے یہ ناقابل برداشت ہے تم محسوس کر رہی ہو گی۔ اس آواز میں کرب ہے۔ میرا خیال ہے کہ اُسے نہ نویں ہو گیا ہے۔!"

"گاڑی اندر لے چلو.... تمہارا خیال درست ہے.... فی الحال سفر ملتوی کر دینا چاہئے۔!"

"سوال یہ ہے کہ نہ نویں ہو اکوں....؟" گاڑی کے اندر سے مردانہ آواز آئی۔

"تم خاموش رہو....!" عورت مڑ کر چھپی۔

"چلو.... بیکار بات نہ بڑھا جاؤ....!" رینا نے اُسے گاڑی کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔ پچھلی نشست پر پچھے پڑا رہا تھا۔ عورت نے اُسے گود میں اٹھا لیا اور رینا اسکے برابر جانیشی مرد نے انہیں اسارت کیا اور گاڑی پھانک کی طرف موڑتا ہوا بڑا بڑا۔ کاش میں نے شادی کی ہوتی۔!"

"اب تم اپنی زبان بذرکو گے یا نہیں....؟" عورت پھر گرجی۔

"ہاں بس سیدھے ہی چلو....!" رینا نے مرد کو ہدایت دی۔

پچھے برابر روئے جا رہا تھا۔ رینا پہلے سے بھی کچھ زیادہ ول گرفتگی محسوس کر رہی تھی۔ وہ انہیں اپنی رہائش گاہ پر لائی۔

عورت سفید فام تھی لیکن اس کا شوہر کوئی مقامی آدمی تھا۔ خوش شکل ضرور تھا لیکن یہ قوف سالگتا تھا۔ رینا نے انہیں بتایا کہ اس وقت طی امداد تو ممکن نہیں لیکن اس کے پاس ماں کی ایک ایسی دوام موجود ہے جس سے بچے کو آرام لے گا۔!

"ماں کی دوام سے کیا ہو گا۔!" مرد نے نہ اسامنہ بنایا۔

"تم پھر بولے۔!" عورت غرائی۔

مرد نے ایسا منہ بنایا جیسے کسی سخت گیر ماں سے سابقہ ہو۔ رینا کو یہ چیز کچھ عجیب سی لگی۔

ایک گھنٹے بعد پھر سو گیا تھا۔ انہیوں نے رات کا کھانا کھایا اور ڈرائیور روم میں بیٹھ کر کافی پینے لگے۔ عورت نے رینا کو بتایا کہ اس کی ماں انگریز تھی اور باپ برما کا باشندہ تھا۔

"تو یہ تمہارے شوہر بھی بریمز ہیں۔!" رینا نے پوچھا۔

"نہیں محترمہ میں یہیں کا باشندہ ہوں۔!" شوہر بول پڑا۔

"تم سے سوال نہیں کیا گیا تھا۔ تم کافی ختم کر کے سونے جاؤ گے۔!" یہوی پھر غرائی۔

"بالکل.... بالکل....!" شوہر سر ہلا کر بولا۔ مجھے تو نہ نیا بھی نہیں ہوتا۔!

"غیر ضروری باتیں نہیں۔!"

شوہر پہلے سے بھی کچھ زیادہ سہما ہوا نظر آنے لگا۔ پھر کافی ختم کر کے وہ چچھ اٹھ گیا تھا۔

"ویکھو....!" یہوی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں نے بیڈ روم میں کتابوں کی شلف دیکھی تھی۔ خر

را سوہی جانا.... کوئی کتاب نہ نکال لینا۔"

"میں سو جاؤں گا۔!" وہ مردہ سی آواز میں بولا اور چپ چاپ چلا گیا۔

"بے چارہ عبدال...!" اس کی یہوی نے ٹھنڈی سانس لی۔

رینا خاموش تھی۔ مہماں عورت اس کی طرف مڑ کر بولی۔ "میں عبدال کے لئے بڑی دلکھی

ہتی ہوں۔ وہ ایک خطرناک مرض میں بیٹلا ہے۔!"

"کیا مرض....؟"

"بائیں ٹانگ بالکل بے جان ہو جاتی ہے۔ کئی کئی دن بترے جنبش بھی نہیں کر سکتا۔!"

"کوئی اعصابی مرض۔!"

"ڈاکٹروں کا بھی خیال ہے۔!"

رینا سوچنے لگی کہ اب اس مہماں عورت کو آرام کرنا چاہئے۔ لہذا اس نے گفتگو کو آگے

بڑھنے سے روک دیا۔ رات کے گیارہ بجے تھے اور وہ اپنی خواب گاہ میں ٹھیل رہی تھی۔

بھائیوں کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو مہماںوں کی سدھ بھی نہ رہی۔ آخر دہ کہاں گئے۔

اگر ڈاکٹر اور اس کا خوف ناک چہرے والا استثنیت ہی غائب ہو جانے کے ذمہ دار ہیں تو اس

وقوع کا مقصد کیا ہے....؟ اگر چیف ان دونوں کی زندگیوں کا خواہاں تھا تو پھر ان دونوں نے اس

کے بھائیوں کو کیوں چھوڑا ہو گا۔

البھن بڑھ گئی۔ ٹھیک اسی وقت اس نے کچھ غیر معمولی قسم کی آوازیں بھی سنیں۔ ایسا صلی
ہوتا تھا جیسے عمارت ہی میں کچھ لوگ ادھر سے ادھر دوڑتے پھر رہے ہوں۔ وہ خواب گاہ کا دروازہ
کھول کر کھڑی ہو گئی۔ وہ طبعاً درپور لڑکی نہیں تھی۔

پھر جلد ہی اس نے اندازہ کر لیا کہ وہ آوازیں مہماں کے کمرے سے آ رہی تھیں۔ وہاں روشن داں میں روشنی بھی نظر آئی۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نے سوچا اور تیزی سے آگے بڑھی
دوراے کے قفل کے سوراخ سے اندر جھانکنے لگی۔

وہاں اچھا خاصا ہنگامہ برپا تھا۔ مہمان عورت اپنے شوہر کے پیچھے اس طرح جھپٹتی پھر رہی تھی جیسے ہاتھ آگیا تو گرا کر مارے گی اور وہ ڈری ڈری آوازیں نکالتا ہوا اس کی گرفت سے بچنے کو شش کر رہا تھا۔

”لگ.... کیا کر رہی ہو.... ہم ایک غیر جگہ پر ہیں۔ تمہیں شرم آئی چاہئے۔ ارے میز بال کی نیند تoram نہ کرو!“

”میں آج تمہیں جان سے مار دوں گی!“

”یہاں نہیں.... گھر بیٹھ کر.... خدا کے لئے اب... ختم بھی کرو!“

”اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو.... رک....!“

”تم کیا کرو گی....؟“

”صرف دو تھیڑ لگاؤں گی۔!“

”نہیں.... ایک....!“ وہ ہاتھا ہوا بولا۔

آخر تھک ہد کرو رک گئی۔ شوہر بستر کی دوسری طرف کھڑا تھا دو نون ہی بڑی طرح ہاتھ پر ہے تھے عورت اسے گھوڑے جارہی تھی...!۔

آخر شوہر اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بے بھی سے بولا۔ ”اس سے تو یہی ہے کہ تم مجھے زبردے دو... یا گولی مار دو...!“

”نہیں میں تمہیں سکا سکا کر ماروں گی۔!“

”آخر مجھ سے شادی کیوں کی تھی.... اگر یہی کرنا تھا!“ وہ روہا نسا ہو کر بولا۔

”مجھے یہ قوف مرد پسند ہیں.... لیکن تم بہت زیادہ یہ قوف ثابت ہوئے ہوئے!“

”تو اس میں میرا کیا تصور ہے!“

”بے بی کو نہ نیا کیوں ہوا....؟“ وہ غرائی۔

”بھلا میں کیوں نکر جاتا سکتا ہوں....!“ وہ بے بی سے بولا۔

”اگر تم نہیں بتا سکتے تو اس کے باپ بھی نہیں ہو!“

”اے کاباپ بن کر مجھے خوشی محسوس نہیں ہوتی... کم بخت کو چھینک بھی آجائے تو میری ہی شامت!“

”خبردار! اگر اس کے لئے کوئی ناز پا لفاظ زبان سے نکلا!“

”بجھے تو اس کا رونا بھی ایسا ہی لگتا ہے جیسے مجھے... صرف مجھے گالیاں دے رہا ہو۔!“

”میں تمہاری زبان سمجھنے لوں گی۔!“

”اگر تم اپنی زبان کی جنبشوں میں دس فیصد بھی کی کر سکو تو میں اپنی زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے

بند کر لینے کو تیار ہوں۔!“

”شٹ اپ....!“

”تم جانتی ہو کہ جس رات میرے ساتھ ایسا بر تاؤ ہوتا ہے دوسری صبح کو میں مغلون ہو جاتا ہوں۔!“

”تم جہنم میں جاؤ.... مجھے کیا۔!“

”روشی....!“

”میرا نام نہ لو.... میں غنقر عب تم سے چھکارا جا حصل کرلوں گی۔!“

”اس حال کو پہنچا دینے کے بعد....!“ شوہر درد ناک لبھ میں بولا۔ وہ مزید کچھ کہنے کی

بجائے دھم سے بتر پر بیٹھ گئی۔

شوہر بے صورت کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر رینا کو عجیب سے آثار نظر آئے۔

”اچھا تھی بجاہو....!“ عورت تھوڑی دیر بعد غصیل آواز میں بولی۔ ”مجھے نیند آ رہی ہے۔!

لیکن تم جا گتے رہو گے۔!

رینا نے دیکھا کہ وہ چپ چاپ سوچ چوڑ کی طرف بڑھا اور پھر کمرے میں اندر جبراچھا گیا۔

رینا اپنے ذہن پر ایک ناگوار ساتاڑ لے کر وہاں سے ہٹ گئی۔ کچھ دیر بعد اسے بھی نیند آئی۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو دھوپ پھیلی نظر آئی۔ دیز نک جا گتے رہنے کی بنا پر آج شائد زندگی

میں پھیلی بازوہ اتنی دیر سے اٹھی تھی۔

”پھر بھی یہ بڑی عجیب بات ہے!“
 ”وہ دراصل بے بی کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔ اسکے لئے طبی امداد بہر حال ضروری تھی!“
 ”لیکن آپ کی دلکشی بھال بھی تو ضروری ہے!“
 ”مجھے افسوس ہے کہ مجھ پر نتا و قوت دورہ پڑا۔ آپ لوگوں کے لئے درود سر بن جاؤں گا!“
 ”ایسی کوئی بات نہیں.... تم نے ابھی ناشائستہ کیا ہو گا۔ شہر میں بھجواتی ہوں!“
 ناشائستہ کے بعد وہ پھر اس کے پاس آئیٹھی تھی۔
 کافی دیر تک سوچتی رہی کہ پچھلی رات والے واقعات کا ذکر کس طرح شروع کرے۔ دراصل وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ پچھلی رات ان کی لا علیٰ میں وہ سب کچھ دیکھتی اور سنتی رہی تھی۔
 پھر دفعتہ خود اسی نے اس کی مشکل آسان کر دی۔ کراہ کر بولا۔

”میں جانتا ہوں آپ کیا سوچ رہی ہیں.... روشنی نے پچھلی رات خاصہ شور مچایا تھا!“
 ”ہاں ہاں....!“ وہ جلدی سے بوی۔ ”مجھے خود حیرت تھی۔ تمہاری یہوی صورت سے تم مزاج معلوم ہوتی ہے!“

”بس مجھ سے غلطی یہ ہوتی کہ اس کے سونے سے پہلے خود سو گیا تھا....!
 ”اس سے کیا ہوتا ہے.... نیند پر تو کسی کا اس نہیں چلتا!“

”آپ کبھی نہیں محترمہ....!“

”تو سمجھا دتا....!“ وہ خوش دلی سے مسکرائی۔

”اُسے خراویں سے نفرت ہے۔ میں سوتے میں خراٹے لیتا ہوں!“

”لب اتنی سی بات....!“

”وہ مجھے بہت چاہتی تھی۔ لیکن یہ شادی سے پہلے کی بات ہے۔ جب اس نے میرے خرانے نہیں سنے تھے۔“

”بہترے لوگ خرانے لیتے ہیں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں!“

”اس کا دماغ بہت ہی اسی مثل قسم کا ہے جو زر اذرا کی بات پر اکٹ جاتا ہے۔! جمالیات کا میدا ہو گیا ہے اس کو....!“

رینا کچھ نہ بولی.... وہ بھی خاموش ہو کر چھٹ کو تکنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈی سانس

مہمانوں کا خیال آتے ہی اس نے یک لخت بستر چھوڑ دیا۔ دوڑ کر کچک میں پہنچی۔... وہاں باورپی موجود تھا۔ ناشائستہ بھی تیار تھا۔ لیکن باہر مہمانوں کی گاڑی نہ دکھائی دی۔

اس نے سوچا ممکن ہے وہ صحیح روانہ ہو گئے ہوں۔ اس نے باورپی سے اُنکے متعلق پوچھا۔

”میم صاحب ناشائستہ کر کے چلی گئیں!“ اس نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔!“

”لیکن میم صاحب.... ان کا صاحب نہیں گیا۔!“

”کیا مطلب....؟“

”میم صاحب نے بتایا تھا کہ صاحب بیمار ہو گے ہیں اس لئے وہ سیہیں رہیں گے۔!“

رینا کو پچھلی رات کا واقعہ یاد آگیا۔ وہ تیزی سے اس کمرے کی طرف چھٹی، جہاں مہماں سوئے ہوئے تھے!

کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ملا۔... سامنے ہی نبستر پر مہماں عورت کا شوہر آنکھیں بند کئے ہوئے پڑا۔ پچھے بڑی بڑی اڑا تھا۔ اُس کی آہٹ پر چوٹا اور سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

”صحیح جتاب....!“ رینا نرم لمحہ میں بولی۔

”صحیح خاتون....!“

”مجھے افسوس ہے کہ میں دیر سے اٹھی۔... لیکن....!“

”جی ہاں.... وہ چلی گئیں.... اور میں بسترے سے جبیش بھی نہیں کر سکتا۔!“

”کیوں....؟“

”مجھ پر اعصابی دورہ پڑا ہے۔ بائیں ٹانگ بیکار ہو گئی ہے۔!“

”یہ کیوں نکر ہوا....؟“

”اکثر ایسا ہوتا ہے۔!“

”میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔!“ ”پہنچ لمحہ میں بولی۔“ یہاں تو طبی لعلہ بھی ممکن نہیں!

”آپ فکر نہ کریجی.... خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہوں۔!“

”مجھے حرمت ہے کہ آپ کی یہوی آپ کو اس حال میں چھوڑ گئیں!“

”وہ کر بھی کیا سکتی.... میری وجہ سے بہت پریشان رہتی ہے۔!“

ہزاری تھا۔ لیکن اس کہانی میں عمران کے وجود کو یکسر نظر انداز کر گیا تھا۔
”کر سوپاؤ لس تم سے پینتگ کیوں کرنا چاہتا تھا!“ فیاض نے سوال کیا۔
”اس سے دوسرا ملاقات کی نوبت ہی نہیں آئی کہ تفصیلی گفتگو ہو سکتی!“ ظفر الملک نے
اب رہا۔

”کیوں جناب....؟“ جیمسن نے اپنی ڈاڑھی سہلاتے ہوئے فیاض کو مخاطب کیا اور جملہ پورا
نے کی بجائے کچھ سوچنے لگا۔
”یا مطلب....؟“ فیاض غرما کا اس کی طرف مڑا۔
”کچھ نہیں....!“ جیمسن نے خلک لجھ میں کہا۔ ”ضروری نہیں کہ آپ کو بھی کلاسکی ادب
کاڈھو!“
”کواس مت کرو....!“ فیاض اسے جھڑک کر ظفر نے بولا۔ ”کر سوپاؤ لس کی قومیت کے
میں کیا اندازہ لگایا تھا!“

”نام سے تو یونانی معلوم ہوتا ہے!“
”یہودی بھی ہو سکتا ہے!“ جیمسن بولا۔
”جهالت کی باتیں نہ کرو... کیا یونان میں یہودی نہیں رہتے!“
”یہودی کہاں نہیں ہیں!“ جیمسن نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”لیکن انہیں پیچان لینا آسان کام
نہ ہے!“

”غیر ضروری باتیں مت کرو....!“ فیاض پر چڑھ کر دہڑا۔
”بات میں بات نکتی ہے جناب... میں گفتگو کا رخ کلاسکی ادب کی طرف موڑ دینا چاہتا ہوں!“
”کہیں تمہاری گرومن نہ موڑ دی جائے!“
”میری دانست میں گرومن مرد ڈنابلتے ہیں!“
”جیمسن زبان بند کرو....!“ ظفر نے تیز لجھ میں کہا اور جیمسن لاپرواہی سے شانوں کو جبکش
کر دوسرا طرف دیکھنے لگا۔

”سوال یہ ہے کہ تم دونوں اس رات بھاگے کیوں تھے؟“ فیاض تھوڑی دیر بعد بولا۔
”اُس تہہ خانے میں کوئی با تھوڑا روم نہیں تھا!“ جیمسن نے مزکر جھلابت کا مظاہرہ کیا۔

لے کر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اب وہ مجھ سے کبھی نہ ملے گی!“ پہلے بھی کہی بار طلاق کی وجہ
دے چکی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس قسم کے جھگڑوں کی صورت میں ہمیشہ مجھ پر زر،
انیک ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی!“

اس کی آواز بھر اگئی اور وہ بات پوری کئے بغیر خاموش ہو گیا۔
ریناچ میں اس کے لئے معموم ہو گئی تھی۔

”تم فکر نہ کرو....!“ وہ کچھ دیر بعد بولی۔ ”یہاں تمہاری دیکھ بھال اچھی طرح ہو گی!“
”میں شر مند ہوں محترم....!“ اُس کے لجھ میں رو دینے کا ساندھا تھا۔
”نہیں بالکل فکر نہ کرو!“ رینا نے اس کا بازو تھپک کر کہا۔
ایک معصومیت اُس نے آج تک کسی مرد کی آنکھوں میں نہیں دیکھی تھی۔ وہ یقیناً ایک سیر
سادہ اور کسی قدر بیوی قوف آدمی تھا۔ خدو خال دلکش تھے اور گلت اسکی اپنی ہی طرح پیدا تھی۔
”میں تمہارا نام بھول گئی!“ اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”عبدالمنان...!“
اس شام جب رینا کے چیف کی آواز ٹرانس میٹر پر سنائی دی تھی تو اُس نے اس کو ایک
معاملہ سمجھ کر اس کا تذکرہ اُس سے نہیں کیا تھا!

ظفر الملک اور جیمسن... فیاض کے ہنگے کی حوالات میں تھے۔ حوالات میں ضرور تھے
اوپر سے حکم آیا تھا کہ اُن دونوں کے معاملے کو شہرت نہ دی جائے۔ پر لیں روپورڑوں کو ان
نام تک معلوم نہ ہونے پائیں۔
لو سیل دے سوندے ایک غیر ملکی معلمہ تھی۔ یہاں اسکارل شپ پر آئی تھی۔ اس لئے
کے ملک کا سفارت خانہ بھی پوری توجہ سے اس معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا۔
بہر حال ظفر الملک اور جیمسن حوالات میں ضرور تھے لیکن اس کے سلسلے میں اُن کے
نہیں لئے گئے تھے وہ ابھی تک خود کشی ہی کے کیس کی حیثیت رکھتا تھا۔

ظفر الملک کے بارے میں فیاض کے لئے ایسی کوئی ہدایت نہیں تھی کہ اس سے کسی قسم
پوچھ گچھ بھی نہ کی جائے۔ لہذا اس وقت فیاض اس کے سر پر سوار تھا۔ ظفر الملک نے اسے۔

س نے اپنی بی لوئیڈ کو اس کرنا چاہا.... اُس نے ریفیوز کر دیا۔ شاعر بولا۔ اچھی بات ہے میں رجاؤں گا۔ وہ فن کر دیا جاؤں گا خاک میں مل جاؤں گا اور اسی خاک سے پیالہ بنایا جائے گا۔ پھر تم ہی پیالے میں پانی پیو گی۔ اس طرح میں خاک میں مل کر تمہیں کس کرلوں گا!۔

”جیسن..... اگر یہ حق ہے تو اردو شاعری بڑی خوف ناک چیز معلوم ہوتی ہے.... تم مجھے روڑ سور تھک کا کوئی سونیت سناؤ!۔“

”خاک ڈالنے روڑ سور تھک پر.... میر تھی میر کا ایک شعر منیر
اگر یوں ہی اے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا“

”جیسن..... یہ تو بڑا دردناک شعر ہے!“ ظفر بولا۔ اردو شاعری میرے لئے جو بہ بن کر رہ گئی ہے۔ آخر شاعر اس طرح دہلزیں مار مار کر کیوں رواہات کے ہمسائے کی نیند خطرے میں پڑ گئی تھی۔“

”میرے لئے بھی عجیب ہے، یورہائی نس.... میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اردو شاعری کا عاشق تیوں سے بھی زیادہ بے بس ہوتا ہے۔ اس لئے رقبوں کا وجود بھی برداشت کر لیتا ہے!“

”سوال یہ ہے کہ ایسے کو چاہتا ہی کیوں ہے جس کے پہلے سے کئی چاہنے والے موجود ہوں!۔“

”یہ روایت ہے اردو شاعری کی.... لہذا آپ اس پر اعتراض نہیں کر سکتے!۔“

”اعتراض تو میں اس پر بھی نہیں کر سکتا کہ تم مجھے مسلسل بورکے جا رہے ہو!۔“

”میں چاہتا ہوں کہ آپ میں بھی ادبی ثیسٹ پیدا کر دوں!۔“

”تو نائم فور تان سن!....!“

”اسے تان سن نہ کہئے یورہائی نس.... یہ ہمارے لکھر کا ایک حصہ ہے!۔“

”ایک لکھر کا حصہ ہو گا۔ تو غلط سمجھا ہے۔ کوئی کسان فصل تباہ ہو جانے پر دہلزیں مار مار کر دیا ہو گا!۔“

”نہیں باس!....! محبوبہ کی جداگانی پر شاعر راوی تھا!....!“

”میرا ماغ خراب نہ کر... بہت دنوں کے بعد سکون نصیب ہوا ہے۔ میں سونا چاہتا ہوں!۔“

”دن میں سو کیس گے آپ....؟“ جیسن نے جیرت سے سوال کیا۔

”ظفرالملک نے چوتھے پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں!۔“

”ارے.... ارے....!“ جیسن کے لجھ میں احتیاج تھا۔

”تم پھر بولے!۔“ ظفر اسے گھورتا ہوا بولا۔

”اچھی بات ہے یورہائی نس تو پھر انہیں بتائیے کہ کیوں بھاگے تھے یا کاں سیکل اسٹاکل میں اپر کیوں قرار کیا تھا!۔“

”رفعت فیاض کا مودہ بہت زیادہ خراب ہو گیا اور وہ اٹھتا ہوا غریا۔“ ”تمہاری کہانی پر کسی کو یقین نہیں آسکتا۔ لویل کی موت کے ذمے دار قرار دیئے جانے کے منتظر ہو!۔“

اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔

جیسن جھیکوں کے سے انداز میں مسکرا کر اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔

”دل چاہتا ہے تمہارے ہونٹ سی دوں!۔“ ظفر بولا۔

”یہ معاملہ خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے یورہائی نس...!۔“

”اس سے بھی زیادہ خطرناک معاملات سے لوگ دوچار ہوتے ہوں گے!۔“ ظفر نے لاپر سے شانوں کو جبکش دی۔

”اگر آپ کے انکل ناماد تک یہ بات پہنچ گئی!۔“

”خود کو بہت زیادہ پہچا محسوس کرنے لگیں گے!۔“ ظفر نے جماہی لے کر کہا۔ ”اور ہم اسے بھی چھکارا پایا... الحمد للہ!۔“

”کیا میں آپ کو ایک کلاسیکل شعر سنائیں ہوں!۔“

”فی الحال مجھے کوئی اعتراض نہیں.... کیونکہ ابھی میں نے اوٹھنا بھی شروع نہیں کیا ہے سنئے۔“

پس مردن بنائے جائیں گے ساغر میری گل کے لب جاں بخت کے بو سے ملیں گے خاک میں مل کے“

”میری سمجھ میں نہیں آیا!۔“

”سمجھ میں تو میری بھی نہیں آیا....!“ جیسن نے بے بسی سے کہا۔

”ہری اپ ورنہ بہت بُری طرح پیش آؤں گا!۔“

”کیا....؟“

”تو پھر تو نے شعر کیوں سنایا.... مطلب بتانا پڑے گا!۔“

”اچھا تھبیر یے.... میں کوشش کرتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ شاعر اپنی کام ریفڑ

ریت احصہ بطور حق الحجت ہم دونوں کے کام آئے گا۔!
”یہ شرایبوں کا حصہ کیوں نکالو گے!“
”کیوں مرزا صاحب شراب پی کر خشر کہتے تھے!“
”تو آخر موجودہ حالات پر گفتگو کیوں نہیں کرتا!“
”کیا ضرورت ہے.... یہ حالات ہم نے تو نہیں پیدا کئے!“ جیسے نے کہا اور ہونٹوں پر
نگر کہ کرنے خاموش رہنے کا اشارة کرتے ہوئے واش میں کی طرف دیکھا۔
ظفر الملک استفہامیہ انداز میں اس کو سکے جارہا تھا۔
جیسے نے قریب آکر سر گوشی کی۔ ”یہ لوگ بہت چالاک معلوم ہوتے ہیں۔! اس واش میں:
پیں ڈکنا فون پوشیدہ ہے۔ ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا رہی ہو گی!“
ظفر نے نہ اسامنہ بن کر واش میں کی طرف دیکھا۔



رینا کو پائیج مہمان کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ اس کے ذہن کے کس گوشے کو کریں
بیجا تھا۔ ایک عجیب سی ہمدردی اور ایک محیب سالگزار اس سے محسوس کرنے لگی تھی۔!
اس وقت ناشتے کے بعد وہ اسے نوکروں کی مدد سے پیروں برآمدے میں لا لی اور دونوں
سردیوں کی دھوپ سے لطف اندوڑ ہونے لگے۔
دفعتاً ایک پولیس کا نشیبل برآمدے کے سامنے آر کا۔
اس نے رینا کو بڑے ادب سے سلام کیا تھا اور پھر اس کے مہمان کو دیکھنے لگا تھا۔
”کیا باث....!“ رینا نے نوٹی پھوٹی اردو شروع کی۔
”یہاں.... کوئی عبد المنان ہے....!“ میم صاحب....!“ اس نے پوچھا۔
”ہاں.... میں ہوں....!“ مہمان اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔
”اوہ.... تم آرام سے بیٹھے رہو....!“ وہ جلدی سے اٹھتی ہوئی بولی اور اس کے شانے پکڑ کر
اسے پھر آرام کر سی کی پشت گاہ سے نکالیا۔
”عبد المنان صاحب کا سمن ہے، میم صاحب....!“
عبد المنان کے چہرے پر ہوانیاں اڑنے لگیں۔

”کیوں دماغ خراب کر رہا ہے!“ ظفر آنکھیں کھول کر دیا۔
”ابھی ابھی ایک انسپاڑیشن ہوا ہے۔!“ جیسے ڈاڑھی کھجاتا ہوا بولا۔ ”ہم یہاں سے نکل کر بیکار
نہ رہیں گے۔ ہو سکتا ہے لمبا بڑی نس ہو جائے۔!
”ہوں....!“ ظفر اٹھ بیٹھا۔
”مرزا غالب....!“
”کیا مطلب....؟“
”مرزا جی کی صد سال یادمنانی جانے والی ہے۔!
”تو ہمیں کیا....!“
”لوگ دھڑا دھڑ غالب قلم، غالب ڈاڑھی، غالب حق، غالب اگالا ان ایجاد کر رہے ہیں۔
حالانکہ یہ سب بکواس ہے۔ جس چیز کی بناء پر اسد اللہ خان صاحب غالب کہلاتے تھے اُسے سب
نے یکسر فراموش کر دیا ہے۔!
”وہ کیا چیز تھی....؟“
”ازار بند....!“
”کیا کواس ہے....!“
”یقین کبھی یورہائی نس....!“ اگر نہیں پاجامے کی بجائے تمہارا استعمال کرنے پر مجبور کر دیا جاتا تو
آن کے اشعار ہم تک ہر گز نہ پہنچ سکتے۔!
”کیوں....؟“
”رات کو پیتے تھے اور نش کی حالت میں شعر کہتے تھے۔ جتنے شعر کہتے اتنی ہی گریں ازار بند
میں ڈال دیتے اور دوسرا ٹھیج ایک گرہ کھولتے جاتے اور شعر یاد کر کے لکھتے جاتے۔!
”دیٹ اپ بسر ڈ....!“
”یقین کبھی یورہائی نس....!“
”جہنم میں جائے.... آخر اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو....!
”میں یہاں سے نکلنے کے بعد غالب ازار بند کا بڑی شروع کر دوں گا۔ آمدی کے تین حصے
ہوں گے۔ ایک حصہ نادر شرایبوں کے لئے، دوسرا حصہ غالب کے نام پر ایصال ثواب کے لئے

”خوب!“ رینا نہ پڑی۔ ”لیکن تمہاری ایک گلوبر میز بیوی تو تمہارا سر پیٹھے پر آمادہ نظر آتی تھی!“

”تم کیا جانو....؟“ عبدالمنان چونک کربولا۔

”اس رات میں نے قتل کے سوراخ سے جھاک کر سب کچھ دیکھا تھا!“ عبدالمنان کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

”میں تمہارا مناق نہیں اڑانا چاہتی....!“ رینا نے سمجھی گی سے کہا۔

”کوئی بات نہیں....!“ عبدالمنان روہانا ہو گیا تھا۔

رینا کچھ نہ بولی۔ وہ اس کی آنکھوں میں گھرے غم کی جھلکیاں دیکھ رہی تھی۔

”کوئی بات نہیں....!“ عبدالمنان روہانا ہو گیا تھا۔

رینا کچھ نہ بولی۔ وہ اس کی آنکھوں میں گھرے غم کی جھلکیاں دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد عبدالمنان ہی بولا۔ ”وہ خود میری طرف آتی تھی۔ مہینوں میرا تعاقب کیا تھا۔ مجھ سے کہتی تھی تم میرے خوابوں کے شہزادے ہو میں جس قسم کے مرد کے خواب دیکھتی رہی ہوں وہ صرف تم ہی ہو سکتے ہو مجھے اپنی منزل مل گئی اور پھر شادی کے بعد تم تو خرانے لیتے ہو۔ چلتے ہو تو کوئی بہت بیہودہ انداز میں ہلتے ہیں۔ خراں پر میرا بہن اسی طرح چل سکا کہ اس کے سو جانے سے پہلے کبھی نہ سویا۔ لیکن فتار کا بے ڈھنگا پن میرے بس سے باہر تھا۔ پھر بھی میں نے کوشش کی اور یہ روگ لگا بیٹھا۔“

”وہ خاموش ہو کر اپنی سُن ہو جانے والی نائگ کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں نہیں سمجھی....!“ رینا اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

”میں نے ایک کرے میں چاروں طرف بڑے بڑے آئینے لگوائے تھے اور اس طرح چلنے کی مشق کرتا تھا کہ میرے کو لوہوں کے ہلنے کا انداز بدل جائے۔ گھنٹوں گذر جاتے اور میں تھکتا رہتا۔ آخر ایک دن اچانک گر کر بیہوش ہو گیا۔ پھر ہوش میں آیا تو یہ نائگ بالکل بے جان ہو چکی تھی!“

”اوہ تو یہ اس طرح ہوا تھا.... واقعی تم بہت معصوم ہو۔!“

”روشی میری زندگی میں پہلی عورت تھی!“

”نام مت لو اُس بے ہودہ عورت کا....!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا ہو گا!“

”اُذھر لاو....!“ رینا نے ہاتھ بڑھا کر کاٹسیل سے سمن لے لیا۔

”اوہ....!“ وہ اس پر نظر ڈالتے ہی جو گل پڑی۔

”کیا بات ہے....؟“ عبدالمنان نے مظہربانہ انداز میں پوچھا۔

”تمہاری بیوی نے شادی کی تنفس کے لئے عدالتی چارہ جوئی کی ہے۔ تمہیں اٹھائیں جنوری کو عدالت میں حاضر ہونا ہے!“

”نہیں....!“ عبدالمنان نے سکلی اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔

”اوہ... کیا ہوا تمہیں... چلو دستخط کرو اس پر... میں سب دیکھ لوں گی۔!“ رینا نے کہا اور اسکے چہرے سے ہاتھ ہٹاتی ہوئی بولی۔ ”ایسے حالات میں تمہیں بھی اس کی پرواہ نہ ہوئی چاہئے!“

عبدالمنان نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے سمن کی وصولیابی کی۔ اور دستخط کئے۔

سپاہی کے چلے جانے کے بعد رینا نے کہا۔ ”واقعی بڑی سنگ دل عورت ہے۔!“

”وہ کچھ نہ بولا... آنکھیں بند کئے آرام کرسی پر رہا ہوا تھا۔!“

”تم قطعی فکر رہ کرو.... میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گی۔!“

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا....!“ وہ گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

”مرد بنو... تم کیسے آدمی ہو....!“

”دل کے ہاتھوں....!“

”سب بکواس ہے.... غزت نفس سے زیادہ اور کوئی چیز اہم نہیں۔!“

”میں نے سب کچھ اس پر قربان کر دیا تھا۔!“

”تم نے آخر اپنی ہی قوم کی کسی لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی تھی۔ یہ دو غلی نسلیں خراب ہوتی ہیں۔!“

”ہر نسل اور ہر قوم کی عورت.... صرف عورت ہوتی ہے۔ لیکن مجھے یہ نہ کہنا چاہئے۔ تم تو بہت مہربان خاتون ہو۔ مجھے آج تک کوئی ایسی رحم دل لڑکی نہیں ملی جیسی تم ہو۔ میں نے اپنی قوم کی کسی لڑکی سے اس لئے شادی نہیں کی تھی کہ اُسے صرف غصہ نہیں۔ آتا بلکہ وہ بیک وقت نہ غصہ میں بیٹلا ہوتی ہے۔ لڑکی بھی جاتی ہے اور روتوتی بھی جاتی ہے اور جب کسی بات کا جواب نہیں سوچتا تو دونوں ہاتھوں سے سر بھی پیٹھے لگتی ہے۔!“

ڈرائیور دم میں اس کی خصیت محل میں ناٹ کا پوچھ لگ رہی تھی۔ جسم پر خانہ بدشوش جیسا اوث پنگ لباس تھا اور آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک۔

”مس ڈسکن...! مجھے تمہارے بھائیوں کی تلاش میں مدد دینی ہے۔!“ اس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

اس کا ہاتھ ریبا کو ایسا گاہا جیسے اس میں بر قی روٹل کر اس کے سارے جسم کو جھوڑ گئی ہو۔ ”جی ہاں.... مشرپاؤ لس.... پلیز.... میں ان کے لئے بید پریشان ہوں۔!“ وہ ہکلائی۔

”تم یہاں کب سے ہو مس ڈسکن...?“

رینا نے اسے مدت قیام بتائی اور اس نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم نے اس عرصے میں کچھ مقامی دوست بھی بنائے ہوں گے۔!“

”ایسا تو نہیں ہوا....!“

”ہونا چاہئے تھا.... خیر....!“ اس نے کہا اور شائد کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

”لیکن ٹھہریے!“ رینا تھوڑی دیر بعد بولی۔ ”اس بے چارے کو بھی دوست ہی سمجھنا چاہئے۔!“

”کس بے چارے کا ذکر کر رہی ہو۔!“ کر شوپاؤ لس چونک کر بولا۔

رینا نے مناسب سمجھا کہ اسے عبد المنان کی کہانی سنادے۔!

کر شوپاؤ لس بڑے سکون سے شمارہ آنکھوں پر سیاہ شیشوں کی عینک ہونے کی بناء پر جذباتی تغیر کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

رینا کے خاموش ہونے پر بولا۔ ”لاؤ دیکھوں اس کی بیوی کا پتہ....!“

رینا نے اپنی نوٹ بک پر س سے نکال اس کی طرف بڑھا دی۔

”نیلم پیلس....!“ کر شوپاؤ لس نوٹ بک کے صفحے پر نظر پڑتے ہی چونک پڑا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ ”یہ تو شہر کی مشہور عمارتوں میں سے ہے۔ ٹھہر و... میں دیکھتا ہوں۔!“

وہ اٹھ کر ایک الماری کے قریب پہنچا۔ الماری کی بناوٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے خانے حروف تہجی کے اعتبار سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ خانوں پر اے سے زیڈ تک سارے حروف بالترتیب لکھے ہوئے تھے۔ اس نے ”این“ کے خانے کی دراز کھوئی۔.... اس میں اٹھ کر کارڈر کے نظر آئے۔ وہ ان کارڈوں کو اتنا پلتا رہا۔ پھر ایک کارڈ نکال کر اس پر نظر جمائے ہوئے ہے۔

”تم عدالت میں جاؤ گے.... اور اسے طلاق دے دو گے۔!“ ”نہیں....!“ اس نے پھر دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

رینا کو نہ جانے کیوں اسکے اس روئیے پر غصہ آگیا اور اس نے کہا۔ ”چھپی بات تو جاؤ جنم میں۔!“ اور پھر وہ برآمدے سے اٹھ کر اندر آگئی تھی۔

اُسے کچھ دیر بعد شہر جانا تھا.... پچھلی شامِ رانی میزیر پر اس کے چیف اے ون نے اُسے ایک آدمی کے پاس پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ آدمی اُسے اپنے بھائیوں کی تلاش میں مدد دینے والا تھا۔ شہر کی طرف روانہ ہونے سے پہلے وہ ایک بار پھر عبد المنان کے پاس آئی اور اس سے اس کی بیوی کا پتہ پوچھا۔

”لیکن اس سے ملوگی....؟“

”ہاں....!“

”دیکھو شائد مان جائے۔!“ وہ ٹھہنڈی سانس نے کر بولا۔

”میں تم سے اس کا پتہ مانگ رہی ہوں۔ فضول باتوں میں وقت نہ خانع کرو۔!“

اس نے کافر کے ایک ٹکڑے پر پتہ لکھ کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”اس سے کہہ دینا کہ مجھے اسکا ہر ستم گوارہ ہے لیکن اس طرح میری تذلیل نہ کرے۔ عدالت سے درخواست واپس لے لے۔!“

رینا کی چھپا لہٹ بڑھ گئی تھی لیکن وہ خاموش ہی اور پتہ اس سے لے کر گاڑی میں آئی۔ خود ہی ڈرائیور کرتی تھی اور کبھی بھی شہر بھی جایا کرتی تھی۔ لیکن آج کے سفر میں فرق تھا۔

چیف کی طرف سے بہت زیادہ محاط رہنے کی ہدایت ملی تھی۔ خصوصیت سے اُسے اس بات پر دھیان رکھنا تھا کہ کہیں اُس کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا۔!

اُسے شہر میں کسی مشر کر شوپاؤ لس سے ملتا تھا۔ آج پہلی بار وہ اپنے چیف کے لئے کوئی کام کرنے باہر نکلی تھی۔ ورنہ اس کے فرائض اس سے آگے کبھی نہیں بڑھے تھے کہ چیف سے کوئی پیغام سن کر اپنے بھائیوں تک پہنچا دے۔

شہر پہنچ کر کر شوپاؤ لس کو تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک مشہور شہزادہ پر واقع عمارت میں رہتا تھا۔

وہ کچھ عجیب سا آدمی ثابت ہوا۔.... تھا تو کسی مغربی ملک کا باشندہ لیکن اتنے عظیم الشان

"نیم پیلس.... پرن عبد المنان کی ملکیت.... پرن عبد المنان سابق والی ریاست.... اودہ.... تو یہ عبد المنان!"

وہ رینا کی طرف مڑا.... وہ اُس کی بڑی اہمیت واضح طور پر سن چکی تھی۔

"و تم اس کی بیوی سے ملنے کا ارادہ رکھتی ہو! اُس نے رینا سے پوچھا۔

"خیال تو ہیں تھا.... اب جیسا آپ کہیں!؟"

"تم اس سے ضرور ملو.... اور کوشش کرو کہ ان دونوں میں علیحدگی ہو جائے!؟"

"بڑی عجیب بات ہے!؟"

"کیوں....؟"

"آپ کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے!؟"

"چیف کی ایکم کے مطابق ہو سکتی ہے! ہمیں کچھ مقامی ذی حیثیت لوگوں سے میل جوں پیدا کرنا تھا۔ چلو اب تاہم ہی سے ہو جائے!؟"

"لل.... لیکن.... میرے بھائی!؟"

"مسڈکسن....!" کرسٹوپاؤلس بے حد زرم لجھے میں بولا۔ "مجھے حکم ملا ہے کہ تمہارے بھائیوں کو تلاش کروں.... یہ میرا کام ہے اور تم یقین کرو کہ وہ زندہ ہیں!؟"

"یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں جنہوں نے ان پر ہاتھ ڈالا....!؟"

"کسی دوسرے ملک کے ایجنت دونوں کا مقابلہ ایک ہی ہو سکتا ہے!؟"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ یہیں کی پولیس....!؟"

"نہیں....! مسڈکسن....!" کرسٹوپاؤلس ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہاں کی پولیس بھی اگر ہماری طرف متوجہ ہوئی ہے تو اس میں انہیں لوگوں کا ہاتھ ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ ہم پر دو اطراف سے حملہ ہو.... اور ہم روشنی میں آجائیں۔ تمہارے بھائیوں کو بھی وہی لوگ لے گئے ہیں۔ ان سے پوچھ گچ کر کے چیف سک پہنچانا چاہتے ہیں۔

"لیکن چیف کو تو کوئی بھی نہیں جانتا۔ وہ دونوں تشدد کا شکار ہوتے رہیں گے!؟"

"یہ نہ بھولو کہ ہم اپنے ملک کی ایک خدمت انجام دے رہے ہیں!؟"

رینا نے طویل سانس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ کرسٹوپاؤلس تھوڑی دیر بعد بولا۔

"یہاں کے حکام کو بھی تمہارے بھائیوں سے متعلق تشویش ہے۔ اپولیس کی اپیش برائج کے آنسو ان کی تلاش میں ہیں!؟"

"سمیری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں!؟"

"لہذا جب اپنی سمجھ میں کچھ نہ آئے تو دوسروں کے مشورے قبول کرنے میں چکچاہٹ نہ ہوئی چاہئے!؟"

"میں آپ کے پاس کیوں بھیگی گئی ہوں!؟"

"نی امال محض جان پہنچان پیدا کرنے کے لئے!؟"

پھر کر شوپاؤلس نے خود ہی آدھے گھنے بعد اسے رخصت کر دیا تھا اور اب اس کی گاڑی نیم پیلس کی طرف جا رہی تھی۔!

اس کے ذہن میں خوف کی وہ لرزشیں اب بھی موجود تھیں جوں کا تعلق کر شوپاؤلس کی خدمت سے تھا۔ رینا اس سے خاصی مرعوب ہوئی تھی وہ کوشش کرنے لگی کہ اپنے ذہن سے ان ہماڑت کو جٹک دے۔ اس خوف زدگی سے قطع نظر کر کے بھی ایک عجیب ساحاس اس کے شعور پر مسلط ہو تا جاہا تھا۔ جب تک وہ اپنے اس قومی کام کے لئے گھر سے باہر نہیں نکلی تھی اس سے تعلق برے خوش گوار تصورات رکھتی تھی۔ لیکن آج کر شوپاؤلس سے گفتگو کرنے کے بعد اسے اس قومی جوش میں کسی قدر اضلال پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اپنی ذہنی کیفیت کو کوئی واضح تامندہ کی۔ نیم پیلس کے پھانک پر پہرا دینے والے مسلح سفتری نے الٹ ہو کر اسے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔

گاڑی رکنے پر وہ قریب آیا اور نہایت شستہ انگریزی میں اُس سے اس طرف آنے کا سبب دریافت کرنے لگا۔

"میں پرنس کی بیوی سے ملتا چاہتی ہوں!؟" رینا نے کہا۔

"کیا انہیں علم ہے کہ آپ تصریف لا کیں گی!؟"

"نہیں!؟"

"تو پھر مجھے افسوس ہے کہ آپ نہ مل سکیں گی!؟"

"یہ بے حد ضروری ہے.... مجھے پرنس نے بھیجا ہے!؟"

”آپ کہیں سے بھی تشریف لائی ہوں محترم۔ مادام پاٹنمنٹ کے بغیر کسی سے بھی نہیں ملتیں!“
”میں فوری طور پر پاٹنمنٹ چاہتی ہوں۔ اس کے لئے مجھے کیا کرنا پڑے گا!“
سنتری کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ”acha ٹھہریے... میں فون پر سکریٹری سے گفتگو کر رہا ہوں۔ کیا نام بتاؤ آپ کا محترم۔!“

”ریناڑ کسن.....! تم انہیں بتاؤ کہ میں پرنس کا ایک پیغام لائی ہوں!“
سنتری پھانک سے ملحوظہ کیہیں میں داخل ہوا۔
دفعہ بیٹھا نے سوچا کہ پاٹنمنٹ نہ ملے تو بہتر ہے۔ وہ ان لوگوں کے اس ترک و احتشام کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اب اُسے پرنس عبد المنان پر گنج غصہ آنے لگا تھا۔ اس پاکے کا آدمی اور اتنی گھیا قسم کی ازدواجی زندگی بر کر رہا ہے۔ اپنے ملک کے اتنے دولت مند آدمی تک تازندگی اس کی رسائی نہ ہو سکتی اور یہ عبد المنان کتنی بے نیمی سے اس کے رحم و کرم پر خود اُس کی چھت کے نیچے ایڑیاں رکھ رہا تھا۔ بے چارہ عبد المنان غصے کے باوجود اُسے اس پر ترس آیا۔
اتنے میں سنتری بھی آگیا۔ اور پر تاسف لجھے میں بولا۔ ”مجھے افسوس ہے محترم۔....
مادام اپنی خواب گاہ میں ہیں.... ان کے آرام میں خلل نہیں ڈالا جاسکتا!“

”خیر.... پھر کسی....!“ ریناٹے مضطربانہ انداز میں کہا اور انہی اشارت کر دیا۔
کچھ دیر بعد وہ اپنے ٹھکانے کی طرف واپس جاتے وقت سوچ رہی تھی کہ عبد المنان کا چھنکا کارا اُس عورت سے ہوتا ہی چاہئے۔ کر سٹوپاؤں سی چیف، ہی کافما نہدہ تو تھا۔ اس کی بھی بیکی خواہش ہے کہ اُن دونوں میں علیحدگی ہو جائے!

پہنچ نہیں یہ عبد المنان کس قسم کا آدمی ہے۔ اگرچہ مجھے اپنی بیوی کو اتنا ہی چاہتا ہے تو پھر قدیم عشقیہ داستانوں پر یقین نہ کر لینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔!
کر سٹوپاؤں نے اُسے تین مختلف فون نمبر دیے تھے کہ وہ جب چاہے اُسے ان نمبروں پر تلاش کر سکتی ہے۔ ریناٹے سوچا کیوں نہ شہر ہی کے کسی ٹیلی فون بو تھے سے اس کو بھی مطلع کر دے کہ پرنس کی بیوی سے اُس کی ملاقات نہیں ہو سکی۔

ایک جگہ گاڑی روک کر وہ اتری۔.... سامنے ہی ایک ڈرگ استور تھا۔ اس کے فون پر کر سٹو

پاؤں کے دینے کے نمبر ڈائل کرنے شروع کئے۔ وہ دوسرے نمبر پر مل گیا۔
ریناٹے اسے بتایا کہ وہ مادام روشنی سے نہیں مل سکی۔

”تم اسے سچالے رکھو جو تمہارے قبضے میں ہے۔!“ دوسری طرف سے آپلے آئی۔ ”بھی
معاملات میں خود دیکھوں گا۔ اس کی دلجوئی کرو!“

”اچھا....!“ ریناٹے طویل سانس لی اور سیور رکھ دیا۔

گھر پہنچی تو ملازم نے بتایا کہ دیر سے ایک آدمی ہمہنگ کے کمرے میں ہے اور سبھی بھی دونوں جوش میں آکر اوپنچی آؤزوں میں گفتگو کرنے لگتے ہیں۔
کمرے کا دروازہ اندر سے بولٹ کر دیا گیا تھا۔

ان دونوں کی آوازیں باہر بھی سنائی دے رہی تھیں۔ لیکن موضوع گفتگو بیانیک سمجھ میں نہ آسکا۔
اس نے دروازے پر دستک دی اور اندر فوری طور پر خاموشی چھاگئی پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ کھلا۔

”میں معافی چاہتا ہوں محترم۔....!“ دروازہ کھولنے والے نے مودبانتہ انداز میں کہا۔ ”آپ
غائب پرنس کے میزان ہیں!“

پھر وہ ایک طرف ہٹ گیا اور ریناٹے اندر داخل ہوئی۔

سامنے آرام کر کی پر پرنس نظر آیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار تھے۔

”مادام روشنی سے ملاقات نہیں ہو سکی!“ ریناٹے پرنس سے کہا۔

اتنے میں دوسرا آدمی آگے بڑھ کر بولا۔ ”میں مادام روشنی کا وکیل ہوں وہ اس سلسلے میں کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتیں!“

”تو تم یہاں کیا کر رہے ہو....!“ ریناٹے کے لجھے میں جملہ ہٹ تھی۔

”میں پرنس سے گفتگو کر رہا تھا!“

”کسی قسم کی گفتگو نہیں ہو سکتی!“

”میں نہیں سمجھا محترم۔....!“ وکیل کے لجھے میں حیرت تھی۔

”پرنس کے وکیل کی عدم موجودگی میں کسی قسم کی گفتگو نہیں ہو سکتی!“

”لیکن پرنس کو اس پر کوئی اعتراض نہیں محترم۔....!“

”مجھ کو اعتراض ہے..... یہ میرے مہمان ہیں..... تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ..... پرنس نے سمن لے لیا ہے۔ اب عدالت ہی میں سارے معاملات طے ہوں گے۔!“
 ”لیکن پرنس تو.... کہہ رہے تھے۔!“
 ”پرنس کچھ بھی نہیں کہہ رہے تھے.... پرنس بیمار ہیں۔ اس قسم کی باتیں ان کے اعصاب پر نہ اڑال سکتی ہیں۔!“

وکیل نے پرنس کی طرف دیکھا۔

”میں کچھ نہیں جانتا۔!“ پرنس بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
 ”لیکن ابھی تو آپ....!“

”بس....!“ رینا تھہ اٹھا کر چینی۔ باہر چلو.... اس کمرے میں کوئی بات نہیں ہو سکتی۔!
 ”آپ میری توہین کر رہی ہیں محترم۔!“

”تم جاتے ہو یا نوکروں کو آوازوں۔!“ رینا بالکل ہی آپ سے باہر ہو گئی۔
 ”میں جا رہا ہوں.... میں جا رہا ہوں....!“ وہ دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”لیکن شاکر آپ کو بھی عدالت میں حاضر ہونا پڑے۔!“

رینا سختی سے ہونٹ بھنپنے سے گھورتی رہی۔ وہ باہر چلا گیا۔ اسکے بعد وہ بھی کمرے سے نکلی تھی۔
 اس کو شدت سے غصہ آیا۔ بڑی طرح ہانپ رہی تھی۔ وکیل وہاں سے رخصت ہو چکا تھا۔
 تھوڑی دیر بعد وہ پھر پرنس کے کمرے میں آئی۔

پرنس کی آنکھیں بند تھیں وہ آرام کری پر پڑا ہوا تھا۔

”مجھے افسوس ہے۔!“ رینا بولی۔ ”میری عدم موجودگی میں تمہیں پریشانی ہوئی۔!
 پرنس نے چوک کر آنکھیں کھول دی تھیں اور اُسے رحم طلب نظرؤں سے دیکھے جا رہا تھا۔
 گھرے غم کی پرچھائیں اس کے چہرے پر لرز رہی تھیں۔!

”تم بالکل مکرنہ کر دے..... آخری سانسوں تک میں تمہارے لئے لڑوں گی۔!“

رینا آگے بڑھتی ہوئی اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ دو میونے موڑے قطرے پرنس کی آنکھوں سے ڈھلک گئے۔!

یک بیک رینا کو پھر غصہ آگیا اور وہ پیر چیخ کر بولی۔ ”پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو۔!“

”مجھے آج تک کوئی بھی نہیں سمجھا گیا۔!“ پرنس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور کرسی سے اٹھ گیا۔
 ”ارے....!“ رینا تھیرانہ انداز میں چیچھے بھئی۔

”بھی تو میری بد نصیبی ہے۔!“ وہ اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ”چلو بیردنی برآمدے میں بھی.... میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔!
 ”چیچھے.... چلو....!“ وہ اُسے گھورتی ہوئی ہٹکائی۔

اس کا اس طرح اچاک اپنے پیروں پر چل پڑنا مجذہ ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ آج صحیح دونوں کروں ہو دے وہ بیردنی برآمدے میں لا یا کیا تھا۔ نوکر بھی اُسے بڑی حیرت سے دیکھتے رہے۔
 برآمدے میں پہنچ کر وہ ایک کری پر بیٹھ گیا۔ رینا خاموش کھڑی رہی۔

”تم بھی بیٹھ جاؤ۔....!“ پرنس ہاتھ ہلا کر بولا۔ ”میں تمہیں بتاؤں کہ یہ سب کیوں نکر ہوں۔!
 رینا بیٹھ گئی۔

”اس ناچیار کی ایک بات پر مجھے اس شدت سے غصہ آیا کہ میں اس پر جھپٹ پڑا۔ یعنی اس وقت مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے میں کبھی کسی تکلیف میں مبتلا رہا ہوں اور پھر اسے دفعہ مل گیا۔.... یہی میسر۔.... کتنا۔....!
 ”کس بات کا موقع مل گیا۔....؟“

”وہ کہنے لگا کہ میں اچاک پایا ہو جانے کی ایکنگ کرتا ہوں۔ اب تو مادام روشنی کا کیس اور کیا مضبوط ہو گیا۔“

”لیکن وہ آیا کیوں تھا۔....?
 ”یہ میری بد نصیبی کی ایک لمبی داستان ہے۔!
 ”اب اگر تم نے اپنے لئے لفظ بد نصیبی استعمال کیا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔!
 ”کچھ نہ بولا۔

رینا نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”میں تمہارا محل دیکھ آئی ہوں۔ اتنے دولت مند ہونے کے باوجود کوئی تباہت نہیں ہو۔ مجھے افسوس ہے۔!
 ”وہ.... وہ عورت میری کمزوری ہے۔!
 ”کہاں ہے۔.... تم نے فرض کر لیا ہے۔.... وہم میں بتلا ہو صرف وہی عورت تم مجھے مرد

کی کمر در ہو سکتی ہے۔ جو تمہیں شدت سے چاہتی ہو۔“
”پہ نہیں....! میری سمجھ میں نہیں آتا۔“
”وہ کیون آیا تھا....؟“

”روشی کا پیغام لایا تھا.... کہہ رہا تھا کہ وہ عدالت سے اپنی درخواست واپس لے سکتی ہے
بشرطیکہ میں اپنا ایک کارخانہ اس کے بھائی کے نام منتقل کر دوں۔“

”نہیں نہیں.... اسے سودے بازی نہ سمجھو....!“ وہ دردناک لمحے میں بولا۔
”تم میرے سوالات کا صرف جواب دو پنس....!“

”میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میرے پاس جو کچھ ہے اسی کا ہے۔ بہر حال میں اسے بہت کچھ دے چکا ہوں۔“
”تو پھر تم اس بات پر تیار ہو گئے تھے۔“

”میری دشواریوں کو سمجھنے کی کوشش کرو چھپی لڑکی....!“
رینا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اسے بغور دیکھتی ہوئی بولی۔ ”تمہیں اتنا غصہ کس بات پر آیا تھا
کہ تم بے ساختہ اس پر جھپٹ پڑے تھے۔“

”وہ دوسرا بات تھی۔!“ پرس نے بھرا تھا ہوئی آواز میں کہا اور نظریں نیچی کر لیں۔
”تم مجھے سب کچھ بتاؤ۔!“

”آس نے مجھے دھمکی دی تھی۔!“
”کس قسم کی دھمکی....؟“

”اس نے کہا تھا کہ اس نے روشنی کے لئے بہت سی خدمات انجام دی ہیں اور وہ صحیح معنی
میں اس کا معیار ہے۔ ہو سکتا ہے مجھ سے گلوغلاصی کے بعد وہ اسی سے شادی کرے۔!“

”آہا....!“ رینا زہریلے لمحے میں بولی۔ ”تو یہ جوش رقابت تھا جس نے تمہیں اپنے بیرونی
کھڑا کر دیا۔!“

”جو بھی سمجھو....!“ وہ مردہ سی آواز میں بولا۔
”ادھر! میری طرف دیکھو تم وہی کرو گے جو میں کہوں گی۔ اس کیس کو عدالت میں جانے
دو۔ ہاں کیا تم نیلم پیلس بھی اس کے نام منتقل کر چکے ہو۔!“

”نہیں ایسا تو نہیں ہوا....!“

”انداز اداز... وہاب تک تم سے کتنا وصول کرچکی ہو گی۔!“

”وس لا کھ کیش اور دو کار خانے۔!“

”خدا کی پڑا... اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم قریب کرگال ہو چکے ہو۔!“

”کرگال....!“ وہ احتقان انداز میں بنس کر بولا۔ ”نہیں تو.... بھلاستنے میں کوئی کرگال کیوں گر
وئے گا۔!“

”کیا تمہارا ایسا کوئی دوست نہیں تھا جو تمہیں اس کے چکل میں نہ چھنے دیتا۔!“

”پہ نہیں تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔ بھلاس میں چھنے پھٹانے کی کیا بات ہے۔ میں نے اسے
اہل اس سے شادی کی۔ پھر اس کے مطالبات پورے کر تاہم کون ہے اس دنیا میں جسے دولت کی
اہل نہ ہو۔ کون نہیں چاہتا کہ اس کے اعزہ بہتر طور پر زندگی بسر رہ کریں۔ وہ چاہتی ہے کہ اس
ذات سے اس کے اعزہ کو فائدہ پہنچے۔ کتنی عمدہ اپرث ہے اس کے دل میں انسانیت کا درد ہے۔

”بلکہ اس نے اپنے ایک لنگرے خالو کو دلوادیا اور ایک کارخانہ اپنے بوڑھے باپ کو۔!“

”رینا اس طرح دیکھے جا رہی تھی جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو کم از کم اس دنیا کی مخلوق توہر گزندہ ہو۔“

”تم سے بات کرنا ہی فضول ہے۔!“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ”لیکن یقین کرو کہ ایک دن
انہیں بالکل کرگال کر دے گی۔!“

”ارے ایسا نہیں.... ایسا بھی کیا....!“

”اچھا تو سنو.... تم کچھ براکل احمق ہو۔... اسی قابل ہو کہ لوگ تمہاری کھال اتار دیں۔“

”ہر کی طرف دیکھو.... عورت کو صرف عورت ہی پیچاں لکتی ہے۔ مرد نہیں.... تم اسے
ذمہ بات کی آنکھ سے دیکھتے ہو۔ عقل کی کسوٹی پر نہیں پر کھ سکتے۔!“

”ہاں یہ بات تو ہے....!“ وہ بھولے پیں سے بولا۔ ”میں سوچتا ہوں مجھے عقل استعمال کرنے
کا یاضورت ہے۔ وہ خود ہی بہت بڑی داش مند ہے۔!“

”واقعی داش مند ہے۔!“ وہ زہر خند کے ساتھ بولی۔ ”اپنے بچے کے ساتھ ہی ساتھ تم چیزے
بانٹانے کا بوجہ بھی کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے۔!“

”میں کیا کروں! میری باتیں کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صرف وہی سمجھ سکتی ہے۔!“

”اچھا عبدالمنان اب تم خاموش رہو۔!“
 ”وہ بھی آخر کار نہیں کہنے لگتی ہے.... میں کیا کروں....؟“
 اتنے میں وکیل کی گاڑی پھر آتی دکھائی دی۔ برآمدے کے قریب ہی آرکی تھی۔
 ”ایک بات تو رہ گئی پرس....!“ وہ گاڑی سے اترتا ہوا بیند آواز میں بولا۔
 ”محبے بھی ایک بات کہنی تھی۔!“ رینا نے ہاتھ بلا کر کہا۔ ”اچھا ہوتا تم واپس آگئے۔!“
 وہ برآمدے کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن رینا کی طرف متوجہ ہوا۔
 ”پرس....! میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے مادام روشنی کو اپنی طرف متوجہ
 کرنے کی کوشش نہیں کی.... وہ خود ہی۔!“
 ”شٹ اپ....!“ پرس دہڑتا ہوا اللہ گیا۔
 ”وکیل کو جملہ پورا کرنے دو....!“ رینا نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر آرام کر کی پردھلے
 ہوئے کہا۔ ”ہاں وکیل تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!“
 ”یہ مادام روشنی ہی کی پیش کش ہے کہ وہ پرس سے چھٹکارا پانے کے بعد مجھ سے شادی کریں گی۔“
 پرس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان بند کر لئے۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔
 رینا پس پڑی اور وہ قہر آکوڈ نظر وہاں سے اسے گھورنے لگ۔
 ”بس اب میں چلا۔....!“ وکیل واپسی کے لئے مڑتا ہوا بولا۔
 ”ٹھہر و....!“ رینا نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”روشنی سے کہہ دینا کہ میں اور پرس پرانے دوسرے
 ہیں۔ کئی سال ہوئے ہماری ملاقات فلورنس میں ہوئی تھی۔ میں پرس کو پسند کرتی ہوں لہذا۔
 روشنی سے چھڑا دینے میں اپنا سارا ذور صرف کر دوں گی اور پھر ہم دونوں شادی کر لیں گے۔!
 ”یہ بات ہے....!“
 ”بالکل....!“

”تم اب کسی معاملے میں قطعی نہیں بولو گے... سمجھے.... میں ان دو غلی عورتوں سے نہنا
 خوب جاتی ہوں۔!“
 ”دو غلی....!“ پرس نے خوف زدہ لمحے میں دہرا لیا۔
 ”ہاں دو غلی... اگر وہ صرف اگر یہ زیادا خاص بر میز ہوتی تو اس سے ایسی حرکت سرزدہ ہوتی۔!
 پرس تھوک ٹھوک کر منہ چلانے لگا۔
 ”میں کچھ تمہیں چاہئے لگی ہوں۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔
 ”بس بھی نہ کہو....!“ پرس زور دینے والے انداز میں بولا۔
 ”کیوں....؟“
 ”مجھے اس قسم کے الفاظ زہر لگنے لگے ہیں۔ وہ بھی ابتداء میں اسی قسم کی باتیں کیا کرتی تھی۔!
 ”اوہ حردی کھو...! میری طرف... کیا وہ مجھ سے زیادہ حسین ہے۔!
 ”نہیں....!“
 ”تو پھر....؟“
 ”میری سمجھ میں نہیں آتا....!“
 ”یا سمجھ میں نہیں آتا....!“
 ”میں کچھ دری کے لئے تھہائی چاہتا ہوں۔!“
 ”تھہائی....!“ تجھ بھے کہ تمہیں آج تک تھہائی کا احساس نہیں ہوا۔ تم اس وقت بھی تھا ہو۔
 ”یری موجود گی میں۔!“
 وہ سر اٹھائے ہو تو ہوں کی طرح اسے دیکھا رہا۔ پھر رینا وہاں سے چل گئی تھی۔



صفدر کفیش چیز سے چھٹکارا پانے کے بعد سے میک اپ میں رہنے لگا۔ اپنی چھپلی رہائش گاہ
 ناالحال چھوڑ کر گرینڈ ہوٹل میں دو کمروں کی جگہ حاصل کر لی تھی اور عمران کے قیدیوں کی دیکھے
 عال اسی کے ذمے تھی۔
 جیری اور جری صرف لو سیل دے سوندے کی نشاندہی کر سکے تھے۔ دلبر سینا کس نے جن پاچ
 دمیلوں کے لئے پچھوئے تھے ان میں جیری اور جری بھی شامل تھے لیکن جیری اور جری نے

”رینا نے پرس کے چہرے پر بے بی کے آثار دیکھے! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شکاریوں۔
 در میان کھڑا ہوا کوئی چوپا یہ تن بے تقدیر ہو گیا ہو۔!“
 وکیل نے ایک بار غور سے رینا کو دیکھا اور چپ چاپ گاڑی میں جا بیٹھا اور پھر جب الی
 گاڑی واپسی کے لئے مڑ رہی تھی پرس کر لے۔ ”تم نہیں سمجھ سکتیں کہ کیا کر گذری ہو۔!
 ”

دلیر سینا کس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

بیتھے تین آدمیوں کے پیٹے صدر کے پاس موجود تھے۔ اُس نے ان کے متعلق چھان بین کی تھی اور اب ایکس ٹو کواں کی روپرٹ دینے جا رہا تھا۔

ہوٹل کافون استعمال کرنے کے بجائے اس نے کسی پبلک ٹیلی فون بو تھے کو ترجیح دی۔

نمبر ڈائل کے! لیکن دوسرا طرف سے جواب نہ ملا۔ لگنہی بجھے کی آواز آتی رہی۔ اُس نے ریسیور کھکھل کر سلسلہ مقطوع کر دیا۔

چھپلی گرفتار یوں کے بعد سے انہیں ایکس ٹو سے بہادیت ملی تھی کہ وہ ساری روپرٹ میں برداشت ایکٹو ہی کو دیا کریں۔ اگر فون پر رابطہ قائم نہ ہو سکے تو پھر جولیانا فنٹر واٹر کو ہی روپرٹ میں دے دی جائیں۔

صدر نے جو لیا کے نمبر ڈائل کئے۔

”بیلو...!“ دوسرا طرف سے آواز آتی۔

”صدر... روپرٹ ہے...!“

”وقت نہ ضائع کرو... سائیکو میشن پہنچ جاؤ... احکامات بدل چکے ہیں۔ اب وہ ہماری اعلیٰ ذہنی تربیت کرنا چاہتا ہے۔“

”میں نہیں سمجھتا...!“

”یہاں آئے بغیر نہیں سمجھ سکو گے۔ اگر کوئی روپرٹ ہے تو سب موجود ملیں گے۔!“

صدر نے سلسلہ مقطوع کر کے بو تھے بے باہر آگیا۔ اس کی گاڑی تو تباہ ہی ہو چکی تھی.... فوری طور پر کسی دوسرا گاڑی کا انتظام نہیں ہوا کتا۔ سائیکو میشن کی سر کاری گاریاں بہت ہی خاص حالات میں استعمال کی جاتی تھیں اس لئے آج کل یکیسوں ہی کے سہارے بھاگ دوڑ والی زندگی گذر رہی تھی۔

وہ فتح پا تھے پر کھڑا ہو کر کسی خالی میکسی کا انتظار کرنے لگا۔ سمجھ دیر بعد میکسی مل گئی۔

”سید ہے چلو...!“ وہ چھپلی سیٹ کا دروازہ بند کر تاہو بولا۔

میکسی چل پڑی لیکن ٹھیک اسی وقت ایک دوسرا گاڑی نے بھی صدر کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ وہ وہنی جانب والی گلی کے سرے پر کھڑی تھی۔ میکسی کے حرکت میں آتے ہی

بھی سڑک پر آگئی تھی۔ صدر نے اپنی پوزیشن میں تبدیلی کی اور عقب نما آئینے میں دیکھنے لگا۔ گاڑی میکسی کے پیچھے آرہی تھی۔

”اگلے چورا ہے پر باسیں جانب موزیلینا!“ صدر نے ڈرائیور سے کہا۔

چھپلی گاڑی اب بھی سائے کی طرح ساتھ لگی نظر آتی۔

جلد ہی صدر کو یقین ہو گیا کہ تعاقب کیا جا رہا ہے اس لئے اس نے سائیکو میشن جانے کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ ”اب اگلے موڑ سے مجھے ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہنچا دو!“

کلب کی کپاڈ میں پہنچ کر میکسی رک گئی۔ صدر نہایت اطمینان سے یہچے اتر اور ڈرائیور کو کرایہ ادا کرنے لگا۔

دوسری گاڑی کپاڈ میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اُسے ڈرائیور کرنے والا چھانک پر دکھائی دیا۔ صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

ڈائینگ ہال میں داخل ہو کر اپنے لئے ایسی جگہ منتخب کی جہاں سے صدر دروازے پر نظر رکھ سکتا۔

تعاقب کرنے والی گاڑی کا مالک بھی سمجھ دیر بعد ڈائینگ ہال میں نظر آیا۔

اُس نے چاروں طرف نظر دوڑا اور پھر ایک میز کی طرف بڑھ گیا۔ صدر کا اندازہ تھا کہ اس نے بھی اپنے لئے ایسی ہی میز منتخب کی ہے جہاں سے اُس پر بخوبی نظر رکھ سکے گا۔

اس نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی طلب کی اور جیب میں سگریٹ کا پیکٹ مٹونے لگا۔

مشرق یعید کے کسی ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا چہرے سے سخت گیری عیاں تھی۔

وہ صدر کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لیکن صدر کو تو ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اُسے ہزار آنکھوں سے گھوڑے جا رہا ہو۔

اس نے سوچا کہ اس تعاقب کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے کہ میک اپ میں ہونے کے باوجود بھی وہ پہچانا جا چکا ہے۔ لیکن کس طرح؟ پھر اچانک اسے احساس ہوا۔۔۔ وہ ان تینوں آدمیوں کے متعلق چھان بین کرتے وقت اُن کی توجہ کامر کر زبنا ہو گا۔ ویسے اُس نے اس میں خاص احتیاط برقراری۔۔۔ اے ون خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے اور کسی خاص نظام کے تحت اس نے اپنا جال پورے شہر میں بچھار کھا رہا ہے۔

تعاقب کرنے والا ویٹر کو اپنا آرڈر نوٹ کرا رہا تھا۔ اس کے بعد صدر نے اُسے کاؤنٹر کی

سید ہے چلو...!“ وہ چھپلی سیٹ کا دروازہ بند کر تاہو بولا۔

میکسی چل پڑی لیکن ٹھیک اسی وقت ایک دوسرا گاڑی نے بھی صدر کی توجہ اپنی طرف

مبذول کرائی۔ وہ وہنی جانب والی گلی کے سرے پر کھڑی تھی۔ میکسی کے حرکت میں آتے ہی

طرف جاتے دیکھا۔ سگریٹ سلاکا کروہ کر سی کی پشت گاہ سے نک گیا۔ تعاقب کرنے والا اب کاؤنٹر کے فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔

دفعتاً صدر کو خیال آیا کہ کہیں اب اسے گھیرنے کی کوشش تو نہیں کی جادہ ہی ہے۔ اتنے میں ویٹر اس کے لئے کافی لایا۔ اور اس کے لوازمات میز پر رکھنے لگا۔

تعاقب کرنے والے نے زیادہ دیر تک فون پر گفتگو نہیں کی تھی۔ وہ بھی اپنی میز پر واپس آگیا۔

صدر اطمینان سے کافی پی رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کافی ختم کر کے وہ بھی کاؤنٹر ہی کا فون استعمال کرے گا اور اس وقت تک باہر نہیں نکلے گا جب تک اس کے ساتھی وہاں نہ پہنچ جائیں۔

تعاقب کرنے والا آہستہ آہستہ کچھ کھارہا تھا۔۔۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ محض وقت گزاری ہی نکے لئے ہو سکتا ہے۔

پندرہ بیس منٹ گذر گئے۔۔۔ اور اس دوران میں صدر نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کرنا بھی ملتوي کر دیا۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہی کام کرتے۔ اُن سے اندازے کی غلطی بھی ہو سکتی تھی۔

مزید پندرہ منٹ گزر گئے۔۔۔ تعاقب کرنے والا اب کر سی کی پشت گاہ سے نک کر سگار پی رہا تھا۔ صدر نے سوچا کچھ نہ کچھ کرنا ہی چاہئے وہ یقینی طور پر اپنے کچھ دوسرے ساتھیوں کو طلب کر کے ان کا منتظر ہے۔

ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی لانے کو کہا اور ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلاکا نہ لگا۔

صدر آج زندگی میں پہلی بار نہ جانے کیوں اپنی قوت فیصلہ کھو بیٹھا تھا۔ کبھی سوچتا کہ ساتھیوں کو اس پھویش سے مطلع کر دینا چاہئے اور کبھی سوچتا کہیں یہ محض اتفاق ہی نہ ہو۔!

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔۔۔ دس منٹ مزید۔۔۔ اسی حیض بیض کی نذر ہو گئے۔ تعاقب کرنے والے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے اب تک بھی ڈیرہ ڈال دینے کا رادہ ہو۔

دفعتاً صدر اپنی جگہ سے اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر کلر کے سر اٹھا کر دیکھا۔

”فون...!“

اس نے دوسرے سرے پر رکھے ہوئے فون کی طرف اشارہ کیا اور پھر جائز کی طرف متوجہ ہو گیا۔

صدر جھک کر نمبر ڈائل کر رہا تھا کہ بائیں پہلو میں کوئی ختم ہی چیز چھپی۔۔۔ وہ چھک کر مژا۔ تعاقب کرنے والا اس سے لگا کھڑا سکر رہا تھا۔

اور پھر وہ صدر کے تیور بدلنے سے پہلے ہی آہستہ سے بولا۔ ”جد و جهد کا نتیجہ میرے کوٹ کی جیب سے نکل کر تمہارے دل میں پیوست ہو سکتا ہے۔! لہذا خاموشی سے باہر نکل چلو...!“ ”میں لٹر پیچ کا طالب علم نہیں ہوں....!“ صدر خوش دلی سے نہیں کر بولا۔ ”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“

پہلو میں چینچے والی چیز کا دباؤ بڑھ گیا۔۔۔ وہ کسی رویا اور کی نیال ہی ہو سکتی تھی۔ جو حریف کے کوٹ کی جیب میں موجود تھا۔

صدر نئی فون چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب رویا اور کی نیال کر سے جاگی تھی۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا۔ کاؤنٹر کلر کے ان پر اچھتی سی نظر ڈالی تھی اور پھر جائز پر جھک پڑا تھا۔

وہ اسی طرح باہر آئے۔۔۔ اجنبی نے تحکمانہ لمحے میں کہا۔ ”تم ہی ڈرائیور کرو گے۔!“ صدر کپاڈ ونڈ کے باہر اس کی گاڑی کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کچھ کر گزرنا چاہئے۔۔۔ لیکن حریف پوری طرح ہوشیار تھا اور ایسے موقع پر استعمال کئے جانے والے رویا اور وہ سائیلنس پر ضرور لگا ہوتا ہے۔

ٹوغاہ کرہا اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ پھر اندر بیٹھ بھی گیا لیکن اس دوران میں رویا اور کے دباؤ میں کی نہیں ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ حریف ایک بیل کے لئے بھی غالباً نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ ہی خود بھی گاڑی میں داخل ہوا تھا۔ بائیں ہاتھ سے وہ صدر کو کنیشن کی دیتا ہوا بولا۔ ”زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرنا!“

صدر احتمانہ انداز میں نہیں کر بولا۔ ”بالکل ایسی ہی ایک پھویش میں نے کسی انگریزی فلم میں دیکھی تھی۔ غالباً تمہاری جیب میں سائیلنس لگا ہوا رویا اور ہے لیکن آخر اس کا مطلب کیا ہے۔!“ وہ ہونقوں کے سے انداز میں سنجیدہ نظر آنے لگا۔

”چلو....!“ حریف آنکھیں نیال کر گرا یا۔

”اس کا گیئر سسٹم تو سمجھا دو پہلے....! اس میک کی گاڑی میں نے پہلے کبھی نہیں چلائی۔!“

اس نے اپنے کسی ماتحت ہی کو بروقت مطلع کر دیا ہو۔
پھر خیال آیا کہ تعاقب کرنے والے نے بھی تلفون پر کسی سے گفتگو کی تھی۔ لیکن اگر اس نے اپنے کچھ ساتھیوں کو وہاں بایا تھا تو پھر تمہاری اتنا براخطرہ کیوں مول لے بیٹھا۔ کسی بھرپوری بندے سے کسی کو اس طرح نکال لانا آسان کام تو نہیں ہو سکتا ہے۔ اس نے صرف تعاقب کی اطلاع کسی کو دی ہو۔
کچھ بھی ہو... اب اسے آخری جدوجہد کے لئے تیار ہو جانا چاہئے ورنہ اگر انہوں نے اس کو اذیت رسال برقرار کر سب کچھ الگوا لیا تو اس کے بعد بھی اسے موت ہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ شاید اسے خود کشی کرنی پڑے۔ کسی ایسے حادثے کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو منہ دکھانے کے قابل کہاں رہتا۔
دفعہ اس نے گاڑی بائیں جانب والی ڈھلان کی طرف موڑ دی۔ دونوں انگلے پیٹے کچھ میں اترے ہی تھے کہ اس نے بڑی پھرتی سے ایکسلیٹر چھوڑ کر بریک پر پیر رکھ دیا۔ ساتھ ہی بیالا ہاتھ روپور کی نال پر پڑا تھا۔
یہ سب کچھ آن واحد میں ہوا تھا۔ روپور کی پوزیشن میں تبدیلی ہوتے ہی صدر و حشیانہ انداز میں اپنے حریف پر پل پڑا۔ اس کا روپور جیب سے باہر آگیا تھا لیکن شاید لاکڑ ہونے کی وجہ سے وہ اسے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔
صدر نے اسے قابل استعمال بنانے کی مہلت ہی نہ دی۔ اس کا پیر بریک ہی پر جما ہوا تھا اور وہ اپنے حریف کو پیسے ڈال رہا تھا لیکن اس سے قطعی بے خبر رہا کہ پیچھے آنے والی گاڑی کب رکی تھی اور کب اس پر سے ایک آدمی اترنا تھا اور ایک وزنی اوزار سنبھالے ہوئے آہستہ آہستہ ان دونوں کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔
پھر انکسی لامعلی ہی میں اس کے سر پر قیامت ٹوٹی وہ وزنی اوزار بڑی قوت سے استعمال کیا گیا تھا۔ اس کا ذہن خود فراموشی کی تاریک دلدل میں ڈوبتا چلا گیا۔

◎

وہ دونوں بے خبر سور ہے تھے؟ کسی نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ گھرے اندر ہیرے میں آنکھیں کھلیں اور دونوں ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔
”شور مت کرو...!“ ہلکی سی غراہت اندر ہیرے میں گوئی۔

”پہلا نیچے، دوسرا اوپر، تیسرا وبا کر نیچے اور چو تھا... چلو بس...!“
صدر نے اکنہش میں کنجی لگائی... انہن اسٹارٹ کیا... گاڑی چل پڑی... روپور کا دباؤ باسیں پہلو پر بدستور موجود تھا۔
”بس سیدھے چلو...!“
صدر سوچ رہا تھا بے پہنچ... یقیناً انہیوں کے متعلق چھان میں کرنے کے دوران ہی میں وہ ان لوگوں کی نظر میں آگیا ہو گا۔
ولبرنساکس کے بیان کے مطابق اس کا چیف خطرناک آدمی تھا۔ ویسے وہ ایسے لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑتا تھا جن کے ذریعے اس کی نشان دہی ہو سکے۔ ڈی سوز اس کی لڑکی اور ایک اجنبی غالباً اسی لئے اپنے انعام کو پہنچ تھے۔ ابو سیل بھی شاید اسی پیش میں کاشکار ہوئی تھی لیکن یہ تین آدمی اب بھی زندہ تھے جن کی نشان دہی ولبرنساکس نے کی تھی!
ہو سکتا ہے یہ تینوں اسی لئے جگہوں سے نہ ہٹائے گئے ہوں کہ چیف کو ولبرنساکس کے زندہ ہونے کا ثبوت مل سکے۔ کیونکہ ان کی نشان دہی فی الحال وہی کر سکتا تھا اور وہ خود ان کی قید میں تھا۔
واقعات کا یہ موڑ خطرناک تھا۔ صدر ایک بار عمران کی وجہ سے کشفیشن چیز کی اذیتوں سے فیکر گیا تھا لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ آج بھی کوئی انہوںی ہو سکے اور عمران...؟ اس کا تو کہیں پڑھنے تھا۔
کاش اس سے یہ حماقت سرزدہ ہوئی ہوتی۔ اسی وقت جو یاکو فون پر حالات سے آگاہ کر دیتا جب تعاقب کرنے والا کھانے میں مشغول تھا۔
”اب کیا ہو سکتا ہے!“
اُس نے عقب نما آئینے پر نظر ڈالی پیچھے کئی گاڑیاں تھیں۔ دفعتہ اسے ایک ٹوکا خیال آیا... وہ تو کبھی غافل نہیں رہتا۔ ہو سکتا ہے پچھلی گاڑیوں میں کسی ایک میں خود موجود ہو۔
اس نے طویل سانس لی۔

”اب بائیں جانب موڑ لو...!“ حریف بولا۔
صدر خاموشی سے اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہا۔
ٹھوڑی دیر بعد وہ ساحل کی طرف جا رہے تھے! سڑک سنان تھی لیکن پیچھے ایک گاڑی ابھی تک عقب نما آئینے میں دکھائی دے رہی تھی۔ صدر نے سوچا یقیناً وہ ایک ٹوکا ہو سکتا ہے یا پھر

وہ فوری طور پر ساکت ہو گئے۔ کٹھرے کے باہر گلیارے میں انہیں روشنی نہ دکھائی دی جاتا۔
وہاں رات بھر روشنی رہتی تھی۔
عجیب ساماناتا خاچا جو ماحول پر طاری تھا۔ سفتریوں کے وزنی بوٹوں کی کھٹ پٹ بھی نہیں سنائی
دیتی تھی۔

”چپ چاپ باہر نکل چلو....!“ سنائی میں تیز قسم کی سرگوشی ابھری۔
دونوں پہلے ہی کٹھرے کے قریب آکھڑے ہوئے تھے۔ اکسی نے انہیں دھکیل کر کٹھرے
سے باہر کر دیا۔ پھر زینوں کی طرف چلنے کے لئے کہا گیا۔
کھلی چھت پر پہنچنے کے بعد ہی وہ اس آدمی کو دیکھے سکتے تھے۔ سرتاپ ایساہ پوش تاروں کی چھاؤں
میں وہ ایک تاریک سایہ لگ رہا تھا۔

”کیا تم دونوں رسی کے سہارے نیچے اتر سکو گے....؟“ اس نے پوچھا۔ اس کی آواز بھی
عجیب تھی۔ پھنسی پھنسی.... اس آواز میں ہلکی سی غراہب بھی شامل تھی۔

”سر کس میں کام کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا....!“ جیسن نے طنزیہ لمحے میں کہا۔
”مجھے یقین ہے کہ اس کے باوجود بھی تم دونوں رسی کے سہارے ہی نیچے جاؤ گے۔“
”آپ کون ہیں جناب....؟“ ظفر الملک نے سوال کیا۔

”یہ سب کچھ تمہیں نیچے پہنچ کر معلوم ہو گا۔“
”اگر کچھ معلوم کرنے کے قابل ہی نہ رہے گے تو....؟“ جیسن بول پڑا۔

”تم خاموش رہو....!“ ظفر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔
”تم میں سے ظفر الملک کون ہے....؟“ سیاہ پوش کا لیجہ بے حد خشک تھا۔
”میں ہوں جناب....!“

”یہ لفافہ اختیاط سے رکھو.... نیچے گاڑی موجود ہے۔ وہ تمہیں کس محفوظ مقام پر پہنچانے
گی۔ وہاں تم اس لفافے میں پائی جانے والی تحریر کے مطابق عمل کرنا....!“
حوالات کی عقبی دیوار کے قریب ہی انہیں ایک سیاہ رنگ کی وین کھڑی دکھائی دی تھی۔
نیچے پہنچ کر جیسن آہتہ سے بڑا لیا۔ ”ملاکیکی ادب میں کند کا ذکر بھی جاہب جانتا ہے۔ لیکن
افسوں چرخ کجھ رفتار سے ہمیں چھت کے نیچے نہ دیکھا گیا۔“

گاڑی سے ایک آدمی اتر کر اُن کی طرف بڑھا۔۔۔ یہاں بھی اندر ہمیرا ہی تھا وہ اُس کی شکل نہ
دیکھ سکے۔

”گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔!“ آنے والا قریب پہنچ کر بولا۔
آواز کچھ جانی پہچانی سی محسوس ہوئی تھی۔ وہ گاڑی کے پچھلے حصے میں جا بیٹھے۔۔۔ دروازہ بند
کر دیا گیا۔

ابھی تک سردی مزاج پوچھ رہی تھی۔ گاڑی کا دروازہ بند ہو جانے پر کسی قدر حرارت کا
احساس ہوا۔

گاڑی حرکت میں آچکھی تھی۔ اندر اندر ہمیرا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکتے تھے۔
”وہ آدمی کون تھا۔۔۔؟ یورہائی نس۔۔۔!“ جیسن نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔۔۔!“

”یکھے اب شامت کہاں لے جائے۔!“

”تم عورتوں کے سے انداز میں کیوں گفلگو کرنے لگے ہو۔!“

”اسے چھوڑیے جناب والا۔۔۔ میں بہت سیدھیگی سے اس مکلے پر غور کر رہا ہوں۔!“
”کس مکلے پر۔۔۔؟“

”اگر آپ نے اس سر پھرے آدمی کا ساتھ نہ چھوڑ۔“

”خاموش....!“ ظفر نے آہتہ سے کہا۔ ”اگر تم نے کسی کا نام لیا تو گلا گھونٹ دوں گا۔!“

”میں کسی پر دہ نہیں خاتون کا نام نہیں لیتے جا رہا تھا کہ آپ اس طرح برافروخت ہو گئے۔!“

”برافروختہ کیا۔۔۔؟“

”مطلوب یہ کہ آپے سے باہر ہو گئے۔۔۔ خیز اسے بھی چھوڑیے۔۔۔ اس بات پر ایک شریاد آگیا۔!“

”داورِ حشر مرانا نامہ اعمال نہ دیکھے۔“

”اس میں کچھ پر دہ نہیں کے بھی نام آتے ہیں۔!“

ظفر کچھ نہ بولا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی رکی۔ لیکن اُن سے اُترنے کو نہ کہا گیا۔

”اب کیا ہوا۔۔۔؟“ جیسن بڑا بڑا۔

”خاموش بیٹھے رہو۔۔۔!“

و دغنا کاڑی کا نجی پھر جاگا اور وہ حرکت میں آگئی۔ لیکن اس بار زیادہ دور نہیں چلی تھی۔

حصکے کے ساتھ کار رکی اور عقبی دروازہ کھلتے ہی دونوں روشنی میں نہا گئے۔

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا... جس میں تیز روشنی والے بلب بلب گاہر ہے تھے۔

”کیا یہ کسی فلم اسٹوڈیو کا کوئی فلور ہے؟“ جیسن نے ظفر سے پوچھا۔

”بکومت... نیچے اتو...!“

”اوہ...!“ جیسن نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی کو حیرت سے دیکھا۔

”ہیلو کیپٹن خاور...!“ ظفر اس کی طرف مصافر کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

”تمہارا ملازم یہیں رہے گا...!“ کیپٹن خاور بولا۔ اور تمہیں ان ہدایات پر عمل کرنا ہے جو

تمہارے پاس موجود ہیں۔!

”اوہ...!“ ظفر کو لفافہ یاد آیا۔

لفاف سے برآمد ہونے والے پرچے کی تحریر کے مطابق اسے اب عمران کے میک اپ میں

اسی کے فلیٹ میں رہائش اختیار کرنی تھی۔

”لیکن جیسن...!“ ظفر نے استفسار میں نظر دوں سے خاور کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ یہیں رہے گا ہمارے ساتھ... تم اس کی فکر نہ کرو!“

”کیا یہاں اردو کالا میک لڑپچ فراہم ہو سکے گا جناب...!“ جیسن بول پڑا۔

”جو کچھ بھی چاہو گے مہیا کر دیا جائے گا!“

”مناسب ہے...!“

ظفر اسے گھور کر رہ گیا۔



صفدر اب پوری طرح ہوش میں تھا۔ لیکن سر کی تکلیف کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھل رہی تھیں۔

وہ ان لوگوں کی گفتگو صاف سن رہا تھا۔ اس وقت اس کے قریب دو آدمی موجود تھے۔

”یہ وہی ہے... یقین کرو...!“ ایک کہہ رہا تھا۔

”جب تک کوئی واضح ثبوت نہ ہو کیے سمجھ لوں۔!“ دوسرا آواز آئی۔

”میں نے کوپ کے پاس تصویر دیکھی تھی جو اسے چیف کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مقدمہ یہ تھا کہ اس آدمی کو تلاش کیا جائے۔!

”تو پھر کوپ کو یہاں بلاو۔... اسے ہدایت کرو کہ تصویر سیست آئے۔!

”کیا یہ میک اپ میں نہیں تھا...؟“

”یقیناً تھا۔...!“

”تو پھر...؟“

”بیکار بخوش میں نہ پڑو۔... کوپ کو بلاو۔...!“

چند لمحے خاموشی رہی پھر صدر نے فون پر نمبر ڈائل کرنے کی آواز سنی۔ پھر کہا گیا۔

”شاہد کوپ موجود نہیں۔!“

”کہاں ہو گا۔...؟“

”شاہید گرینڈ میں۔...!“

”اُسے یہاں موجود ہونا چاہئے۔ اگر اسی کوئی بات ہے۔!“

”اوہ... تو کیا ب محض گرینڈ جانا پڑے گا۔!“

”یقیناً۔!“

”اچھی بات ہے۔...!“

”تم جانتے ہو کہ یہ کتنا ضروری ہے۔... اگر اسی کوئی بات ہے تو چیف کو اس سے فوری طور پر آگاہ ہونا چاہئے اور ہم میں صرف کوپ ہی ایسا ہے جو بروقت چیف سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔!
”ٹھیک ہے۔... مجھے دھیان نہیں تھا۔...!“

پھر صدر نے قدموں کی چاپ سنی۔... سر کی تکلیف بدستور موجود تھی۔ لیکن شاہید اب وہ آنکھیں کھول سکتا تھا۔

آنکھوں میں خفیف سادرہ کر کے اس نے آواز کی جانب دیدے گھمائے۔

یہ تو وہی آدمی تھا... جو اسے غب ناپ سے یہاں تک لا یا تھا۔ اس کی مٹھیاں بھینچنے لگیں۔

وہ آدمی اس کرے میں تھا تھا... اور اب یہ سوچنے کا موقع قطعی نہیں تھا کہ یہاں کے

خفتھوں میں اور کتنے آدمی موجود ہوں گے۔!

دغنا کا ناچیہ حلق سے عجیب سی آواز نکالی اور وہ آدمی چوک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

صفدر نے اسی قسم کی کچھ اور آوازیں بھی نکالیں اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے بزرگ
قریب آکھڑا ہوا۔

پھر قریب سے دیکھنے کے لئے اس کے چہرے پر جھکا ہی تھا کہ صدر نے بڑی پھرتی سے اس
کی گردان دبوچ لی۔ کچھ دیر پہلے محسوس کی جانے والی تقاضت حیرت انگیز طور پر زائل ہو چکی تھی
اور وہ خود کو پہلے سے بھی تو انہی محسوس کرنے لگا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جان لے لینے یادے دیے گا
وہیشانہ جذبہ رہا ہو جس نے اُسے فی الفور اتنی توہاتی بخش دی تھی۔

وہ اُس کا گلا گھونٹتا ہی چلا گیا۔ دیسے حریف بھی جان بچانے ہی کے لئے جدوجہد کر رہا تھا۔ لہذا
دقائیق شدید تھیں۔

وہ صدر کے اوپر ہی گرا تھا اور اُسے پس ڈالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کے دے رہا
تھا۔ لیکن اس کی گردان پر صدر کی گرفت بھی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔

دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ اب حریف ایک بوجھ کی طرح اس پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔
وہ اسے پرے جھنک کر اٹھ بیٹھا۔ وہ فرش پر جا پڑا تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے اس کی جیبوں
کی تلاشی لی۔ گاڑی کی کنجی اور ایک پرس کے علاوہ اور پکھنہ برآمد ہوا۔

پرس اس نے وہیں ڈال دیا اور میز پر سے اُس کی فیکٹ ہیئت المخائی اور اسے سر پر جاتا ہوا
کمرے سے باہر نکلا۔ سر پر بندھی ہوئی پٹی بیٹھ کے نیچے چھپ گئی تھی۔

راہداری میں اسٹینٹ پر ایک اور کوٹ نظر آیا۔ صدر نے اسے بھی کھینچا اور جلدی سے پہن لیا۔
اب وہ تیزی سے راہداری کے سرے کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

ٹکاسی کے دروازے کی تلاش تھی۔ اس کے علاوہ اور کسی طرف دھیان دینا نہیں چاہتا تھا۔
باور پی خانے کے قریب سے گذرتے وقت اس نے محسوس کیا کہ وہاں کوئی موجود ہے۔

صدر دروازے پر بیٹھ کر اس نے نہایت اطمینان سے پینڈل گھمیلا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا۔
باہر کپڑا ٹھیک وہی کار کھڑی رکھا ہی دی۔ جس پر یہاں تک لا گیا تھا۔ ایک بار پھر اسے کھلی نضا
میں سانس لیتے کاموں ملا اور اب اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زیادہ دیر تک اسٹینٹ نہ کر سکے گا۔
پورا جسم کا پی رہا تھا..... اور سر کی تکلیف پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔
وہ جلد از جلد اس گاڑی سے بھی بیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔

اندھیرا پھیل گیا تھا۔ سڑکوں کے پول روشن ہو چکے تھے اور سڑکوں پر ٹریک کا اٹھ دھام تھا۔
اس نے ایک جگہ گاڑی روکی اور نیچے اتر کر ایک گلی میں مر گیا۔ کنجی اکنیشن ہی میں جھوڑ آیا تھا
اور پھر وقت گاڑی کے نمبر ہن نشین کرنا نہیں بھولا تھا۔

دوسری سڑک پر بیٹھ کر اس نے ایک ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو اپنے رہائشی مکان کا پتہ بتایا۔
ہوش داپس جاتا ب کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ اول تو چہرے سے میک اپ ہی اترچکا
تھا، دوم یہ کہ ان لوگوں کو اس ٹھکانے کا علم تھا۔

بہر حال اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی اصل قیام گاہ ہی کارخ کرتا۔
زخمی حالت میں کسی تیرے ٹھکانے کی تلاش عقل مندانہ فعل نہ ہوتا۔

تیکسی کچھ دیر بعد اس کے مکان کے سامنے رکی اور اب اُسے احساس ہوا کہ نہ اُس کی جیبوں
میں پیسے موجود ہیں اور نہ مکان کے قفل کی کنجی... وہ تو ہوش میں ہی رہ گئی تھی اور پرس ان
لوگوں میں سے کسی نے غائب کر دیا تھا۔

حریف کا پرس بھی وہ دیں چھینک آیا تھا۔ اب کیا کرے؟ دفعتاً اس نے تیکسی ڈرائیور سے کہا۔
”اُوہو.... یہاں تو قفل پڑا ہوا ہے شاندروہ لوگ موجود نہیں... اچھا داپس چلو....!“
”کدھر صاحب....؟“

”تم چلو.... میں بتاؤں گا....!“

گاڑی پھر چل پڑی۔ تھوڑی دور پر ایک ڈرگ استور تھا اس نے وہاں دوبارہ رکنے کو کہا۔
گاڑی سے اتر کر ڈرگ استور میں آیا۔ یہاں کے سیلز میں اسے بیچانے تھے اس نے ان سے
فون ماٹھا اور پہلے ہی مغدرت کر لی کہ وہ کال کے پیسے ابھی نہ دے سکے گا۔

وہ سب اخلاقاً نہیں پڑے تھے۔ جیسے وہ مذاق کر رہا ہو۔

بہر حال اس نے فون پر جو لیا کے نمبر ڈائل کئے اور دوسری طرف سے جو لیا کی آواز آئی۔

”اوہ تم....؟ کہاں غائب ہو گئے تھے؟ اس نے پوچھا۔

مفصل گفتگو کا موقع نہیں... تم فوری طور پر لکھنؤں کے بس اسٹاپ پر بیٹھو... میرے لئے کچھ
رم ہمیں لیتے آتا... جس تیکسی پر سفر کر رہا ہوں اس کا کرایہ ادا کرنے کیلئے جیب میں پیسے نہیں ہیں۔“

”سبجیدہ ہو....؟“

"جلدی کرو! اس نے زیور رکھ دیا اور سیل میوں کا شکریہ ادا کر کے تیکسی میں آبیخرا
"کنگشن کے بس اسٹاپ پر چلو...!" صدر نے ڈرائیور سے کہا۔
اس کا اندازہ تھا کہ جولیا اس کے پہنچ سے پہلے ہی وہاں پہنچ جائے گی۔ کیونکہ کنگشن کا بڑا
اسٹاپ سائیکو میشن سے زیادہ دور نہیں تھا۔
جو لیا کی گاڑی اُسے دور ہی سے نظر آگئی۔ اُس کے پیچھے پارک کرنے کی جگہ بھی موجود تھی۔
اس نے تیکسی وہیں رکوانی اور نیچے اتر کر میٹر دیکھنے لگا۔ جولیا اپنی گاڑی سے اتر کر اس کے قریب
آگئی تھی۔ اس نے کچھ نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دینے۔
صدر نے تیکسی کا کرایہ ادا کیا اور پھر جولیا کے ساتھ اس کی گاڑی میں آبیخرا۔
"مکدھر...؟" جولیا نے پوچھا۔

"میں زخمی ہوں.... اور اب میرے جسم میں سکت نہیں رہی۔ مجھے سائیکو میشن میں تا
چلو.... میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ تیکسی وہاں لے جا کر کسی سے کرایہ دلواؤں۔"
"اوہ.... اچھا....!" جولیا نے انہن اشارات کرتے ہوئے کہا۔



پرانس عبد المنان رینا کے لئے اچھا خاصاً سکھلوتا بن کر رہ گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے مقبرہ
میں کامیاب ہو گئی ہے۔
اب وہ روشنی کا ذکر بھی چھیرتی تو صاف لڑا جاتا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے اسے بھول ہی جانا چاہتا ہو۔
اوھر چیف اے ون ہر روز رینا کو یقین دلانے کی کوشش کرتا رہتا کہ اس کے بھائی زند
ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں لیکن کسی مصلحت کی بناء پر فی الحال ان لوگوں کو نہیں چھیرنا چاہا
جو ان کے انگوہ کے ذمہ دار ہیں۔

پرانس عبد المنان میں بھی وہ بہت شدت سے دچپنے لے رہا تھا۔
آج ہی اُس نے اُس کے متعلق رینا کو کچھ بدیالت بھی دی تھیں اور رینا سوچ میں پڑ گئی تھی
عبد المنان تو قطعی طور پر اس کا ذائقی مسئلہ تھا۔ پھر چیف بھی کیوں اس میں دچپنی لینے لگا ہے۔ اُن
نے اس کو اپنے کار کن کر سشوپاؤ لس کے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ اس کے بھائیوں کی خلاف
میں مددے گا۔ لیکن عبد المنان کی کہانی سننے ہی وہ بھی اس ملاقات کے اصل مقصد سے روگرا۔

ہی تھا۔ آخر وہ لوگ عبد المنان کو کس مقصد کے حصول کے لئے ہموار کرنا چاہتے تھے۔
یہ مسئلہ اس کے لئے ایک تین بھجن بن گیا تھا۔ لیکن وہ اس کا ذکر عبد المنان سے نہ کر سکی۔
وہ تو بُس اُسے مختلف قسم کی تفریحات میں الجھائے رہا کرتی تھی۔
اس وقت بھی وہ اسے بتا رہی تھی کہ میں بال کیے کھیلا جاتا ہے۔ وہ خاموش ہوئی تو عبد المنان
اپنے قوی کھیل گلی ڈنٹے کے متعلق اُسے بتانے لگا۔
"در اصل...!" وہ محققانہ شان سے بولا۔ "دنیا کے ہر کھیل کی موجود ہماری ہی قوم ہے۔ تم
لوگوں نے ان میں کلی پھنسنے لگائے اور ہر پر کر کئے مثل کے طور پر گلی ڈنٹے کو تم لوگوں نے
سی تدری تصرف کے ساتھ کر کر یا میں بال کی شکل میں اپنالیا...!"
"یہ غلط ہے... تُم نے اپنی گلی ڈنٹے میں کسی گیند کا ذکر نہیں کیا...!"
"گلی کو گول کر کے گیند بنا لیا تو لوگوں نے...!"
"گلی کیسی ہوتی ہے...؟"
"تم اس طرح نہیں سمجھ سکو گی...!" عبد المنان نے کہا اور گلی ڈنٹا بنانے کی فکر میں پڑ گیا۔
رینا کے ایک ملازم نے سامان فراہم کر دیا۔
رینا گلی کی شکل دیکھ کر بہت بُخی اور بُولی۔ "اُسے کس طرح کھیلتے ہوں گے!"
"چلو میدان میں...!"
"یہاں نہیں...!"
"کیوں نہیں...!"
"تم نے دیکھا نہیں.... ملازم کس طرح نہ رہے تھے تھیں گلی ڈنٹا بناتے دیکھ کر!"
"خوش ہو رہے تھے ہم لوگ قوی چیزیں دیکھ کر خوشی سے پا گل ہو جاتے ہیں۔!"
"پھر بھی یہاں نہیں.... کہیں اور چلیں.... تم جب سے یہاں آئے ہو باہر نہیں نکلے!"
"یہاں سے میں میں کے فاصلے پر میری شکار گاہ ہے... وہیں چلتے ہیں۔!"
"شکار گاہ...؟"
"ہاں ہاں.... تھیں حرث کیوں ہے اُس رات ہم وہیں سے آرہے تھے!"
"کیا اس پر بھی روشنی کا قبضہ ہے۔!"

”میری زندگی میں کسی چیز پر بھی کسی کا بغض نہیں!“
 ”اچھا تو چلو... لیکن ہم شام سے پہلے ابیں آ جائیں گے!“
 ”اب تو نہیں جائیں گے....!“ دفعۂ عبد المنان کا مودہ مگر گیا۔
 ”کیوں کیا ہوا....؟“

”تم نے یہ کیوں کہا کہ نوکر مذاق اڑائیں گے!“
 ”ارے وہ ایسے ہی انداز میں ہنس رہے تھے!“

”مجھے ایسے لوگ ناپسند ہیں جو دوسروں کی رائے سے متاثر ہو کر کوئی کام نہ کر سکیں!“
 ”اچھا.... چلو باہر.... ویسے شکار گاہ بڑی خوبصورت جگہ ہو گی!“
 ”وہ پھر بھی دکھادوں گا.... لیکن گلی ڈنڈا نہیں ہو گا!“

”چلو بھی.... میرے خیال میں تو یہ یقیناً کوئی مٹھکہ خیز کھیل ہو گا۔ اسی لئے وہ لوگ نہ
 رہے تھے!“

”پرواہ نہیں.... میں اکیلے کھیلوں گا میری قوی رگ پھر ٹکٹھی ہے!“
 عبد المنان نے گلی ڈنڈا سنبھالا اور باہر نکل گیا۔

رینا نے شانوں کو جبش دے کر نہ اسامنہ بنایا اور وہ بھی چل پڑی۔ پرنس کے بارے میں اُ
 نے یہ رائے قائم کی تھی وہ بہت ہی اعلیٰ قسم کا تکنی ہے!“

باہر نکل کر اُس نے دیکھا کہ وہ زمین پر اکڑوں بیٹھا ہوا مٹی کھو رہا ہے۔
 ”یہ کیا کر رہے ہو....؟“ وہ قریب پہنچ کر بولی۔
 ”بل ہمارا تھا....!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔

”پھر بل پر گلی رکھ کر ڈنڈا سنبھالا اور اس سے پیچے بنتے چلے جانے کو کہا۔
 ”بس وہیں رک جاؤ.... اب میں گلی اچھالوں گا.... اگر تم کچھ کر سکیں تو سمجھو میں آؤ
 ہو گیا۔ ورنہ پھر نہیں ڈنڈے پر نشانہ لگانا پڑے گا۔“ بس چلو تیار....!
 اُس نے گلی اچھالی.... لیکن رینا کچھ نہ کر سکی۔ اس نے ڈنڈا بل سے ایک ڈنڈے کے فاصلے
 رکھ دیا۔ اور جیچ کر بولा۔ ”اب گلی اس طرح پھینکو کہ ڈنڈے سے آگے.... میں آؤت ہو جاؤں گا۔
 اس نے گلی پھینکی لیکن وہ ڈنڈے سے نہ گلی۔

پرنس بچوں کے سے انداز میں فلقاری مار کر پہاڑ اور کھیل شروع کر دیا۔
 گلی پڑے نہیں کہاں سے کہاں بچپنی.... ساتھ ہی وہ رینا سے دوڑنے کو کہتا جا رہا تھا۔ تین شاہ
 گانے کے بعد اُس نے کہا۔ ”میں ڈنڈا رکھنے جا رہا ہوں۔ اب نہیں یہاں سے نشانہ لگانا پڑے گا۔
 رآؤت کر دیا تو پھر تم کھیلو گی!“

”ڈنڈا کہاں رکھو گے!“

”وہیں بل کے قریب!“

”میرے فرشتے بھی اتنی دور نہ پھیلک سکیں گے!“ رینا طویل سافٹ لے کر بولی۔ اتنے میں
 سے اپنی رہائشی عمارت کے قریب بزرگ کی ایک گاڑی دکھائی دی۔
 ”اوہ.... یہ لجھت کہاں سے آمرا....!“ وہ بڑی بڑائی۔

”کون ہے....؟“

”میرے بھائیوں کا ایک دوست.... آٹو موبائل انجینئر ہے۔ اکثر ادھر سے گزرتا رہتا ہے
 در کرے گا!“

”تم کھیلو گی.... جنم میں جائے وہ....!“

”نہیں یہ نبڑی بات ہے۔! ہمیں فی الحال واپس چلانا چاہئے۔ شام کو کھیلیں گے!“

”بھائیوں پھیر واس پر.... میرے قوی جوش پر پانی نہ پھر وو!“

”چلو....!“ وہ اس کا بازو پکڑ کر کھیپتی ہوئی بولی۔

پرنس مردہ چال سے اس کے ساتھ چلنے لگا اور وہ بولی۔

”اس کھیل میں بہت زیادہ دوڑنا پڑتا ہے۔ میرے بس سے باہر ہے کوئی آسان ساقوی کھیل بتاؤ!“

”گولیاں کھیلو گی....؟“ پرنس نے پوچھا۔

”یہ کیا ہوتا ہے....!“

”تم لوگوں نے اس کھیل کو اتنا راج کر کے لمبی ڈنڈا لیا ہے۔!“

”دوڑنا نہیں پڑتا اس میں....!“

”نہیں بیٹھ کر کھیلتے ہیں!“

”تب تو ٹھیک ہے.... بھی کھیلیں گے!“

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم جیسی ابھی نیست کی لڑکی کسی مقامی آدمی کو دوست بنائے گی!“ اس نے بالآخر کہا۔

رینا نے پرنس کی طرف دیکھا۔ وہ نہ پڑی۔ پھر بولی۔

”پرنس بہت شاکست آدمی ہیں؟“

”بھی نہیں....!“ پرنس ناک بھوں چڑھا کر بولا۔ ”میں بھی دوسرے مقامیوں کی طرح بہت گھلیا آدمی ہوں۔ بلکہ سرے سے آدمی ہی نہیں ہوں!“

”اوہو.... تم نہ رامان گئے پرنس.... نہیں کی بات تھی!“ رینا بولی۔

”پرنس....!“ نوار دحمافت آمیر لمحے میں بولا۔ ”اس پر تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا کہ پرنس ہیں۔ ہاؤ ڈو یو ڈو یور ہائی نس....!“

”فائن....!“ پرنس کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔

”تم کیا پیٹے گے نام....!“ رینا جلدی سے بول پڑی۔

”بو بھی مل جائے.... میں بہت پیاسا ہوں!“

وہ بہاں سے اٹھ کر ڈائیننگ روم میں آئی اور لیفریجریٹر سے بیس کی ایک بوتل نکال کر ملازم کو دی۔ خود ڈرائیور میں واپس آئی تو ان دونوں کے درمیان تیز کلامی کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ ولیم ٹائمپسون کے چھپوڑے پن سے بخوبی واقف تھی۔

”کیا بات ہے بھی....! تم لوگ جیچ رہے ہو!“ اس نے زبردستی نہ کر کہا۔

”یہ بے توق آدمی مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں شراب نہ پیا کروں!“ نام غرایا۔ ”تم جانتی ہو کہ اسی بات پر قادر جو شواہی میری لڑائی ہو گئی تھی!“

”لڑائی کا انجام کیا ہوا تھا....!“ پرنس نے پوچھا۔ پھر نہ کر بولا۔ ”مجھے یقین ہے کہ قادر جو شوانے تمہاری پیٹائی کر دی ہو گی!“

”کوئاں بند کرو....!“ نام مٹھیاں بھیجن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”ارے ارے یہ کیا حماقت ہے میٹھے جاؤ....!“ رینا بوکھلا کر آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

”کوئی خاص بات نہیں ہے!“ پرنس نے نہ کہا۔ ”شامہ مجھے اب قادر جو شواہی جگہ سنجاٹی پڑی گی!“

گاڑی سے ایک آدمی اتر اتھا اور وہیں رک اُن کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

”دیکھو پرنس....! یہ آدمی اکثر نئے میں بھی ہوتا ہے۔ لہذا اس کی باتوں کا نہ انساننا!“

”اگر اس نے میرے جذبات کو نہیں نہ پہنچائی تو میں قطعی نہ رانہ بانوں گا! اگر کسی نہ کو آدمی کو نہ شہ ہو جائے تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے!“

”لیکن تم کیوں نہیں پیتے....!“

”اس کا تعلق میرے نہ بھی جذبات سے ہے!“

”ہاں میں نے سنا ہے... کمز مسلمان شراب نہیں پیتے....!“

”غیر میں کثر تو نہیں ہو... کثر ہوتا تو تمہارے ساتھ گلی ڈنٹانہ کھیل رہا ہوتا... کہ مسلمان غیر عورت کے ساتے سے بھی بد کتا ہے!“

”اچھا بس اب خاموش رہو....!“

وہ گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ نوار دریانا ہی کی طرح سفید فام تھا۔

وہ لہک کر اُن کی طرف بڑھا۔

”ہیلو.... رینا....!“

”ہیلو.... نام....!“

”تو وارد نے سوالیہ نظرؤں سے پرنس کی طرف دیکھا!“

”یہ میرے دوست پرنس عبد المنان ہیں اور یہ ولیم ٹائمپسون میرے بھائیوں کے دوست ہیں!“

”تمہارا نہیں....؟“ اس نے لگاؤٹ کے انداز میں سوال کیا۔

”چلو اندر چلو....!“

”بیجیری اور جرمی کہاں ہیں....؟“ اس نے پرنس سے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”وہ اس وقت موجود نہیں ہیں....!“ رینا نے کہا۔ یہ چیف ہی کی ہدایت تھی کہ اُن دونوں

کے اچانک غائب ہو جانے کو شہرت نہ دی جائے۔

نووار دیچ پچ کسی قدر نئے میں تھا۔ وہ نشست کے کمرے میں آئے۔

رینا محسوس کر رہی تھی کہ وہ پرنس کو کینہ توڑ نظرؤں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا۔

یہ سمجھتے ہیں کہ سفید فام اقوام کو خدا نے دوست خاص سے بیٹایا ہے اور وہ اس کی ارفغ ترین تخلیقیں ہیں۔

”میں کہتی ہوں نام بیٹھ جاؤ... اور پرنس تم خاموش رہو!“
 ”میں بالکل خاموش ہوں!....!“ پرنس نے کہا اور لاپرواہی سے دوسرا طرف دیکھنے لگا
 ”نام ہامپتا ہوا بیٹھ گیا۔ اتنے میں ملازم نے بیڑ کی ٹرے میز پر کھو دی۔
 پرنس اپنی کرسی وہاں سے کافی فاصلے پر لے گیا۔
 ”تم ویکھ رہی ہو!....!“ نام غراکرینا کی طرف مڑا۔
 ”اوہ نہ ختم کرو!....!“ پرنس نے آہستہ سے کہا۔
 ”یہ میری توہین ہے... میں اسے مرا چکھاؤں گا!“

رینا نے بوتل کھولی اور گلاس میں انٹلینے لگی۔ پھر وہ بے کلی بکواس کرتا اور بیکر پیتا رہا۔
 اس دوران میں ایک بار بھی اس نے اپنے دوستوں کے بارے میں کچھ نہ پوچھا۔
 پرنس اس حوال سے قطعی بیگانہ نظر آ رہا تھا۔
 دفعہ نام نے رینا سے کہا۔ ”آج موسم بذاخوش گوار ہے۔ میرے ساتھ کہیں چلو!“
 ”مجھے افسوس ہے کہ میں فی الحال کہیں نہ جاسکوں گی!“
 ”یہ کیا بات ہوئی!“
 ”جیجی!... مجھے کچھ ضروری کام انجام دینے ہیں!“

”کام پھر کر لینا!... آج تو چلو!...“ وہ آگے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔
 اس انداز میں رینا کو اتنا گھلیا پن محسوس ہوا کہ وہ جھنجلا گئی۔
 ”نہیں!... میں نہیں جائسکتی!“ اس بار اس کا الجھ سخت تھا۔
 ”تم اس گدھے کو یہاں چھوڑ کر میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں!“ نام پرنس کی طرف ہاتھ
 اٹھا کر بولا۔
 ”بہت ہو گیا!“ پرنس اچھل کر کھڑا ہو گیا اور بہت ہی نرم لمحے میں بولا۔ ”اب یہ تمہاری
 توہین کر رہا ہے اسے میں برداشت نہیں کر سکتا!“

”تم کیا لگاڑلو گے میرا!...!“ نام بھی اٹھتا ہوا بولا۔
 ”تمہیں اٹھاؤں گا اور گاڑی میں رکھ آؤں گا!“ پرنس نے نرمی سے جواب دیا۔ اس کے لمحے
 میں جھلاہٹ یا غصے کا شاپرے بھی نہیں تھا۔

”نام تم واقعی حد سے بڑھ رہے ہو!“ رینا غصیلے لمحے میں بولی۔ ”ہمارے درمیان کبھی اتنی
 بے تکلفی نہیں رہی۔ تمہارے اس لمحے کو جیری اور جرمی بھی برداشت نہ کر سکتے!“
 ”کوئی شریف آدمی نہیں برداشت کر سکتا محترم!....!“ پرنس نے آہستہ سے کہا۔
 ”میں تمہیں جان سے مار دوں گا!“ نام گونوں تان کر پرنس پر جھپٹ پڑا۔
 پرنس نے بڑی پھرتی سے اس کا وار خالی دے کر اس کی گردن پر ہاتھ مارا۔ لیکن اسے منہ کے
 بل فرش پر نہ گرنے دیکھ دہ گرہی رہا تھا کہ بجلی کی سی سرعت سے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے
 سنjal کر سر سے اوچا اٹھالیا۔
 رینا بے حس و حرکت کھڑی دیکھتی رہی۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا تھا کہ وہ داخل
 اندازی بھی نہیں کر سکی تھی۔
 پرنس اس کو اسی طرح اٹھائے ہوئے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔
 رینا کی زبان سنگ ہو گئی تھی۔ وہ بھی غیر ارادی طور پر اس کے پیچھے چل رہی تھی۔
 نام اسکے ہاتھوں میں بالکل بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بیوشن ہو گیا ہو۔
 وہ اس کو اسی طرح اٹھائے ہوئے باہر نکل آیا اور گاڑی کے قریب پہنچ کر رینا کی طرف مڑے
 بغیر بولا۔ ”ڈرائیور گ سیٹ کا دروازہ کھول دو!...!“
 رینا نے بے چون وچر اتعیل کی اور پھر وہ اسے دروازے سے ٹھوننے کی کوشش کرنے لگا۔
 نام کچھ بے ہوش ہی الگ رہا تھا اسے سیٹ پر اٹھیرنگ کے سامنے بٹھادیتے کے بعد پرنس
 نے ایسے ہی اطمینان سے دروازہ بند کیا تھا جیسے کسی معزز مہمان کو رخصت کر رہا ہو۔
 رینا نے مڑ کر دیکھا۔... تینوں ملازم مرآمدے میں کھڑے جیرت سے انہیں دیکھ جا رہے تھے۔
 ”اب یہ ہوش میں آکر یہاں سے رخصت ہو جائے گا تو پھر گلی ڈنڈا جائیں گے!“ پرنس نے
 احتقانہ انداز میں نہ کر کہا۔
 ”اے.... لگ... کیا ہو گیا ہے....!“ رینا ہکلائی۔

”میرا خیال ہے بیوشن ہو گیا ہے۔ ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔“ پرنس نے لاپرواہی سے کہا اور
 ہاتھ کھڑکی سے اندر لے جا کر نام کی گدی سہلانے لگا۔ اس کا سر پشت گاہ سے نکلا ہوا تھا اور
 آنکھیں بند تھیں۔

طرح گھنٹھیا رہا تھا جیسے وہ اُس کے ہاتھ پر توڑ دینے کا رادہ رکھتی ہو۔
ڈرائیور میں پہنچ کر وہ کر سی میں گر گئی۔
پرنس خاموش کھڑا اُسے پر تشویش نظر وہ سے دیکھتا رہا۔
”اب کیا سوچ رہے ہو؟...!“ رینا بالآخر بولی۔
”کیا تمہاری طبیعت خراب ہے؟...!“ پرنس نے سوال کیا۔
”میں سوچ رہی ہوں کہ نام بہت کیند تو ز آدمی ہے۔!“
”تو اس میں میرا کیا قصور...!“
”تمہیں بہت ہو شیار ہنا پڑے گا۔! وہ میرے ملک کے ایک ایسے خطے کا باشندہ ہے جہاں کے لوگ معاف کرنا تو جانتے ہی نہیں۔ درندگی میں ان کا جواب روئے زمین پر نہ لے سکے گا۔!
”اس واقعہ کو میں منٹ سے زیادہ گذر پکے! لہذا اب میں اس کے متعلق کسی فتنہ کی بھی گفتگو پنڈ نہیں کروں گا۔ گلی ڈنڈے کی بات کرو...!“
”مجھے یعنیں نہیں آتا کہ تم وہی آدمی ہو۔ اس بد مراج عورت کے ڈرپوک شوہر۔!“
”رینا پلیز...!“ وہ اخجاتا تھا اٹھا کر بولا اور خود بھی سامنے والی کر سی پر ڈھیر ہو گیا۔
اس کے چہرے پر دھناردنی سی چھائی تھی۔ کچھ دیر پہلے ستاروں کی طرح دیکھے والی آنکھیں حرث اگری طور پر دھندا گئی تھیں۔!
رینا اسے بغور دیکھتی رہی۔ پھر تیزی سے اٹھتی ہوئی بولی۔ ”ارے یہ کیا ہو گیا تمہیں۔!
”کچھ نہیں...!“ اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں کہا اور خٹک ہونوں پر زبان پھیرنے لگا۔
”واقعی تم حرث اگریز ہو۔!“
وہ کچھ نہ بولا۔ بے بھی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔
”تمہارا جیسا بے ہم آدمی کسی عورت سے اس حد تک متاثر ہو یہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ کیوں اپنی زندگی بر باد کر رہے ہو۔!
”میں نے تم سے درخواست کی تھی کہ اس کا نام مت لیا کرو۔!“ وہ مضھل سی آواز میں بولا۔
”نام لینے سے کیا ہوتا ہے۔!
”میرے ذہن کو جھکتا سالگتا ہے اور طاقت جواب دینے لگتی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا

”آخیر یہ کیوں گر ہوا....!“ رینا آگے بڑھ کر بولی۔
”مجھے خود نہیں معلوم!“ پرنس نے لاپرواہی سے کہا۔ ”ہو سکتا ہے میرا ہاتھ زور سے پڑ گیا ہو۔!
”اس کو بیہاں سے چلا جانا چاہئے۔!“ رینا نے مضطربانہ انداز میں کہا اور مز کرنو کروں کی طرف دیکھنے لگی۔
”فکر نہ کرو جلد ہی ہوش میں آئے گا۔!
”لیکن اگر ہوش آنے پر پھر جھگڑا شروع کر دیا تو....؟“
”تو پھر اس بار گاڑی سمیت اٹھا کر سڑک تک پہنچنا پڑے گا۔!
”مجھے حیرت ہے تم آخر ہو کیا چیز... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔!
”بھی بھی میں بالکل ہی پاگل ہو جاتا ہوں۔!
”لیکن....!“ وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ کیونکہ نام کے جسم میں جنبش ہوئی تھی۔
پرنس کھڑکی کے پاس بے ہٹ کر گاڑی کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔
نام نے آنکھیں کھولیں.... تھوڑی دیر تک خلاء میں گھوٹا رہا۔ پھر ڈیش بورڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ رینا خاموش کھڑی رہی۔
اس نے رینا کی طرف دیکھے بغیر انہن اشارت کیا اور گاڑی جھکٹے کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔
رینا نے پرنس کی طرف دیکھا جو احتجاجانہ انداز میں دور ہوتی ہوئی گاڑی کو گھوڑے جا رہا تھا۔ پھر وہ چونکا اور رینا سے بولا۔ ”چلواب تم کو گلی ڈنڈے کا دوسرا طریقہ سکھاؤ۔ یہ کھیل کنی طرح کھیلا جاتا ہے۔ اب جو طریقہ بتاؤں گا اس میں گلی کے آگے دوڑنا پڑتا ہے۔... اگر کوئی بھی شاکت تھا نے کچ کر لیا تو میں آؤٹ....!
”خدا کے لئے خاموش رہو۔... ورنہ شاید اب میں بیہوش ہو کر گر جاؤ۔!
”کیوں...؟“ بڑے بھولے پن سے سوال کیا گیا۔
”اندر چلو۔!“ وہ برآمدے کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔
وہ سوچ رہی تھی یہ وہی آدمی تو ہے جو پچھلے دونوں ایک اپانچ کی حیثیت سے اس کے رحم و کرم پر پڑا ہوا تھا اور آج اس نے نام جیسے ہٹے کئے آدمی کی یہ درگت بنائی۔
اُسے اُس رات کا منتظر بھی یاد آیا جب روشنی اُسے خواب گاہ میں دوڑاتی پھر رہی تھی اور وہ اس

”میرا خیال ہے وہ لاش کو یہاں سے نکال لے جانے کی فکر میں ہیں!“

”لاش...؟“

”صادر رکھا خیال ہے کہ اس نے مارڈا لئے کی حد تک اس کا گلا گھونٹ دیا تھا!“

”مکن ہے....! لیکن کچھ دیر پہلے ایک پادری بھی تو اندر گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسے

تابوت میں لے جائیں گے اور کسی قبرستان میں دفن کر دیں گے!“

چوہاں کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد خاور کے شہبے کی تصدیق ہو گئی۔ اندر سے ایک تابوت لا یا گیا تھا اور اب ٹرک پر رکھا جا رہا تھا۔ لیکن اٹھانے والوں کی کمی بنا پر وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے۔!

پادری کے علاوہ دو سفید فام آدمی اور بھی تابوت کے ساتھ تھے۔ لیکن انہوں نے تابوت میں ہاتھ نہیں لگایا تھا و مقامی آدمی اسے اندر سے اٹھا کر لائے تھے۔ اور اب وہی اسے ٹرک پر چڑھانے کی بھی کوشش کر رہے تھے۔ دھنپتاری مزدوروں کی طرف مڑ کر دیکھنے لگا۔

چوہاں نے اٹھنا چاہا تھا کہ خاور اُس کا زانو بنا کر بڑا لیا۔ ”خود سے نہیں۔ اگر وہ بلاۓ تو!“ اتنے میں پادری کچھ اور قریب آکر بولا۔ ”میرے بچو! کیا تم اپنے بھائیوں کی مدد نہ کرو گے!“

وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ لوہار بھی ان کے ساتھ ہی تابوت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ان سکھوں نے تابوت کو ٹرک پر رکھا دیا۔

”اگر آگے بھی ضرورت ہو تو.... انہیں بھیج دوں!“ لوہار نے چوہاں اور خاور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”نہیں... شکریہ... تم پر رکنیں نازل ہوں!“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔ وہ لوگ چیچھے ہٹ آئے۔ ٹرک آگے بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پادری کی گاڑی بھی نکل گئی۔

”ہم تعاتب بھی نہیں کر سکتے!“ چوہاں نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے بے بی سے کہا۔ ”ٹرک اور کار کے نمبر ہیں نشین کرو.... اتنا ہی کافی ہے!“ خاور بولا۔

چھانک پر ایک دنی کی ملازم کھڑا گاڑیوں کو جاتے دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ نظروں سے او جھل ہو میں وہ اپنی کیلئے چھانک میں مڑنے لگا۔ لیکن اس سے پہلے ہی چوہاں اور خاور اسکے پاس بیٹھ چکے تھے۔

”ون مر گیا بھائی....؟“ خاور نے اس سے پوچھا۔

کیوں ہے!“

”تھوڑی سی نفیات میں نے بھی پڑھی ہے۔ لیکن تمہارا کیس بالکل انوکھا ہے۔! آخر اس مرض کو کیا نام دیا جائے!“

”میں نہیں جانتا!“

”تو پھر اب تم کس طرح معمول پر آؤ گے!“

”میں نہیں جانتا.... کچھ نہیں جانتا!“

”اچھا چلو.... گلی ڈنڈا کھیلیں!“

”موڑ تباہ کر دیا تم نے.... اب اس وقت مجھ سے کچھ بھی نہیں ہو سکے گا!“



صدر سائکو مینشن ہی میں مقیم تھا۔ اس کا زخم کافی گہرا تھا۔ اس نے اسے بداشت کی گئی تھی کہ وہ صرف آرام کرے۔

اس عمارت کی گمراہی چوہاں اور خاور کر رہے تھے جہاں سے صدر رکھی حالت میں فرار ہوا تھا۔ یہ ساحلی علاقے کی ایک عمارت تھی۔ یہاں کی آبادی نیزادہ گھنی نہیں تھی۔ عمارت میں ایک دوسری سے فاصلے پر واقع تھیں اور ابھی یہاں تعمیر کا کام جاری تھا۔ اسے ایک زیر تعمیر بستی کہنا مناسب ہوتا۔ اس عمارت کے قریب بھی ایک پلاٹ کی بنیادیں بھری جاری تھیں۔ اس نے خاور اور چوہاں کو مزدوروں میں شامل ہونے کا موقع مل گیا۔

کام کا سلسلہ اس عمارت کی کپڑا ڈنڈ تک پھیلا ہوا تھا۔ چوہاں اور خاور کپڑا ڈنڈ کے قریب ہی تھے وہ لوہے کی سلامیں سیدھی کرنے میں لوہار کو مدد رہے تھے۔

یہاں سے چھانک کی گمراہی بخوبی کی جاسکتی تھی۔ انہوں نے صبح ہی صبح چھانک میں ایک گاڑی داخل ہوتے دیکھی جسے ایک پادری ڈرائیور کر رہا تھا۔ سفید فام آدمی تھا۔ اس کی سیاہ گھنی ڈاڑھی نے اس کے چہرے کو پہ تقدس بنا دیا تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔

پھر کچھ دیر بعد ایک ٹرک چھانک پر آر کا۔ چھانک سے گذر کر اندر نہیں جاسکتا تھا کیونکہ اس کی چڑھائی چھانک کی چڑھائی سے زیادہ تھی۔

”کیا چکر ہے....؟“ چوہاں بڑا لیا۔

”صاحب....!“ وہ گلوگیر آواز میں بولا۔ ”رات اچانک ہارٹ فل ہو گیا!“
”اگر تن تھے....!“
”نبیں پھلپائیں کے....!“

”کیا کرتے تھے....?“
”مینتوں کا دھندا تھا....!“
”بیوی بچے ہیں...!“
”نبیں وہ ملک میں ہیں!“

”بڑا فسوس ہوا....!“ دونوں نے بیک وقت کہا اور ملازم داپسی کے لئے مڑ گیا۔
وہ پھر اپنے کام پر داپس آئے۔ خاور کو بدایت ملی تھی کہ وہ صرف گمراہی کرتا رہے کہی کا
تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ چہاں کو اس کا علم نہیں تھا۔ اسے صرف خاور کے مشوروں پر
عمل کرتا تھا۔

ان میں یقینیست صدیقی موجود نہیں تھا اور وہ اسی کے منتظر تھے۔ صدر کا زخم مندل ہونے
لگا تھا اور اس کی جزل کذیش بھی ٹھیک ہی تھی۔ اس لئے وہ بھی موجود تھا اور اس نے ان تینوں
کی کہانی چھیڑ رکھی تھی جن کی گمراہی کے دوران میں وہ ان لوگوں کی نظروں میں آگیا تھا۔ کچھ دیر
خاموش رہ کر اس نے کہا۔

”ہمار پر ان میں سب سے نمایاں ہے۔! کیونکہ وہ ایک بہت اچھا مصور ہے۔ آرٹ کو نسل کے
کارکنوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابھی حال ہی میں اس کی تصاویر کی نمائش بھی ہو چکی ہے۔ جو
بہت زیادہ کامیاب رہی تھی۔“

”دلبر سناسک تصویروں کے فریم بتا کر اسی کے پاس تو پہنچایا کرتا تھا!“ جو لیا بولی۔
”بیقہ دو آدمی کون ہیں....!“ چہاں نے پوچھا۔
”دونوں آٹو موبائل انجینئرز ہیں!“ صدر بولا۔ ”ایک کامام کر سٹو فر بکسلے ہے اور دوسرے
کو موبی ٹرنز...!“

اتھے میں صدیقی آگیا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔
”کیا رہا...؟“ جو لیا نے اس سے پوچھا۔

”کہا ایک پادری کی ہے۔ نام فردی بنت... ایک غیر ملکی تبلیغ جماعت کا سربراہ ہے اور مرنے
کا فلپائن کا باشندہ تھا۔ جارج تھیون نام تھا۔ ایک جاپانی فرم کا نمائندہ تھا۔ ٹرک بھی اسی تبلیغی
اعتنی کی ملکیت ہے!“

”ہر بالباجوڑا جاں پھیلایا ہے۔ ان لوگوں نے۔“ صدر بولا۔

”ضروری نہیں کہ پادری بھی ان سے متعلق ہو۔!“ جو لیا بولی۔

اس کے اس خیال پر کسی نے رائے زندگی نہیں کی تھی۔!

اتھے میں فون کی گھنٹی بجی۔ جو لیا نے ہاتھ پر ہٹا کر رسیور اٹھا لیا۔

”اوہ ہیلو....!“ وہ مسکرا کی۔ ”ہاں.... ہاں.... اوہ.... اچھا....“ میں بھلا کیا مشورے دے
تھی ہوں۔ جو مناسب سمجھو کر وہ.... تم نے تو اسے بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ اکثر فخریہ کہا
تا ہے کہ اس نے تمہیں اپنی ٹروکاپی بتادیا ہے۔ ہاں ہاں ٹھیک ہے.... اچھا.... ہاں.... خود
بتادی جمال رکھو۔!

رسیور کریڈیل پر رکھ کر بھتی ہوئی دوسروں کی طرف مڑی۔

”کون تھا....!“ صدر نے پوچھا۔

”ظفر الملک....!“ عمران کے قلیٹ میں.... زندگی سے نگک سلیمان اور جوزف اس کا داماغ
بات رہے ہیں اور اب مسٹر رحمان نے گھر پر طلب کیا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ عمران کی گھریلو زندگی
کے بارے میں وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ مسٹر رحمان سے کیوں نکر نپئے گا۔“

”کچھ بھجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔!“ صدر بڑھایا۔

”کیا ہو رہا ہے....؟“ تسویر آنکھیں نکال کر بولا۔ ”وہ شیخ چلی مصیبتوں ملاش کر کے لاتا ہے
وہ ایکس ٹو کے سر منڈھ دیتا ہے۔!

”لیکن وہ ہے کہاں....؟“ جو لیا نے صدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”محضے علم نہیں۔!“

”تم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو۔!“

”خواہ خواہ میرے بیان پر شہید نہ کرو۔!“

”ہو گا....!“ جو لیا اٹھتی ہوئی بولی۔ ”آٹھ بجے والے ہیں۔ میں آپریشن روم میں جا رہی

”پھول گلدان میں سجادیا جائے گا تو پھر کیا پناہ مزکاروں گا۔ آج ناخے کا دن ہے گوشت نہیں ملا۔“
”مرغ....!“

”جی.... ای.... ای.... ای.... ای....!“ سلیمان کی آنکھیں حلقوں سے اُبل پڑیں۔!

ظفر نے فوراً اندازہ کر لیا کہ شاید عمران سے اس قسم کا مشورہ غیر متوقع ہو گا۔ لہذا فوراً سنجدل کر لال۔ ”ناکام خود کشی کے بعد سے زبان کچھ چٹوری ہو گئی ہے۔ چٹ پئی چیزوں کھانے کو دل چاہتا ہے۔“
”ایک بار پھر کوشش کیجئے جناب عالی۔ تاکہ یہ ذوق اور پختہ ہو جائے۔“
ظفر نے پرس سے دس کا ایک نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”بھاگ جاؤ....!“

”ذیروں میں بعد مرغ نصیب ہو رہا ہے۔ اللہ شکر ہے تیرا....!“

”ای طرح دوسروں کے سامنے بھی تو کواس کرتا ہو گا۔“

سلیمان پھر حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا ہے....؟“

”آپ تو بالکل ہی بدلتے ہیں صاحب۔!“

”کیا مطلب....؟“

”یہی کہ.... دوسروں کے سامنے کہنے سننے والی بات.... آپ کو کب پرداہ ہوتی تھی چاہے
میں چورا ہے پر کھڑا ہو کر فریاد کرتا۔“

”واقعی!“ ظفر خیالات میں کھو جانکی ایکنگ کرتا ہوا بڑھا۔ ”کیا میں تجھ بدل گیا ہوں۔!
پھر چونک کر بولا۔ ”اوہ.... مردود تم تجھ چاہتے تھے کہ میں مر جاؤں۔!
”اب مجھے ابھازت دیجئے کہ میں جا کر مرغ لے آؤں.... ورنہ دیر ہو جانے پر صرف ہڈیاں
درپیلیاں ہاتھ آئیں گی۔“

”ہاں.... جاؤ.... ہڈی ایک بھی نہ ہونی چاہئے۔!“ وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

استثنے میں فون کی گھٹتی بجی.... اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا۔

”دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔ ”تم ابھی ہمک نہیں پہنچے۔!
”جی.... وہ سینے میں شدید درد.... میرا خیال ہے نمونیا ہو گیا ہے۔!
”

ہوں۔ دن بھر کی روپورٹ دینی ہے۔ تم لوگ یہیں تھہرو گے ہو سکتا ہے کچھ ہدایات میں۔!
ان دنوں ایک نو سے ایک مقررہ وقت پر صرف ٹرانس میٹر کے ذریعہ رابط قائم کیا جاسکتا تھا۔



ظفر الملک بحیثیت عمران اتنے شدید زکام میں بستا تھا کہ آواز بیٹھ گئی تھی۔ گفتگو کر سکتا تھا لیکن
حلق سے ایسی آواز نکلتی تھی جیسے کسی مینڈک کو برحمت پروردگار نطق انسانی نصیب ہو گیا ہو۔

اس وقت وہ نشست کے کمرے میں ناشستہ کر رہا تھا۔ سلیمان نیز پر ناشستہ لگا کر ترکاریاں
خریدنے پنجے چاگایا تھا۔

واپسی پر ظفر نے اس کے ہاتھوں میں ایک بڑا سا گوبھی کا پھول دیکھا۔

”تھہر و...!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

سلیمان رک گیا۔

”اسے کہاں لئے جا رہے ہو۔!“

”بادر پچی خانے میں۔!“ سلیمان نے خوش ہو کر جواب دیا۔

”نہیں.... اسے گلдан میں سجادو۔....!“

”گلدان میں....!“

”ہاں.... کفائنٹ شعاری سکھا رہا ہوں تھے۔ آج اس سے سجادو کا کام لے۔ کل ہاشمی کی
نذر کر دیجو....!“

”میں صدقے تربان.... آپ بولے تو....!“ سلیمان کی باخچیں کھلی ہوئی تھیں۔

”میری آواز بیٹھ گئی ہے۔!“

”خدا را.... مجھے بتائیے کہ آپ نے خود کشی کی کیون کوشش کی تھی۔!
”خود کشی ہی کاموڑ تھا۔!“

”تو پھر نیک کوں گئے....؟“

”او.... مردود تو میرا اٹاٹھہ ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔!“ ظفر گھونسہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

”اس سے زیادہ مجھے اس کی فکر تھی کہ اس کا لئے کوایک کوڑی بھی نہ مل سکے۔!
”جاوہ و پھر کا کھانا تیار کرو۔....!“ ظفر نے غصیلے لمحے میں کہا۔

”آپ کا خیال؟“

”جی ہاں...!“

”گدھے ہو... فوراً آؤ... میں گھر پر ہی... آج آفس نہیں جاؤں گا!“

”مجھے بہت اچھا...!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر اس نے بھی رسیور رکھ دیا۔ سلیمان کمرے سے جا چکا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب جانائی گے۔ رحمان صاحب بہر حال عمران کے باپ میں اگر انہوں نے پہچان لیا تو۔

جو یا اسے مشورہ لے چکا تھا لیکن رحمان صاحب اسے کیوں بیار ہے ہیں۔ کیا پوچھیں گے؟ ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات پوچھ بیٹھیں جس کا علم اسے نہ ہو... اونہہ دیکھا جائے گا۔

پندرہ منٹ کے اندر اندر وہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

رحمان صاحب اس کے منتظر تھے۔ دیکھتے ہی پوچھا۔ ”کس کا علاج کر رہے ہو...؟“

”فی الحال یعنی پر آئیوڈ کس کی ماش کر لی ہے!“

رحمان صاحب نے اسے گھور کر دیکھا۔ اور ظفر گڑ بڑا گیا۔

کیا کوئی غلطی ہو گئی... کوئی ایسی بات جو عمران کے لئے غیر معقول ہو۔

”خیر تمہارا اپنا معاملہ ہے۔!“ انہوں نے تھوڑی دیر بعد خنک لجھے میں کہا۔ ”تم نے خود کشی کا ذہنگ کیوں رچایا تھا۔ کیا سید ہمی طرح اطلاع نہیں دے سکتے تھے کہ کوئی نمبر چھوٹے سے چیز اس پولیس کے لئے ہوئے کے باوجود بھی مجرموں کے استعمال میں تھی۔!“

”مجھے تو نہیں یاد پڑتا کہ میں نے کبھی کوئی بات سید ہمی طرح کی ہو!“ ظفر نے جی کر اکر کے کہا۔ ”اب یہی دیکھنے کے خود کشی بھی سید ہمی طرح نہ کر سکا۔ کبھی کسی کو کہتے سن تھا کہ غذا بھی اگر اعتدال کے ساتھ نہ ہو تو وہ بھی زہر بن سکتی ہے لہذا حلوجہ پوری شہوں لیا طبق تک اور پھر پہنچنیں کیا گھپلا ہوا کہ یہ نامعقول غذائزہ بننے سکی میرے لئے!“

”میں نے تمہیں کوئی بات کے لئے نہیں بیایا!“ رحمان صاحب گر جبے ”ظفر الملک کہاں ہے؟“

”ارے باپ رے۔!“ ظفر نے بالکل عمران کی ایکینگ کی حالانکہ اپنانام سن کر وہ چوکری بھول

کیا تھا۔ پھر کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ہکلانے لگا۔

”وہ... وہ... حوالات...!“

”کوئی بات اب وہ حوالات میں نہیں ہے۔!“

”پہر کہاں ہے...؟“

”یہ تم بتاؤ گے۔!“

”ام... ام... اماں بی کہاں ہیں۔!“

”گھر میں آج میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے۔!“

”یہ تو... یہ تو... بہت اچھی بات ہے۔!“ ظفر خوش ہو کر بولا۔

”پھر بکواس شروع کر دی۔!“

”جی.... دراصل.... اب میری دنیا بدل گئی ہے۔... اپنے کے پر نادم ہوں۔ آپ کے قدموں پر سر جھکاتا ہوں۔!“ ظفر کہتا ہوا اٹھا اور رحمان صاحب کے قدموں پر جھک گیا۔

دفعتار رحمان صاحب پونک پڑے۔ پھر... پھر انہوں نے کری یچھے کھکائی اور جیب سے پھوٹا سابر اونی پتول نکال کر گر جبے۔ ”سید ہے کھڑے ہو جاؤ۔!“

ظفر نے ان کے ہاتھوں میں پتول دیکھا تو ہکا کارہ گیا۔

”مجھے... جی...!“

”تم عمران نہیں ہو.... وہ مصلحتا بھی میرے قدموں پر سر نہیں جھکا سکتا۔!“

”بتاؤ تم کون ہو.... ورنہ گولی مار دوں گا۔!“

”آپ کے ہاتھوں مرنا تھا.... بھلا خود کشی کو نکر کا میاں ہوتی۔ اب یہ وقت آگیا ہے کہ پہ بیٹے کو نہیں پہچانتا۔... حالانکہ ابھی کل ہی میں نے ایک فلم میں دیکھا تھا۔!“

”اپنی اصلی آواز میں بکواس کرو۔... گلارندھ جانے کی ایکینگ ختم کر دو۔... ورنہ سچھ طلق سخراشیں پڑ جائیں گی۔!“ رحمان صاحب نے تلخ لجھے میں کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!“

”پچھے بات اگل دو۔... ورنہ بہت بڑی طرح پیش آؤں گا۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔!“

کوئی سروکار نہیں!“
”میرے لائق کوئی خدمت ہو تو فرمائے!“
”نہیں تمہارے بس کاروگ نہیں۔ اچھا ب جاؤ!“
ظفر اٹھ گیا۔ کپڑا نہ سے باہر نکل کر اُس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔
سلیمان اور جوزف اُسے نہیں پہچان سکے تھے۔ لیکن رحمان صاحب کی تیز نظر وہ سکا۔
فت پاتھ پر رک کر کوئی ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔ کیا رحمان صاحب کسی دشواری میں پڑ گئے
ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔ کوئی ایسی دشواری جس پر ان کے سرکاری اختیارات بھی قابو نہ پاسے
ہوں۔ عمران جیسے معتوب کی ضرورت اس شدت سے محسوس کرنے کا مطلب تو یہی ہو سکتا ہے؟
اسے تو صرف عمران کی ہدایات پر عمل کرنا تھا۔۔۔ یا پھر اسی کی ہدایات کے مطابق جولیانا فشن و ائر
کے مشوروں کو عملی جانبدہ پہنانا تھا۔

پچھے دیر بعد ٹیکسی مل گئی اور وہ فلیٹ میں واپس آگیا۔ جوزف سنگ رومن میں ایک آرام کر سی
پر ہسپ دراز تھا۔ اُسے دیکھتے ہی ہبڑا کراٹھ بیٹھا۔

”کیا بات ہے؟“

”ڈینی کی کالآلی تھی بس وہ آپ سے مٹے کے لئے بے چین ہے!“

”ڈینی...؟ کون ڈینی...!“

”ڈینی کو بھوول گئے بس.... وہی ڈینی جس کے سر کس سمیت تم ٹکرال گئے تھے۔ اس نے اپنا
نمبر نوٹ کرایا ہے۔ کہا ہے جیسے ہی تم آؤ گے اُسے رنگ کرو!“
”تیر ادماغ تو نہیں چل گیا۔ میں اتنا یار ہوں۔ سینے میں درد ہے گارندہ گیا ہے۔ میں اُسے
رنگ کروں گا۔ ہونہہ.... تم خود رنگ کر کے پوچھو کیا بات ہے!“

جوزف نے شانوں کو جنبش دی۔۔۔ اور میر کی طرف بڑھ کر فون پر نمبر ڈائل کرنے لگا۔
”ہلو... ڈینی... ہاں... بس واپس آگئے ہیں۔ لیکن یہاں ہیں۔ سینے میں درد ہے.... گلا
رنگ گیا ہے.... دیر تک گفلگوئہ کرتا.... انہیں تکلیف ہو گی.... اچھا.... اچھا!“

جوزف نے خاموش ہو کر رسیور ظفر کی طرف بڑھا دیا۔

”ہلو...!“ ظفر نے پھنسی پھنسی آواز نکالی۔

”کچھ نہیں.... میرا خیال ہے کہ میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ لیکن تم میرے سوالات کا
جواب نہیں دے سکو گے۔ عمران کہاں ہے؟!“

”جناب عالی پہچانے مجھے.... ہر چند کہ تالائق ہوں مگر آپ ہی کا بیٹا ہوں۔!“
”اچھی ایکنگ کر لیتے ہو.... تم ظفر الملک ہو!“

”مرضی کے مالک ہیں... نجم الدولہ اور دیر الملک... کے خطاب سے بھی نواز سکتے ہیں۔!
”بیٹھ جاؤ...!“ رحمان صاحب نے تکمانتہ لجھ میں کہا اور پستول پھر جیب میں ڈال لیا۔

ظفر نے طویل سانس لی اور چپ چاپ سامنے والی کرسی پر جا بیٹھا۔
”حوالات سے اپنے فرار کو کوئی غیر معمولی واقعہ نہ سمجھ لیتا!“

”جو آپ فرمائیں گے! وہی سمجھوں گا!“ ظفر نے مودبانہ لہجہ اختیار کرنے ہوئے کہا۔
”یہ سب کچھ ہمارے علم میں ہے!“

ظفر کچھ نہ بولا۔ رحمان صاحب کہتے رہے۔ اکثر تمہارے بچا مجھ سے کہا کرتے ہیں کہ عمران
نے تمہیں جاہ کر دیا!“

”یہ قطعی غلط ہے جناب عالی۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اب وہ خود میری وجہ سے تباہ ہو جائیں گے۔!
”کیا مطلب....؟“

”میں ان کے دونوں ملازموں کی عادتیں خراب کئے دے رہا ہوں۔ وہ انہیں جزو رسی کا سبق
دیتے تھے۔ میں روزانہ مرغ پکوانے کا پروگرام بنایا چکا ہوں۔!“

”فضلول باتیں ختم کرو۔ میرے پاس وقت کم ہے۔!“ رحمان صاحب گھری پر نظر ڈالتے
ہوئے بولے۔ ”عمران کہاں ہے...؟“

”یقین فرمائے.... مجھے علم نہیں۔!“

”تم اس کے فلیٹ میں کیوں مقیم ہو۔!“

”مجھے ان کا ایک خط ملا تھا اسی کے مطابق یہ سب کچھ کرنا پڑا تھا۔!“
اس نے رحمان صاحب کے چہرے پر تشویش کے آثار دیکھے۔

”اچھا سنو....!“ وہ تھوڑی دیر بعد متکرانہ لجھ میں بولے۔ ”جب بھی اُس سے ملاقات ہے
میرے پاس بیٹھ دینا۔ اس سے کہنا یہ ایک قطعی نجی معاملہ ہے.... اس کے معاملات سے اسَا

”غم...؟ کیا تم نہیں جانتے باس...!“
”اس خود کشی کے بعد سے میری یادداشت پر بہت بُرا اثر پڑا ہے۔ اب سوچ رہا ہوں کہ ذینی کون ہے!“

”باس...!“ جوزف نے دانت بکال دیئے۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے ظفر کے بیان پر یقین نہیں آیا۔

ظفر کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران کو ان حالات سے آگاہ ہونا چاہئے لیکن اسے کہاں تلاش کیا جائے۔ جو لیانا فلز و اثر کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ کہاں مل سکے گا!

پھر بھی ظفر نے مناسب سمجھا کہ جو لیا کو اس نئی خبر سے مطلع کر دیا جائے۔ جو لیا کا مشورہ تھا کہ وہ اُس پارٹی سے ضرور ملتے اور اُسے حالات سے آگاہ کرتا ہے۔ اس بار بھی اس نے عمران کے ” محل و قوع“ سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔

ظفر نے مختنی سانس لے کر ریسیور کریڈل پر کھ دیا۔ ایک گھنٹے بعد ذینی کی کال پھر آئی تھی اور یہ طے پایا تھا کہ دونوں پارٹیوں کی ملاقات آٹھ بجے شب پر ناٹ کلب میں ہوئی چاہئے۔ ظفر نے فون کر کے وہاں ایک میز مخصوص کرائی۔ سات بجے پھر ذینی کی کال آئی۔ اس نے بتایا کہ وہ لڑکی اسی کے ساتھ کلب آئے گی۔ سوال یہ تھا کہ ظفر ذینی کو کیسے پہچانے گا۔

اُس نے جوزف کو آواز دی اور اس سے پھر ذینی کے بارے میں پوچھنے لگا۔ ”باس...!“ جوزف حیرت سے بولا۔ ”میں سمجھ نہیں سکتا کہ تم کیا کرنے والے ہو۔ جب تمہاری طبیعت خراب ہے تو اُسے بینیں بلوا کلب جانے کی کیا ضرورت ہے!“

”پھر کیا کروں....؟“ میں تو اُس سے کہہ چکا ہوں کہ آٹھ بجے تک کلب بیٹھ جاؤں گا!“ جوزف نے پھر اُسے حیرت سے دیکھا۔

”باس یقیناً تمہاری طبیعت خراب معلوم ہوتی ہے۔ تم آرام کرو.... میں کلب جا کر انہیں سینیں لاؤں گا!“

ظفر نے طویل سانس لی.... حقیقتاً کلب جانے سے انکار کر دینا چاہئے تھا کیونکہ وہ تو ”علیل“ تھا۔

”ماستر عمران...! ہاؤ ڈو یو ڈو...!“

”میں بیمار ہوں دوست...!“

”تمہارے لئے ایک اطلاع ہے.... کچھ لوگوں کو تمہارے ایک ساتھی کی تلاش ہے.... ان کے پاس اس کی ایک تصویر ہے۔!“

”اوہ...! کس کی تصویر ہے؟“

”مجھے اس کا نام یاد نہیں لیکن.... میں نے اُسے اکثر تمہارے ساتھ دیکھا ہے.... اس نے تمہارے ساتھ سفر بھی کیا تھا۔!“

”سفر میں تو کتنی ساتھی تھے.... تصویر دیکھے بغیر میں کیوں نکراندازہ کر سکوں گا۔!“

”تصویر اُنہیں کے پاس ہے.... لیکن میں نے ان پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اُس سے شناسائی رکھتا ہوں۔ بالآخر میں نے تمہارا ذکر اُن سے کر دیا ہے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”میں نے اُن سے کہا کہ میرا ایک دوست اگر شہر میں موجود ہے تو اس تلاش میں مدد اور کمکتی ہے۔ لیکن وہ بھاری معاوضہ لئے بغیر کام نہیں کرتا۔!“

”یہ تم نے اچھا کیا....!“

”تو پھر اُنہیں بیچ ڈول...!... تمہارا پتہ بتا کر...!“

”کیا وہ غیر ملکی ہیں....؟“

”لڑکی غیر ملکی ہے.... لیکن اس کے دونوں ساتھی مقامی ہی ہیں۔!“

”تلاش کیوں ہے....؟“

”لڑکی کا الجہہ بڑا و مینک تھا.... ماستر...! میرا خیال ہے کہ کہیں دونوں ملے تھے اور اب لڑکی کو اس کی تلاش ہے۔!“

”لیکن میں بیمار ہوں دوست.... پھر بھی تم اُنہیں میرا پتہ بتا سکتے ہو۔!“

دوسری طرف سے سلسہ منقطع ہونیکی آواز سکر اس نے بھی ریسیور جوزف کی طرف بڑھا دیا۔

”کیا کہہ رہا تھا باس....!“ جوزف بولا۔ ”مجھے تمہارا یہ دوست ذینی بہت اچھا گلتا ہے۔!“

”کیا عمر ہو گی اس کی....؟“

سائزی سات بجے جو زف کلب کے لئے روانہ ہو گیا اور ظفر کو شش کرنے لگا کہ اس پر پکو
اور زیادہ "علالت" طاری ہو جائے۔ سوا آٹھ بجے جو زف تھا وہ آپ آیا۔
ظفر نے اس کے چہرے پر عجیب سی سرخی دیکھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ پر جوش لجع
میں بولا۔ "بہت اچھا ہوا بس کہ تم نہیں گئے!"
"کیوں....؟ کیا ہوا....؟"

"پتہ نہیں کیا چکر ہے.... وہ یہاں آنے پر تیار نہیں ہوئی اور میں چاروں طرف خطرے کی بو
سو گھنہ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے گھنی جھاڑیوں میں بے شمار نیزہ بردار چھپے یتھے ہوں۔!"
"کیا تو نے وہاں بھی پلی تھی....؟"
"نہیں بس قسم لے لو.... میں اپنی چھپوں سے آگے قدم نہیں بڑھاتا۔"
"کلب میں گھنی جھاڑیوں کا ذکر کر رہا تھا۔"

"میرا مطلب تھا کہ اس وقت میں نے ایسا مجھوں کیا تھا جیسے اپنے جگلوں سے گزر رہا ہوں
اور کئی لوگ میری تاک میں ہوں۔!"
"اچھا کواس بند...! اگر وہ کوئی لڑکی تھی تو اچھا ہوا نہیں آئی ورنہ میری آواز سن کر اسے گرا
صد مدم پہنچتا۔!"

"ڈینی نے مجھے بھی وہ تصور دکھائی تھی۔ جانتے ہو کس کی تصوری تھی۔!
"میں کیا جانوں؟ تو خواہ مخواہ بات کو طول دے رہا ہے۔!"
"تمہارے دوست مسٹر صدر کی...! لڑکی کو اس کی ملاش ہے لیکن میں ایسا بن گیا جیسے
تصویر میرے لئے کسی اجنبی کی ہو۔!"

"تم نے ڈینی سے تو اس کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔!"
"قطعی نہیں بس....! میں نے بالکل چپ سادھی لی تھی۔ بہر حال لڑکی نے کہا کہ اس وقت
وہ جلدی میں ہے.... پھر سکی۔!"

"ہوں.... اچھا....!"
"ڈینی دس بجے تمہیں پھر فون کرے گا۔!" جو زف بولا۔
ظفر دس بجے والی کال کا منتظر کر رہا ہے.... فی الحال اس نے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ جو لیا کو

جوزف کی لائی ہوئی اطلاع سے آگاہ کر دے۔ اسے دیکھنا تھا کہ ڈینی دس بجے کس قسم کی گفتگو
رنے والا ہے۔ اس دوران میں وہ جو زف سے ڈینی کے متعلق معلومات فراہم کر تاہم۔
"جی بتاؤ.... تم خود کتنی کیوں کرتا چاہتے تھے۔!" جو زف اچاک پوچھ بیٹھا۔
"ہوں....!" ظفر اسے گھورتا ہوا بولا۔ "میں تجھے بتا دوں گا لیکن اگر تو نے کسی سے اس کا ذکر
کیا تو تیری خبر نہیں۔!"

"میں تذکرہ کروں گا....؟" جو زف نے غلکتی لجھے میں حرمت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
"میری ماں مجھے روئے! تمہاری زبان سے کہیں باتیں سن رہا ہوں۔!"
"بات ایسی ہی ہے کہ تو خوش ہو ہو کر دوسروں کو بتاتا پھرے گا۔!"
"تم نہیں بتاتا چاہتے تو نہ بتاؤ بس....!" اس کا لہجہ کچھ اور زیادہ دردناک ہو گیا۔ اتنے میں کسی
نے دروازے پر دستک دی۔
جو زف نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا پھر ظفر کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔
"مسٹر ڈینی والیں بس....!"

ڈینی اندر آیا۔ ظفر نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ ڈینی نے حسب عادت اس
وقت بھی پی رکھی تھی۔ اس نے اپنے مخصوص پیار بھرے لجھے میں کہا۔
"ہلو ماسٹر...! مجھے افسوس ہے کہ تم نیمار ہو۔ لیکن کیا کر سکتا ہوں میرا بس چلے تو دنیا میں
کسی کو بھی بیمار نہ ہونے دوں۔!"
"شکریہ ڈینی....! بیٹھ جاؤ.... آج سردی بڑھ گئی ہے۔!" ظفر بولا۔ "میں تو تمہاری کال کا
انتظار کر رہا تھا۔!"
"میں نے سوچا یہ بہت بڑی بات ہو گی اگر تمہاری عیادت کو نہ آؤں۔ یہ بات اور ہے کہ
معمولی حالات میں مہینوں ہماری ملاقات نہ ہوتی ہو۔!"

"خیراب بتاؤ کہ کیا تھا ہے۔!"
"لڑکی کا نام روزا فرڑی بنت ہے۔۔۔ ایک غیر ملکی پادری فرڑی بنت کی بیٹی ہے۔ اپنے باپ کی
لاعلی میں تمہارے دوست کو ملاش کرتی پھر رہی ہے۔ مجھے حرمت ہے کہ تمہارا ملازم بھی اس
دوست کو نہ پہچان سکا۔!"

”تم نے اسے یہ تو نہیں بتایا کہ وہ میرا دوست ہے۔“

”ہرگز نہیں ماسٹر...! اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ایک تصویر اور بھی تھی اس کے پار بڑا بھیلک چرہ تھا اس کا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ ان دونوں کے درمیان تفریق کا باعث وہی بھیلک چہرے والا بنا تھا!“

”اوہ... تو پر بھم کہانی ہے...!“ ظفر سر ہلاکر بولا۔

”یہی چیز ہے... جو اسے در بدر پھر اہی ہے۔ محبت بڑی خالم چیز ہے ماسٹر...!“

”وہ یہاں کیوں نہیں آئی...!“

”پتہ نہیں...!“

”تم نے دو خاتمی آدمیوں کا ذکر کیا تھا!“

”وہ یہاں کسی فرم میں ملازم ہیں۔ وہ دراصل میری شہرت کی بناء پر اسے میرے پاس لائے تھے۔ تم جانتے ہی ہونا ماسٹر کہ اس بے خبری کے عالم میں بھی مجھ سے زیادہ باخبر آدمی پورے شہر میں کوئی دوسرا نہ ہو گا۔“

”ہاں میں تمہاری شہرت سے بخوبی واقف ہوں۔!“

”تم یقیناً یہ جانے کے لئے بے چین ہو گے کہ وہ دوست کون ہے۔!“

”قدرتی بات ہے ڈینی...!“

”مجھے افسوس ہے کہ تصویر اس سے حاصل نہ کر سکا۔!“

”ابھی تم نے کسی پادری کا نام لیا تھا...!“

”فادر فرزدی ہند... ایک غیر ملکی مبلغ ہے۔!“

”کیا تم اس سے واقف ہو۔!“

”ہاں میں نے اسے دیکھا ہے۔!“

”پتہ معلوم ہے۔!“

”نہیں...! لڑکی نے پتہ نہیں بتایا تھا۔ لیکن ماسٹر میں نے اسے یقین دلایا ہے کہ اس کا کام اس شہر میں تمہارے علاوہ اور کوئی نہ کر سکے گا۔!“

”شکر یہ ڈینی... تم میرے لئے بُرنس لائے ہو۔ بتاؤ تمہاری کیا تو واضح کروں؟“

”تم کیا تو واضح کرو گے جب کہ شراب جیسی نعمت سے محروم ہو....!“

”ہاں میں تمہیں شراب تونہ پیش کر سکوں گا۔!“

”کوئی بات نہیں! مجھے شکایت بھی نہ ہو گی۔!“

”تو کیا تم نے اسے میرے قلیٹ کا پتہ تادیا ہے۔!“

”ہاں... شاکنہ وہ کل آئے! میری دامت میں آج جلدی میں تھی۔!“

پھر ڈینی کچھ دیر بعد رخصت ہو گیا تھا... ظفر نے جولیا تک یہ اطلاع بھی پہنچا دی۔



اب تو ذرا اسی بات پر عبد المنان کامنہ پھول جاتا تھا۔

جہاں رینا سے کوئی فروگذاشت ہوئی اور پرنس نے ایسا منہ بتایا جیسے جنم جنم کی یہ ساتھی اس سے پیچھا چھڑا لیںے کا رادہ رکھتی ہو۔!

”آج دن بھر غائب رہنے کے بعد وہ قریبادس بیچے شب کو واپس آئی تھی۔!“

پرنس اسے بیر ونی برآمدے میں ٹھلتا ہوا ملا۔ اس کی آنکھوں میں ذہنی الجھن کے آثار صاف ہے جاسکتے تھے۔ رینا ہوش پڑی۔

”نہتی ہو! شرم نہیں آتی۔ میں سارا دن بور ہوتا رہا۔!“

”مجھے اطینان تھا کہ تم گلی ڈنڈا کھیل رہے ہو گے۔!“

”کیا تم جھگڑا کرنا چاہتی ہو۔!“

”عبدل ڈیزیر... تمہیں علم نہیں کہ میں کتنی پریشان ہوں۔“ وہ اس کا شانہ تھکتی ہوئی بولی۔ چلو اندر چلو... میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔!

”میں نے رات کے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔!“

”کیوں.... اور تم نے کھانا نہیں کھایا۔!“

”تھا کھانے کا عادی نہیں ہوں۔!“

”میں نے کب کھلایا ہے کھانا... ابھی کھائیں گے۔ کاش تم میری پریشانوں کا اندازہ کر سکتے۔!“

”تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ تم کسی مسئلے پر پریشان ہو۔!“

”چھوڑو ختم کرو... اطینان سے بتاؤں گی۔!“

”نام باد نہیں آرہا... میں نے اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیا تھا۔ ٹھہر میں ابھی آئی!“
وہ ڈرائیور گروم سے اٹھ کر اپنے بیڈروم میں آئی اور دمپٹی بیگ سے ڈائری نکال کر اس کے
وقت لئے گئی۔!

پھر ڈائری کو سرہانے والی چھوٹی میز پر ڈال کر دوبارہ ڈرائیور گروم میں واپس آئی۔

”اس کا نام علی عمران ہے....!“ اُس نے پرنس سے کہا۔

”علی عمران!“ پرنس اس طرح اچھل پڑا جیسے یہ نام اس کے سر پر اچاک پھر بن کر گرا ہوا۔

”کیوں....؟ کیا ہوا....!“

”میں پوچھتا ہوں کیا تم نے اس سے معاملات طے کر لئے ہیں!“

”نہیں ملاقات ہی نہیں ہو سکی!“

”یہ بہت اچھا ہوا.... لیکن تمہیں اس کا پتہ کس نے بتایا تھا!“

”ایک بوڑھا یورشین ڈینی و لسن ہے۔!“

”اس سے کب سے جان پہچان ہے۔!“

”آج ہی ملاقات ہوئی تھی۔ میرے ایک ہمدرد نے اس سے ملوایا تھا!“

”علی عمران کے بارے میں اس نے تمہیں کیا بتایا....!“

”یہی کہ وہ ایسے کام بڑی خوبی سے پختا تھے۔!“

”یہ بہت اچھا ہوا کہ تم اس سے نہ مل سکیں!“

”کیوں....؟ کیا تم اُسے جانتے ہو۔!“

”یقیناً.... وہ خطرناک آدمی ہے۔ بسا اوقات وہ پولیس سے بھی ساز باز کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس نے تم سے اس کام کے لئے بھاری رقم وصول کر لی کہ تمہارے بھائیوں کو ڈھونڈ نکالے گا۔ لیکن اسی دوران میں اُسے معلوم ہو گیا کہ وہ دونوں کسی طرح ملکی قانون کی گرفت میں بھی آسکتے ہیں تو وہ انہیں پولیس کے حوالے کر دے گا۔!“

”لیکن وہ ملکی قانون کی گرفت میں کیسے آسکتے ہیں۔“ رینا نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے مثال کے طور پر یہ بات کہی تھی۔ بہر حال میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا کہ تم اس سے کسی قسم کی گفتگو کرو۔ وہ بیہاں کے مغلہ سراغ رسانی کے ڈائریکٹر بزرگ کی نالائق اولاد

کھانے کی میز پر خاموشی ہی رہی۔ پھر کافی کا دور چلا۔

رینا بے حد سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ کچھ دیر بعد شہنشہ سانس تسلی کر بولی۔

”تم نے اکثر میرے دو بھائیوں کا ذکر کرنا ہوا گا۔ وہ اچاک غائب ہو گئے ہیں۔!“

”اچاک غائب ہو گئے ہیں۔ کیا مطلب....؟“ پرنس چونک کر بولا۔

رینا نے باشناختی ان کے غائب ہونے کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ ”تم نے ان دونوں کو پڑا
دی تھی اور وہ ہمیں دھوکا دے گئے۔!“

”لیکن آخر انہیں تمہارے بھائیوں سے کیا سروکار۔!“

”بھی تو سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ دونوں ہمارے لئے قطعی اجنبی تھے۔!“

”تو پھر.... تم نے پولیس کو مطلع کیا تھا۔!“

”مغلہ اس سلسلے میں چھان بین کر رہا ہے۔ وہی جو چاہے گا کرے گا۔ یقین کے ساتھ کچھ کہا
بھی تو نہیں جا سکتا۔ وہ نہفے بچے تو تھے نہیں کہ کوئی انہیں ورنگا کر لے گیا۔ بہر حال میں آج کل
دن بھر انہیں کی تلاش میں سرگردان رہتی ہوں....!“

”تم تھا کیسے علاش کر سکو گی انہیں....!“

رینا کچھ نہ بولی۔ بار بار اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ پوری طرح اس کو اپنے رازوں میں شریک
کر لے۔ لیکن پھر؟ اس عہد کا خیال آیا جو ان تینوں سے لیا گیا تھا۔

”تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔!“ پرنس نے اُسے کچھ دیر تک بغور دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

”آج میں ایک پرائیویٹ سراغ رسان سے ملنے والی تھی۔ لیکن اچاک اسکی طبیعت خراب ہو گئی۔“

”پرائیویٹ سراغ رسان....؟“ پرنس کے لمحے میں حررت تھی۔!

”ہاں.... کیوں.... تمہیں اس پر حررت کیوں ہے۔!“

”کیونکہ میرے ملک میں پرائیویٹ سراغ رسان تم کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔“

”وہ دراصل ایک بار سوخ آدمی ہے۔ مقامی پولیس سے خاصی رسم دروازہ رکھتا ہے اور معقول

معاویہ پر اس قسم کے کام کر دیتا ہے۔!“

”کیا تم مجھے اس کا نام بتانا پسند کرو گی۔!“

ہے۔ باپ نے گھر سے نکال دیا ہے اور وہ ایسے ہی اوٹ پلائک پسند اختیار کر کے زندگی بمر کر رہا ہے۔ اکثر بلیک میلنگ بھی کرتا ہے۔!

"میرے خدا....!" رینا طویل سانس لے کر رہ گئی۔

"تمہیں کم از کم مجھے تو بتانا چاہئے تھا۔ میں مقامی آدمی ہوں۔!"

"میں تو تمہیں ایک بالکل ہی سید حاسادھا آدمی سمجھتی تھی۔!"

"کہیاں نہیں ہوں....؟" پرنس نے بھولے پن سے پوچھا۔

"تم تو مجھے پتہ نہیں کیا معلوم ہوتے ہو....؟" رینا کے لمحے میں بناوٹ نہیں تھی اور وہ سو فیصد پیار بھرالیج تھا۔

پرنس تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "مجھے ان دونوں کے علمے بتاؤ جو تمہارے مہمان ہوئے تھے!"

"میں تمہیں ان دونوں کی تصویریں دے سکتی ہوں۔!"

"اب تم بھی بچوں کی سی باتیں کر رہی ہو۔!" وہ بے اعتباری سے ہنسا۔

"کیوں....؟"

"وہ تمہیں اپنی تصویریں بھی دے گئے تھے۔ بڑے دلیر تھے۔!"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو....؟" رینا چھنجلا گئی۔

"اس میں مجھے کسی قسم کا فائدہ نظر نہیں آتا۔!"

"میرے ایک بھائی کی عادت ہے کہ وہ اجنبیوں کی تصویریں کھینچتا رہتا ہے۔ ان دونوں کے غائب ہو جانے کے دون بعد اچانک مجھے خیال آیا اس کا کیسرہ تو دیکھوں۔.... وہ لوڈ ملا۔... میں نے روپ نکال کر ڈیولپ کر ڈالا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ان دونوں کی تصویریں اس میں موجود تھیں۔!"

"اوہ....!" پرنس اسے پر نظر دوں سے دیکھتا رہا۔

پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں تصویریں اس کے سامنے میز پر پڑی ہوئی تھیں اور وہ ساکت و صامت خلاء میں گھورے جا رہا تھا۔

"کیوں.... کیا ہو گیا تمہیں۔!"

"اوں....؟" پرنس چونک کر اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔!

"تم کہاں گم ہو گئے....؟"

اس بار پرنس برادر است اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"یا تم میر امداد اڑانا چاہتی ہو۔!" دفعتاً وہ غصیل آواز میں بولا۔ "یاسی بلیک میلر کی ساتھی ہو۔!"

"کیا مطلب....؟"

پرنس کی انگلی اب بھی خوفناک چہرے والے کی تصویر کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"بننے کی کوشش نہ کرو....؟" پرنس غریا۔ "میں صرف اپنی عزت کو ڈرتا تھا لیکن کب تک!

پر ان لوگوں سے کھل کر پہنچا پڑے گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو....؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔!"

"اب تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ کھل کر بتاؤ؟ میں روشنی کے کیس کو عدالت میں جانے دوں گا۔"

اس بار تم لوگ مجھ سے ایک جبھی وصول نہ کر سکو گے۔"

"خداء کے لئے مجھے اور زیادہ پریشان نہ کرو۔!" دفعتاً رینا وہاں کی ہو کر بولی۔

"تم کسی طرح بھی مجھے یقین نہیں دلا سکتیں۔! اب یہ پورا پلاٹ میری سمجھ میں آ گیا ہے۔

روشنی نے اس رات دیدہ داشتہ یہاں کاڑی روکی تھی۔! پھر مجھے ناکارہ کر کے یہیں ڈال گئی تاکہ مجھ پر ان لوگوں کے لبے چوڑے گروہ کار عب پڑ سکے۔"

"خاموش رہو....؟" رینا میز پر ہاتھ مار کر چینی اور کرسی سے اٹھ گئی۔ چند لمحے اسے گھوتی رہی پھر دانت پیس کر بولی۔ "تم بھی جہنم میں جاؤ۔!"

اس کے بعد وہ وہاں نہیں ٹھہری۔ سیدھی اپنے بیٹھ روم میں آئی اور زوردار آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا۔

وہ اس طرح ہانپری تھی جیسے پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے دم لینے کے لئے رکی ہو۔

بہت شدت سے غصہ آیا تھا۔... پتہ نہیں کیا بکواس شروع کر دی تھی۔ اس جھکی آدمی

نے.... وہ سوچتی اور ہاتھی رہی۔! ذرا بھی تو سمجھ میں نہیں آئی تھیں اس کی باتیں.... حسب

عادت اوٹ پلائک ہانکے لگا۔ کیا وہ سمجھ پا گل ہے۔!

دفعتاً دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"کیا ہے....؟" وہ جھلا کر چینی۔

"اوں....؟" پرنس چونک کر اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔!

"میری بات سنو...!" باہر سے مضھل کی آواز آئی۔ "ہو سکتا ہے یہ محض اتفاق ہو۔ حالات کی تم نظریں!"

رینا نے بولت گرا کر جھیٹکے کے ساتھ دروازہ کھولا۔ پرن کا مغموم چڑھ سامنے تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اچانک کسی اذیت میں بتلا ہو گیا ہو۔ رینا کچھ نہ بولی۔ وہ کمرے کے باہر ہی کھڑا رہا۔

"اب کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ خدا کرے یہ محض اتفاق ہو۔ کیونکہ میں تمہیں ایک بہت اچھی لڑکی سمجھتا ہوں اور بھتھ رہنا چاہتا ہوں!"

"اندر آ جاؤ...!" وہ مرتی ہوئی بولی اور پھر کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "بیٹھ جاؤ! اس کے بعد وہ خود بستر پر جائیشی تھی۔

"میری تمام تر پریشانیوں کا سبب یہی شخص ہے۔!" پرن نے خوف ناک اور بھروسے چہرے والے آدمی کی تصویر رینا کی طرف بڑھاتے ہونے کے کہا۔

"چھوٹے چھوٹے جملوں سے میری الگھن میں اضافہ نہ کرو!"

"روشی سے شادی کے تین ماہ بعد یہ شخص میرے پاس آیا تھا اور مجھے اطلاع دی تھی کہ روشن قاتلہ ہے اور حقیقتاً اس کا نام ہلاجیر اللہ ہے۔ بزم کے ایک کروڑ پتی کی بیوی تھی۔ اس کو قتل کر کے بیہاں بھاگ آئی ہے۔ پھر اس نے مجھے چند تصاویر دکھائیں اور کچھ دستاویزیں پیش کیں۔ میں نے وقت طور پر اسے مال دیا کیونکہ روشن سے بھی اس کی تصدیق کرنی تھی۔ روشن نے اعتراف کر لیا لیکن ساتھ ہی مجھے اپنا بے پناہ محبت کا یقین بھی دلاتی رہی۔ میں الگھن میں پڑ گیا کیونکہ روشن سے شادی پر میرے خاندان والے خوش نہیں تھے میں نے سوچا اگر اس شخص نے اس راز کو ظاہر کر دیا تو میں اپنے خاندان والوں کو کبھی منہ نہ دکھا سکوں گا۔ مجھے اس کا مطالبہ پورا کرنا پڑا یہ ایک بھاری رقم تھی۔ ہر ماہ مجھے دس ہزار روپے اس کے حوالے کرنے پڑتے تھے۔ آخر کار ایک دن شک ڈکر میں نے روشن سے صاف ساف کہہ دیا کہ اب اس کا تعفیہ ہو جانا ہی چاہئے۔ میں اس مقدمے پر لاکھوں پچھونک سکتا ہوں۔ لیکن اب اس بیک میلر کو ایک کوڑی بھی ادا نہ کروں گا۔ اس پر روشن نے کہا بیہاں مقدمہ نہیں طے۔ بلکہ تمہاری حکومت مجھے برناکی حکومت کے حوالے کر دے گی۔ میں نے کہا کچھ بھی ہو میں

اپنے لئے کسی قسم کی بھی الگھن نہیں پالنا چاہتا۔ بلکہ میلر سے ملاقات ہوئی تو اس سے بھی کہہ دیا۔ اس پر وہ بولا۔ اچھی بات ہے اب تم اگر مجھے پچاس ہزار دے دو تو آئندہ کبھی اپنی شکل نہ دکھاؤں گا۔ میں نے پچاس ہزار دے کر اس سے وہ تصادری اور دستاویزات حاصل کر لیں اور انہیں نذر آتش کر دیا۔ کچھ دن سکون سے گزرے پھر روشنی نے مجھ سے بات پر لٹنا شروع کر دیا اور روز ہی یہ دھمکی دینے لگی کہ عدالت میں درخواست دے کر مجھ سے طلاق حاصل کر لے گی۔ اسی دوران میں مجھ پر زوس انیک ہونے لگے۔ ایسے ہی دورے پڑنے لگے جیسا تم دیکھ چکی ہو اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا ہوں کہ روشنی بھی دراصل اس بلکہ میلر ہی کی ساختی ہے!"

پرن خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"تم نے اسے جانے کیوں نہیں دیا عدالت میں....؟" رینا نے پوچھا۔

"محض شرمندگی سے بچنے کے لئے.... میرے خاندان والے مجھ پر تھوکتے میرا مضھل اڑاتے۔ لیکن بالآخر وہ عدالت میں پہنچ ہی گئی اور اب اس کا وکیل جو خود بھی اسی گروہ کا کوئی آدمی تھا مجھے اور زیادہ زوس کرنے کے لئے آیا تھا لیکن میں خوش قسمت ہوں کہ مجھے اس پر بے تھاش غصہ آگیا اور دفعتاً میری ساری کمزوریاں دور ہو گئیں۔ سارے وہم مٹ گئے!" وہ پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

رینا ہاتھ پر ٹھوڑی نکائے اسے ایک نک دیکھے جا رہی تھی۔

دفعتاً پرن نے اس سے پوچھا۔ "کیا تمہارے بھائی کسی غیر قانونی کام میں بھی ملوث تھے؟"

"نہیں تو....!" رینا بے ساختہ چوک پڑی۔

"پھر اس بلکہ میلر کا بیہاں کیا کام....؟"

"م..... میں کک کیا بتا سکتی ہوں؟"

"ہو سکتا ہے تمہیں علم نہ ہو.... اکثر غیر ملکی لوگ بیہاں آتے ہیں کسی کام کے لئے۔ کرتے کچھ اور رہتے ہیں۔!"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو....؟"

"کئی سال ہوئے بیہاں ایک غیر ملکی انجینئر پکر آگیا تھا جو آیا تو اس لئے تھا کہ ہمیں فنی تربیت دے لیکن حقیقتاً مافیا ایک سرگرم ایجنسٹ تھا۔ نشیات کی ناجائز فروخت کی دیکھ بھال کر تھا اور

اس کی بیوی بیچاری اُس کے دوسرا رے روپ سے قلعی لاعلم تھی۔!

”مجھے یقین ہے کہ میرے بھائی ایسے نہیں ہیں۔!

”ہو سکتا ہے۔! پرنس نے خلک لجھے میں کہا اور خاموش ہو گیا۔

”یقین کرو عبدالڈیز۔!

”خیر مجھے اس سے کیا سروکار۔... میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اس لئے مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا کروں گا۔!

”آخر تم نے کس بنا پر اندازہ لگایا کہ میرے بھائی کوئی غیر قانونی کام کرتے رہے ہوں گے۔!

”یہاں اس بیلک میل کی آمد اور تمہارے بھائیوں کا اچاک غائب ہو جاتا ہیکی ثابت کرتا ہے۔ وہ انہیں بے بس کر کے زبردستی لے گیا ہو گا اور ان پر تشدد کر کے خود انہی سے ان کے خلاف شہوت حاصل کرے گا اور بھر بیلک میل کرنے کے لئے چھوڑ دے گا۔!

”میرے خدا۔...

”بہر حال تمہیں اس کا علم نہیں کہ وہ یہاں کوئی غیر قانونی حرکت کر رہے تھے۔!

”ہرگز نہیں۔... میں کچھ بھی نہیں جانتی۔!“ رینا نے کہا اور اپنے خلک ہوتے ہوئے ہونوں پر زبان پھیرنے لگی۔

”اچھی بات ہے۔... اب تم سو جاؤ۔...!“ پرنس اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں دیکھوں گا تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ اپنے لئے تو آج تک کچھ بھی نہ کر سکا۔!

”میری کچھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔!

”اب تم یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑو۔!



رات کے ڈھائی بجے تھے۔ جو لیانا فنٹر والٹر سائکلو میشن کے آپریشن روم میں ٹرانس میٹر پر ایکس ٹو سے گفتگو کر رہی تھی۔

سب سے پہلے اس نے ظفر سے ملی ہوئی اطلاعات اُس تک پہنچائیں۔ بھر عمر ان کے متعلق پوچھا۔

”کیوں تمہیں اس سے کیا سروکار۔...!“ جواب میں ایکس ٹو کی غراہست سنائی دی۔

”مجھے کوئی سروکار نہیں ہے جناب! مسٹر رحمان اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ ظفر کا خیال ہے کہ“

لی مشکل میں پڑ گئے ہیں۔!

”ظفر سے کہو وقت نہ ضائع کرے۔!

”بہت بہتر جناب۔!

”پاری فڑی بند کی گرانی میں احتیاط بر تی جائے۔ صدر نے بے احتیاط کی بنا پر چوت کھائی ہے۔!

”بہت بہتر جناب۔!

”ان تینوں کے بارے میں کوئی رپورٹ۔...

”ہار پر اور وہ دونوں جن کی گرانی ظفر کر رہا تھا۔“ جو لیانا نے پوچھا۔

”ہاں وہی۔...

”وہ جہاں تھے وہیں موجود ہیں۔ کل سے ہار پر کی تصاویر کی نمائش پھر شروع ہو رہی ہے۔!

”اس کی جو تصویری سب سے پہلے فروخت ہو اُس پر نظر رکھنا۔ اُسے کسی نہ کسی طرح حاصل

ہی کرنا ہو گا۔!

”بہت بہتر جناب۔!

”اور یہاں آں!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور جو لیانا نے ٹرانس میٹر کا سوچ آف کر دیا۔ پھر وہ اوپری منزل پر اپنے فلیٹ میں آئی۔ اب سو جانا چاہتی تھی۔ ابھی خواب گاہ تک بھی نہیں پہنچنے پائی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

بھنا کر پہنچ اور دروازہ کھول دیا۔ سامنے جیسکن کھڑا اس طرح پلکیں جھپکارہ تھا جیسے اندر ہیرے سے اچاک تیزروشنی میں آگیا ہو۔

”معاف کیجھے گا مادام۔...

”دفعاً وہ بڑے ادب سے بولا۔“ تا وقت آپ کو تکلیف دے رہا

وں۔ لیکن مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔!

”لہذا تم مجھے تکلیف دینا چاہتے ہو۔!“ جو لیانا نے زہریلے لجھے میں کہا۔

”ہر آدمی کا دوسرا پر حق ہے۔!

”اچھی بات ہے! اندر آ جاؤ۔!

”اس کی ضرورت نہیں۔... میں صرف یہ پوچھنے آیا تھا کہ فرانسی کلائیکی ادب میں گدھے کے بچے کا کیا مقام ہے۔!

"اندر آؤ تو بتاؤں...!" جولیا دانت پیس کر بولی۔ لیکن پھر چوک پڑی۔ اسے ایک ہاتھ نظر آیا تھا جو ریو اور سیت جیمسن کے بائیں پبلو سے لگا ہوا تھا۔
وہ یک بیک سمجھیدہ ہو گئی اور جیمسن کی طرف دیکھا اُس کے ہونتوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ ایک قدم بڑھا کر وہ کمرے میں داخل ہو گیا اس کے پیچھے ایک نقاب پوش بھی داخل ہوا لیکن اب اس کاریو اور جیمسن کے پبلو کی بجائے پشت پر تھا۔
جو لیا غیر ارادی طور پر پیچھے ہٹی چلی گئی۔

نقاب پوش کا پورا چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔ صرف آنکھوں کی جگہ دوسرا خ نظر آرہے تھے۔
اس نے ان دونوں کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

"یہ کون ہے....؟" جولیا نے جیمسن سے پوچھا۔
"پتہ نہیں....! میں اپنے کمرے میں سورہا تھا۔ کسی نے دروازے پر دستک دی! آکھ کھل گئی۔ دروازہ کھولا تو جناب والا نظر آئے۔ فرمایا تم یہاں کیسے.... تم تو حوالات میں تھے۔ میں نے گزارش کی کہ ان لوگوں نے مجھے ناکارہ سمجھ کر نکال باہر کیا۔ البتہ میرے مالک کو روک لیا۔ اب میں یہاں سوکھ میں خاتون کوارڈ پڑھاتا ہوں!"

"لیکن یہ کون ہے کون....؟"

"آپ کا نام کیا ہے جناب والا....؟" جیمسن نے نقاب پوش سے پوچھا۔
"بکومت.... تم بتاؤ.... یہ عورت کون ہے! نقاب پوش غریا۔
اور جولیا چوک کر اسے گھورنے لگی۔ کیونکہ وہ بھی انگریزی ہی میں بولا تھا اور الجہ مقامی نہیں تھا۔

"یہ میری ماں کہ ہیں....!"

"میا یہ کچ کہہ رہا ہے۔!" نقاب پوش نے جولیا سے پوچھا۔

"ہاں یہ کچ کہہ رہا ہے۔ تین دن ہوئے میں نے اسے ملاز مت دی ہے۔"

"تم کیا کرتی ہو....؟"

"ایک بنس میں کی اشیوں ہوں۔!"

"اس آدی کا کیا مصرف ہے تمہارے لئے۔!"

"اس ملک میں پہلا آدی ملائے جو انگریزی بھی بول سکتا ہے اور بہترین قسم کے کھانے بھی لے پا۔

لتا ہے!"

"لیکن کچھ دنوں پہلے یہ حوالات میں تھا۔!"

جو لیا نے خوف زدہ نظروں سے جیمسن کی طرف دیکھا۔

"میں ایک شریف آدمی ہوں مادام.... لیکن نہیں سمجھ سکتا کہ کس قسم کے جان میں پھنس گیا ہوں۔!" جیمسن بولا۔

"تمہیں میرے ساتھ چلانا ہے۔!" نقاب پوش غریا۔

"میرا خیال ہے تم وہی پر اسرار ہمدرد ہو جس نے لوگوں نے سوندھے کے قتل کے الزام میں ہمیں گرفتار کر لیا تھا۔!"

"بکومت کردو.... میرے ساتھ چلو....!"

"مم.... میں قطعی نہیں جانتی تھی۔!" جولیا خوف زدہ لبھے میں بولی۔

"کیا نہیں جانتی تھیں! نقاب پوش اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہی کہ یہ آدمی سزا یافتہ ہے۔!"

اپاک جیمسن نے بڑی پھر تی سے جھک کر استول اخليا اور اس کے ریو اور والے ہاتھ پر پھینک مارا۔ ریو اور اس کے ہاتھ سے نکل کر درجہ پار پڑھا تھا۔ لیکن اس نے ریو اور کی پرواہ کئے بغیر جیمسن پر چھلانگ لگادی۔

جو لیا اس کا حشر دیکھنے کے لئے نہیں مزدی تھی۔ وہ تو کسی چیل کی طرح ریو اور پر جھپٹی تھی۔

پھر ریو اور پر قبضہ کر کے مزدی تھی کہ جیمسن کی آواز سنی۔

"اوہ.... مسٹر پلیز.... میری بہنی.... بہنی ثوٹ جائے گی۔ اف.... اوہ....!"

"خبردار.... ہٹ جاؤ....!" جولیا ریو اور کارخان کی طرف کرتی ہوئی بولی۔

لیکن نقاب پوش پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور جیمسن کو بازوؤں میں دبائے ہوئے بھینچا رہا۔

جیمسن کی آخری جیخ بڑی کر بیاک تھی۔ اس جیخ کے ساتھ ہی نقاب پوش نے اسے چھوڑ دیا۔

کسی مردہ جانور کی طرح فرش پر گرا تھا اور بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

جو لیا نے نقاب پوش پر اندازہ ہند فائرنگ شروع کر دی۔ لیکن وہ جہاں تھا وہیں کھڑا قبیقہ

گاٹا رہا۔ گولیاں اس کے جسم کے مختلف حصوں پر پڑ رہی تھیں اور زخموں سے سبز رنگ کے سیال

”لیکن یچے فٹ پا تھوڑ پر تو کچھ بھی نہیں ہے!“ چہاں بولا۔

”آسے جنم میں جھوکو۔ اس کیلئے کچھ کرو۔ درونہ مر جائے گا!“ جولیا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ وہ اسے یچے لے گئے۔ جولیا اپنے کمرے ہی میں ٹھہری رہی۔ اُس کے پورے جسم میں تمہاری پیدا ہو گئی تھی۔ اس واقعہ نے اعصاب پر عجیب سائز والا تھا وہ خوف زدہ بھی نہیں تھی۔

ایک بار پھر کھڑکی کی طرف گئی اور جھاک کر یچے دیکھا۔ فٹ پا تھوڑا بھی اُسی طرح سنان پڑا تھا۔ اتنے میں چہاں واپس آیا۔ اس نے اطلاع دی کہ جیمسن کی دامنی پسلی کی دو ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں!“

”وہ کون تھا...؟ آخر کون تھا...؟“ جولیا بندی انداز میں بولی۔

”آسے علم تھا کہ جیمسن حوالات میں تھا۔ جیمسن نے لو سیل دے سوندے کا بھی حوالہ دیا تھا!“

”تم آرام سے بیٹھ جاؤ...!“ چہاں نے پر سکون لجھے میں کہا۔ ”ظاہر ہے وہ انہی میں سے کوئی ہو گا جن سے ہم دوچار ہیں!“

”لیکن یہر بے رنگ کا خون...!“

”لیبارٹری اسٹنٹ اس کا نمونہ لینے کے لئے آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تم آرام کرو۔“

”وہ کسی باقاعدہ راستے سے عمارت میں داخل نہ ہوا ہو گا۔ پوری طرح چیلگ کر لی گئی ہے!“

”کیا وہ ہوا میں تخلی ہو گیا...؟“

”ابھی معلوم ہو جائے گا!“

”میں نے خاور سے کہا تھا کہ کوئی باہر نہ نکلے!“

”فکر نہ کرو!“

”اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔“

”آجاؤ...!“ چہاں چوک کر بولا۔

آنے والا لیبارٹری اسٹنٹ تھا۔ اس کے ہاتھوں میں کچھ آلات تھے۔

کچھ دیر بعد وہ فرش پر پڑے ہوئے سیال کا نمونہ لے کر چلا گیا۔

”در اصل اس جیمسن ہی کی وجہ سے وہ اس عمارت کی طرف متوجہ ہوا ہو گا!“ چہاں بڑی بڑیا۔

”لیکن وہ تو اسون سے باہر نکلا ہی نہیں!“

”میا کھلی ہوئی کھڑکی کے قریب بھی نہ کھڑا ہوا ہو گا۔ ویسے بھی وہ خوبی آدمی ہے۔ کسی طرح

ماڈے کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔

جو لیا بوكھلا گئی اور ٹھیک اسی وقت کوئی زور زور سے دروازہ پیٹنے لگا۔

وہ نہایت اطمینان سے کھڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا اور اُس کے جسم کے مختلف حصوں سے بزرگ کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔

جولیا کے طعنے سے بے تھاشہ قسم کا قہقہہ نکلا تھا۔ ہڈیاں بر مہ ہو گئی ہوں گی۔ دیوار بالکل سپاٹ تھی۔ راہ میں اسے کوئی باکنی بھی نہ مل سکی ہو گی۔

دروازہ پیٹنے کے ساتھ ہی ساتھ اب اسے آوازیں بھی دی جائیں تھیں لیکن وہ سب سے پہلے کھڑکی کی طرف جھٹی تھی۔ آدھے دھڑے یچے جھک کر دیکھا۔

فٹ پا تھوڑا پوسٹ کی رد شنی میں نہایا ہوا تھا۔ لیکن اسے وہاں کوئی لاش نظر نہ آئی۔ اب وہ بوکھلا کر دروازے کی طرف بڑھی اور اُس کا بولٹ گردایا۔

چہاں اور صدیقی دروازہ گھستے چلے آئے۔

”کیا ہوا... کیا بات ہے!“ دونوں بیک وقت بولے اور جیمسن کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہاب بھی بے حد حرکت فرش پر پڑا ہوا تھا۔

”اسے کیا ہوا... فائر کس نے نکلے تھے!“ چہاں نے جولیا سے پوچھا اور اس کے ہاتھ میں دبے ہوئے روپ اور پر اس کی نظر جم گئی۔

”تم نے اسے مار ڈالا...!“ صدیقی نے ہمراہی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”نہیں... وہ ناہب پوش تھا... یہ دیکھو... یہ کیا ہے...؟“ جولیا نے فرش پر پھیلے ہوئے بزرگ کے سیال کی طرف اشارہ کیا۔

”پتہ نہیں...! تم کیا کہہ رہی ہو... یہ... ہم کیا بتائیں!“

”میں نے اس پر چھ فائر کئے تھے... اور یہ... خون نکلا ہے اس کے زخموں سے۔ جب تم نے دروازہ کھکھایا تو اس نے کھڑکی سے چھلانگ لگادی۔

”نہیں!“ وہ دونوں بے ساختہ کھڑکی کی طرف جھٹے اور جولیا آگے بڑھ کر جیمسن پر جھک پڑی۔

”زندہ ہے... زندہ ہے!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولی۔

وہ کھڑکی سے پلٹ آئے۔

بھی ڈاڑھی صاف کرادینے پر تیار نہیں ہوا تھا۔!



آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ صبح سے ہی ایسا محسوس ہوا تھا جیسے اب برسات بر سار دو دنوں بیرونی برآمدے میں ناشیت کر رہے تھے۔ پرانے کچھِ متکفر سانظر آرہا تھا۔ رینا بھی کچھ زیادہ زندہ ولی کاظمہ بہرہ نہیں کر رہی تھی۔

دفتار پر نس نے ٹھنڈی سانس لی اور وہ چونک کراس کی طرف دیکھنے لگی۔

”کتنا عجیب اتفاق ہے۔! ہم دونوں کی ایک ہی بد نصیبی ہے لیکن اب یہ آدمی میرے ہاتھوں سے نہ بچ سکے گا۔!

”اوہو.... کیا تم ایسے ہی جیا لے ہو۔!

”مودہ پر منحصر ہے.... مودہ نہ ہوا تو پہت کر چلا آؤں گا۔!

”کیا مطلب....؟“

”تین سال پہلے کی بات ہے۔! پیرس کے ہوٹل میں میرا ایک آدمی سے جھگڑا ہو گیا۔ زیادتی اسی کی تھی مجھے غصہ آگیا۔ اس نے گندی سی گالی دی۔ اچانک میں نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا تو اس پر شتی برس رہی تھی۔ غصے میں بگرا ہوا چہرہ ایسا لگتا تھا جیسے ب سور ہا ہو۔ میرے ہاتھ پر ڈھلے پڑ گئے اور اس نے مجھے ہی بھر کے مارا۔ پھر میرا ہاتھ اس پر نہیں الملاحتا۔“

”کیا یہ بچ ہے....!“

”یقین کرو....!“ پرانے ٹھنڈی سانس لے کر بولا ”کچھ لوگ بڑے عجیب ہوتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں اس کا تاثران کے چہرے پر نہیں ملتا۔ آنکھیں بالکل ساٹ ہوتی ہیں۔ مجھے ایسے لوگ پسند نہیں بعض لاکیاں بے حد جذباتی قسم کی گفتوگو کے درواز میں بھی بیوہ یوہ سی لگتی ہیں۔ جو کچھ بھی کہہ رہی ہوتی ہیں اس کا عکس ان کی آنکھوں میں نہیں ملتا۔!

”روشی کے متعلق کیا خیال ہے۔!

”میں نہ ری طرح پھنس گیا ہوں رینا وہ مجھے بالکل پسند نہیں۔ ان لمحات میں جب اس کی آنکھوں میں نشے کے بادل چھائے ہونے چاہیں وہ اس طرح پناپٹ پلکیں جھپکاتی رہتی ہے جیسے دل ہی دل میں بیک بیلس کا حساب کر رہی ہو۔!

”بھی تم تو کمال کے آدمی نکلے.... میں بالکل بدھ سمجھی تھی۔!

”یہ بھی میرے مودہ پر منحصر ہے۔ بعض اوقات بالکل جی نہیں چاہتا کہ لوگ مجھ سمجھیں۔!

”اس وقت کس قسم کا مودہ ہے۔!

”چلو بڈی کھیلیں۔!

”یہ کیا ہے....?

”ایک اور قوی کھیل۔۔۔ بڑی شاندار چیز ہوتی ہے۔!

”مگر اس کا نام مجھے پسند نہیں۔!

”جبوری ہے.... کبڈی کو کبڈی ہی کہیں گے۔ ٹلکشت تو کہہ نہیں سکتے۔!

”ٹلکشت کیا....؟“

”باغ میں ٹھنڈے کو کہتے ہیں۔!

دفتار کی گاڑی کی آواز سنائی دی اور رینا جو ناشستہ کر پہلی تھی اٹھ کر آواز کی سمت دیکھنے لگی۔

”اوہ.... عبدال... تم اندر چلے جاؤ... فوراً۔!“ وہ اس کی طرف سرکر مظہربانہ انداز میں یوں۔

”کیوں....؟“

”نام آرہا ہے.... اس کے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں۔!

”کون نام....؟“

”وہی جس سے اس دن جھگڑا ہوا تھا۔!

”اوہ.... آنے دو.... دس آدمی بھی ساتھ ہوں تو کیا پرداہ ہے۔!

”دیکھو.... اگر جھگڑا بڑھ گیا تو زحمت ہو گی۔ میرے ملازم ڈرپوک ہیں اور اتنے سویرے دفتر کا عملہ بھی موجود نہیں ہے۔!

”تم فکرنا کرو....!“ پرانے نے بڑے اطمینان سے کہا اور اونگھنے کے سے انداز میں کر سی کی پشت گاہ سے نک گیا۔

گاڑی برآمدے کے سامنے رکی۔ نام نیچے اتراد۔ کچھلی نشست پر دو قوی ہیکل دیسی آدمی تھے۔

”دیکھنے رہے۔!

”جیزی اور جرمی والیں آئے یا نہیں۔!“ نام نے برآمدے کے نیچے ہی سے گرج کر پوچھا۔

”نہیں وہ نہیں آئے....!“ آؤ دہاں کیوں کھڑے ہو!“ رینا مسکرا کر بولی۔
”نہیں.... اُس کو یہاں بیچج دو....“ نام نے پنس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا!“

”نام.... یہ تم کیا کہہ رہے ہو.... جری اور جیری اسے پسند نہیں کریں گے!“

”دونوں جہنم میں جائیں.... لوگ ہے نیچے آؤ....!“

”میں گدھا ہوں....؟“ پنس نے اٹھتے ہوئے بگڑ کر کہا۔

”ہم تمہیں گدھے سے بھی بدتر بنا دیں گے!“

”اچھی بات ہے۔ تو پھر دیکھو میرا گدھا پن...!“ پنس نے کہہ کر چھلانگ لگائی اور اُس کے سینے پر لالات رسید کرتا ہوا دسری طرف نکل گیا۔ نام اچھل کر دور جا پڑا تھا۔ سیٹ پر بیٹھے ہوئے دونوں دلیکی آدمی نیچے اتر آئے۔

وہ تیزی سے پرس کی طرف چھپتے تھے۔ رینا چیختنے لگی لیکن ان میں سے ایک نے جبڑے پر مکا کھایا اور دسرے کے پیٹ پر لات پڑی۔

نام پھر گالیاں بکتا ہوا پرس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس بار ان تینوں نے ملکر اس پر یلغار کر دی۔ رینا مضبوط اعصاب رکھتی تھی۔ لیکن اس وقت اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خود ہوا میں اڑی جا رہی ہو۔

اور پرس کے پاؤں تو چیخ زمین سے لگتے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اتنا تیز ایکشن یا تو نلمون میں نظر آتا ہے یا وہ اس وقت دیکھ رہی تھی۔ پرس کے دونوں ہاتھ اور پیریکس اس رفتار سے چل رہے تھے اور ان تینوں کے حصے میں برابر کی چوٹیں آ رہی تھیں۔

وھٹا ایک دلیکی آدمی نے کسی قدر پیچھے ہٹ کر چاقو نکال لیا۔
”عبدل دیکھو....!“ رینا حلک کے بل چینی۔

”میں دیکھ رہا ہوں تم فکر نہ کرو....!“
جس نے چاقو نکالا تھا لکارتا ہوا پھر آگے بڑھا۔

نام اور اس کا دوسرا ساتھی اس کی راہ سے ہٹ گئے اور پرس جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

چاقو بردار اس سے دو گز کے فاصلے پر کھڑا اُسے خون خوار نظروں سے گھوڑے جا رہا تھا۔

وھٹا پرنس نہیں پڑا اور حریف نے اس پر چھلانگ لگائی پھر رینا اتنا ہی دیکھ لگی کہ حریف دسرے ہی لمحے میں کسی طرح اچھل کر دور جا پڑا تھا اور چاقو اس کے ہاتھ سے نکل کر مخالف سمت میں کیسے اڑتا چلا گیا تھا۔

اس کے بعد تو پرس نے کمال ہی کر دیا تھا۔ رینا سمجھی تھی کہ وہ جھپٹ کر چاقو پر قبضہ کر لے گا لیکن وہ تو ان سے پوچھ رہا تھا۔

”کیوں بھی بس.... یادو سر اڑاٹھ بھی چلے گا۔ میرے خیال سے تو ایک ایک کپ کافی کا ہو جائے اس کے بعد چلے دوسرا اڑاٹھ....!“

”میا حمات ہے!“ رینا جھنجھلا کر چھپی۔ ”تم چاقو کیوں نہیں اٹھا لیتے!“

”میں اپنے ناخنوں سے ان کے پیٹ پھاڑ سکتا ہوں۔ ان میں سے جو بھی چاہے چاقو اھا لے مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا!“

وہ تینوں گاڑی کے قریب کھڑے ہانپتے رہے۔

وھٹا پرنس ان کی طرف مڑا اور اپنے ہم و نخنوں سے بولا۔

”لیکن تم لوگ مر ناہی چاہتے ہو!“

”مجھے افسوس ہے.... استاد.... میں نہیں جانتا تھا کہ اپنے ہی کسی بھائی سے مقابلہ ہو گا۔ انجمیز صاحب نے وضاحت نہیں کی تھی۔“ ان میں سے ایک ہانپتا ہوا بولا۔ ”ایسے داؤ تو میں نے آج تک نہیں دیکھے!“

”لیکن اکتا ہے.... تم حری ای!“ نام ٹوٹی پھوٹی اردو میں اس پرالٹ پڑا۔

”ہم جا رہے ہیں صاحب.... آپ جانیں اور آپ کام....!“ دلیکی آدمی ناخوش گوار لجھ میں بولا۔ ”کام کرنے والے ہیں۔ بہت نوکریاں مل جائیں گی!“

نام اس سے کچھ کہنے کی بجائے چاقو اھانے کے لئے جھپٹا۔ لیکن پرس نے یک بیک اچھل کر پھر اس کے سینے پر ایک لالات رسید کر دی اور نہیں کر بولا۔ ”تم سے تو میں گدھوں ہی کی طرح پیش آؤں گا!“

اس بار نام نہ اٹھ سکا.... اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ رینا اچھی طرح سمجھتی تھی کہ وہ بن رہا ہے!

”کیا تم میں سے کوئی ذرائع کر سکتا ہے...؟“ پرنس نے دیسیوں سے پوچھا۔
”جی ہاں...! ایک بولا۔

”اے لے جاؤ...! اس کا داماغ خراب ہو گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں تم تینوں کو پولیس
کے حوالے کر دیتا۔ لیکن خیر...! اور تم اپنا چاقواٹھا لو...!“
دوسرے آدمی نے چاقواٹھا اور بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ پھر وہ بیہودہ نام کو اٹھا کر گاڑی
کی پچھلی سیٹ پر ٹھونے کی کوشش کرنے لگ۔
روانگی سے پہلے ان دونوں نے پرنس کو بڑے ادب سے سلام کیا تھا۔ رینا خاموش کھڑی یہ
سب کچھ دیکھتی رہی۔ ان کے چلے جانے کے بعد بھی خاموش رہی۔

”ایک گرام کافی...!“ پرنس اس کے چہرے کے قریب ہاتھ نچا کر بولا۔
”تم دلیر ضرور ہو مگر بالکل احمق...!“ رینا غصیلے لہجے میں بولی۔ ”دنیا کا کوئی آدمی چاقواٹھا
طرح نظر انداز نہیں کر سکتا!“

”درالصل میں وحدار دار اسٹھ سے ڈرتا ہوں۔ کہیں الٹ کر اپنے ہی نہ لگ جائے۔ اے تم
مجھے جلدی سے کافی پڑاؤ...! اور پھر شہر کی طرف نکل چلیں۔ ورنہ اگر لاائی کا موز ختم ہو گیا تو
اس بیک میلز سے کیسے نپیش گے!“

”میں سچ کہتی ہوں...! فادر فڑی بنت تم سے مل کر بے حد خوش ہوں گے...!
”فادر فڑی بنت...!“ پرنس نے اس طرح وہر یا میسے حافظے پر زور بھی دے رہا ہو کہ پہلے یہ
نام کب اور کہاں سننا تھا۔

”ہاں رات میں نے تم سے ذکر کیا تھا...! وہ میرے ہمدرد ہیں اور میں ان سے ہر معاملے میں
مشورہ لیتی ہوں!“

”اچھا... اچھا...!“ ان سے بھی مل لیں گے۔ گرام کافی بلیز...!“



جیسیں ہبتال پہنچا دیا گیا تھا۔ جو لیا اور صدیق سائیکلو میشن والے فلیٹ سے اس طرح
رخصت ہوئے تھے جیسے اب وہاں ان کا تحفظ ناممکن ہو...! سامان کرانے کی ایک اسٹیشن ویگن پر
بار کیا گیا تھا اور وہ ہوتل نبراس کامیں جا مقیم ہوئے تھے۔!

تجویز جو لیا ہی کی تھی اور سب نے اسے پسند کیا تھا۔

”لیکن اس سے کیا فائدہ ہو گا؟!“ صدیق نے اس سے پوچھا۔

”میں نے جسم سے گنتگوکی تھی!“

”تو کیا اسے ہوش آگیا؟!“

”ہاں...! اس کا بیان ہے کہ وہ اس کے کمرے کی کھلی ہوئی کھڑکی سے اس طرح اندر داخل ہوا
تھا جیسے فضائیں اڑتا ہوا آیا ہو...! یہ خیال قطعی درست معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جسم کو کبھی
کھڑکی کے قریب کھڑے دیکھا ہو گا۔ بہر حال جسم نے اسے ایک انفرادی معاملہ بنانے کی
کوشش کی تھی۔ اس نے اس سے کہا تھا کہ پولیس نے اسے چھوڑ دیا ہے اور ظفر کو روک لیا گیا ہے
اور اب وہ میر الملازم ہے۔ پھر وہ اس کے بیان کی تقدیم ہی کیلئے اسے میرے کمرے میں لایا تھا!
”وہ خاموش ہو گئی اور صدیق نہیں کر بولا۔“ تویر آپے سے باہر ہو رہا تھا۔!

”کیوں...?“

”تم نے آخر مجھے کیوں منتخب کیا...?“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس آدمی کا مصرف کیا ہے۔! ایک نوکی نظر وہ میں اُسکی کیا اہمیت ہے!“

”یہ بات تو آج تک کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آسکی!“

”اس سبز مادے کے تجزیے کی روپورث تم نے دیکھی۔“ جو لیا نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”نہیں...!“

”کلورو فل...!“ جس میں ایک نامعلوم مادے کی آمیزش پائی گئی ہے۔!

”نامعلوم مادہ...!“

”یہ کچھ عجیب سے ذرات کے گروپوں پر مشتمل ہے۔! اہر گروپ کے ذرات کی حرکت مختلف
ہے۔ اس دوسرے مادے کا تجزیہ الگ سے کیا جائے گا۔ ابھی روپورث ناکمل ہے۔!“

”کیا وہ کسی ایسے سیارے کی تخلوق تھی جہاں جاندار اجسام پو دوں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔!“

”لکھ ڈالو ایک سائنس فلکشن...!“ جو لیا نہیں کر بولی۔

”فتا کسی نے دروازے پر دستک دی اور صدیق نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

سامنے ایک اخوبی کھڑا تھا۔

"میرا ہر کام عموماً بدلی کا ہوتا ہے۔ اگر دیر ہو جائے تو پھر وہی مودہ کا جھکڑا... دراصل میرا تارہ ایسا ہی ہے۔!" پرنس مسکرا کر بولا۔

"اوہ تو کیا ستاروں سے بھی دلچسپی ہے تمہیں!؟"

"بہت زیادہ نہیں....!"

"میرا کون ساستارہ ہے....؟"

"عورتوں کا کوئی ستارہ نہیں ہوتا!؟"

"کیا مطلب....؟"

"عورتیں تو خود چاند ہوتی ہیں!؟" پرنس آہستہ سے بولا۔

"اوه.... تو تم اس قسم کی گفتگو بھی کر سکتے ہو....؟"

رینا نے محسوس کیا چیزیں وہ شرمارہ ہو اور غیر ارادی طور پر وہ جملہ اُس کی زبان سے نکلا ہوا۔ وہ کھلا کر پرنس پڑی اور پرنس کچھ اور زیادہ جھینپتا ہوا سانظر آنے لگا۔

رینا بھتی ہی چل گئی اور پھر وہ بھنا کر بولا۔ "یہ قادر فرڑی بنت کیسا آدمی ہے۔ مجھے مذہبی قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔!"

"تم انہیں بہت اچھا پاؤ گے....!"

"ڈاڑھی دار ہیں....؟"

"بہت نورانی شکل ہے۔!"

"یہ تو اچھا نہیں ہوا.... مجھے پہلے ہی معلوم کر لینا چاہئے تھا۔!" وہ پر تشویش لجھ میں بولا۔

"میا معلوم کر لینا چاہئے تھا۔!"

"تھی کہ ڈاڑھی دار ہیں کہ نہیں۔!"

"اس میں کون سی مصیبت آگئی۔!"

"ڈاڑھی والوں کے سامنے میری زبان نہیں کھلتی.... ہکلانے لگتا ہوں۔ ایسا محسوس کرتا ہوں جیسے میں نے دنیا میں ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا۔ بیکار وقت صالح کیا ہے۔ میرے محسوسات کچھ عجیب سے ہوتے ہیں۔ تم بور تو نہیں ہو رہیں۔!"

"میرا خیال ہے کہ تم خود بھی مذہبی قسم کے آدمی ہو۔!"

"کیا بات ہے....؟"

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

"آپ میں کون....؟"

"میں سول ہپتال سے آیا ہوں۔!"

"آئے....!"

اندر آکر وہ جو لیا کے لئے احتراماً جھکا اور صدیقی کی اجازت سے خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"بڑی مشکل سے پتہ لگا کر آپ لوگوں تک پہنچا ہوں۔" اس نے کہا۔

"فرمائیے کیسے تکلیف کی....؟" صدیقی بولا۔

"آپ کے زخمی ملازم کے بارے میں بات کرنی تھی۔ اگر آپ اُس سے دست بردار ہو تو چاہیں تو ایک خدا ترس آدمی اُس کی ذمہ داری لینے پر تیار ہیں۔"

"اوه....!" جو لیا نے طویل سانس لی اور بولی۔ "یہ تو بہت اچھا ہوا۔ ہوش میں منتقل ہو جانے کے بعد ہمیں اب کسی ملازم کی ضرورت نہیں رہی۔"

"لیکن یہ یک اور خدا ترس آدمی ہے کون....؟" صدیقی نے پوچھا۔

"ایک غیر ملکی تبلیغی جماعت کے سربراہ قادر فرڑی بنت۔!"

"وہ کوئی بھی ہوں....!" جو لیا جلدی سے بولی۔ "ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ ہمیں تو ایک بڑی اجھسن سے نجات مل گئی۔ قادر فرڑی بنت کا بہت شکریہ۔"

اور پھر وہ اجھنی اُن کا شکریہ ادا کر کے چلا گیا تھا۔

صدیقی اور جو لیا معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

۞

آن کی گاڑی تیزر فاری سے شہر کی طرف جا رہی تھی۔ آسمان اب بھی باد لوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ کسی وقت بھی بارش ہو سکتی تھی۔ سردی پچھلے دنوں کے مقابلے میں آج کسی قدر کم تھی۔ لیکن تیزر فاری کی بناء پر ہوا کے سرد جھونکوں نے ان کے چہرے تجھ کر دیے تھے۔

"آہستہ چلو.... ایسی بھی کیا بد حواسی....؟" رینا کچھ دیر بعد بولی۔

”لیکن وہ دونوں بچے مجرم تو نہیں ہیں!“
 ”میرا مطلب یہ نہیں تھا... فادر... وہ بظاہر یہ تو قوف لیکن بے حد چالاک آدمی ہے۔ وہ یہ ضرور سوچے گا کہ بر اور است پولیس سے مدد لینے کی بجائے یہ لوگ میرے پاس کیوں آئے ہیں!“
 پادری کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... میرے بچے!“
 ”رینا نے مجھے دونوں تصویریں دکھائی تھیں۔ ایک کو میں پہچانتا ہوں!“
 ”تم...؟“ پادری چوک پڑا۔ آنکھوں میں سیاہ شیشوں کی عینک نہ ہوتی تو وہ شائد ان میں جرأت کے آثار بھی دیکھ سکتے!“
 ”ہاں فادر...!“
 ”کسے پہچانتے ہو...؟“
 ”گھنی موچھوں اور پھولی ہوئی بھدی تاک والے کو...!“
 ”اور دوسرے...؟“
 ”اے میں نہیں جانتا... وہ بھی اسی گروہ کا کوئی آدمی ہو گا!“
 ”گروہ...؟“
 ”ہاں فادر... وہ ایک خطرناک قسم کا ملیک میڈر ہے۔ میں خود بھی اس کی زیادتی کا شکار ہوں۔ زندگی تلتھ ہو گئی ہے میری!“
 ”اوہ...!“
 رینا نے منحصر اپنی کی کہانی دہرائی۔ پادری غور سے ستارہ بہ کہانی کے دوران میں اکثر اس کی زبان سے متناسقاتہ کلمات بھی نکلتے رہے تھے۔
 کہانی کے اختتام پر وہ غم اگلیز بجھ میں بولا۔ ”آسمانی باپ تم پر حرم کرے!“
 ٹھوڑی دیر تک کمرے کی فضاض پر بوجھل سی خاموشی مسلط رہی۔ پھر پادری ہی نے سکوت توڑا تھا۔ ”وہ جس نے پیدا کیا ہے ہر ایک کے احوال سے واقف ہے۔ کسی آدمی کو اس نے اتنی قوت نہیں دی کہ وہ غیب کا حال جان سکے۔ پس آدمی کو اپنی ہی کھال میں رہنا چاہئے۔ وہ ہمارے گناہوں سے واقف ہے۔ اُن کی سزا خود دے گا۔ وہ کسی ایسے آدمی کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ جو ”وسروں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھائے!“

”ارے کہاں...؟ کاش ہوتا۔“ پرنی نے سخنہ دی سانس لی۔
 شہر پہنچ کر رینا اسے راستوں کے متعلق ہدایات دیتی رہی تھی اور وہ بالآخر ایک بڑی عمارت کے سامنے رکے تھے۔
 عمارت میں داخل ہونے سے پہلے ایک بار پھر پرنی نے اپنی وحشت زدگی کا ذکر کیا۔
 رینا اسے ڈھارس بندھا تھی ہوئی بولی۔ ”تم ان سے مل کر بہت سکون محسوس کرو گے۔ یہ خیال دل سے نکال دو کہ ان کے سامنے نہ دوس ہو جاؤ گے!“
 انہیں ایک خادم نے ڈرائیور میں کار استہ دکھایا اور انہیں وہاں بٹھا کر رینا کا کارڈ لے گیا۔
 ٹھوڑی دیر بعد فرڑی بنت کرے میں داخل ہوا۔ دونوں انھوں نے اور اس نے ہاتھ انھا کر انہیں دعائیں دیں۔
 ”فادر... سبی ہیں پر نس عبد... جن کا ذکر میں نے آپ سے کیا تھا۔!“
 ”اوہ... اچھا...!“ پادری نے پرنی سے مصافحہ کیا۔ لیکن رینا نے محسوس کہ پرنی کا ہاتھ کانپ رہا ہے۔ اس کی آنکھوں میں خوف زدگی کے آثار بھی تھے۔
 ”کیوں میرے بچے... تمہیں کیا لکھیں ہے....؟“ فرڑی بنت نے دفتار پر بیار سے پوچھا۔
 ”کچھ بھی نہیں... فادر...!“ رینا جلدی سے بولی۔ ”یہ بالکل ٹھیک ہیں ابھی باہر بجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں مذہبی آدمیوں کا بڑا احترام کرتا ہوں لیکن اس احترام میں خوف کا جذبہ بھی شامل ہوتا ہے!“
 پادری مسکرا لیا۔ اور پھر اسے دعا دی۔
 ”میں ایک بڑی اہم بات بتانے حاضر ہوئی ہوں فادر...!“ رینا کچھ دیر بعد بولی۔
 ”کیا بات ہے میری بیگی...؟“
 ”پرنی کا مشورہ نہیں ہے کہ میں ڈینی کے دوست علی عمران سے مدد لوں۔!“
 ”کیوں؟ ڈینی تو اس کی بڑی تعلیم کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ بے آسمانی نہیں ڈھونڈ نکالے گا!“
 ”پرنی تم ہی بتاؤ...!“ رینا نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔
 ”فف... فادر...!“ پرنی شر میلے انداز میں ہٹکا لیا۔ ”وہ... اچھا... آدمی نہیں ہے اکثر پولیس اور مجرموں دونوں کو بلیک میل کر دلاتا ہے۔!“

تھے۔ انعامی اور تنویر نمائش گاہ کے باہر ہی مناسب مقامات پر پھر گئے تھے۔
 ”آخر یہ ہار پر اب تک کیوں زندہ ہے۔؟“ تنویر نے نعمانی کو مخاطب کیا۔
 ”یہ تینوں اسی لئے زندہ ہیں کہ ہم لوگ ان کے ہاتھ آئیں۔ صدر کا جائز سائنس ہے۔؟“
 دفتار تنویر چونکہ پڑا۔ ایک گاڑی اُس کے قریب آکر کی تھی اور ایک آدمی اس پر سے اتر اتنا
 اور نمائش گاہ کے صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔
 ”اسے پہچانتے ہو....؟“ تنویر نے نعمانی سے پوچھا۔
 ”عالیٰ کہیں دیکھا ہے.... یاد نہیں پڑتا....؟“
 ”رحمان صاحب کے محلے کے ایک ڈپٹی ڈائریکٹر سعید صاحب ہیں۔؟“
 ”اوہو.... تو کیا یہ لوگ بھی....؟“
 ”پتہ نہیں....؟“
 ”اگر یہ بات ہے تو تم یہیں پھر و.... میں اندر جا کر دیکھتا ہوں۔؟“
 تنویر نے بر اسمانہ بنا کر شانوں کو جنمیں دی۔
 نعمانی ہال میں واٹل ہوا۔ بھی بیہاں زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔!
 ڈپٹی ڈائریکٹر ایک آدمی سے کچھ پوچھ رہا تھا۔ پھر وہ تیزی سے ہار پر کی طرف بڑھا۔
 نعمانی اسکے پیچے سے پہلے ہی اُس بڑی تصویر کے قریب جا کر اہولہ پر دوسرا طرف متوجہ تھا۔
 ڈپٹی ڈائریکٹر اس کے پاس پہنچ کر بولا۔
 ”ایک سکیوریٹی.... کیا یہ تمہاری تصاویر ہیں....؟“
 ”جی ہاں....!“ ہار پر نے اس کی طرف مڑ کر اپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
 ڈپٹی ڈائریکٹر نے اپنی بغل میں دبے ہوئے اخبار کے روں کو کھولتے ہوئے کسی اشتہار کی
 طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ ”کیا یہ اشتہار اسی نمائش کا ہے۔؟“
 ”جی ہاں.... ہے تو....؟“ ہار پر نے کہا اس کے لمحے میں حرمت بھی تھی۔
 ”اس میں اس نشان کا کیا مطلب ہے۔؟“
 ”بھلا میں کیا بتا سکوں گا۔ اشتہار کا تعلق براہ راست مجھ سے نہیں جس کلپر سوسائٹی نے
 نمائش کا اہتمام کیا ہے۔ اس کا سکریٹری ہی اس کے بارے میں بتا سکے گا۔!“

پادری خاموش ہو گیا اس کی سائنسی تیزی سے چل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنے
 اسے غصہ آگیا ہو۔!
 پرنی نے خوف زدہ نظروں سے رینا کی طرف دیکھا۔
 دفتار پادری پھر بولا۔ ”سب سے بڑا آدمی وہی ہے جو شر کی قوتیں کو فنا کر دینے کی طاقت رکھتا ہو۔
 پتہ نہیں کتنا دکھی انسان اس کے بیجوں میں سک رہے ہوں گے۔ ان کا نام کیا ہے میرے بچے۔؟“
 ”اس کے مکان کے پچانک پر نیم پلیٹ لگی ہوئی ہے اس پر.... پی سی ڈھمپ تحریر ہے۔ ایک
 بار میں نے ایک عورت کو اُسے ڈھمپ کہتے سنا تھا۔!“
 ”اُوہ تو تم اس کی جائے رہائش سے بھی واقف ہو....؟“
 ”ہاں فادر...!“
 ”تمہیں توبہ تک اُسے فاکر دینا چاہئے تھا۔!“
 ”بہت چالاک ہے فادر.... میں نے کتنی بار کوشش کی ہے۔!“
 ”آسمانی باپ تمہاری مدد کرے گا۔ یقیناً اب اس کا آخری وقت قریب ہے ورنہ تم مجھ تک
 کیوں گر پہنچتے۔؟“
 ”برا عجیب اتفاق ہے فادر....!“
 ”آسمان والے کا ہر کام مناسب وقت پر ہوتا ہے۔ رینا میری بچی میں تمہارے لئے بہت
 مغموم ہوں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اپنے بھائیوں کی بازیابی تک اسی چھت کے نیچے قیام کرو۔!
 ”تمہارے لئے بھی میرے بچے۔ وہ پرنی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”یہ مکان حاضر ہے۔!
 ”شکریہ فادر.... میں بھی اپنے اس معاملے کے تصفیے تک گھر میں تقدم نہیں رکھنا چاہتا۔!
 ”تو میری میزبانی قبول کرو....!“
 ”مجھے بے حد خوشی ہو گی فادر.... رینا بہت اچھی دوست ہیں.... اگر ان دونوں مجھے ان کا
 سہارا نصیب نہ ہوتا تو میں شائد مر ہی جاتا۔!
 ”آسمانی باپ رحم کرنے والا ہے۔!
 ﴿

آج ہار پر کی تصاویر کی نمائش کا افتتاح ہونے والا تھا۔ چوبان اور خاور نمائش گاہ میں موجود

”سیکریٹری کون ہے....؟“
 ”مسٹر ویلفر یڈ....!“
 ”اس سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!“
 ”اس آدمی سے پوچھئے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔!“ ہادر کے لجھے میں جھنجھلاہٹ تھی۔
 ڈپی ڈائریکٹر اب اس آدمی کی جانب چل پڑا جس کی طرف اشارہ کیا گیا۔
 نعمانی بہت احتیاط سے آگے بڑھتا رہا اور اس وقت ان کے قریب پہنچا جب دوسرا آدمی کہہ رہا تھا۔ ”مسٹر ویلفر یڈ اس وقت کو زی بار میں ہوں گے کیا آپ انہیں پہچانتے ہیں۔!“
 ”نہیں۔!“
 ”تو پھر آپ کاؤنٹر کلر ک سے پوچھئے گا۔ وہ بتا دے گا۔!“
 ”شکریہ....!“ ڈپی ڈائریکٹر نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
 اب نعمانی کو جلدی نہیں تھی کیونکہ ”کوزی بار“ نام کا شرکاب خانہ اسی عمارت کے ایک حصے میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی باہر نکلا اور کوزی بار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے توبیر کو دیہن ٹھہر نے کا اشارہ کیا تھا۔
 کوزی بار بہت بڑی جگہ نہیں تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی ڈپی ڈائریکٹر پر نظر پڑی۔ وہ ایک بڑی موچھوں والے حجم شیم غیر ملکی کے ساتھ بینخا ہوا تھا۔
 ان کے قریب ہی ایک خالی میز نعمانی نے بھی سنبھال لی۔
 ”غیر ملکی.... ڈپی ڈائریکٹر سے کہہ رہا تھا۔“ یہ نشان اسی لئے اشتہار میں دیا گیا ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے لوگ متوجہ ہو جائیں۔!
 ”اچھا تو پھر....؟“ ڈپی ڈائریکٹر کے لجھے میں جھنجھلاہٹ تھی۔
 ”بے حد دشوار یوں کا سامنا ہے....!“
 ”کون سی آفت آگئی ہے۔!“
 ”کیوں نہیں....! آخر کوٹھی نمبر چھ سو چھیاٹھ کا کیس دوبارہ کیوں اکھڑا گیا۔!
 ”پتہ نہیں کیوں....!“
 ”جب آپ کو پتہ نہیں تو پھر ہمارے لئے دشوار یاں ہی دشوار یاں ہیں۔!“

”میں کچھ نہیں جانتا....!“ ڈائریکٹر نے غصیلے لجھے میں کہا۔
 ”میں بھی مجبور ہوں جتاب....!“
 ”اگر شام تک تصویر نہ پہنچی تو تم سب اندر نظر آؤ گے۔!“
 ”اس سے کیا فرق پڑے گا۔!“ ویلفر یڈ نے محکمہ اڑانے والے انداز میں سوال کیا۔
 ”تم ہوش میں ہو یا نہیں۔!“
 ”بالکل ہوش میں ہوں.... جتاب اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ اپنی دھمکی کو عملی جامہ نہیں پہن سکتے۔!“
 نعمانی بظاہر اخبار دیکھنے میں محو تھا اور اس کے سامنے میز پر بیکر کی سر بنڈ بوتل رکھی ہوئی تھی جو اس نے اس دوران میں دیکھ سے طلب کی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا ہیسے وہاں بیٹھ کر پینے کا رادہ نہ ہو۔ بلکہ اسے اپنی ساتھ لے جائے گا۔
 ”ڈپی ڈائریکٹر میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”اچھا دیکھ لینا۔!“
 ”لیکن اس کے بعد آپ تصویر کو ترس جائیں گے۔!“ ویلفر یڈ نہیں کر بولا۔
 ”تم آخر چاہئے کیا ہو۔....؟“
 ”بجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کیس دوبارہ کیوں اکھڑا گیا۔....؟“
 ”اچھی بات ہے میں معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔ تصویر مجھے شام تک ملنی چاہئے۔!“
 ”خیر مل جائے گی.... لیکن اگر آپ نے وعدہ پورانہ کیا تو اسے آخری ہی تصویر سمجھئے گا۔!
 ”کس وقت اور کہاں ملے گی۔....؟“
 ”بیس آپ کی کوٹھی پر پہنچا دی جائے گی۔!“
 ”اس میں فرق نہ پڑنا چاہئے۔!
 ”آپ بھی اگر اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے تو....!“ ویلفر یڈ جملہ ادھورا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا کیونکہ ڈپی ڈائریکٹر بھی اٹھ گیا تھا۔ دونوں نے مصافحہ کیا اور ڈپی ڈائریکٹر خست ہو گیا۔
 نعمانی نے طویل سانس لی.... جب سے سگریٹ کا پیکٹ نکلا اور اخبار پر نظر جائے ہوئے سگریٹ سلاکنے لگا۔
 اس اخبار میں بھی نمائش کا اشتہار تھا اور اس کے اوپر کیوپڑ کی تصویر تھی۔ اس تصویر کے علاوہ

میری بالک کے کمرے تک لے گیا تھا۔ پھر وہاں اس کے سامنے میری پبلیاں توڑ کر رکھ دیں۔!
”لیکن تم نے پولیس کو تو یہ بتایا ہے کہ تم زینوں سے گر گئے تھے۔!
”کیا وہ اس پر یقین کر لیتے۔!

”تم کوچ بولنا چاہئے تھا میرے بچے۔!

”آپ سے توجھوں نہیں کہا میں نے....! مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات پر یقین کر لیں گے۔ کیونکہ سارے مذاہب میں بدراواح کا تصور موجود ہے۔ رہ گئے پولیس والے تو وہ ڈنڈے کے علاوہ اور کسی چیز کو بھی بھوت نہیں سمجھتے۔!

”تمہاری بالک نے بھی ایسی کوئی روپرٹ پولیس کو نہیں دی۔!
”وہ ایک سوئیں خاتون ہیں۔!

”اس سے کیا ہوتا ہے.... وہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔!

”جتناب عالی.... اس سلسلے میں وہ خاتون ہی کچھ بتا سکیں گی۔ اپنی مصلحتیں وہ آپ جانیں۔!
”میاپی سی ڈھمپ سے ان کا کوئی تعلق ہے۔!

”بی.... سی.... ڈھمپ....؟“ جیمسن کی آنکھیں حلقوں سے ابل پڑیں۔
”یا تم اس نام کے کسی آدمی کو جانتے ہو۔!

”نہیں جتنا بے....! میں غور کر رہا تھا کہ ڈھمپ کس زبان کا لفظ ہو سکتا ہے۔!
”تم نے اپنی بے ہوشی کے دوران میں کئی بار یہ نام دہرایا تھا۔!

”ٹھہریے....! مجھے سوچنے دیجئے۔!“ جیمسن نے کہا اور متکرانہ انداز میں خاموش ہو گیا۔
تو ہزار دیر بعد بولا۔ ”ہو سکتا ہے اس بھوت کا حلیہ میرے لاشور سے کوئی ایسا بے تکا فقط کال لایا ہو۔... ایک ایسی ہستی جس کی شکل نظر میں آرہی ہو ڈھمپ ہی تو کھلائے گی۔!

”تو تم ڈھمپ کو نہیں جانتے۔!

”کسی ایسی ہستی کو میرا تصور بھی ہضم نہیں کر سکتا جس کا نام ڈھمپ ہو۔... میرا خیال ہے کہ اردو کے کلائیکی ادب میں بھی اس قسم کا کوئی نام میری نظر سے نہیں گزرا۔....!
”جیہیں کلائیکی سے دیچپی ہے۔?

”صرف اردو کی کلائیکی سے.... اگر وہ کسی لکھنؤی بزرگ کا کارنامہ ہو تو ملکہ و کثور یہ تک

اور کوئی نشان اشتہار میں موجود نہیں تھا....!
لیکن کیوپڑی کی تصویر اس کی عام تصویروں سے مختلف تھی۔ اس تصویر میں دو موئیے سانپ کو کمان کی شکل دی گئی تھی اور تیر دو دھارے خبر سے مشابہ تھا۔



جیمسن کی گردن سے ناف کے نیچے تک پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی بے بی پائی جاتی تھی۔

بستر پر چت لیا ہوا تھا اور ڈاڑھی چھت کی طرف پچھتر ڈگری کا زاویہ بنارہی تھی۔

پادری فرڑی بندہ اس پر جھکا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔

”تم کسی بات کی فکر نہ کرنا میرے بچے! جن لوگوں کے تم ملازم تھے انہوں نے ہوئی میں رہا۔ اس اختیار کر لی۔ اس لئے اب انہیں ملازم کی ضرورت نہیں رہی۔!
”مجھے اس کی پرواد نہیں جناب....!“ جیمسن کمزور سی آواز میں بولا۔

”لیکن تم بے سہارا تو نہیں ہو۔ تمہاری خبر گیری میں نے اپنے ذمہ لی ہے۔ یہاں کسی اور مریض بھی ایسے ہیں جن کی اوپیجی بھال میں کرتا ہوں۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے کہو!
”طلسم ہو شربا کی ساتوں جلدیں منگواد تجھے۔!

”یہ کیا چیز ہے....؟“

”اردو کلاسیکس کا ایک سلسلہ ہے۔ جس کے سات حصے ہیں۔ دو جلدیں میں پڑھ چکا ہوں۔
آپ فی الحال تیرسی جلد منگواد تجھے۔!

”مہیا کرنے کی کوشش کروں گا.... اور پچھے....!

”ساتوں جلدیں ختم کرنے کے بعد بتاؤں گا۔!

پادری تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا ہا پھر بولا۔ ”تمہیں یہ حادثہ کیوں نکر پیش آیا تھا۔!

”وہ کوئی بھوت تھا جتناب عالی۔....!

”بھوت....؟ کیا مطلب....!

”ازتا ہو امیرے کمرے کی کھڑکی سے اندر واٹل ہوا تھا۔ مجھ سے پوچھنے لگا تم کن لوگوں کے ساتھ ہوا! میں نے کہا کیا آپ میری بالک سے ملا چاہتے ہیں۔!“ وہ میری کمر سے رویا اور کی تال لگا کر مجھے

”چھپانے کی کوشش نہ کرو.... میرے بچے شاہد میں اس کی بھی مدد کر سکوں۔!“
 ”میرا باس مجھے اپنے معاملات سے باخبر نہیں رکھتا تھا۔!“ جیسن نے کہا اور پھر بہت آہستہ
 سے بولا۔ ”وہ ایک لاش کا معاملہ تھا۔!“
 ”لاش....؟“
 ”ہاں قادر.... وہ لڑکی پہلے میرے بارے کی سیکریٹری رہ چکی تھی۔ ایک دن ہم ایک نے مکان میں
 عقل ہوئے اور وہاں ہم نے اس لڑکی کی لاش چھت سے لکھی دیکھی اور پھر اپاٹک پولیس وہاں پہنچ گئی۔!
 ”بڑی بھیاںک بات ہے۔!“
 ”پتہ نہیں کون ہے جو ہمیں پریشان کر رہا ہے۔ پتہ نہیں ہم کو چھانی دلو اکار سے کیا ملے گا۔!
 ”کر سٹوپاؤلس کے بارے میں تمہارے بارے نے کیا بتایا تھا۔!
 ”اچھی طرح یاد نہیں۔!“ جیسن پادری کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”کر سٹوپاؤلس کون ہے
 قادر.... اور اس کا ہمارے معاملات سے کیا تعلق....!“
 ”ہو سکتا ہے وہی تمہارے مصائب کا ذمہ دار ہو۔!
 ”لکیا وہ کوئی نہ رکاوی ہے۔!
 ”بہت نہ امیرے بچے کیا تم لوگوں سے کبھی کوئی ایسا جرم سرزد ہوا تھا جس کا الزام تم پر نہ آسکا ہوا۔!
 ”نہیں قادر.... مجھے تو یاد نہیں۔!
 ”ہو سکتا ہے تمہارے بارے سے سرزد ہوا اور تم لا علم ہو۔!
 ”اس کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں قادر....!
 ”کر سٹوپاؤلس ایسے آدمیوں کو بلیک میل کر کے اپنے لئے کار آمد بناتا ہے لیکن اب تم فکر نہ
 کرو.... وہ یہاں سے اچاک فرار ہو گیا ہے اور جہاں بھی جائے گامارڈالا جائے گا۔!
 ”میں اس کے متعلق تفصیل سے کچھ نہیں جانتا۔!
 ”دنیا کے بہترے آدمی اس کی تلاش میں ہیں۔ وہ جلد ہی اپنے انجام کو پہنچے گا۔!
 ”مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں سوائے اس بحوث کے۔ آپ تو کچھ اس سلسلے میں کردیجتے قادر
 وہ میرے ذہن پر نہ ری طرح چھایا ہو اے۔!
 ”تمہاری یہ بات میری کچھ میں نہیں آسکی۔ پھر بھی میں اس پر غور کروں گا۔.... دعا کروں

سروتے سے ڈلیاں کرتی نظر آئیں گی۔!
 ”میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!
 ”میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس وقت کیا بک رہا ہوں۔ شائد اس نام وہمپ نے میرے
 ذہن پر پر اثر ڈالا ہے۔!
 ”کیا تم بالکل تھا ہو۔....!
 ”جی ہاں.... بالکل.... میرا اصل مالک جیل میں ہے۔!
 ”کیوں....؟“
 ”ہم دونوں کو بھی اس کی وجہ نہیں معلوم.... انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے.... لیکن میرے
 مالک کو نہیں چھوڑا۔!
 ”کیا تم سے کوئی جرم سرزد ہوا تھا۔!
 ”نہیں جتاب.... جنم سے ہم سرزد ہو گئے تھے۔!
 ”میں نہیں سمجھا....!
 ”ہو لی قادر.... میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ یقیناً کوئی بد روح تھی۔ میرے لئے
 کچھ سمجھتے۔ کوئی روحاںی عمل.... پلاسٹر چڑھادینے سے ہڈیاں تو جڑ جائیں گی.... لیکن میرے دل و
 دماغ پر اسی بحوث کا قبضہ رہے گا۔!
 ”اچھی بات ہے میرے بچے.... میں تدبیر کروں گا۔!
 ”بہت بہت شکریہ قادر....!
 پادری پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔
 ”کیا تم کسی کر سٹوپاؤلس کو جانتے ہو....!
 ”میرا خیال ہے کہ میں نے یہ نام اپنے مالک کی زبان سے سنایا ہے۔!
 ”تمہارے مالک کا کیا نام ہے۔!
 ”ظفر الملک....!
 ”کیا کوئی ٹلکیں الزام تھا۔!
 ”میرا بس ہی جانے....! اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا اس ہم اپاٹک دھر لئے گئے تھے۔!

”بہتری باتیں نہیں ہونی چاہئے تھیں۔ لیکن بہر حال ہوئیں۔ ہمیں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے!“
”وہ مردودا بھی تک نہیں پلنا....!“ چہان نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔
”اُس پر اسرار نقاب پوش کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے کھڑکی سے باہر چلا گئ لگائی تھی اور پھر اس کا سراغ نہیں مل سکا تھا!“

”صدر کا خیال ہے کہ دلبتر اس کے بیان کے مطابق وہی شخص اے وہ سکتا ہے!“
”جیسن کا کہنا ہے کہ وہ اڑتا ہوا اس کی کھڑکی سے کمرے میں داخل ہوا تھا!“
”جیسن....! شاید کسی قسم کا پیک لانے والا شرہ استعمال کرتا ہے!“
”اس کلورو فل کا کیا جکڑ تھا!“

”میں اس قسم کے شعبدوں کے پھیر میں نہیں پڑتا.... میں نے صدر سے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔

وہ اس آدمی کے دوبارہ برآمد ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھانک پر آکھڑا ہوا۔ چند لمحے اور ہر اور دیکھتا ہوا اور پھر ایک مست پیدل چل پڑا۔
”لا حول ولا قوة....!“ نعمانی برا سامنہ بنا کر بولا۔
”تم ہی جاؤ....!“ چہان بربادیا۔

”میرا خیال ہے کہ اب اس کا تعاقب کرنے سے کچھ حاصل نہ ہو گا!“
”جیسا دل چاہے!“ چہان نے لاپرواہی سے شانوں کو جبش دی۔
نعمانی کا خیال تھا کہ کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسرا جگہ پہنچانے کے لئے معقول معاوضہ پر کوئی بھی تیار ہو سکتا ہے۔ کوئی غیر متعلق شخص.... جو بعد میں کسی کی بھی نشاندھی نہ کر سکے!
وہ اس شخص کا تعاقب کرتا اور جھنجھلانا تھا۔ اس وقت نہ جانے کیوں اس کی قوت فیصلہ جواب دے گئی تھی۔ تعاقب جاری رکھے یا اسے نظر انداز کر دے۔

و فتنہ عقب سے ایک گاڑی اُکر اس کے قریب رکی اور چہان کی آواز سنائی دی۔
”اُسے چھوڑو.... اور ہر آجائو....!“

نعمانی نے اگلی سیٹ کا دروازہ ٹھوکا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔ گاڑی دوبارہ حرکت میں آگئی۔

گا تمہارے لئے!“
”شکریہ قادر...!“ جیسن نے کہا اور کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

ڈپی ڈائریکٹر سعید کی کوٹھی کی گرانی شروع ہو چکی تھی۔ نعمانی اور چہان مختلف جگہوں سے آنے والوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

ٹھیک چھ بجے کوٹھی کے پھانک پر ایک رکشار کا اور اس پر سے ایک آدمی اتر کر میسر دیکھنے لگا۔ اس کے بعد اس نے کرایہ ادا کیا تھا اور اس پر سے ایک برا سا پیکٹ اتار کر کوٹھی کی کپاٹ میں داخل ہو گیا تھا۔ پیکٹ کی بناؤث بتاتی تھی کہ اس میں فریم کی ہوئی کوئی تصویر ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے اندر داخل ہو جانے کے بعد نعمانی اور چہان اپنی جگہوں سے ہٹ کر ایک دوسرے سے آئے۔

”کیا خیال ہے!“ نعمانی بولا۔

”پیکٹ میں کوئی فریم ہی معلوم ہوتا تھا!“

”لیکن وہ ہمارے ہاتھ کیوں نکر لے!“

”ناممکن ہے!“

”تو پھر...?“

”اس آدمی کا تعاقب کریں گے!“

”وہ کوئی اہم آدمی نہ ہو گا!“

”پھر بھی!“

”در اصل مجھ سے غلطی ہوئی!“ نعمانی بربادیا۔ ”مجھے کونزی بار ہی میں رک کر اس آدمی ویفریڈ کی گرانی کرنی چاہئے تھی!“

وہ اس آدمی کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔

”جو لیا اور صدقیقی زن و شہر کی حیثیت سے نہ رکا میں مقیم ہیں!“ چہان تھوڑی دیر بعد بولا۔

”تھوڑا کاموڑ خراب ہو گیا تھا۔ آخر جولیا نے اس پارٹ کے لئے صدقیقی ہی کا انتخاب کیوں کیا؟“

”جیسن کو سائیکلو مینشن میں نہیں رکھنا چاہئے تھا!“

کی بناء پر سامنے مسہری پر سونے والا جاگ پڑا تھا۔
سیاہ پوش نے ریو اور اس کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”اپنی جگہ سے جنتش بھی نہ کرنا!“
بحمدی ناک اور گھنی موچھوں والا مسہری پر پڑا بے بی سے پلکیں جھپکا تارہ۔
”اب اٹھ بیٹھو...!“ سیاہ پوش نے ریو اور والے ہاتھ کو جنتش دے کر کہا۔
”تم کون ہو میرے بھائی!“ اُس نے اٹھتے ہوئے بھراں سی آواز میں پوچھا۔
”تمہاری موت...!“ جواب ملا۔

”مگر مجھے تو ایک نجومی نے بتایا تھا کہ کسی بوڑھی عورت کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے!“
”بکواس بند کرو...!“ بحمدی ناک والا قہقہہ لگا کر بولا۔ ”پُرانی عبدالنان بچوں کی سی
حرکتیں نہ کرو...! اس سے کیا فائدہ! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مجھ پر قابو نہ پاسکو گے۔ اگر تم
مجھ کچھ نہیں دے سکتے تو روشنی کے مطالبات پورے کرو!“
”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے!“ نقاب پوش بولا۔

”تو پھر تم کون ہو...؟“
”وہی جس سے تم ملنا چاہتے تھے!“
”آہا... تو پھر تم ان مناروں والیوں کے باس ہو سکتے ہو!“
”اس بار تم سے اندازے کی غلطی نہیں ہوئی!“
”تو معاملے کی بات کرو...! ریو اور جیب میں رکھ لو...!“
”میں تمہیں فاکر دوں گا...!“ تم جیسے خفیر کیڑوں سے معاملے کی بات ہونگہ...!“
”تو پھر اپنے آدمیوں سے ہاتھ دھور کھو...!“

”کون سے آدمی...؟“
”وہ دونوں عورتیں...!“ کسن برادر ان اور ولبر سناسک...!“
”شاطر کو مہرے پئی کا غم نہیں ہوتا۔ میں نے تو تم سے بھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ سب زندہ
ہیں یا مر گئے!“

”پھر تم کیا بیہاں جھک مارنے آئے ہو!“
”نہیں...!“ تم سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کس کے لئے کام کر رہے ہو!“

”ابھی میں نے ٹرانس میٹر پر صدر سے گفتگو کی تھی!“ چوہاں بولا۔ ”وہ کہہ رہا تھا کہ اس
آدمی کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ویفر یہ پر نظر رکھی جائے!“
”مجھے پہلے ہی اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا!“
”اب دوسرا کام درپیش ہے...!“ چوہاں بولا۔
”وہ کیا...؟“
”پی... کی... ذہمپ والے بیٹکے میں ملازموں کی حیثیت سے قیام...!“ ہمیں فوری طور پر
دہاں پہنچنا ہے!“
”اوہ... تو کیا وہ حضرت وہیں مقیم ہیں!“
”پتہ نہیں...!“ بہر حال بعض اوقات وہ سبی نام اختیار کر کے کام کرتا ہے!“
”چلو وہیں جھک ماریں!“
”اس سے پہلے ہمیں میک اپ بھی کرنا پڑے گا۔ ویفر یہ کی گرفتاری کی اور سے کرائی جائے گی!“

◆

رات تاریک تھی.... وہ گاڑی سے اتر اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیٹکے کی کپاؤنڈ وال کے پاس
پہنچا پھر ایک ہی جست اسے کپاؤنڈ وال کی دوسری طرف لے گئی۔
پاکیں باغ میں اندر ہیرے اور سنائی کی حکمرانی تھی۔ وہ عمارت کی طرف بڑھتا تھا۔
سر تا پا سیاہ پوش تھا۔ چہرے پر بھی غلاف سامنڈھ رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اسے دیکھ
لئے جانے کا خوف ہی نہ ہو!

برآمدے میں پہنچ کر اس نے صدر دروازے کا ہینڈل گھما کر دیکھا دروازہ مغل فل تھا۔
قلق کا سورخ ٹول کر اُس نے ایک بار یہک سا اوزار اُس میں ڈالا۔ ہاتھ کو ہلکی سی جنتش دی
اور قفل کھلنے کی آواز سن کر ہینڈل پھر گھمایا۔ اس بار دروازہ کھلتا پلا گیا تھا۔
وہ اندر داخل ہوا۔ ہر طرف اندر ہیرا تھا۔ صرف ایک دروازے کے شیشوں سے گہری نیلی
روشنی کا عکس راہداری میں پڑ رہا تھا۔

یہاں رک کر اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ لیکن ہینڈل گھماتے ہی نہ صرف
دروازہ کھلا بلکہ کمرے میں تیز قسم کی روشنی بھی پھیل گئی۔ غالباً روشنی کے اُس اچانک جھما کے ہی

”اپنے لئے لئے!“
”کیا مطلب...؟“

”کوئی بڑی رقم لے کر میں تمہاری راہ سے نہتھ جاؤں گا!“
اچانک دو آدمی عقب سے نقاب پوش پر ٹوٹ پڑے اور پھولی ہوئی تاک والے نے اچھل کر
اُس کے روی الور والے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔
روی الور اچھل کر دور جا پڑا۔ لیکن ساتھ ہی وہ دونوں آدمی بھی اچھل اچھل کر دونوں اطراف
کی دیواروں سے جا نکلائے۔

بھدی تاک والا اس کے اچانک اچھلنے کی بناء پر لڑکھڑا کر پیچھے ہٹاہی تھا کہ نقاب پوش نے

دوسری چھلانگ لگائی اور بیدروم کے دروازے سے گذر گیا۔

دوسرے آدمی نے پھر فائز جھوک مارا۔

”کیا حماقت کر رہے ہو!“ بھدی تاک والا جھلا کر بولا۔ ”پوری بستی کو جھاؤ گے!“

پھر اُس نے دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تھا کہ پوری عمارت ایک زور دار دھماکے
سے لرزائھی۔

وہ منہ کے میں فرش پر گئے تھے۔ دھوئیں کا ایک زبردست ریلا دروازے سے داخل ہوا۔

”اٹھو جھاگو.... وہ کھڑکی... وہ کھڑکی کھولو!“

بھدی تاک والا چینا۔ اور جیسے ہی ان میں سے ایک آدمی کھڑکی کے قریب پہنچا بھدی
تاک والے نے جھپٹ کر روشنی بخجادی۔

”یہ کیا کر رہے ہو!....!“ دونوں نے بیک وقت کہا۔

”جلدی کرو.... کھڑکی کھولو!....!“

”وہ تیوں ہی اب نہی طرح کھانس رہے تھے کسی نہ کسی طرح کھڑکی کھلی اور انہوں نے باہر
چھلانگیں لگائی شروع کیں۔ ساتھ ہی ایسی آواز بھی آئی جیسے نای گن سے فائرنگ ہوئی ہو۔

”خربدار اخنا نہیں!“ بھدی تاک والا آہتھ سے بولا۔ ”ریٹنے ہوئے عمارت کی پشت پر نکل چلو!“
کپاؤٹ کے باہر سڑک پر سے لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”نکل چلو.... چلو.... ورنہ دخواری میں پریس گے!“ بھدی تاک والا بولا۔ ”اب چہار

دیواری پر چڑھ کر دوسری طرف کو دجاو!“

لیکن اس نے بھدی تاک والے کی گردن نہ چھوڑی۔ البتہ اپنی دونوں ٹانگیں اس آدمی کی
گرفت سے چھڑا کر ناٹگوں ہی سے اس کی مرمت کرنے لگا۔

اس کی کریں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ دفتار دسرے آدمی نے اس پر فائز جھوک مارا۔

”میا کرتے ہو!....!“ بھدی تاک والا غریا۔ اتنے میں اس نے جوزور لگایا تو نقاب پوش کی
گرفت اس کی گردن پر ڈھیلی پر گئی لیکن جب وہ اسے دھکا دے کر اچھلا تو یہ پتہ چلا کہ گرفت خود
اس نے دیدہ دانتہ ڈھیلی کی تھی۔

بھدی تاک والا اس کے اچانک اچھلنے کی بناء پر لڑکھڑا کر پیچھے ہٹاہی تھا کہ نقاب پوش نے
دوسری چھلانگ لگائی اور بیدروم کے دروازے سے گذر گیا۔

دوسرے آدمی نے پھر فائز جھوک مارا۔

”کیا حماقت کر رہے ہو!“ بھدی تاک والا جھلا کر بولا۔ ”پوری بستی کو جھاؤ گے!“

پھر اُس نے دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا تھا کہ پوری عمارت ایک زور دار دھماکے
سے لرزائھی۔

وہ منہ کے میں فرش پر گئے تھے۔ دھوئیں کا ایک زبردست ریلا دروازے سے داخل ہوا۔

”اٹھو جھاگو.... وہ کھڑکی... وہ کھڑکی کھولو!“

بھدی تاک والا چینا۔ اور جیسے ہی ان میں سے ایک آدمی کھڑکی کے قریب پہنچا بھدی
تاک والے نے جھپٹ کر روشنی بخجادی۔

”یہ کیا کر رہے ہو!....!“ دونوں نے بیک وقت کہا۔

”جلدی کرو.... کھڑکی کھولو!....!“

”وہ تیوں ہی اب نہی طرح کھانس رہے تھے کسی نہ کسی طرح کھڑکی کھلی اور انہوں نے باہر
چھلانگیں لگائی شروع کیں۔ ساتھ ہی ایسی آواز بھی آئی جیسے نای گن سے فائرنگ ہوئی ہو۔

”خربدار اخنا نہیں!“ بھدی تاک والا آہتھ سے بولا۔ ”ریٹنے ہوئے عمارت کی پشت پر نکل چلو!“
کپاؤٹ کے باہر سڑک پر سے لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

”نکل چلو.... چلو.... ورنہ دخواری میں پریس گے!“ بھدی تاک والا بولا۔ ”اب چہار

دیواری پر چڑھ کر دوسری طرف کو دجاو!“

تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت سے کافی فاصلے پر تھے۔“
بھدی ناک والا کہہ رہا تھا۔ ”اس لئے بھائی تھی لائٹ... اُس نے دھو میں کام بھیجا
تھا... اگر ہمارے فرار ہوتے وقت کھڑکی میں روشنی ہوتی تو ہم ناٹی گن کی بوچھاڑ کی نظر ہو جے
ہوتے۔ کیا خیال ہے میرے دوستو!“
وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔

پچھے دیر بعد بھدی ناک والا پھر بولا۔ ”تم نے فائر کر کے کھیل بگاڑ دیا۔ دونوں چلتے چلتے رک
گئے اور ان میں سے ایک بولا۔ ”میں صرف یہ دیکھا چہتا تھا کہ یہ وہی ”سیزر ہو“ والا ہے۔“
”اور تم نے دیکھا کہ وہ تمہارے امتحان پر پورا تراہے۔“

”یہ کیا بلے آخ...؟“

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔“ بھدی ناک والا بولا۔



رینا پچھلی رات سے پرنس کی منتظر تھی۔ وہ وعدہ کر کے گیا تھا کہ دس گیارہ بجے تک واپس
آجائے گا لیکن اب اس وقت دوسرا صبح کے آٹھ بجے تھے اور وہ نہیں پہنا تھا۔
ناشتر کی میز پر بھی وہ تھا تھی۔ خادم نے بتایا کہ فادر فرڈی بند کو پچھلی رات سے بخار ہو گیا
ہے اور وہ آرام کر رہے ہیں۔ ناشتر پر اس کا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔!

نو بجے پرنس عبدال کی محلہ دکھائی دی۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

”تم کہاں تھے...؟“ رینا نے پوچھا۔

”بس کیا بتاؤں پتے نہیں کس طرح کھیل بگر گیا۔“

”آخر ہوا کیا...؟“

”ڈھمپ کے بنگلے میں پولیس کی زبردست بھیڑ نظر آتی ہے۔“

”اوہ تو کیا وہ پکڑا گیا...؟“

”یہی تو افسوس ہے... نکل گیا۔“

”بات کیا تھی... کیا تم پولیس کے پاس دوڑے گئے تھے۔“

”ہرگز نہیں!“

”تو پھر یہ کیسے ہوا...؟“

”میں نے سنا ہے کہ پچھلی رات اس کے بنگلے میں زبردست دھماکہ ہوا تھا... اور کچھ
پوسیں نے ناٹی گن کی فائرنگ بھی سنی تھی!“

”اوہو... تو پھر...!“

”اب پولیس کوپی سی ڈھمپ کی تلاش ہے۔!“

”یہ تو بہت برا ہوا...!“

”کیوں...؟“

”اب وہ ہمارے ہاتھ نہ آسکے گا!“

”ہاں... یہ تو ہے... پولیس کے ڈر سے روپوش ہو جائے گا۔ واقعی بہت برا ہوا!“

”اب کیا ہو گا...!“

”بہترین موقع ہے تم بھی اپنی رپورٹ اُس کے غلاف لکھوادو...!“

”نہیں... فادر فرڈی بند کی رائے نہیں ہے۔!“

”شانکوہ بھی وہی سوچتے ہیں جو میرا خیال تھا...!“

”کیا مطلب...؟“

”تمہارے بھائی درپرداز کی غیر قانونی حرکت کے مرٹکب بھی ہوتے رہے تھے۔!“

”نہیں... یہ ناممکن ہے... تم یہ مت کہا کرو۔!“

”چلو تمہارے خیال سے اب نہ کہوں گا!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔!“

”فادر کہاں ہیں!“

”ان کی طبیعت خراب ہے۔ ابھی یئر روم سے نہیں نکلے۔!“

”بہر حال اب اس کا ہاتھ آٹا مشکل ہے۔ اغائبِ اخال وہ شہری سے غائب ہو جائے۔“

رینا کے چہرے پر اوسی چھاگئی۔ اُسے یقین تھا اس کے بھائیوں کا سراغ مل جائے گا۔

لیکن اس نئی خبر نے رہی۔ سہی امید کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اب تو اپنے چیف سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکتی تھی کیونکہ چیف ہی کی ہدایت پر اُس نے اپنا

ٹرانس میز کر سوپاؤ لس کے حوالے کر دیا تھا اور ضروری امور پر کر سوپاؤ لس ہی سے گنگو
کرنے کی پدایت بھی چیف ہی کی طرف سے ملی تھی۔
پھر ایک دن جب کر سوپاؤ لس سے ملنے اس کی رہائش گاہ پر گئی قوانین سے معلوم ہوا کہ وہ
کچھ دنوں کے لئے باہر گیا ہے۔

وہیں پادری فڑھی نند سے بھی ملاقات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ وہ کر سوپاؤ لس سے ملنے آیا تھا۔
پھر پادری ہی نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ ذکسن فیصلی سے تعلق رکھتی ہے اس پر رینا کو
حیرت ہوئی تھی۔ لیکن پادری نے بتایا کہ وہ جرمی ذکسن اور جرمی ذکسن سے واقع ہے اور رینا ان
سے بڑی مشاہیر رکھتی ہے پھر پادری کی نرم زبانی نے اس کو اس پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ اسے بھی
اپنے بھائیوں کی گمشدگی سے آگاہ کرو۔ پادری نے تشویش کا اظہار کیا تھا اور اسے یقین دلایا تھا
کہ وہ ہر معاملے میں اس پر تکیر کر سکتی ہے۔ جرمی اور جرمی بہت اچھے لڑکے ہیں وہ ان کے لئے
سب کچھ کر سکے گا۔ پرنس بھی اس کے لئے ایک طرح کی دھارس ہی تھا۔ اس کی ذات سے کم تر
کم تہائی کا احساس تورفع ہی ہو گیا تھا۔ اس نے پر امید نظریوں سے پرنس کی طرف دیکھا جو
سر جھکائے بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔

”تم کیا سوچ رہے ہو....؟“ اس نے اسے مخاطب کیا۔
پرنس چوک کر اس کی طرف دیکھنے لگا اتنے میں قدموں کی آہٹ ہوئی رینا مڑی۔ پادری
کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ دنوں تنظیماً اٹھ گئے۔
”یہیو بیٹھو.... میرے پھجو....!“ وہ شاہت بھری آواز میں بولا۔

”کیسی طبیعت ہے فادر....! ابھی خادم نے بتایا تھا!“
”اب اس وقت تو نپر پچھر.... نہیں ہے۔!“ وہ بیٹھتا ہوا بولا اور پھر خاموش ہو کر ہاپنے لگا۔
وہ دنوں پر تشویش نظریوں سے اسے دیکھتے رہے۔ کچھ دیر بعد بولا۔
”شام ہی سے میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ اس لئے اس بیک میلر کے سلسلے میں کچھ نہ کر سکا!“
”آپ کرتے بھی کیا.... فادر....!“ پرنس نے پوچھا۔
”یہاں کے کمی بڑے آفسروں سے میرے مراسم میں۔ میں اپنے طور پر ان سے مدد لیتے
کسی کو کانون کان خبر نہ ہوتی۔!“

”لیکن اب تو وہ کسی کے بھی ہاتھ نہ لگ سکے گا۔“

”کیا مطلب....؟“ پادری چونک کر بولا۔

پرنس نے وہی واقعہ دھرایا جو کچھ دیر پہلے رینا کو بتایا تھا۔

”یہ تو واقعی براہو!!“ پادری بولا۔ ”بہت برا.... پتہ نہیں دنوں پچھے کس حال میں ہوں۔!“

اس کی آواز گلوگیر ہو گئی اور رینا کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

کمرے کی فضا پر بو جھل سا سکوت طاری ہو گیا تھا۔ رینا کے چہرے پر ہوا یاں اڑنے لگی تھیں
کیونکہ پادری کی آواز میں اس نے مایوسی کی جھلک محسوس کی تھی۔ اس سلسلے میں وہ حقیقت اُسے ہی
آخری سہارا تصور کرتی تھی۔ پرنس کو تو اپنے معاملات کی فکر زیادہ تھی اور وہ پادری کے مقابلے
میں مخلص بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ پادری تو اس کا ہم وطن اور ہم قوم تھا۔

”تو پھر اب کیا ہو گا.... فادر....؟“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے میری بچی۔!“

”ہاں ہاں.... اور کیا میں ایڑی چوٹی کا زور لگادوں گا۔!“ پرنس بھی بولا۔

”رینا بہت پریشان ہے....!“ پادری نے کہا۔ ”تم اسے اپنے ساتھ کہیں باہر لے جاؤ۔
میں تہائی میں کوئی تدبیر سوچوں گا۔!“

”لیکن آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے فادر....! میں آپ کی دیکھیں بھال کروں گی۔!“

”میری دیکھ بھال کے لئے وہی کافی ہے۔!“ پادری چھٹ کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ”میں
اپنے لئے صرف اسی کی مدد کا منہ دیکھتا ہوں۔!“

”جلو اٹھو....!“ پرنس نے رینا کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”فادر کا خیال درست ہے تمہیں تازہ
ہوا کی ضرورت ہے اور پھر یہ سارے مصائب آدمی ہی کے لئے ہیں۔!“

پادری کی پر لقدس مسکراہٹ پرنس کے خیال کی تائید کر رہی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر چلا گیا تھا۔

پرنس کے اصرار پر رینا بھی اٹھی تھی اور اس کے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگی تھی۔

باہر اسے ایک بیسی شاندار گاڑی کھڑی نظر آئی۔

”اوہ.... یہ تمہاری گاڑی ہے۔!“ رینا نے خوش ہو کر پوچھا۔

”ہاں....!“ پرنس کے لمحے میں لا پرواہی تھی۔

توہڑی دیر بعد وہ ساحلی تفریق گاہ کی حدود میں داخل ہونے۔ نیلے رنگ کی کاراب بھی عقب نما آئینے میں نظر آرہی تھی۔

لیکن اپنی گاڑی پار ک کر دینے کے بعد ان کی حیرت کی اختانہ رہی جب انہوں نے اس نیلی کار سے قادر فرڑی بنڈ کو اترتے دیکھا۔ وہ انہیں کی طرف آرہا تھا۔

”تمہیں حیرت ہو گی میرے پچھو....!“ وہ قریب آ کر بولا۔

دونوں پکھنے بولے ... پاروی نے کہا۔ ”وراصل ایک نیا خیال میرے ذہن میں ابھر اتھا اور میں تم لوگوں کے پیچھے چل پڑا تھا۔ پرانس عبدال تم سے ایک اہم معاملے پر گفتگو کرنی ہے۔!“

”ضرور قادر...! میں ہر طرح حاضر ہوں میرے لائق جو بھی خدمت ہو۔!“

”آسمانی باپ تم پر برکتیں نازل کرے۔!“

”آمین....!“ پرانس نے مذہب اپنے کہا۔

وہ تمیوں کی سایہ بیوں میں جائیٹھے۔! پرانس نے ویٹر کو بلاؤ کر مشرد بات کا آرڈر دیا اور پاروی کی طرف استفہا سے نظروں سے دیکھا تھا۔

پاروی توہڑی دیر بعد ٹھنڈی سائنس لیکر بولا۔ ”رینا مجھے تمہارے حالات سے آگاہ کر چکی ہے۔!“ پرانس نے رینا کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔

”پچھلی رات تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔!“ پاروی نے اچانک سوال کیا۔

”بے حد ضروری کام تھا قادر.... مجھے اپنے میکنر س سے معلوم کرنا تھا کہ روٹی نے میری عدم موجودگی میں کوئی بھاری رقم تو نہیں نکلوائی۔ اس چھان بین کے دوران میں خاصی رات گزر لی تھی اس لئے میں نے تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا تھا۔!“

”کیا یہاں بینک رات کو بھی کاروبار کرتے ہیں۔!“

”نہیں....! لیکن اپنے خصوصی تعلقات کی بیانو پر میں جس وقت چاہوں اس قسم کے کام بھی نجام دے سکتا ہوں۔ میں نے رات بھی ایک بینک کے جزل مخبر کے یہاں برس رکھی تھی۔!“

”یہ بر سنبھل گفتگو تھی....!“ پاروی مسکرا کر بولا۔ ”ورنہ مجھے ان باقوں سے کیا سر کار۔!“

”آپ جو کچھ بھی فرمائیں.... سر آنکھوں پر....!“ پرانس خوش اخلاقی کے مظاہرے کے لئے پر مسکرایا۔

”مجھے علم ہے کہ یہاں کے بہت زیادہ دولت مندوں میں تمہارا شمار ہوتا ہے۔ مجھے تمہاری دستی پر فخر ہے۔!“

”اور مجھے اس پر فخر ہے کہ تم بہت خوش مزاج لڑکی ہو۔!“

رینا صرف مسکرائی تھی۔ کچھ بولی نہیں تھی۔ لبی سی بے آواز گاڑی چکنی سڑک پر تیرتی چلی گئی۔

”ہم کہاں چل رہے ہیں۔!“ رینا نے پوچھا۔

”کسی اچھی سی تفریق گاہ میں وقت گزاریں گے۔!“

”تم جو مجھ بہت اچھے ہو۔!“ رینا نہ کر بولی۔ ”اچھا یہ بتاؤ روٹی سے چھکا را پالینے کے بعد تم کیا کرو گے۔!“

”خود کو بالکل ہی احمد محسوس کروں گا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”وکسی عورت کو پالینے کی تمنا حمact ہے اور پاکر چھوڑ دینا اُس سے بھی بڑی حمact ہے۔!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”پالینے کے بعد کان اس کی تائیں تائیں کے عادی ہو جاتے ہیں اور چھوڑ دینے پر کافوں میں نٹائیں بیٹھا جائے اور آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔!“

”عورتیں باقونی ہوتی ہیں تم یہی کہنا چاہتے ہو نا۔!“ رینا نے خونگوار لبجھ میں کہا۔

”اتنے میں پرانس چوک کر بولا۔“ عقب نما آئینے میں دیکھو...!“

”کیا دیکھوں۔!“

”وہ نیلے رنگ کی گاڑی.... شروع ہی سے ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے۔!“

”میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔!“

”میں نے شروع ہی سے اس کا خیال رکھا تھا۔ ڈھمپ خطرناک آدمی ہے۔!“

”اوہ تو کیا وہ اس کی حراثت کر سکے گا جب کہ پولیس بھی اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔!“

”وہ ایک بے ہمگ آدمی ہے۔!“

”کیا تم اس سے خائف ہو۔!“

”ہر گز نہیں....! لیکن ہمیں ہر حال محتاط رہنا چاہئے۔!“

نہ ہو گا۔ کیا میں نے دیکھا نہیں تھا اس رات کو!“
”رینا پلیز! وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور حم طلب نظروں سے رینا کی طرف دیکھنے لگا۔
ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہنا چاہتا ہو خدا کے لئے پادری کو یہ نہ بتانا کہ روشنی اس رات مجھے
مارنے کے لئے دوڑا رہی تھی۔!

رینا کے ہونتوں پر بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بھی میں منع کر رہا ہوں کہ اس قسم کی گفتگو نہ کرو!“ پادری نے کسی قدر درشت لمحے میں کہا۔
”میں معافی چاہتا ہوں فادر....!“

”غیر ختم کرو.... لیکن اب روشنی ہی واحد ذریعہ ہے اس تک پہنچنے کا!“

”تو پھر میں کیا کروں فادر....!“

”تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا.... کیا وہ شام کو ہو اخوری کے لئے نکتی ہے!“

”ہاں فادر... پاندی سے ٹپ ٹاپ کلب جاتی ہے۔ اور آج کل رات کو کھانا ویں کھڑا ہی ہے!“

”اچھی بات ہے تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا!“

”ہاں میں یہی چاہتا ہوں فادر....!“

”رینا تو اسے پہچانتی ہی ہے۔ میں اور رینا یہ کام کر لیں گے!“

”اب میں مطمئن ہوں فادر....!“ پرن نے طویل سانس لی۔



روشنی کی گاڑی ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی کپاؤند میں داخل ہوئی۔ باور دی ڈرائیور نے نیچے اتر کر
پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور وہ بڑی شان سے نیچے اتری۔
برآمدے میں کھڑا ہوا بل کیپشن اس کی پذیری کے لئے آگے بڑھا تھا پھر اس نے اس کی
رہنمائی کوک رومنٹک کی۔

یہاں اس کا کوٹ مناسب جگہ پر لٹکایا گیا۔ اور پھر وہ ڈائیننگ ہال میں داخل ہوئی۔

ایک دیر آسے اس کی مخصوص میز تک لے گیا۔

وہ شہزادیوں کی شان سے کر سی پر بیٹھ کر آہستہ آہستہ دیر کو کچھ ہدایات دینے لگی۔ دیر بھی
اوپ سے جھکا ہوا اپنی نوٹ بک پر اس کی ہدایات تحریر کر رہا تھا۔

”تمہارا خیال ہے کہ تمہاری بیوی بھی حقیقتاً اسی بلیک میڈر کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔!“
”حالات نے مجھے ایسا سمجھنے پر مجبور کر دیا ہے فادر....!“ پرن نے مغموم لمحے میں کہا۔
”غیر خیر.... شیطان کے شر سے کوئی بھی محفوظ نہیں! میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے گروہ
میں کسی امتیازی حیثیت کی حامل ہو گی۔!“

”یہ بھی ممکن ہے فادر....!“

”تب پھر وہ اس کی مختلف کمین گاہوں سے ضرور واقف ہو گی۔!“

پرن اچھل پڑا اور تھوڑی دیر تک جیرت سے پادری کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔
”عین ممکن ہے فادر.... اوہو.... مجھے تو اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا!“

”اگر کسی طرح اس سے اسکے مختلف ٹھکانوں کے پے معلوم کئے جائیں تو تلاش میں آسانی ہو گی۔!“

”بہت معقول تجویز ہے فادر....!“

”تو پھر تم اس سے کس طرح معلوم کرو گے۔!“

”واقعی یہ مشکل کام ہے۔!“

”کیوں مشکل کیوں ہے۔!“ رینا بولی۔

”میں نے آج تک اس پر ظاہر نہیں کیا کہ اس کی طرف سے مشکوک ہوں۔!“

”اگر اس پر ظاہر ہو گیا تو.... کیا ہو گا۔!“

”م..... میں گک.... کچھ.... نہیں کہہ سکتا۔!“

”تم حقیقتاً بزدل اور ڈرپوک ہو....!“ دفعتار یا آنکھیں نکال کر بولی۔

”نہیں.... نہیں.... ایسی گفتگو نہیں۔!“ پادری ہاتھ اٹھا کر بولا۔

رینا نے چلا ہونٹ دانتوں میں دبایا اور غصیلی نظروں سے دوسرا طرف دیکھنے لگی۔

”تم میری.... بب.... بب.... بات بھی تو سمجھنے کی کوشش کرو....!“ میں آخر کس طرح اس کے
منہ پر ایسی باتیں کہہ سکتا ہوں۔!

”مجھے کہنے دو کہ تم اس کے غلام بن کر بہ گئے ہو۔!“ رینا پھر اپنے دوڑی۔ ”دوسروں کے

سامنے اس کے لئے غصہ اور نفرت کا اظہار کرتے رہو گے۔ لیکن اس کے آگے بیکی بی بن جاؤ

گے۔ حقیقتاً تمہیں اس سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ اگر تمہاری کھال بھی اتنا دے گی تو تمہیں شکوہ

”اچھا تو سنئے.... اگر اس نے میری شکائیں آپ تک پہنچا میں تو....!“
وہ جملہ پورا کئے بغیر یک بیک خاموش ہو گئی۔!

”کہو.... کہو....!“
”نبیں.... میں کچھ نہیں کہنا چاہتی!“
”ابھی تو تم نے....!“

”جو کچھ بھی کہوں گی اس کی موجودگی میں کہوں گی!“
”اوہ... تو یہ کون سی بڑی بات ہے... یہ تو ابھی ہو سکتا ہے وہ میری قیام گاہ پر موجود ہے۔!“

”لیکن آخر سمجھوتہ کس بات کا....! میں اب اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی!“
”وہ تو ایسا نہیں چاہتا!“

”پھر میری بات کیوں نہیں مانتا.... مجھ پر اعتماد کیوں نہیں کرتا۔ کوئی عورت کسی ایسے مرد کو برداشت نہیں کر سکتی جو اس پر اعتماد نہ کرتا ہو!“

”لیکن اس کی باتوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کی لگام تمہارے ہی ہاتھ میں ہے۔!
رینا بول پڑی۔

”صبر ضرر میری پچی.... تم فی الحال خاموش رہو!“ پادری نے نرم لپجھ میں کہا۔
”اگر یہ بات ہے تو میں ابھی چلوں گی.... اسی وقت!“ روشنی غصیلے انداز میں اٹھتی ہوئی بولی۔
وہ بھی اٹھ گئے.... روشنی نے ہیڈ ویٹر کو بلا کر اپنا آرڈر کچھ دیر کے لئے ملتوی کر دیا۔
باہر نکل کر روشنی نے انہیں اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی دعوت دی جو منظور کر لی گئی۔ پادری نے بتایا کہ وہ نیکی میں آئے تھے۔

وہ بہت کشادہ گاڑی تھی.... تینوں پچھلی سیٹ پر آرام سے بیٹھ گئے تھے۔
پادری نے ڈرائیور کو بدالیات دیں اور گاڑی حرکت میں آگئی۔
پندرہ منٹ بعد وہ شہر کے بہت زیادہ مالدار لوگوں کی بستی میں جا پہنچ۔ یہاں کی عمارتیں ایک دوسری سے فاصلے پر واقع تھیں۔

پائیں باغ سنان پڑا تھا۔ برآمدے کی روشنی محدود تھی۔ وہ یونچ اترے۔ پادری آگے چل رہا تھا۔ وہ انہیں ایک وسیع ڈرائیگ روڈ میں لاایا۔

ویٹر کے چلے جانے کے بعد اس نے اچھی سی نظر چاروں طرف ڈالی پھر دنیشی بیگ سے آئیں
نکل کر اپنے چہرے پر تنقیدی نظریں ڈالنے لگی۔

اتھے میں دو افراد اس کی میز کی طرف بڑھتے نظر آئے یہ رینا اور پادری فرڑی تھے۔
روشنی نے سراہا کر ان کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نظر رینا کے چہرے پر جم گئی۔

”اوہو.... خوش آمدید....!“ روشنی نے اٹھتے ہوئے تلخ لپجھ میں کہا۔
”کیا یہ محض اتفاق ہے۔!“

”ہم تمہیں تکلیف دے رہے ہیں.... میری پچی....!“ پادری بولا۔
”اوہ.... فادر....!“ روشنی اس طرح پوچکی جیسے پادری پر پہلی بار نظر پڑی ہو۔ پھر جلدی
سے بولی۔ ”بیٹھئے.... بیٹھئے.... اور میری میز بانی قبول فرمائیے۔!“

”نہیں شکریہ....!“ ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ لیکن میں کچھ دیر تمہارے ساتھ بیٹھنے کی دعوت
ضور قبول کروں گا۔!“

”میری خوش قسمتی ہے۔!“ روشنی مسکرا کر بولی۔ پھر گھور کر رینا کی طرف دیکھا۔
”تم بھی بیٹھ جاؤ....!“ پادری نے رینا سے کہا اور وہ نہ اسامنہ بنائے ہوئے بیٹھ گئی۔

”میں کیا خدمت کر سکتی ہوں.... فادر....!“ روشنی بولی۔
پادری نے انگلیوں سے کراس بنا کر اسے دعا میں دیں۔!

”کوئی مشروب ہی فادر....!“ روشنی نے کہا۔
”اچھا کافی پی لوں گا.... میری پچی۔!“

”تم کیا بیٹھ گی....!“ روشنی نے رینا سے پوچھا۔
”محض خواہش نہیں ہے۔!“

”تم میرے لئے عجیب سے جذبات کا اظہار کر رہی ہو۔... کیا یہ سمجھ لوں کہ تم اس حق کی
امیدوار ہو۔!“

”فضول باتیں نہ کرو۔!“ رینا جھنجھلا کر بولی۔ ”وہ فادر سے روایاد ہو یا تھا۔ فادر سمجھوتہ کرانا چاہتے ہیں۔!“
”سمجھوتہ....؟ کیا سمجھوتہ....؟ اس نے میری زندگی تلخ کر کر کھی ہے۔!“

”تمہیں کیا شکایت ہے.... میری پچی۔!“

”میں نے کہا تھا.... خاموش بیٹھو....!“
 رینا سہم کر ایک طرف جائیٹھی۔
 اس نے رد شی کی طرف دیکھا لیکن وہ ذرہ برابر بھی متاثر نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ اس کے دیکھنے کا انداز تو کچھ ایسا تھا جیسے سر کس کا کوئی مسخرہ اچانک تماش نہیں کے قریب آکھڑا ہوا ہو۔
 ”اب کرتب دکھاؤ اپنے....!“ دفعتارو شی ہنس کر بولی۔ ” قادر فرڑی بنڈ بہت زندہ دل آدی معلوم ہوتے ہیں۔!“

”اب بھی معلوم ہو جائے گا زندہ دل کا حال!“ سیاہ پوش غریا۔ ” مجھے پی سی ڈھمپ کا پتہ چاہئے۔!
 ” کیا یہ تمہارے سر کس کے کسی جانور کا نام ہے....؟“ روشنی نے مسحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

”رینا سے گھیث کر اسی کرسی سے باندھ دو۔ جس کے بازو سے تے لپٹے ہوئے ہیں۔!
 ” تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا!“ دفعتارو شی بھر گئی۔ اگر کسی نے مجھے ہاتھ لگایا تو اسے پچھتا پڑیگ۔
 ” کیا بکواس کر رہی ہو تم....!“ رینا اٹھ کر رد شی کی طرف چھپی لیکن قریب پہنچی ہی تھی کہ روشنی نے اس کی بائیں کپٹی پر چکی دے کر چپڑاں باری ہے تو وہ دھرام سے فرش پر جا رہی ساتھ ہی اس کی کراہ بھی کمرے میں گونجی تھی۔

ٹھیک، اسی وقت صدر دروازے کی طرف ”ارے ارے۔!“ کی ہائک سنائی دی۔
 نہیں ہی متوج ہو گئے۔ پی سی ڈھمپ ان کی طرف رخ کئے ہوئے بائیں ہاتھ سے دروازہ بولٹ کر رہا تھا.... اس کے دامنے ہاتھ میں ایک بڑا سا ڈنڈا کھائی دیا۔
 رینا بولکھلا کر اٹھ گئی۔

”تم روشنی سے میرا پتہ پوچھ رہے تھے۔!“ اس نے نقاب پوش کو مخاطب کیا۔ ”میں خود ہی حاضر ہو گیا۔ عورتوں کی آپس میں لڑائی بھڑائی مجھے قطعی پسند نہیں۔ انہیں تو سرف گنگا ترہنا چاہئے۔!
 ”اس وقت تم میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو گے۔!“ نقاب پوش غریا۔
 ”مجھے علم ہے کہ تم پر گولیاں اٹر نہیں کر سکتیں۔ اس لئے اس وقت ڈنڈا ساتھ لایا ہوں۔!
 ڈھمپ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ” عورتو اتم سامنے والی دیوار سے لگ کر کھڑی ہو جاؤ... ورنہ ہو سکتا ہے کہ میرے ڈنڈے کو پچھتا پڑے۔!
 ”

”تم دونوں بیٹھو.... میں عبدال کو دیکھتا ہوں.... میرا خیال ہے کہ وہ لا تبریری میں ہو گا۔“ پادری نے کہا اور دہاں سے چلا گیا۔
 روشنی رینا کی طرف مڑی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔ کچھ بولی نہیں.... رینا کے ہونٹ سختی سے بچنے ہوئے تھے۔
 کچھ دیر بعد روشنی نے پوچھا۔ ”کیا عبدال تمہیں پسند ہے۔!
 ”اس سوال کا مطلب....؟“ رینا غرائی۔
 ”وہ آج تک مجھ جیسی عورت کے قابو میں نہیں آسکا۔!
 ”میں فضول باتیں نہیں سنتا پا ہتی.... یہ قادر فرڑی بنڈ کا معاملہ ہے وہی جانیں.... عبدال کو اپک اپاچ کی حیثیت سے میرے پاس چھوڑ گئی تھیں۔!
 ”لیکن تم نے اسے تو ناکر دیا۔!
 ”روشنی نہیں پڑی۔
 ”میرا مسحکہ نہ اڑا.... سمجھیں۔!
 اتنے میں عمارت کے کسی حصے سے کسی کے چینچنے کی آوازیں آئیں۔
 ”یہ کیا ہے....؟“ وہ دونوں بیک وقت چوک کر بولیں۔

پھر رینا اس دروازے کی طرف چھپی جس سے گزر کر پادری اندر گیا تھا.... لیکن وہ دسری جانب سے بولٹ کیا ہوا۔
 ”تم کہاں جا رہی ہو۔!
 ”روشنی اسکا بازو پکڑتی ہوئی بولی۔ ”میں سازش کی بوسو گھر رہی ہوں۔!
 ”سازش.... کیسی سازش....!
 ”رینا پھر کر سیوں کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ لیکن اس کے لپٹے میں تم خیڑھا۔
 دفعتاؤ ہی دروازہ کھلا جئے رینا کھونے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ لیکن یہ پادری تو نہیں تھا۔ ان کے سامنے ایک سیاہ پوش کھڑا تھا۔ جس کے چہرے پر منڈھے ہوئے غلاف سے دو خون خوار آنکھیں انہیں گھورے جا رہی تھیں۔

”تت.... تم.... کون ہو....!
 ”تمہارا چیف.... تم خاموشی سے ایک طرف بیٹھو....!
 ”اوہ.... چیف.... اوہ.... قادر کہاں ہیں۔!

روشی رینا کا ہاتھ پکڑ کر دیوار کی طرف گھست لے گئی۔
رینا کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔ ایک سحر زدہ کی طرح
روشی کے ساتھ گھستی چل گئی۔

ادھر نقاب پوش نے ریو اور نکال کر ڈھمپ پر ایک فائر جھوک مارا۔
لیکن ڈھمپ صرف چار فٹ کے فاصلے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ رینا حیرت سے آنکھیں چلاڑنے
اُسے دیکھتی رہی۔

اسی پھر تی اُس کے لئے بالکل نئی چیز تھی۔ فائر ہوتے ہی وہ بجلی کی طرح تڑپا تھا۔۔۔ اور اب
بھی پہلے ہی کی طرح اپنی گھنی موچھوں کی اوٹ میں مسکرائے جا رہا تھا۔

پھر تو سیاہ پوش۔۔۔ ریو اور سے تابر توڑ فائر کرتا ہوا چلا گیا تھا اور ڈھمپ کے پاؤں زمین سے
لگتے نہیں معلوم ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اڑ رہا ہو!

ریو اور خالی ہو گیا۔۔۔ ڈھمپ کے پیر زمین سے لگے۔۔۔ سیاہ پوش نے جھلابت میں خالی
ریو اور اُس پر کھینچ دیا۔۔۔ لیکن وہ ڈھمپ کے ڈنڈے سے نکلا کر فرش پر گر پڑا۔

”اب تم میرے ڈنڈے کے کرتب دیکھو۔۔۔ اے ون۔۔۔!“ ڈھمپ نے کہا اور آگے گزدھ کر
ڈنڈا اُس کے باہمیں پہلو پر رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑایا اور پھر پاگلوں کی طرح ڈھمپ پر ٹوٹ پڑا۔۔۔
ڈھمپ نے پیٹر ابدل کر پھر ڈنڈا گھمایا۔۔۔ اس بار ڈنڈا اُس کے شانے پر بیٹھا تھا۔

”شاند میں وقت ضائع کر رہا ہوں!“ دفعۂ ڈھمپ ہاتھ روک کر بولا۔

”جب تک تمہارا یخ خول نہیں اترے گا تم چوٹ نہیں کھاؤ گے!“

اس نے ڈنڈا ایک طرف ڈال کر سیاہ پوش پر چھلانگ لگائی۔ وہ نوں گھٹ کر رہ گئے۔

رینا بڑی طرح ہاتپ رہی تھی۔ فائروں کا سائز وہ دیکھ ہی چکی تھی۔ اس نے سوچا اگر چیف کو
ٹکست ہو گئی تو کیا ہو گا۔۔۔ اس کے بھائی!

پھر ہر قسم کے خدشات اُس کے ڈنڈن سے ہو گئے اور وہ ڈنڈا اٹھانے کے لئے جبھی لیکن
اُسے من کے بل فرش پر گر جانا پڑا کیونکہ روشنی نے اپنی نائگ اُس کی نائگوں میں پھنسادی کی۔
رینا جیجی چیز کر اسے برا بھلا کرنے لگی۔

دفعۂ ڈھمپ گرج کر بولا۔ ”روشی لاکی کی حفاظت کرو۔۔۔ اگر اسے چوٹ آئی تو اچھانہ ہو گا۔!“

دفعۂ رینا چینٹے گئی۔۔۔ ”عبدل۔۔۔ عبدل۔۔۔ تم کہاں ہو۔۔۔؟“
لیکن عبدل کی آواز کہیں سے نہ آئی۔!
ادھر دونوں وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے پر پلے پڑ رہے تھے۔ ابھی تک کوئی کسی کو
نیچا نہیں دکھا سکا تھا۔
رینا پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور بے بی سے ان دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا
کہ وہ قوت میں روشنی سے زیادہ نہیں ہے۔ لہذا خاموش رہنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔
اس نے محسوس کیا کہ ڈھمپ اس کے چیف کے جسم پر منڈھے ہوئے لباس کو اتار چھیننے کی
کوشش میں لگا ہوا ہے۔!
پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ اُس نے اپنے چیف کو کراہتے ہوئے چاروں شانے چت گزتے
دیکھا اور پھر یہ بھی دیکھا کہ وہ دوبارہ اٹھ بیٹھنے کی کوششوں میں بے بی سے ہاتھ پیر مار رہا ہے۔
”یہی میں نہیں چاہتا تھا مسٹر اے ون۔۔۔!“ ڈھمپ نے ماہ سانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”اُس
داوے سے ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوتی ہے۔ اب تم خود سے نہیں اٹھ سکو گے۔!“
”عبدل۔۔۔ عبدل۔۔۔!“ رینا پھر چینی۔
”عبدل کو بھی بladیا جائے گا۔۔۔ پہلے اپنے چیف سے ملو۔۔۔!“ روشنی اُس کا شانہ تھپک کر بولی۔
ڈھمپ اس کا بیس اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ اور نقاب پوش کے حلق سے عجیب سی
بے ہنگم آوازیں نکل رہی تھیں۔
کچھ دیر بعد صرف چیزے کا غول باقی رہ گیا۔۔۔ وہ چت پڑا کر اے جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے اس میں ضبط کرنے کی قوت ہی نہ رہ گئی ہو۔!
ڈھمپ رینا کی طرف مڑ کر بولا۔ ”اب اپنے چیف کا چبرہ دیکھو۔۔۔!“ پھر اس نے چہرے کا
خول بھی اتار پھینکا۔
” قادر۔۔۔ فردی ہند۔۔۔!“ رینا کی زبان سے بے سانتہ نکلا۔
”ہاں۔۔۔ قادر نے بہت جلدی میں یہ خول اپنے جسم پر چڑھایا تھا ورنہ یہ ڈاڑھی اس وقت
برآمد نہ ہوتی۔!
پادری نے آنکھیں سختی سے بیچ لیں اور ڈھمپ جھک کر اس کی گردن میں کچھ مٹونے لگا۔ دفعۂ

جھڑائی کی آواز آئی اور ڈاڑھی سمیت ایک خول اور اس کے چہرے پر سے اتر گیا۔
”کرسٹوپاؤلس...!“ رینا پھر چینی۔

”تمہارے چیف کے تین روپ....!“ ڈھمپ اس کی آنکھوں میں وکھتا ہوا بولا۔
رینا کچھ نہ بولی....اس کا سر نبڑی طرح چکرایا تھا۔

کرسٹوپاؤلس اسی طرح ہاتھ پر چیختے دھنٹابے حس و حرکت ہو گیا۔
”کیا تمہیں یقین ہے کہ عبدال یہاں موجود ہے۔!“ ڈھمپ نے رینا سے پوچھا۔

”ہاں....! فادر زن مجھ سے بھی کہا تھا۔!“
”بکواس کی تھی.... وہ اسے یہاں سرے سے لایا ہی نہیں تھا۔!“ تمہیں وہاں سے سیدھا کلب
لے گیا تھا۔!

”میں کچھ نہیں چاہتی.... مجھے میرے بھائی واپس دے دو۔!“ رینا کسی نہیں سی پچی کی طرح
بلباٹھی۔

”عبدل سے نہیں ملوگی۔!“

”میں اس سے ملتا جاہتی ہوں.... لیکن وہ چیخ کس کی تھی....؟“
”وہ چیخ بھی اُسی کی تھی۔ تمہیں باور کرنا چاہتا تھا کہ اس نے قادر کو بے لس کر کے پھویش اپنے
کشندوں میں کر لی ہے۔ وہ چیف اور قادر کی شخصیتیں بالکل الگ الگ رکھنا چاہتا تھا۔ تم پر ظاہر کرنا چاہتا
تھا کہ قادر کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ تو ازاں خدا تری یہ سب کچھ کر رہا ہے۔“

”میرے بھائی.... میں کیا کروں....؟“

”کیا تم اور تمہارے بھائی یہاں ایک غیر قانونی حرکت کے مرکب نہیں ہو رہے تھے۔!
رینا کچھ نہ بولی۔

”تمہارے بھائی محفوظ ہیں۔!“ ڈھمپ کچھ دیر بعد بولا۔

”کیا یہ مر گیا....؟“ روشنے کر سٹوپاؤلس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
”نہیں بے ہوش ہے....! ہوش میں آنے کے بعد شاید صحیح الدماغ نہ رہ جائے۔ ریڑھ کی
ہڑی کے جرک سے اس کا میڈی بولا بھی متاثر ہوا ہے۔!
”تم نے ایسا داؤ ہی کیوں آزمایا کہ بیکار ہو جائے۔!“

”مجبوری تھی.... کسی طرح قابو ہی میں نہیں آ رہا تھا۔ ایسے طاقتور لوگ کم ہی نظر سے
گذرے ہیں۔!“

”میں تو ایک غیر قانونی حرکت کی مرکب ہوتی رہی ہوں۔!“ فتحار بنا عنصیری آواز میں بولی۔
”لیکن تم کون سا برا ایک کام انجام دیتے رہے ہو.... گندے بیک میلر....!“
روشی نہ پڑی۔ اور ڈھمپ اُسے گھوڑنے لگا۔

”آنکھیں نہ دکھانے مجھے.... یہ لڑکی مجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔!“ روشنی نے کہا۔
”عبدل کہاں ہے.... مجھے اس سے ملا دو....!“ رینا نے مضخل سی آواز میں کہا۔ وہ سورج رہی
تھی الجتنا بیکار ہے ہو سکتا ہے اس کی عاجزی اس بیک میلر کو مومن کر سکے اور وہ اس کے بھائیوں کو
کسی قسم کا گزند پہنچائے بغیر چھوڑ دے۔

”تم اس سے مل کر اب کیا کرو گی۔!“

”فی الحال اس کے علاوہ یہاں اور کوئی میرا ہمدرد نہیں۔ ہو سکتا وہ میرے لئے بھی تمہارے
مطلوبات پورے کر سکے۔!“

”اے خاموش رہو.... وہ میرا شوہر ہے۔!“ روشنی نہ کربولی۔

”خدا مجھے غارت کرے.... میں یہ کیا کر بیٹھا ہوں۔!“ ڈھمپ اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا
اور رینا اُسے جیرت سے دیکھتے گئی۔

روشنی نہتی رہی۔ اور ڈھمپ نے رینا سے کہا۔ ”تم روشنی کے ساتھ گل جاؤ.... عبد
تمہیں وہیں ملے گا۔“

”کیا ب میرے لئے کوئی اور جال بن رہے ہو۔!“

”نہیں! عبد سے منہ مالگی قیمت وصول کر کے تمہارے بھائیوں کو رہا کر دوں گا اور کوشش
کروں گا کہ تم تینوں صحیح سلامت یہاں سے چلے جاؤ۔... کیونکہ تم ایک نیک دل لڑکی ہو۔!“

رینا کچھ نہ بولی۔ روشنی اس کا ہاتھ تھا ہے ہوئے باہر نکل تھی اور اپنی گاڑی میں پیش گئی تھی۔
اس نے رینا سے کہا۔ ”مجھے شدت سے بھوک لگ رہی ہے لہذا اپلے ہم کلب ہی چلیں گے۔!
رینا خاموش رہی۔.... اس کی دلگر فتنی بڑھتی جا رہی تھی۔ کلب میں روشنی نے کچھ کھالیا۔

اسے زبردستی کافی پلائی۔

رہی ہوں!“
پھر عمران محل سے نکل کر اپنے فلیٹ میں پہنچا تھا.... اور اندر داخل ہونے سے پہلے عبد
المنان کامیک اپ ختم کر دیا تھا!

دستک دیتے ہی دروازہ کھلا اور جوزف نے کھوپڑی باہر نکال کر پلکیں جھپکائیں اور پھر مژہ کر
اندر دیکھا۔

اب جو عمران کی طرف مڑا تو اس کا منہ پھیلا ہوا تھا اور آنکھیں آہستہ بند ہوتی جا رہی
تھیں۔ پھر وہ دھڑام سے الٹ گیا۔ عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ظفر جو اسی میک اپ
میں تھا بول کھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”گھیراؤ نہیں...!“ عمران بولا۔ ”یہ مجھے بھوت سمجھ کر بیویو ش ہو گیا ہے!“ پچھلی رات اس
نے کوئی ڈر اونا خواب بھی دیکھا ہو گا!“
دوسری طرف سے سلیمان کی چیخ سنائی دی۔ ”ارے باب رے.... کبھی خود کشی کرتے ہیں
اور کبھی دو ہو جاتے ہیں!“

”کیوں غل غپڑا مچا رہا ہے!“ عمران نے اُسے ڈانتا۔
”میں تو چلا جناب....! دو کے تاؤ سنجھانا میرے بُس سے باہر ہو گا!“
”ابے تو میں کب بولتا ہوں!“ ظفر نے عمران ہی کے انداز میں کہا۔ ”میرا تو گلا بیٹھا ہوا تھا!“
”یہی تو میں کہوں کہ مرغ کیوں اثر ہے ہیں روزانہ....!“ سلیمان آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ظفر کو
دیکھتا ہوا بولا۔



”آپکو میری تلاش کس لئے تھی...؟“ عمران نے بڑے ادب سے رحمان صاحب سے پوچھا۔
”محض یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ملکہ خارج نے ظفر الملک اور اُس کے ملازم کے جیل
سے فرار ہو جانے میں کیوں مدد دی تھی!“
”خاندان سے خارج کر دیئے جانے والے کو شائد ملکہ خارجہ کا سر برہ کہتے ہیں!“ عمران
نے بڑے بھولے پن سے پوچھا اور رحمان صاحب ایک دم بھڑک اٹھے۔
”بیہودگی ختم کرو.... تم کہاں غائب شئے!“

پھر وہ اسے محل نما عمارت میں لائی تھی۔ یہاں عبد موجود تھا اور اُس کے دونوں بھائی بھی
تھے۔ رینا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

”مم.... میں تمہاری.... شکر گزار ہوں عبد....“ دفتارہ روپڑی۔ ”زندگی بھر تمہیں یار
رکھوں گی!“

”محبت نہ کرنے لگنا....!“ روشنی ہنس کر بولی۔
”بکواں بند کرو!“ عبد نے غصیلے لمحے میں کہا اور روشنی اُسے گھورتی ہوئی وہاں سے چل گئی۔
اب وہ چاروں خاموش تھے۔

”کیا وہ اسی طرح آزاد رہے گا!“ رینا نے عبد سے پوچھا۔
”پولیس بھی تو ہے اُس کے پیچھے۔ ازیادہ دونوں تک آزاد رہ سکے گا.... تمہارا معاملہ نہ
ہوتا تو میں اُسے پولیس کے حوالے کر دیتا۔ اب تم لوگ کچھ دونوں تک یہیں مقیم رہو گے اور میں
دیکھوں گا کہ تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں!“



دوسری صبح روشنی عبد سے پوچھ رہی تھی۔

”آخر قسم اس پر ظاہر کیوں نہیں کر دیتے کہ عبد اور ڈھمپ دونوں ایک ہی ہستی کے دو
روپ ہیں!“

”نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا.... وہ ایک اچھی لڑکی ہے اپنی دانست میں اپنے ملک کی خدمت
انجام دے رہی تھی اور پھر میں نے اسے بہت قریب سے دیکھا ہے اگر میں اس پر یہ ظاہر کر دوں
تو اُسے گھر اصل مہ پہنچے گا!“

”اُس کے چیف کے تین روپ تھے لیکن تمہارے چار ہیں۔ ڈھمپ، عبد، عمران، ایکس ٹو
ویے تم حقیقتاً صرف ڈھمپ ہو.... کوئی میرے دل سے پوچھے.... بالکل ڈھمپ!“

”سنا ہے، جو لیانا فنڈر واٹر نے صدیقی سے شادی کر لی!“ عمران بولا۔

”سب اسی طرح شادیاں کر لیں گے اور تم ڈھمپ کے ڈھمپ ہی رہو گے۔“

”میں ڈھمپ ہی بھلا...!“ عمران کا نوں پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

”اب یہ عبد کا خول چہرے سے اتا رہو.... کب سے تمہاری مسمی صورت دیکھنے کو ترس

کارخ بھی اسی طرف تھا۔ رحمان صاحب پر نظر پڑتے ہی وہ بوکھلا گیا۔ پیکٹ کاؤنٹر پر رکھ کر ان کی پذیری کے لئے آگے بڑھا۔ رحمان صاحب خاموش کھڑے اُسے گھورتے رہے پھر خشک لبجے میں بولے۔ ”اُس پیکٹ میں کیا ہے؟“

”اُوہ... جی... تصویر... ہے جناب! موٹالیز اکی نقل تیار کرائی ہے ایک آرٹسٹ سے!“
تصویر لانے والا جاچکا تھا۔

”اس تصویر سمیت میرے ساتھ چلو...!“ رحمان صاحب غرامے۔
”لک... کیوں جناب عالی...?“

عمران نے چھپت کر تصویر کاؤنٹر سے اٹھا لی تھی۔ ابو سلیمان کی پیشانی سے پینے کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ حالانکہ آج بھی سردی شدید تھی!

آدھے گھنٹے بعد رحمان صاحب کے آفس میں ابو سلیمان کے علاوہ ذی ڈی ڈائریکٹر سعید بھی موجود تھا اور عمران تصویر کا فریم الکھانے میں مشغول تھا فریم کو کھلا تھا اس کے اندر چاروں طرف شیشے کی نکلیاں تھیں جن میں زرور ٹک کا سیال بھرا ہوا تھا۔

”یہ ایک نشہ اور سیال ہے اور صرف انہیں لوگوں سے مل سکتا ہے جن سے یہ حاصل کرتے ہیں یہ اس کے اس بڑی طرح عادی ہو گئے ہیں کہ اس کے بغیر ایک گھنٹہ بھی نہیں گزار سکتے!“ عمران نے کہا اور خاموش ہو کر ان دونوں کو گھورنے لگا۔ ان کے چہرے زرد تھے اور وہ خوف زدہ نظروں سے عمران کو دیکھے جا رہے تھے۔

”ان لوگوں نے انہیں اس کا عادی بنایا اور پھر اچانک سپاٹی منقطع کر دی۔!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”مقصد یہ تھا کہ انہیں یہاں کے راز ان کے حوالے کر دینے پر مجبور کر دیا جائے۔ انہیں جب بھی کوئی خاص بات معلوم کرنی ہوتی تھی اس شعبے کے آفیسر کی سپاٹی روک دیتے تھے اور پھر ایک مخصوص نشان کے ذریعہ کہیں اپنی موجودگی کا اشارہ کر دیتے اور آفیسر صاحب ان کی تلاش میں دوڑے جاتے تھے کیوں سعید صاحب؟ آپ کے لئے کیوپڈ کا نشان الٹ کیا گیا تھا تادو مونہے سانپ کی شکل والی کمان اس کیوپڈ کے ہاتھ میں ہوتی تھی... اور اس بارہہ آپ سے یہی تو معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کوئی نمبر چھ سو چھایا سٹھ والا کیس دوبارہ کیوں الکھا گیا ہے۔!
دفعہ سعید کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی... وہ بیہوں ہو گیا تھا ابو سلیمان کی حالت بھی

”آپ کے لئے بھی کچھ کام کرتا رہا تھا۔ آپ آج کل بہت پریشان ہیں آپ کے مجھے کے راز آپ کے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔!“

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔ عمران کلائی کی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ ”اگر آپ میرے ساتھ چل سکیں تو یہ تماشہ بھی دکھادوں...! آپ کو بھی اس پر تشویش تھی کہ مجھے خارجہ گڑے مردے کیوں الکھاڑ رہا ہے۔!“

”تم مجھے کیا دکھا گے.... کہاں چلتا ہے۔!“

”آپ کے مجھے کے ایک ڈائریکٹر صاحب کے ہوٹل تک۔!“

”میرے مجھے کے کسی ڈائریکٹر کا کوئی ہوٹل نہیں ہے۔!“

”نیگم صاحب کے ہوٹل پر ان کا بھی حق ہے۔!“ عمران کے لبجے میں تھی تھی۔

”کیا وہ وہاں موجود ہو گا۔!“

”میں ایک کیبن وہاں ریزرو کر چکا ہوں اگر موجود بھی ہو تو پکڑے جانے سے پہلے آپ کو نہ دیکھ سکے گا۔!“

رحمان صاحب کسی سوچ میں پڑ گئے۔ پھر وہ اس کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئے تھے۔ حالات ہی ایسے تھے کہ وہ اس پر مجبور تھے۔ ورنہ یوں کھڑے گھاٹ عمران کے ساتھ کہیں چلے جانا ان کے شایان شان نہ تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ اُن کے مجھے کے کئی راز باہر پلے گئے تھے اور وہ اس سلسلے میں بے حد پریشان تھا۔

کئی نیچے چار مگ کے ایک کیبن میں دونوں داخل ہوئے اور عمران نے پرده کھینچتے ہوئے گھٹی پر نظر ڈالی اور رحمان صاحب کے مقابل بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک طرف سے پرده ہٹا کر رحمان صاحب کوہاں میں دیکھنے کا اشارہ کیا۔

”اوہ... ابو سلیمان....!“ وہ آہستہ سے بڑھا رہے۔

آنے والا کاؤنٹر کی طرف گیا تھا اور کاؤنٹر کلر کے اٹھ کر اُسے تنظیم دی تھی۔ پھر ایک آدمی اور کاؤنٹر کے قریب آکھڑا ہوا۔ اس کے بغل میں ایک بڑا سا پیکٹ دبا ہوا تھا۔ ابو سلیمان نے اس کے ہاتھ سے پیکٹ لے لیا۔

”اثٹھے....!“ عمران نے رحمان صاحب سے کہا اور وہ دونوں کیبن سے نکل آئے۔ ابو سلیمان

لوگوں کو اس پر آمادہ کر لینا بے حد مشکل کام تھا۔ میں نے اسی شرط پر ان کی گلو خلاصی منظور کی ہے کہ انہیں اس اسکیم پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ وہ اس پر تیار ہیں کہ شوپاولس کے دوسرا ساتھیوں کے بارے میں چھان میں کی جا رہی ہے اُن میں سے جتنے بھی غیر قانونی ذراع سے ملک میں داخل ہوئے ہیں چپ چاپ موت کے گھاث اتار دیئے جائیں گے۔ دوست کہہ کر ہمیں گلے لگانے والوں کے ساتھ اس کے علاوہ اور کیا بر تاؤ کیا جاسکتا ہے!“

”اس پر گولی کیوں نہیں اٹھ کرتی تھی.... اور جیسمن نے اُسے اٹھتے دیکھا تھا!“ دفتہ نعمانی بولا۔ ”کیا اُسے جیسمن کا ہم سمجھا جائے!“

”وہ سیال سبز ماڈہ....! تجزیے کے لئے ڈاکٹر اور کیلپارٹری میں بھجوایا گیا تھا۔“ عمران نے سر کھجا کر کہا۔ ”رپورٹ آگئی ہے اتنا وقت نہیں ہے کہ اس کے بعض اجزاء کے کیمیائی عمل کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کی جاسکے۔ بن اتنا سمجھ لو کہ گولی اس سے گذر کر کھال میں نہیں پیو سط ہو سکتی۔ لباس کی اوپری سطح ضرور چھٹ جاتی تھی لیکن جیسے ہی گولی اس سیال ماڈے سے مس ہوتی تھی فوری طور پر اس کا دباؤ صفر ہو کر رہ جاتا تھا۔ رہ آٹھان کی بات تو وہ میشین بھی میرے ہاتھ آگئی ہے۔ کوئی نئی چیز نہیں۔ کئی ترقی یافتہ ممالک کی ہوائی فوج اسے استعمال کر رہی ہے۔ پیراڑو پر اس اسے بھی جسم سے باندھ رہتے ہیں۔ اگر انہوں نے دیکھا کہ پیرا شوٹ کی ڈوریاں اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہیں یہ میشین بہت ہی مختصر اڑان کے لئے کار آمد ہوتی ہے۔ بن اتنی ہی کہ وہ جولیا کی کھڑکی سے چھلانگ لگاتے ہی اس میشین کو چلا دے اور خود فٹ پاٹھ پر گرنے کی بجائے قریبی مکان کی چھٹ پر پہنچ جائے!“

اس کے بعد کسی نے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ یہاں سے اٹھ کر عمران جیسمن کی عیادت کے لئے گیا۔ وہ بستر پر چٹ پڑا ہوا تھا۔ عمران کو دیکھ کر خالص کلائیک انداز میں کراہنے لگا۔ ”آ، اچھا سمجھ فنار کو میری صحت ایک آنکھ نہ بھائی!“ تقدیر نے حادثات سے چھلی کھائی اور اس بھوت کے آگے کچھ نہ بن آئی۔

”میں تمہارے لئے توبہ الصوح لایا ہوں!“ عمران آبدیدہ ہو کر بولا۔

”شکریہ..... شکریہ..... جناب..... پڑھنے کو کچھ بھی نہیں رہا!“

”یہ لو.....! لیکن خیال رہے کہ دس پیسے یومیہ کے حساب سے اس کا کرایہ جائے گا!“

غیر تھی۔ عمران نے مکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا ”اب تم ہی بتاؤ گے اب تک کون کون سے راز ان تک پہنچائے ہیں!“

”م..... میں...!“ ابو سلیمان ہکلایا۔

”شش اپ.....!“ رحمان صاحب گرج اور گھنٹی بجانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔



سائیکو مینشن کے ایک کمرے میں وہ سب جمع تھے اور عمران دیرے سے اس کیس کی اونچائی پر لیکھر دیتا رہا تھا۔ وہ خاموش ہوا تو صدر بول پڑا۔

”اب کیا حال ہے کہ شوپاولس کا...!“

”اس کی لاش مردہ خانہ میں پڑی ہوئی ہے۔ گھنٹا زر اور سے ریڑھ کی ہڈی پر لگ گیا تھا!“

”اس کا بیان....؟“ تنویر نے آنکھیں نکال کر سوال کیا۔

”بھی کوئی اُن کا گلا دبانا تاکہ یہ اس کا بیان لینے کے لئے روانہ ہو سکیں!“ عمران نے ایسے مفعکانہ انداز میں کہا کہ سب نہیں پڑے۔

تو نویر اٹھ کر چلا گیا۔ عمران اس کے پیچے ہاںکہ ہی لگاتارہ گیا تھا۔ ”ارے میاں وہ شادی کا ڈھونک تھا۔ صدیقی بیچارہ اس وقت بھی عدیم المثال ہے!“

”بکومت....!“ جولیا جھلا کر غرائی۔

وفقاً عمران سنجیدگی اختیار کرتا ہوا بولا۔ ”یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کہ شوپاولس کیکاپ تم کی نشر آور اشیاء کے ذریعہ اعلیٰ عہدیداروں کو اپنا غلام بناتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ یہاں اس کی موجودگی کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ اس کے لئے کام کرنے والے زیادہ تر ایک دوسرے سے واقف نہیں تھے۔ وہ پادری فرڑی بنڈ کی حیثیت سے قانونی طور پر ہمارے ملک میں بھی اس کی واپسی کا سرکاری طور پر اندر راج ہونا چاہئے!“

”یہ کس طرح ممکن ہے!“ صدر اسے گھورتا ہوا بولا۔

”قطیعی ممکن ہے۔! اریانا اور اس کا ایک بھائی کل ہی یہاں سے روانہ ہوں گے۔! اس کا وہ بھائی پادری فرڑی بنڈ کے میک اپ میں ہو گا اور اسی کے پاسپورٹ پر سفر کرے گا۔ دوسرے بھائی پھر کسی موقع پر نکال دیا جائے گا۔ اس بات پر میں تمہاری آنکھوں میں تختردیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ ان

”تو کیا یہاں کتابیں کرائے پر بھی ملتی ہیں!“

”قدم قدم پر..... ہر گلی کے موڑ پر..... تمہیں کسی نہ کسی لا سبیر یہی کا بورڈ ضرور نظر آئے گا۔ بہر حال آج ہی ختم کر لی تو دس پیسوں ہی پر ٹھل جائے گی!“

”یہ تو بڑا جھابرنس ہے.... اب میں غالب کمر بند والی اسکیم ڈر اپ کر دوں گا۔ خوب اکرائے کی لا سبیر یہی.... وندر فل!“

عمران کے استفسار پر وہ اُسے غالب کمر بند کے بارے میں بتا نے لگا۔

”گھبراؤ نہیں.... تمہیں بھی پالوں گا!“ عمران سر ہلا کر بولا تھا۔



ایسے پورٹ پر رینا کی روائی کا منظر متاثر کرنے تھا۔

اس کے چہرے پر ہوائیاں اثر ہی تھیں۔ پاس ہی جرمی ذکسن پادری فردی بند کے روپ میں کھڑا ہوا تھا۔

دفعتا وہ پرنس عبد المنان سے بولی۔ ”تم فرشتے ہو.... بے غرض یتکی کرنے والے.... زندگی بھر تمہیں یاد رکھوں گی۔ اس بات کی خوشی ہے کہ روشنی ایک دم پدل گئی اس نے میری دل جوئی کی ہے۔ میں اس کا احسان بھی کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم دونوں بہت یاد آؤ گے۔ کبھی تم دونوں میرے ملک میں بھی آؤ۔ حالانکہ ہم لوگ مالدار نہیں ہیں پھر بھی تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی!“

”ہم ضرور آئیں گے....!“ عبد المنان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”جیری کی طرف سے تم بالکل مطمئن رہتا۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی اور بہت جلد بحفاظت تم تک پہنچ جائے گا!“

رینا کی آنکھیں بھر آئی تھیں اور وہ انہیں پھیلا پھیلا کر آنسو پینے کی کوشش کر رہی تھی۔!

﴿ ختم شد ﴾